محدث شیرازی اس کی تفصیل اس عبارت میں لکھتے ہیں

مروی است از ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد از وقوف بر عدد لشکر دشمن و کثرت اسلام گفت یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امروز ما از جہت قلت مغلوب نخواہیم گشت و روایتی آنکہ ابوبکر صدیق این مقالہ را با سلمہ بن سلامہ بن وقش گفت و روایتی آنکہ قائل این سخن سلمہ بود ص ۸۴۴

روایت میں آیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمن کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم کر کے اور فوج اسلام کی موجودہ کثرت ملاحظہ فرما کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ کلمہ سلمہ بن سلامہ بن وقش سے کہا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کلمہ کا کہنے والا سلمہ تھا۔

بہرحال دونوں روایتوں کے اعتبار سے اس قول کے قائل حضرت ابوبکر ثابت ہوتے ہیں۔ اس بنا پر اس آیہ کریمہ کے نزول کا باعث بھی یہی آپ کا قول ہوا۔ جیسا کہ باتفاق جمہور مشہور ہے۔

نا سمجھی کی دوسری مثال اس سے آگے چلیے۔ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟

فوج اسلام حنین کی طرف روانہ ہوئی صحیح ترمذی میں ہے

عن ابی واقد لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الی حنین مر بشجرۃ للمشرکین یقال لہا ذات انواط یعلقون علیہا اسلحتہم قالوا یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط کما لہم ذات انواط فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سبحان اللہ ھذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم الٰہۃ والذی نفسی بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم

ابو واقد سے روایت ہے کہ جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب حنین روانہ ہوئے تو راہ میں اس درخت کے پاس سے گزرے جسکو مشرکین ذات انواط کہتے تھے اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکا دیتے تھے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے لیے ایسا ہی ایک ذات انواط بنا دیجیے جیسا کہ مشرکین کا ذات انواط ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ تو وہی بات ہے جو قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ جیسے کافروں کے معبود ہیں ویسے ہی ایک معبود ہم کو بھی بنا دیجیے قسم بخدا کہ تم بھی انہیں کا طریقہ اختیار کرو گے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۰۰

ابن ہشام نے بھی اس واقعہ کو جلد سوم ص ۸ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے۔ محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۴۴۹ مطبوعہ لکھنؤ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ترمذی اور ابن ہشام کی عبارتوں سے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر محدث شیرازی کی عبارت یہ ہے۔

چون حضرت این سخن گفت آن جماعت از گفتہ خویش پشیمان شدند و توبہ و استغفار نمودند۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو لوگوں نے شرما کر توبہ و استغفار کیا۔

لشکر اسلامی کے پہونچنے سے پہلے کفار کا لشکر میدان جنگ مین داخل ہوگیا۔ یہ اُن کے قریب رہنے کا خاص فائدہ تھا جو سوائے ان کے دوسرے کو مشکل سے حاصل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ شبلی صاحب فوج اسلامی کی شکست کے اسباب مین تحریر کرتے ہین۔

کفار نے معرکہ مین پہلے پہونچکر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیراندازون کے دستے پہاڑ کی گھاٹیون کھوون اور دردون مین قریب قریب جابجا جا لیے تھے۔

قریب قریب طبری اور ابن ہشام نے اور صاحب روضۃ الاحباب نے بھی کفار کے یہی انتظام لکھکر بتلائے ہین۔ کفار کے مقابلہ مین لشکر اسلام میدان جنگ مین جب آیا تو یہ تمام مقامی فوائد و منافع ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ اس لیے فوج اسلامی نے میدان جنگ کی مقامی مناسبت اور موزونیت سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ مجاہدانِ اسلامی نے اپنی شجاعت و دلیری کی پُرجوشی یا کثرت اعداد کی اُسی پُرجوشی مین جسے یہ مکہ سے ساتھ لائے تھے۔ ان فوائد و منافع مقامی کی کوئی پروا نہین کی۔ کچھ رات رہے سے تمام دستہائے فوج اپنے اپنے مقامات سے نکل کر میدانِ جنگ مین آراستہ ہوگئے۔ صف آرائی کی انتظامی ترتیب اور اُس کی تفصیل یہ ہے۔

مہاجرین کی فوج مین تین مختلف حصے کیے گئے۔ ایک دستہ فوج کے علمدار حضرت عمر بن الخطاب (شاید خیبر مین علمداری سے محرومی کی تالیف ہو) دوسرے کے حضرت علی ابن ابی طالب اور تیسرے دستہ کے سعد بن ابی وقاص مقرر ہوئے۔ اسی طرح قبائل انصار مین۔ قبیلہ اوس کے علمدار اسید بن حضیر بنائے گئے اور قبیلۂ خزرج کے سعد بن عبادہ

جانبین کی فوجین مرتب ہو چکین تو کفار نے آغاز جنگ مین سبقت کی۔ شبلی صاحب جانبین کی حرب و ضرب اور طرفین کی کارزار کی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین

جانبین کا مقابلہ اور فوج اسلامی کی گریز

فتح کے بجائے دہلہ اول مین مطلع صاف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص مین سے کوئی بھی پہلو مین نہین تھا۔ حضرت ابو قتادہ جو شریک جنگ تھے اُنکا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو مین نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینے پر سوار ہے۔ مین نے عقب سے اُس کے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کو کاٹتی ہوئی اندر اُتر گئی۔ اُس نے مڑکر مجکو ایسا دبوچا کہ میری جان پر بن گئی لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا۔ اس اثنا مین مین نے حضرت عمرؓ کو دیکھا۔ مین نے پوچھا مسلمانون کا کیا حال ہے بولے قضائے الٰہی یہی تھی شکست کے مختلف اسباب تھے۔ مقدمۃ الجیش مین جو حضرت خالد کی افسری مین تھا

زیادہ تر فتح مکہ میں جدید الاسلام نوجوان تھے۔ وہ جوانی کے غرور میں اسلحہ جنگ بھی پہن کر نہیں آئے تھے۔ فوج میں دو ہزار طلقاء بھی تھے یعنی وہ لوگ جو ابتک اسلام نہیں لائے تھے۔ ہوازن قدر اندازی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ میدان جنگ میں انکا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا۔ کفار نے معرکہ گاہ میں پہونچکر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں۔ کھوؤں اور دَرّوں میں جا بجا جما دیے تھے۔ فوج اسلام نے صبح کے وقت جبکہ خوب اُجالا بھی نہیں ہوا تھا۔ حملہ کیا۔ میدان جنگ اسقدر نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہیں سکتے تھے۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں فوجیں ٹوٹ پڑیں۔ اُدھر کمینگاہوں سے قدر اندازوں کے دستے نکل پڑے اور تیروں کا مینھ برسا دیا مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا اور پھر تمام فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ صحیح بخاری میں ہے فادبر واحتی بقی وحدہ سب لوگ نکل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ تیروں کا مینھ برس رہا تھا۔ بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئی تھیں لیکن ایک پیکر مقدس پا بر جا تھا۔ جو تنہا ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم۔ ایک عالم بلکہ مجموعہ کائنات تھا آنحضرت صلعم نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا یا معشر الانصار آواز کے ساتھ صدا آئی ہم حاضر ہیں۔ آپ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا۔ اب بھی وہی آواز آئی۔ آپ سواری سے اُتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا۔ میں خدا کا بندہ ہوں اور اُسکا پیغمبر ہوں بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ رجز آپ کی زبان پر تھا۔

انا النبی لاکذب میں پیغمبر خدا ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے انا ابن عبدالمطلب میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس ابن عبدالمطلب بلند آواز تھے۔ آپ نے اُن کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو اُنھوں نے نعرہ مارا یا معشر الانصار اے گروہ انصار اصحاب الشجرۃ اے اصحاب شجرہ (بیعت رضوان والے) اس پُر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً پلٹ پڑی۔ جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے نہ ٹھہر سکے اُنھوں نے زرہیں پھینکدیں اور گھوڑوں پر سے کود پڑے دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے اُن کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں تھیں۔ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے لیکن اُنکے ستر آدمی مارے گئے۔ اور جب اُن کا علمدار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے

سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۲

شبلی صاحب کے استخفاف حالات اور اُن کے انکشافات۔ شبلی صاحب کی معرکہ آرا قلم آرائیوں کا یہی تو میدان ہے۔ صحابۂ کرام حفظ مراتب تقلید اسلاف کے حسن عقیدت کی حفاظت۔ مخالفین اسلام کے اعتراض کا خوف۔ مدعائے اصلی کا اثبات اور سب سے آخر میں اسلام کی بقائے شوکت و اجلال کے خیال بھی آپکے ساتھ ہیں

اتنے خیالوں میں اُلجھا ہوا مؤلف کہاں تک تاریخی نقل و استنباط واقعات و حالات میں خود غرضی و جانبداری سے محفوظ رہکر حقیقت گذاری کا حق ادا کر سکتا ہے۔

اول تو آپ نے یہ لکھکر کہ "وہلۂ اول میں مطلع صاف تھا" یہ بتلا دیا ہے کہ گویا کفار کے آتے ہی تمام مسلمان بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے بلا استثناء احد سے ایک ایک کر کے سب بھاگ گئے اور ایسے کہ بقول آپ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو رفقاء خاص میں سے کوئی بھی پہلو میں نہیں تھا پھر اسی عبارت کے حاشیہ نمبر ۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ بعض روایتوں میں چند اصحاب کا ثابت قدم رہنا بھی کور ہے۔ ان دونوں روایتوں کی تطبیق یہ ہے کہ دو مختلف وقتوں کے حالات ہیں۔ راوی نے اپنا مشاہدہ لکھا ہے تفصیل آگے آئے گی "سیرۃ النبی جلد اول"

تو اب سوال یہ ہے کہ آپ کے ان دو مختلف اور متضاد بیانات میں آپکی کتاب کے دیکھنے والے آپ کے کس قول پر اعتبار کریں۔ آیا آپ کے موافق وہ سمجھیں کہ پہلے ہی حملۂ کفار میں بارہ ہزار کی جمعیت یکلخت بھاگ گئی جو کس قدر مہمل اور خلاف واقع ہے۔ یا یہ سمجھیں کہ چند اصحاب ثابت قدم بھی رہ گئے تھے۔ جو بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔

افسوس جو امر کہ حاشیہ میں تطبیق دیکر تحریر کیا گیا اگر آغاز ہی میں لکھ دیا گیا ہوتا تو ابہام فی الکلام اور اختلاف عن الاعتراف آپ کی تحریر میں کیوں واقع ہوتا۔ مگر نہیں صحابہ کی حسن عقیدت درمیان تھی۔ جن کے حفظ مراتب کا سامان آپ کی تعمیم والی ترکیب قدیم کے بغیر ناممکن تھا۔ اسلئے قلم آرائی کی شان میں بیباختگی کے ساتھ ایسی عبارت لکھدی جس سے معلوم ہو کہ سب کے سب رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر جب حاشیہ میں اس کے خلاف چند صحابہ کا ثابت قدم رہنا لکھا بھی تو اُن بزرگواروں کے نام نہیں لکھے۔ یہ کتنا عجیب مسئلہ میں استخفاف واقعات کا طریقہ ہے جو آپ کی شانِ مولفانہ کے سراسر خلاف ہے۔

اسلامی مجاہدین کی معرکہ آرائی کی کوئی تفصیل ہی نہیں لکھی۔ اور کیسے لکھ سکتے تھے جب لکھکر بتلا چکے تھے کہ وہلۂ اول ہی میں مسلمان مقابل کا منہ دیکھتے ہی بھاگ نکلے شکست کے بعد گویا وہلۂ اول کا حال ان الفاظ میں لکھکر بتلا دیا ہے کہ فوج اسلام نے صحیح کے وقت جبکہ خوب اُجالا بھی نہیں ہوا تھا حملہ کیا۔ میدان جنگ اسقدر نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہ سکتے تھے۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ ہزاروں فوجیں ٹوٹ پڑیں اور کمینگاہ میں سے قدر اندازوں کے دستے نکل آئے اور تیروں کا مینہ برسا دیا مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قاعدہ ہو کر پیچھے ہٹا پھر تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔

شبلی صاحب عبارت آرائی ختم کیجئے۔ صاف صاف یوں لکھیے کہ مقدمۃ الجیش ہو یا مجموعۃ الجیش

سے پہلے سب فوج سے خالد کا رسالہ بھاگا - لکھتے وقت - آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے - آپ جب بلا وجہ و سبب یہ لکھ چکے کہ دہلہ اول میں مطلع صاف تھا - تو پھر اسباب شکست کی تفصیل کے بعد ان تصریحات کا قلمبند کرنا مثتے بعد از جنگ کا لطف دیتا ہے - آپ نے دہلہ اول کی صفائی کے لکھنے سے پہلے ان اسباب صفائی کو کیوں نہ لکھ دیا کہ غریب سیدھے سادے مسلمان سمجھ لیتے کہ ہمارے بزرگوار مجاہدین اور جان نثاران اسلام ان قوتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے فرار کر گئے -

شبلی صاحب . تحریری قلم آرائیوں اور خالی لفاظیوں سے کام نہیں چلنے کا اور مطلب نہیں نکلنے کا دنیا کی نگاہوں میں تحقیق کی روشنی بہت تیز ہو گئی ہے - ہر شخص کے سامنے کتابیں کھلی ہیں - آپ اپنی کتاب میں جو لکھیں تو کیا وہ آپ سے اچھی کتابوں میں حقیقت حال کا مطالعہ اور مشاہدہ نہ کریں گے - اول تو آپ نے یہ لکھ کر کہ فوج اسلامی نے صبح کے وقت جبکہ خوب اُجالا بھی نہیں ہوا تھا حملہ کیا - یہ بتلایا ہے کہ جنگ میں سبقت اسلام کی طرف سے ہوئی بالکل شعار اسلام کے خلاف ہے جو سبقت فی القتال کو اپنی طرف سے قطعی حرام سمجھتا ہے - مسلمان آپکی اس سبقت کو اسلام کی مدح مدیح تو نہیں بلکہ ہجو ملیح سمجھیں گے - دیکھیے - یہ اگر ایسا ہی واقعہ ہے جیسا آپ نے لکھا ہے تو آپ عیسائی معترضین کے اعتراض کے جواب کے لیے بھی سے تیار رہ جائیے جو کہتے ہیں کہ حنین کی جنگ میں اسلام کا طریقہ جہاد مدافعانہ نہیں تھا بلکہ جارحانہ - حالانکہ تمام تاریخ و سیر کی اسلامی کتابیں یک زبان ہو کر کہہ رہی ہیں -

فواللہ ما راعنا ونحن منحطون الکتائب	راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ ہماری مطابقت کے لیے کوئی بھی نہیں تھا
فدشدت علینا رجل واحد -	اور ہم اُن کی کثرت میں چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے - اور اُن
طاوی ۱۹۶۰	لوگوں نے بڑی شدت سے اپنی متفقہ قوت کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا -

ابن ہشام - ابو الفدا - ابن وردی (خلاصہ ابو الفدا) اور محدث شیرازی بالاتفاق سب کا یہی بیان ہے اللہ شبلی صاحب نے دیکھتے ہیں خواہ مخواہ مسلمانوں کا پہلے حملہ کرنا لکھ رہے ہیں - کہیے آپ کا صرف دو لفظوں والا جملہ کس قدر اختلاف انگیز اور فساد خیز ہے حالانکہ آپ کا اس سے پہلے والا جملہ کہ - دہلہ اول میں مطلع صاف تھا - بتلا رہا ہے کہ حملہ مخالفین ہی کی طرف سے شروع ہوا - تب تو مسلمان اُن کی برداشت نہ لا کر میدان جنگ کا مطلع صاف کر گئے - پھر نہ معلوم یہاں شبلی صاحب کو کیا ہو گیا کہ لکھ دیا مسلمانوں کی فوج نے علی الصباح حملہ کر دیا -

آپ ان تمام متناقض اور متضاد بیانات کے بعد خالد بن ولید کی برات کی طرف جھکے ہیں - اور اپنی پوری قلم آرائیوں کی قوت و مہارت کے ساتھ آپ نے اُن کے عیوب و نقائص کو اپنے الفاظ و عبارت میں چھپایا ہے اور ضعیف سے ضعیف اور کمزور سے کمزور حیلوں بہانوں میں اُنکی اور اُنکے ماتحت دستہ فوج کی ہزیمت کی توجیہات

قائم کی ہین ۔ مثلاً ۔ خالد کے ماتحتی دستہ مین مکہ کے مغرور نوجوان تھے وہ جوانی کے غرور مین اسلحہ پہن کر نہین آئے تھے ۔

شبلی صاحب ۔ آپ کی یہ توجیہ اگر صحیح ہے تو بتلائیے کہ ان کہن سال اور کہن مشق مجاہدین اسلام کو کیا ہو گیا تھا جو بخلاف ان نوجوانون کے اسلحات پہنے ہتیار لگائے کھڑے کے کھڑے رہگئے ۔ انھون نے کیا بنالیا ۔ آپ ان نوجوانون کو ہدف ملامت بنانا چاہتے ہین ۔ پہلے تو آپ اُن جہان دیدہ بزرگوارون کے عجب و غرور کی خبر لین جنھون نے مکہ سے نکلتے ہی اپنی کثرت فوج پر ناز کرنا شروع فرما دیا تھا ۔

اب رہی آپ کی اخیر توجیہ کہ اسمین طلقا بھی تھے ۔ شبلی صاحب ۔ خیریت سے دو ہی ہزار طلقا تھے ۔ دس ہزار تو وہی کلہم عدول کے معیار پر کامل اُترے ہوے صحابہ تھے اُنھون نے کیا بنالیا ۔ اور کون سی خیر خواہانہ خدمت دکھائی ۔ واقعیت اور اصلیت کے آگے بات بنانے اور معنی پہنانے سے کام نہین چلتا ۔ آپ کو صاف صاف ماننا اور لکھنا پڑیگا اور نوعی آپ مان چکے اور لکھ بھی چکے ہین کہ معرکہ جنگ مین خالد کی ناواقفکاری اور منصب سپہ سالاری مین اُنکی ناتجربہ کاری ۔ جنگ حنین مین اول بار ہزیمت کی باعث ہوئی حقیقت یہ ہو کہ بقول آپ کے یہ بھی ویسے ہی نوجوان مغرور تھے جیسے انکے ماتحتی مکہ کے جوانان بے شعور نہ یہ اُن کو روک سکے اور نہ وہ ان سے رک سکے چلو قصہ ختم آئی گئی اسلام کی باقیماندہ فوج پر اُنکے پاؤن اُکھڑتے ہی وہ قیامت خیز عالم رستخیز قائم ہو گیا کہ یہ اُپر دہ اُپر کمینگاہون سے غنیم کے دستون پر دستے فوجون پر فوجین پہاڑون کے ٹکڑون کی طرح ٹوٹنے لگین ۔ تو اب کوئی لاکھ بہادر ہو ۔ دلیر ہو ۔ شیر دل ہو کیا کر سکتا ہے لیکن اسپر بھی آپ کو معلوم ہے جو حقیقی بہادر تھے ۔ اصلی دلیر تھے اور سچے شیر دل تھے ۔ وہ پاؤن جمائے کھڑے رہگئے جیسے ہمیشہ تھے ویسے آج سے[۱] کہ شرط عشق بود دل بکے دیار یکے

شبلی صاحب واقعہ نگاری کرتے ہین تو صاف صاف بے لوث لکھیئے ۔ آخر آپ کے ایسے دوسرے لکھنے والون نے بھی تو لکھا ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔ محدث شیرازی لکھتے ہین ۔

وایشان (کفار) تیر اندازان جلد بودند بیکبار از کمینگاہ بیرون آمدند و حملہ کردند و تیر باران نمودند اول خیل خالد بن ولید فرار نمودند بواسطہ آنکہ اکثر صلاح نداشتند وجماعتی از کفار ہمراہ لشکر بودند و آنہا کہ قریب العہد بودند بجاہلیت از مسلمانان از عقب ایشان بگریختند آنگاہ بقیہ اصحاب بحکم الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین ہزیمت نمودند ۔

کفار بڑے تیز دست تیر انداز تھے ۔ ایکبار کمینگاہون سے نکل پڑے اور حملے شروع کر دیے اور تیرون کا مینہ برسانے لگے سب سے پہلے خالد بن ولید کا ماتحتی دستہ فوج بھاگ نکلا کیونکہ اسمین اکثرون کے پاس سلاح جنگ نہین تھے اسکے ساتھ کفار کی جماعت تھی وہ بھی ان کے ساتھ بھاگ گئی جب یہ سب بھاگ گئے تو اسوقت صحابہ بھی اس حکم کے مطابق کہ جب کوئی امکانی قدرت باقی نہ رہے تو بھاگ جانا رسولون کی سنت ہے ۔ فرار کر گئے ۔

[۱] یہ حدیث معارض ارشاد قرآن ہے ۔ کیا تعجب کہ فراریان احد و حنین کی حمایت مین وضع کر لی گئی ہو ۔ المؤلف ۔

خالد کا فرار حنین میں مسلمانوں کی ہزیمت اول کا باعث تھا

تاریخ ابو الفدا میں ہے۔

فلما التقوا انکشف المسلمون لا یلوی احد علی احد

جب دونوں فوجیں باہم ملاقی اور مصروف جنگ ہوئیں تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ایسا بدحواس ہو کر بھاگے کہ کوئی کسیکا پرسان نہیں تھا

اب بالاجمال کیفیت یہ ہوئی

مالک ابن عوف لشکر کفار کے امیر نے حنین کے وادی میں پہونچکر یہ سوچا کہ فوج اسلامی سے کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مفید نہ ہوگا۔ اسلیے خلاف اگر مسلمانوں پر مخفی طور سے دفعتاً حملہ کر دیا جائے اور اپنی فوج سے جسکی تعداد میں اسوقت تک پہونچی ہوئی تھی انکا محاصرہ کر لیا جائے تو نہایت آسانی سے کامیابی کی امید کیجا سکتی ہے۔ اس خیال سے مالک ابن عوف نے اپنی تمام فوج کو حنین کی گھاٹیوں۔ کھوؤں اور دروں میں چھپا دیا اور معدودے چند دستہائے فوج کیساتھ لشکر اسلام کی آمد کا انتظار کرنے لگا حنین کی گھاٹیاں درے ایسے دشوار گزار اور ناہموار مقامات تھے جہاں سے بیرونی اور غیر مقامی فوجوں کا گذر دشوار تھا۔ مکہ سے حنین تک پہاڑوں کا وہی لگاتار سلسلہ برابر چلا آتا ہے جو مغرب کی طرف پھیلتا ہوا ہزار میل سے زیادہ چلا گیا۔ لشکر اسلام کا علی الصباح پہونچنا تھا کہ مشرکین کی جمعیت کثیر جو منتظر بیٹھی تھی اپنی اپنی کمینگاہوں سے ایک بار نکل پڑی اور تیروں کا مینہ برسانے لگی اہل اسلام کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ دفعتاً وہ ایسی مہالک اور خوفناک بلاؤں میں گرفتار ہو گئے جس کی خبر اور امید ان کو ذرا بھی نہیں تھی۔ لشکر اسلام اسی اضطراب میں تھا کہ مشرکین نے اپنی قرارداد تجویز کے موافق چاروں طرف سے لشکر اسلام کا محاصرہ کر لیا اور اب چاروں طرف سے مسلمانوں پر تیر باراں شروع کر دی فوج اسلام میں تمام غیر اطمینانی اور پریشانی پھیل گئی۔ ان کے استقلال میں فرق آگیا۔ قیامت یہ ہوئی کہ خالد ابن ولید کا ماتحتی دستہ مقدمۃ الجیش بنا ہوا حسب قاعدہ سب کے آگے تھا۔ سب سے پہلے خالد ہی کا دستہ فوج انکے اختیار میں نہ رہا اور فرار پر تیار ہو گیا۔ انکی کچھ بھی نہ چلی اور وہ بھاگ نکلے اور انھیں کے ساتھ یہ بھی جان بچا کر نکل گئے۔ خالد کے ساتھ بنی سلیم کے لوگ تھے۔ وہ سردار فوج کو گریزاں دیکھکر کب ٹھہرنے والے تھے۔ وہ بھی چلدیے انکے بعد مکے کے نو مسلمین کی بھرتی تھی۔ انکو بھاگنے میں کیا دشواری تھی۔ میدان سے نکلے اور گھر پہونچے۔

بالآخر یہ نوبت پہونچی کہ تمام اہل اسلام۔ عام اس سے کہ مہاجرین یا انصار۔ فرار ہو گئے۔

بروایتے دس اور بروایتے کل چار خالص الایمان اور کامل الاسلام بزرگوار آنحضرت صلعم کے ساتھ رہ گئے

(ملخص از طبری ابن ہشام ابو الفدا۔ تاریخ الانبیاء وغیرہم)

رفاقت رسول میں ثابت قدم رہنے والے حضرات

ثابت قدم رہنے والے حضرات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے اور انکے ناموں میں بھی۔

طبری میں ہے۔

انہ قد بقی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفر من المہاجرین والانصار واھل بیتہ وممن ثبت معہ من المہاجرین ابو بکر وعمر ومن اھل بیتہ علی بن ابی طالب و العباس بن عبد المطلب وابنہ الفضل وابو سفیان بن الحارث وربیعۃ بن الحارث وایمن بن عبید وھو ایمن بن ام ایمن واسامۃ بن زید بن حارثہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چند مہاجر و انصار اور چند آپ کے اہلبیت باقی رہ گئے۔ مہاجرین میں جن کا رہنا ثابت ہے وہ ابو بکر اور عمر ہیں۔ اور اہلبیت میں علی ابن ابی طالب اور عباس بن عبد المطلب اور اُن کے بیٹے فضل اور ابو سفیان بن حارث اور ربیعہ بن حارث اور ایمن بن ام ایمن اور اسامہ بن زید بن حارثہ۔ ایمن کا نام عبید تھا اور یہ ایمن ام ایمن کے بیٹے تھے۔ طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۶۶۱

ابن ہشام نے بھی یہی نام لکھکر بتلائے ہیں۔ ان دونوں تاریخوں کی روایت اُسی قول کے مطابق ہے جس میں دس آدمیوں کا باقی رہ جانا بیان کیا گیا ہے مگر اس کے تسلیم کرنے میں بہت بڑی مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر کا نام اس سے نکل جاتا ہے کیونکہ اس میں صاف صاف لکھا ہے۔

عن ابی قتادۃ قال انہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس قال امر اللہ۔	ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان پسپا ہو کر بھاگے تو میں بھی اُنھیں کے ساتھ تھا۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ مفرورین میں حضرت عمر ابن الخطاب بھی ہیں۔ میں نے ان سے عرض کی کیا حال ہوا ہم مسلمانوں کا کہ بھاگ کھڑے ہوئے اُنھوں نے کہا کہ خدا کی مشیت

شبلی صاحب خود ابو قتادہ کی اس روایت کو اوپر لکھ چکے ہیں۔ اس لیے حضرت عمر کی نسبت طبری اور ابن ہشام کا بیان بالکل غلط ٹھہرتا ہے اور شبلی صاحب کے مقرر کردہ اصول کے موافق مرویات صحاح عموماً اور روایات صحیح بخاری کے سامنے خصوصاً۔ تاریخ و سیرت کی روایتیں بالکل فروتر ہیں اور ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتیں

رسول صلعم کے ساتھ کل چار شخص رہ گئے

شبلی صاحب۔ حضرت عمر کیا! تحقیق سے تو معلوم ہوتا ہے۔ سوا اُسے چار پانچ بزرگواروں کے۔ بقول آپ کے۔ مطلع کا مطلع صاف تھا۔

کنز العمال میں مرقوم ہے۔

اخرج ابن عساکر عن حسین ابن علی قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ صلعم یوم حنین العباس وعلی ابن ابیطالب وابو سفیان بن الحارث وعقیل بن ابی طالب وعبد اللہ بن زبیر و زبیر	ابن عساکر نے حسین ابن علی علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بروز حنین جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اُن میں سے حضرت عباس علی ابن ابیطالب ابو سفیان بن حارث عقیل ابن ابی طالب عبد اللہ ابن زبیر

ابن العوام و اسامۃ بن زید بن حارثۃ — زبیر ابن عوام اور اسامہ بن زید بن حارثہ تھے۔

اس روایت سے ثابت قدم رہ جانے والے حضرات بجائے دس کے سات معلوم ہوتے ہیں لیکن سیرۃ الحلبیہ کی روایت نے ان سات بزرگواروں کی بھی تلخیص کر دی ہے۔ وہ یہ ہے۔

لما فر الناس یوم حنین عن النبی صلعم — جب روز حنین لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لم یبق معہ الا اربعۃ ثلاثۃ من بنی ہاشم — پاس سے فرار کیا تو آنحضرت صلعم کے پاس سوائے چار شخصوں کے
و رجل من غیرہم علیؑ ابن ابیطالبؑ العباسؓ — کوئی اور باقی نہیں رہا جن میں تین بنی ہاشم تھے اور ایک غیر بنی ہاشم
و ابو سفیانؓ بن الحارث و ابن مسعودؓ — علیؑ ابن ابیطالبؑ عباسؓ۔ ابوسفیان بن حارث اور ابن مسعودؓ

تاریخ احمدی صفحہ ۱۷۱ — (ابن ام ایمن۔ غیر بنی ہاشم)

واقعات کے ساتھ جب قرائن کی تطبیق کیجاتی ہے تو حقیقت حال کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ یہ تو مسلم ہے کہ دس سے زیادہ شخص آنحضرت صلعم کے پاس نہیں بچے تھے۔ کیونکہ کسی محدث و مورخ نے بچنے والوں کی تعداد اس سے زیادہ نہیں لکھی ہے اس دس کے خلاف کم تعداد کے ثبوت میں روایتیں موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک روایت میں دس کے سات بتلائے گئے ہیں اور دوسری میں سات کے چار۔ تو۔ حالات جنگ، اسوقت کے عالمہائے رستخیز اور اضطراب و اضطرار کے مناظر کو پیش رکھکر جب کوئی تحقیق کنندہ ان مختلف اعداد کی تحقیق کرنے بیٹھے گا تو اسکو ان حالات و مرویات کے ساتھ ہی ساتھ قرائن پر بھی نظر رکھنی ضرور ہوگی اور وہ تینوں اشیاء مذکورہ (حالات جنگ۔ مرویات اور قرائن) کو پیش نظر رکھکر ضرور فیصلہ کرے گا کہ حالات۔ مرویات۔ اور قرائن۔ اُسی تعداد کے مطابق و موافق اُترتے ہیں جو آخری روایت میں مرقوم ہے۔

فوج اسلام کا فرار رسول اللہ کا اضطرار صحابہ کی گران گوشی

اسوقت عام طور سے تمام لشکر اسلام اور خاص طور پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اضطراب التہاب کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ تمام تاریخ و سیر کی کتابیں تمام صحاح و سنن و مسانید کے دفاتر لکھ لکھ کر پکار رہے ہیں کہ سامنے سے۔ پیچھے سے اور پہلو سے۔ فوج کی فوج صفوں کی صفیں۔ دستوں کے دستے بھاگے جارہے ہیں اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاروں طرف باآواز بلند پکار رہے ہیں۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب — میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں (وہی) عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

آپ بار بار ان کلمات کو باآواز بلند پکار رہے ہیں۔ مگر سنتا کون ہے۔ سیرۃ الحلبیہ میں ہے۔

رسول اللہ کی سواری کی شان

وکان ابوسفیان بن الحارث اخذ برکابہ صلعم وھو یقول حین رای ما رای من الناس الاین ایھا الناس فلما را الناس یلوون علی شئ فقال رسول اللہ صلعم یا عباس اصرخ یا معشر الانصار یا اصحاب السمرہ یعنی الشجرۃ التی کانت تحتھا بیعۃ الرضوان ۔

اسوقت ابوسفیان بن حارث (بن عبد المطلب) آنحضرت صلعم کی رکاب تھامے تھے اور آپ لوگون کو گریز کرتے ہوئے دیکھکر فرما رہے تھے ۔ تم کہان بھاگے جاتے ہو۔ مگر وہ کسی طرح التفات نکرتے تھے تب آنحضرت صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کو آواز دو۔ اے گروہ انصار اے اصحاب سمرہ یعنی زیر درخت سمرہ بیعت رضوان کرنے والو (کہان بھاگے جاتے ہو) بحوالہ احمدی ص ۱۔

مورخ ابن الوردی لکھتا ہے

لما انھزم الصحابۃ یوم حنین قال صلعم للعباس نادھم فقال یا رسول اللہ کیف یبلغھم صوتی ومتی یسمعون ندائی فقال علیک الندا وعلی اللہ البلاغ

جب بروز حنین صحابہ نے راہ فرار اختیار کی تو جناب رسول مقبول صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کو پکارو۔ عباس بولے یا رسول اللہ صلعم میری آواز اُن کے کانون تک کیسے پہونچیگی آپنے فرمایا ندا کرنا تمھارا کام ہے اور اُسکو اُن تک پہونچانا خدا کا کام ہے۔

خدا خدا کرکے حضرت عباس کی آواز بھاگنے والون کے کانون تک پہونچی اور اب جا کر کل سو آدمی کے قریب رسولخدا صلعم کے پاس لوٹ آئے۔ اتنی ہی دیر مین کیا سے کیا ہوگیا ؎ نہ خدا ہی رہا نہ نبی ہی رہے نہ وفا ہی رہی نہ حیا ہی رہی ۔

ابوسفیان کی معرفت اسلام اور حقیقت ایمان کی شان

دنیا کے ابن الوقت اور زمانہ کے قابو پرستون اور شکم پروروں نے اتنی ہی دیر مین رنگ بدل دیے اور عرب کی حکومت ۔ قریش کی تاجداری کے منصوبے باندھنے لگے چنانچہ سب سے پہلے خلفاے امویہ کے مورث اعلیٰ ۔ امیر معویہ کے پدر نامدار ۔ ابوسفیان بن حرب کے متعلق مورخ ابوالفدا تحریر کرتے ہین ۔

لما انھزم المسلمون اظھر اھل مکۃ ما فی نفوسھم من الحقد فقال ابوسفیان ابن حرب لا تنتھی ھزیمتھم دون البحر ۔

جب مسلمانون نے راہ فرار اختیار کی تو اہل مکہ کے دلون مین جو کینہ اور حسد مخفی تھا وہ ظاہر ہوگیا چنانچہ مسلمانون کے بھاگنے پر ابوسفیان ابن حرب کہنے لگے کہ یہ لوگ جب تک سمندر کے کنارے تک نہ پہونچ لین گے دم نہ لین گے ۔

بحوالہ تاریخ احمدی صـ۱

ابھی صبح سے شام نہین ہوئی تھی ۔ کہ انھین ابوسفیان صاحب کے ایسے دشمن جان وایمان کے ساتھ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے کیسے احسانات کیے کیا کیا الطاف وتفضلات دکھلائے ۔ جان بخشی کی ۔

تمام جرائم معاف کر دیے ذاتی امتیاز و اعزاز عنایت کیا - یہانتک کہ ان کے گھر کو اہل جرائم کے لیے عفو تقصیرات کا مامن اور رحمت و نجات کا دامن بنا دیا - ان تمام رعایات و احسانات کے جواب میں ایک ذرا سے انقلاب کے ہوتے ہی - انھون نے اسلام سے اتنا جلد اپنی مخالفت اور معارضت کا اظہار شروع کر دیا - جس سے اب نہ انکے دل مین اسلام کا قیام معلوم ہوتا ہے اور نہ ایمان کا نشان اب او سنیئے - ابن ہشام لکھتا ہے۔

فلما انهزم الناس ورای من كان مع رسول الله صلعم من جفاة اهل مكة الهزيمة تكلم رجال منهم بما في انفسهم من الضغن فقال ابو سفيان بن حرب لا تنتهي هزيمتهم دون البحر ان الازلام لمعه في كنانته وصرخ جبلة بن حنبل قال ابن هشام كلدة بن حنبل وهو مع اخيه صفوان بن امية مشرك في المدة التي جعل لهم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا بطل السحر اليوم فقال له صفوان اسكت فض الله فاك فوالله لان يربني رجل من قريش احب الي من ان يربني رجل من هوازن -

جب لوگ بھاگ گئے اور مکہ کے ان لوگوں نے جن کے دلوں میں کینہ و عداوت باقی تھی - مسلمانوں کی ہزیمت کو دیکھ لیا تو آپس میں اس کا ذکر کرنے لگے - ابوسفیان بن حرب بولا کہ اب یہ بغیر سمندر تک بھاگے ہوئے نہیں ٹھہرین گے - ابوسفیان کے ساتھ کمان بھی تھی اور کمان مین تیر بھی موجود تھے - جبلہ بن حنبل نے اور بقول ابن ہشام کلدہ بن حنبل نے اپنے بھائی صفوان بن امیہ سے جو اسوقت تک مشرک تھا اور جو پیچھے جناب رسول خدا صلعم پر ایمان لایا - چلا کر کہا کہ آج کے دن سحر باطل ہوگیا - صفوان نے ڈانٹ کر کہا کہ چپ رہ - خدا تیرا منہ توڑے میرے نزدیک تو اگر کسی مرد قریش کی ستایش طرفداری کرتا بہتر تھا اس سے کہ کسی مرد ہوازن کی تعریف و جنبہ داری کرے

جلد سوم صفحہ ۹ مصر

محدث شیرازی آن بدنام کنندگان اسلام کے حالات مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین -

جماعتے از کفار قریش آنہا کہ نو مسلمان شدہ بودند ہنوز سینۂ ایشان از چرک حقد و حسد و کینہ پاک نشدہ بود سخنان نا ملائم گفتند - یکے گفت اصحاب محمد چنان میگریزند کہ تا بکنار دریائے توقف نخواہند کرد و کلدہ بن حنبل کہ برادر مادری صفوان بن امیہ بود گفت امروز روزیست کہ سحر باطل شد و دیگرے با صفوان گفت بشارت باد ترا کہ محمد و اصحاب او گریختند - روضۃ الاحباب ص ۴۹۰

کفار قریش میں سے اُس جماعت کے لوگ جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی تک اُنکے سینہ اسلام کے حسد و کینہ سے پاک صاف نہین ہوئے تھے - مسلمانوں کی ہزیمت دیکھکر بُرے کلمات کہنے لگے - ایک نے کہا محمد کے صحابہ ایسے بھاگے جاتے ہین کہ بغیر سمندر کے کنارے پہونچے کہین نہ ٹھہرین گے اور کلدہ بن حنبل جو صفوان بن اُمیہ کا علاتی بھائی تھا کہنے لگا کہ آج سحر کے باطل ہونے کا دن ہے اور دوسرا

صفوان کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ تمھین مبارک ہو دیکھو محمدؐ اور اُن کے اصحاب بھاگ نکلے۔

محدث شیرازی نے ان کافرانہ خطابات کو عموماً نومسلمون کی جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن ابن ہشام طبری اور ابوالفدا نے پہلے کلمہ کا متکلم ابوسفیان کو اُنکا نام مع ابنیت لکھکر بتلا دیا ہے۔ لیکن روضۃ الصفا اور تاریخ الانبیا کی عبارتون سے اور کلمات کے کہنے والے بھی یہی ابوسفیان ثابت ہوتے ہین اور مبارکبادی کی خوشخبری پانے والے بھی یہی پائے جاتے ہین۔ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۳۶ تاریخ الانبیا جلد دوم صفحہ ۳۸۹

صفوان بن امیہ کی نسبت مبارکبادی کی مخاطبت جیسا کہ محدث شیرازی لکھتے ہین اس لیے صحیح و درست نہین معلوم ہوتی کہ صفوان بن امیہ کے متعلق امارت قریش کو آج تک کسی محدث و مورخ نے نہین لکھا ہے بخلاف صفوان کے ابوسفیان کی امارت و سرداری کفار قریش کی نسبت سب نے قائم کی ہے اور شبلی صاحب تو حرب ہی کے وقت سے امارت قریش کو ابوسفیان کے خاندان کو تفویض فرما چکے ہین۔ محدث شیرازی نے محض صحابیت اور آیندہ خلافت امویہ کے استحفاظ مناسب کے لیے کف لسان کیا اور اپنے قلم کو ابوسفیان کے اظہار نام سے روک لیا ہے۔

فتح حنین اور کفار کی شکست

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پکارنے پر تقریبًا سو آدمیون کی جماعت واپس آئی۔ ابھی ابھی دنیا نے ایک وہ بھی منظر دیکھا تھا کہ دس بارہ ہزار مسلمانون کی طیار جماعت ایک ہی حملہ مین گریزان ہو گئی تھی اور پھر ابھی ابھی انھین دیکھنے والون کی آنکھون نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کل سو آدمیون کی جماعت نے اپنے کمال استقلال سے اُنکے بیس ہزار لشکر جرار کو مار ہٹایا اور دکھلا دیا کہ مشرکین کفار کا وہ ٹڈی دل جو کئی مہینون سے حنین کے کھلے وادیون اور دشوار گزار گھاٹیون مین جمع ہو کر پوشیدہ تھا وہ دم کے دم مین باد گرداب کی طرح جدھر سے آیا تھا اُدھر نکل گیا۔ اور اب حنین کا مطلع جو اتنے دنون سے گرد آلود ہو رہا تھا بالکل صاف ہو گیا۔

شبلی صاحب نے ذیل کے مختصرات مین حنین کے حالات لکھکر ختم کر دیے ہین۔

اُس پُر اثر ندا (ندائے عباس) کا کانون مین پہنچنا تھا کہ تمام فوج دفعتًا ٹوٹ پڑی۔ جن لوگون کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکتے تھے اُنھون نے زرہین پھینک دین اور گھوڑون پر سے کود پڑے۔ دفعتًا لڑائی کا رنگ بدل گیا کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے اُن کے ہاتھون مین ہتھکڑیان تھین۔ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے۔ لیکن اُن کے ستر آدمی مارے گئے۔ اور جب اُن کا علمدار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۹۲

غزوہ حنین مین مسلمانون کی ہزیمت اور رجعت۔ اُنکے اثبات ایمان اور استقلال اسلام کے دو امتحان تھے

اور آزمائشین جو مدبّران قدرت نے چشم زدن مین اُن کے جذبات و خیالات کے فوری تغیّرات سے خود اُن کو مشاہدہ کرادیے اور تمام دُنیا کو دکھلا دیے۔ ابھی وہی لوگ تھے اور اُن کی وہی حالت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک ایک کو بالنفس النفیس پکار پکار کر اپنی طرف بلا رہے تھے لیکن کوئی مُنھ پھرا کر آپ کی طرف دیکھنے کا روادار نہین ہوتا تھا اب آپ ہی کے کہنے سے حضرت عباس پکار رہے ہین تو دم کے دم مین (بقول ابن ہشام) شہد کی مکھیون کی طرح جھنڈ کے جھنڈ لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے چلے آرہے ہین۔ ایک معمول پسند اور ظاہر بین مشاہدہ کرنے والا ان تغیرات حالات کو دیکھکر سوا اسکے اور کیا کہہ سکتا ہے کہ یہ قدرت الٰہی کے خاص انداز ہین اور مشیت لامتناہی کے مخفی اسرار کُلّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

رسول اللہ کی سواری اور شان جلالت

یہان تک بیان ہوچکا ہے کہ تقریبًا سنّو مسلمانون کی جماعت رکاب مین حاضر ہوگئی اُسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی و امی فداہ کی شان کیا تھی؟ محدث شیرازی لکھکر بتلاتے ہین کہ ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب آپ کے خچر کی لگام پکڑے تھے اور حضرت عباس رکاب تھامے تھے۔ اور نبوت کے جلال کا یہ حال تھا کہ آپ انھین کل سنّو آدمیون کی جماعت سے کفار کے بیس ہزار والے ٹڈی دل مین بلا خوف و ہراس دھنستے چلے جاتے تھے۔ مسلمانون کی یہ حالت تھی کہ فوج کی فوج۔ دستے کے دستے جس طرح سے ابھی ابھی متفرق ہوکر گریزان ہوئے تھے اُسی طرح قدم قدم پر حاضر ہوکر جماعت اسلام سے ملتے جاتے تھے۔ میدان جنگ کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ پہلے کفار کی جمعیت مسلمانون پر دفعتًہ غالب آگئی تھی اور اب مسلمانون کی جماعت کفار پر چھا گئی تھی۔ جناب سالتمآب صلعم فوج اسلامی سے ہمت افزا اور حوصلہ خیز الفاظ و کلمات فرماکر چاہتے تھے کہ حملات شدید کرکے جمعیت کفار کا محاصرہ توڑ دیا جائے۔ اسلیے بار بار آپ بالنفس النفیس لشکر کفار کی طرف بڑھنے کا قصد فرماتے تھے۔ لیکن غنیم کے انبوہ کثیر کا لحاظ کرکے خیرخواہ اور جان نثار ہمراہیان رکاب آپ کو روکنا چاہتے تھے۔ ابن ہشام اس کیفیت کو حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتے ہین:۔

والتفت رسول الله صلعم الى ابی سفيان بن حارث بن عبد المطلب وكان ممن صبر يومئذ مع رسول الله صلعم وكان من الاسلام حين اسلم وهو آخذ بثفر بغلته فقال من هذا قال ابن عمك يا رسول الله صلعم۔

(ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب جو اُس دن جناب رسولخدا صلعم کی رفاقت مین اُس وقت تک ثابت قدم رہے تھے اور جن کا اسلام اسلام کے اسکے وقت سے برابر حسن رہا ہے۔ آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے ارشاد فرمایا یہ کون ہے (جو سواری کو روکتا ہے) ابوسفیان بولے۔ مین ہون آپ کا ابن عم۔ یا رسول اللہ

اب ٹوک دیے جانے کے بعد ابن عم (ابوسفیان بن حارث) کی بھی مجال نہین تھی جو خلاف مزاج جرأت

کرتے ۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسی ہیبت وجلال اور ہمت و استقلال سے جمعیت اسلام کو بڑھاتے ہوئے کفار کی صفون کے اندر دے گئے اور آپ کی ہدایت کے مطابق پھر اُسی ہزیمت خوردہ لشکر نے اپنے غلبہ یافتہ غنیم کی جمعیت کثیر کو آنِ واحد مین پسپا کر دیا ۔ اسی قیامت خیز گھمسان مین ۔ جیسا کہ ابن ہشام کی ترتیب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ابو قتادہ کا واقعہ پیش آیا ۔ جسکو شبلی صاحب نے ضرورت سے مجبور ہو کر قبل از وقت ومقام ۔ کہان سے کہان لکھ مارا ہے ۔

ایک مسلمہ خاتون کی بے نظیر شجاعت

اسی گیرودار اور ضرب وپیکار کے بازار گرم مین ابن ہشام ۔ ام سلیم ایک مسلمہ خاتون کی بینظیر شجاعت اور جناب رسولخدا صلعم کے خلق وکرم اور رحم ومروت کا عدیم المثال واقعہ ان الفاظ مین نقل فرماتے ہین ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التفت فرای ام سلیم ابنۃ ملحان وکانت مع زوجہا ابی طلحۃ وھی حازمۃ وسطہا ببرد لہا وانہا لحامل بعبد اللہ بن ابی طلحۃ وحمل ابی طلحۃ وقد خشیت ان یقرہا الجمل فادنت راسہ منہا فادخلت یداہ فی حزامتہ مع الخطام فقال لہا رسول اللہ صلعم ام سلیم قالت نعم بابی انت وامی یا رسول اللہ اقتل ھؤلاء الذین ینہزمون عنک کما تقتل الذین یقاتلونک فانہم ذلک اھل فقال رسول اللہ صلعم ویکفی اللہ یا ام سلیم قال ومعہا خنجر فقال لہا ابو طلحۃ ما ھذا الخنجر معک یا ام سلیم قالت خنجر اخذتہ ان دنا منی احد من المشرکین بعجتہ بہ قال یقول ابو طلحۃ الا تسمع یا رسول اللہ ما تقول ام سلیم ومیصا ۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھکر پھر ام سلیم بنت ملحان کو دیکھا وہ اپنے شوہر ابو طلحہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھین اور حاملہ تھین اور عبد اللہ بن ابو طلحہ اُن کے حمل مین تھے اور وہ خائف تھین کہ اس تلاطم مین کہین اونٹ سے گر نہ جائین وہ اپنا سر اونٹ کے سر سے ملائے ہوئے تھین اور اُس کی مہار کے پھندے مین اپنا ہاتھ ڈالے تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو اس حال سے دیکھکر فرمایا ۔ کیا ام سلیم ہین؟ ام سلیم بولین ۔ جی ہان ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ۔ مین ہی تو ہون کیا آپ نے اُن لوگون کو بھی مثل کافرون کے قتل کر ڈالا جو آپکو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ۔ کیونکہ حقیقۃً وہ اسی کے قابل تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کافی ہے ۔ اُم سلیم اُسوقت ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے تھین ۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا یہ خنجر کیون لیے ہو ۔ عرض کی اس لیے کہ جو مشرک میرے نزدیک آئے گا اُس کو اسی سے ہلاک کرون گی ۔ ابو طلحہ (جو اُسوقت تک اسلام نہین لائے تھے) آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے کہا ۔ حضور نے سُنا ۔ ام سلیم کلام طعن مین کیا کہہ گئین جلد دوم صفحہ ۔

مسلمان ٹھوکر کھا کر سنبھلے تھے - اسلیے وہ بڑی دلیری سے غنیم پر حملہ کرکے اپنے مافات کی مکافات کرنا چاہتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اُن کے ارادے کے ساتھ اسوقت توفیق ایزدی اور تائید غیبی بھی شامل تھی - اس لیے دم کے دم میں غنیم کی گرد وغبار سے حنین کا مطلع صاف ہوگیا - ہوازن کی فوج دم مارنے نہیں پائی ہوگی مالک ابن عوف کے ہمراہی ہزار کے قریب کچھ دیر تک ثابت قدم رہے - اُنکا علمدار مارا گیا تو اُنکے پاؤں بھی اُکھڑ گئے تفصیلی کیفیت ابن ہشام اور طبری کی حسب ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو -

حضرت علیؓ اور علمدار کفار کا قتل

عن جابر بن عبد الله الانصاری قال بینا ذلك الرجل من هوازن صاحب الراية علی جمله یصنع ما یصنع اذ هوی له علی بن ابی طالب رضوان الله علیه و رجل من الانصار یریدانه قال فیاتیه علی بن ابی طالب من خلفه فضرب عرقوبی الجمل فوقع علی عجزه و وثب الانصاری علی الرجل فضربه ضربة اطن قدمه بنصف ساقه فانجعف عن رحله -

جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم پر اُسوقت قوم ہوازن کا علمبردار (عثمان بن عبد اللہ) سخت حملہ کر رہا تھا اور جو جو نقصان کر رہا تھا اور وہ ہمکو معلوم تھا - علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ اور ایک مرد انصار نے اُسکے قتل کا ارادہ کیا - حضرت علی نے اُسکے پیچھے سے آکر اُسکے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں - اونٹ پچھلے پیروں سے زمین پر گر پڑا مرد انصاری نے آگے لپک کر اُس کو اپنے نیزے کی نوک میں کو بیچ لیا اور اونٹ سے نیچے گرا دیا -

طبری صفحہ ۱۶۶۲ مطبوعہ جرمن

اسی واقعہ پر - جو باعتبار شجاعت و دلیری کے عدیم المثال تھا - تمام سیرت و تاریخ کا متفقہ بیان ہے کہ جنگ کی مدت اور کفار کی ہمت وجرأت کا خاتمہ ہوگیا - وہی ابن ہشام اور طبری اُنھیں جابرؓ کی اسناد سے لکھتے ہیں -

واجتلد الناس فوالله ما رجعت راجعة الناس من هزیمتهم حتی وجد والاساری مكتفین عند رسول الله صلعم -

پھر تو جماعت کی جماعت ایسا بھاگی کہ پھر وہ رسول اللہ صلعم کے آگے ہتھکڑی پہنے ہوئے کھڑے ہونے کے سوا - اور کہین بھی دکھلائی نہیں دی -

شبلی صاحب اس تفصیل سے ان واقعات کو کیون بیان کرتے کہ اُن کے شعار تالیف و معیار تصنیف دونون کے خلاف تھا - اختصار اور تفصیل دو متضاد طریقے کیسے یکجا ہو سکتے ہین اور سب سے بڑی وقت تو یہ تھی کہ حضرت علیؓ کے محاسن خدمات کا ذکر درمیان تھا - آپ کا شریک بھی تھا - تو ایک مرد انصار ہان کوئی شخص ممتازین مہاجرین سے ہوتا تو شاید آپ کچھ تفصیل فرماتے -

کُفّار بھاگ گئے ۔ میدان بالکل صاف ہوگیا ۔ مسلمان سپاہی غنیمت میں مصروف ہوئے ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان جنگ میں تشریف لائے اور مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیے جانے کا سخت تاکیدی حکم صادر فرمایا ۔ یہاں تک کہ جیسا محدث شیرازی لکھتے ہیں کہ ایک سوئی تک رکھوا لی ۔

فتح کے بعد میدان جنگ کا معائنہ

خالد کی بزدلانہ حرکت پر امتناعی حکم

اس اثنا میں ایک مقام پر پہونچکر بہت سے آدمیوں کا ہجوم دیکھا ۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں اس واقعہ کی حسب ذیل تفصیل کرتے ہیں ۔

در آن روز حضرت صلعم بر بے گزشت کہ کشتہ شدہ بود وہر دم بر وے ازدحام نمودہ بودند فرمود چیست ۔گفتند زنیست از کفّار کہ خالد ابن ولید ویرا کشتہ ۔کسے را بہ نزد خالد فرستاد تا باوے گفت کہ رسول اللہ صلعم ترا نہی می کند ازآنکہ طفلے یا زنے یا اجیرے را کُشتہ باشی صـ۳۵۲

اُس روز آپ ایک لاش پر گزرے جہاں آدمیوں کا ہجوم لگا ہوا تھا ۔ پوچھا یہ کیا ہے ۔ عرض کی گئی کہ یہ ایک کافرہ کی لاش ہے ۔ جسے خالد ابن ولید نے قتل کیا ہے آپ نے فوراً ایک شخص کی معرفت خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ کسی بچے ۔عورت یا کسی مزدور کو آیندہ نہ قتل کیا جائے ۔

یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مردانہ خلق و مروّت تھی اور وہ شبلی صاحب کے حضرت خالد کی نامردانہ اور بزدلانہ ظلم و شقاوت ۔خالد صاحب جب ابھی ابھی مسلمانوں کی جماعت پر ہاتھ صاف کرچکے ہیں تو ایک کافرہ کے قتل کی شکایت کیا ۔ یہ تو آپ کے بائیں ہاتھ کی صفائی تھی ۔

کفار کا اوطاس سے فرار

حنین کے فراری (اوطاس) کی ملی ہوئی گھاٹی میں جاکر جمع ہوئے ۔ اُن سے اندیشہ تھا جناب رسول خدا صلعم نے ابو عامر اشعری کی ماتحتی میں مسلمانوں کا ایک دستہ فوج جس میں ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے اور سلمہ بن الاکوع بھی ۔ ان کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا ۔ جانبین سے مقابلہ ہوا ۔ ابو عامر علمدار لشکر تھے ورید بن الصمہ جو کفار کی موجودہ چار ہزار فوج کا سپہ سالار تھا ۔ اور ہزاروں میدان ہائے جنگ کا تجربہ کار ۔ بڑی مستعدی سے ہودج میں کبیرالسنی کے باعث بیٹھا فوج کی باقاعدہ کمان کر رہا تھا اُس نے اپنے بیٹے کو ابو عامر کے مقابلہ کے لیے بھیجا اُسنے آتے ہی ابو عامر کو مار لیا اور علم اسلام بھی چھین لیا ۔شبلی صاحب لکھتے ہیں ۔

یہ حالت دیکھکر ابو موسیٰ اشعری نے آگے بڑھکر حملہ کیا ۔ دشمن کو قتل کرکے علم کو اُسکے ہاتھ سے چھین لیا ۔

(بحوالہ مسند ابن حنبل)

اسکے بعد ورید بن الصمہ کے باقی حالات تحریر فرماتے ہیں ۔

ورید ایک شتر پر ہودج میں سوار تھا ۔ ربیعہ بن رفیع نے اُسپر تلوار کا وار کیا لیکن تلوار اُچٹ کر رہ گئی

اُس نے کہا تیری ماں نے تجھے اچھے ہتھیار نہیں دیے۔ پھر کہا میری محمل میں تلوار ہے۔ نکال لو۔ اور جب ماں کے پاس جانا تو کہنا کہ مین نے ورید کو قتل کردیا۔ ربیعہ نے جاکر ماں کو اُسکے قتل کی خبر دی تو اُس نے کہا۔ قسم خدا کی۔ ورید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا۔ بحوالہ طبری ص ۱۶۶۷

شبلی صاحب نے اپنے انداز اختصار کے موافق ابن ورید کی مردانہ اور فیاضانہ شجاعت دکھلا کر غزوۂ اوطاس کو تمام و کمال ختم کردیا ہے۔ پھر اسکے بعد کیا ہوا۔ ابن ورید زندہ رہا۔ یا مارا گیا۔ اوطاس مین جانبین کے مقابلہ کا کیا نتیجہ نکلا۔ کس کی فتح ہوئی۔ کس کی شکست۔ کچھ خبر نہیں۔ ان تمام تصریحات و تفصیلات کو المطلب فی بطن الشاعر رکھکر آپنے حنین کی تقسیم غنائم کا سلسلۂ بیان شروع کردیا۔ آپ کے اس ناتمام سلسلۂ کلام سے ناظرین کتاب کو کہان تک حقیقت حال دریافت ہوئی اور اُن کے معلومات مین اس سے کتنی غلط فہمیان واقع ہوئیں وہ حسب ذیل ہین

(۱) آپ کے اس بیان سے یہ نہ معلوم ہوا کہ اوطاس مین جانبین کی جنگ و مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا۔ کون جیتا کون ہارا کون بھاگا۔ کس نے بھگایا؟

(۲) آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ ورید بن القصمہ معرکۂ کارزار مین مارا نہیں گیا۔ کیونکہ ربیعہ کے مکالمہ کے بعد آپ نے اُسکا کوئی حال نہیں لکھا۔ حالانکہ ان دونون امور کے نتیجے۔ یعنی شکست و فتح کی حقیقت اور ورید بن القصمہ کا خاتمہ احوال طبری کے اُسی صفحہ ۱۶۶۷ مین موجود ہین جس سے ابھی ابھی آپ نے ربیعہ اور ورید کے مکالمات نقل فرمائے ہین۔ ہمکو رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا وسیع النظر محقق اور مؤلف نقل و تحریر مین اتنا تساہل و تغافل کرے۔ پھر اپنی تالیف کے اُن اُمور مین جنکی وجہ سے اُسکا کلام بے ربط۔ بیان مبہم اور مبتدا بے خبر رہ جاتا ہو مجھکو تو آپ کے ایک ادنیٰ طالب العلم سے بھی ایسی بے ربطی اور قطع کلامی کی امید نہین۔ مہ جائیکہ شبلی صاحب کے ایسا محقق۔

بہرحال۔ اُسی طبری کے اُسی صفحہ ۱۶۶۷ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

فحدثنی موسی بن عبد الرحمن الکندی قال	موسیٰ بن عبد الرحمن الکندی ابو اسامہ سے اور ابو اسامہ بریدہ سے
حدثنا ابو اسامۃ عن بریدۃ بن عبد اللہ عن	بریدہ ابو بردہ سے۔ ابو بردہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہین کہ میرے
ابی بردۃ عن ابیہ قال لما قدم النبی صلی	باپ نے کہا کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے
اللہ علیہ وآلہ وسلم من حنین بعث	آگے بڑھے تو آپ نے ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ اوطاس کی
ابا عامر علی جیش الی اوطاس تلقی درید	طرف بھیجا ابو عامر سے اور ورید بن القصمہ سے مقابلہ ہوا۔ ورید مارا گیا
بن الصمۃ فقتل درید او ہزم اللہ اصحابہ	اور خدا نے اُس کے ہمراہیون کو ہزیمت پہونچائی۔

اگر شبلی صاحب تکلیف کر کے اتنی عبارت اور لکھ دیتے تو آپ کا سلسلہ بھی مسلسل تھا اور بیان بھی مکمل دیکھنے والا اور پڑھنے والا بھی مدعائے بیان اور انتہائے واقعہ کی حقیقت سے مطلع ہو کر مطمئن ہوجاتا ۔ لیکن آپ کی کوتہ قلمی اور عجلت رقمی کسی کی بھی نہیں سنتی ۔

اسی طرح ابو موسیٰ الاشعری کی نبرد آزمائی بھی بالکل مبہم طریقے سے لکھی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اصلیت و واقعیت کی خبر ہی نہیں ۔ پھر طبری کے اُسی صفحہ ۱۶۶ کی مرقومہ بالا عبارت ملاحظہ ہو ۔

ابو عامر اشعری کا خاتمہ بالخیر

قال ابو موسی فبعثنی مع ابی عامر قال فرمی ابو عامر فی رکبتہ رماہ رجل من بنی خثعم بسھم فاثبتہ فی رکبتہ فانتھیت الیہ فقلت یا عم من رماک فاشار ابو عامر لابی موسی فقال ذاک قاتلی تراہ ذلک الذی رمانی قال ابو موسیٰ فقصدت لہ فاعتمدت لہ فلحقتہ فلما رانی ولی عنی ذاھبا فاتبعتہ وجعلت اقول لہ الا تستحی الست عربیا الا تثبت فکر فالتقیت انا وھو فاختلفنا ضربتین فضربتہ بالسیف ثم رجعت الی ابی عامر فقلت قد قتل اللہ صاحبک قال فانزع ھذا السھم فنزعتہ فنزع منہ الماء فقال یا ابن اخی انطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقرئہ منی السلام وقل لہ انہ یقول لک استغفر لی قال واستخلفنی ابو عامر علی الناس فمکث یسیرا ثم انہ مات ۔

طبری ۱۶۶

ابو موسیٰ الاشعری کا بیان ہے کہ میں (اپنے چچا) ابو عامر کے ہمراہ لشکر تھا ۔ ابو عامر کے ساق پا (پنڈلی) میں ایک شخص کا جو قبیلہ بنی خثعم سے تھا ۔ تیر لگا اور وہ ایسا کاری تھا کہ پیوست ہو کر موضع زخم میں قائم رہ گیا ۔ یہ دیکھکر میں اُن کے قریب آیا ۔ اور پوچھا ۔ چچا ۔ آپ کو کس نے تیر لگایا ہے ۔ ابو عامر نے اشارے سے اُس آدمی کو بتلا کر کہا کہ یہی میرا قاتل ہے ۔ اسے دیکھ لو یہی میرا قاتل ہے ۔ اسی نے مجھے تیر لگایا ہے ۔ ابو موسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سنکر میں اُسکی طرف جھپٹا اور دوڑ کر اُس کے قریب پہونچ گیا اُس نے مجھے دیکھا تو بھاگ نکلا ۔ میں اُس کے پیچھے یہ کہتا ہوا دوڑا کہ تجھے شرم نہیں آتی ۔ کیا تو نسل عرب سے نہیں ہے کیا تو کھڑا نہو گا ۔ یہ سنکر اُسے غیرت آئی ۔ اور وہ لوٹا ۔ ہم سے اُس سے مقابلہ ہوا ۔ آپس میں تلوار چلنے لگی ۔ میں نے اُسے اپنی تلوار سے مار گرایا ۔ پھر میں ابو عامر کے پاس آیا ۔ ابو عامر نے کہا کہ یہ تیر میرے پاؤں سے جلد نکال لو ۔ میں نے تیر کو کھینچا تو زخم سے بہت سا پانی نکلا ابو عامر کی حالت غیر ہونے لگی تو مجھے کہا ۔ بھتیجے ۔ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں جاؤ میری طرف سے سلام عرض کرو اور گزارش کرو کہ میرے لیے دعائے آمرزش فرمائیں ابو موسیٰ کا بیان ہے کہ پھر مجھے ابو عامر نے لوگوں کا امیر مقرر کیا ۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انتقال کیا ۔

محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں بھی اس واقعہ کو لفظاً لفظاً ایسا ہی لکھا ہے۔

شبلی صاحب کی مبہم بیان ناکمل اور غیر مفصل عبارت مرقومہ بالا کا مقابلہ۔ طبری کی اس تفصیل سے کیا جاوے تو ناظرین کتاب کو خود معلوم ہو جائیگا کہ اس واقعہ کی اصلیت اور حقیقت شبلی صاحب کی تحریر سے معلوم کر سکتے ہیں۔ یا طبری کی اس تفصیل سے۔ شبلی صاحب اب بھی سمجھیں کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین ان امور ضروریات میں مؤرخین اور ارباب سیر سے کوسوں پیچھے ہیں۔ آپ اپنی خود غرضی سے انھیں جتنا نہ آگے بڑھالیں اسکا کوئی جواب نہیں۔

اسیران جنگ کے ساتھ محاسن سلوک

حنین اور اوطاس کے میدان کفار سے بالکل خالی ہو گئے۔ تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیروں کا جائزہ لیا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ انھیں میں شیما بنت حلیمہ سعدیہ آپ کی رضاعی بہن بھی تھیں۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

اسیروں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی۔ ان میں حضرت شیما بھی تھیں جو رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن تھیں لوگوں نے جب اُنکو گرفتار کیا۔ تو اُنھوں نے کہا میں تمھارے پیغمبر کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ اُنھوں نے پیٹھ کھول کر دکھلائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹ کھایا تھا۔ یہ اُسی کا نشان ہے۔ فرط محبت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُن کے بیٹھنے کے لیے خود ردائے مبارک بچھا دی۔ محبت کی باتیں کیں۔ چند شتر اور بکریاں عنایت فرمائیں اور ارشاد کیا جی چاہے تو میرے گھر پر چل کر رہو اور اگر جانا چاہو تو وہاں پہونچا دیا جائے۔ اُنھوں نے خاندان کی محبت سے وطن جانا چاہا۔ چنانچہ عزت و احترام کے ساتھ گھر پہونچا دی گئیں۔ سیرۃ النبی صـ ۳۹۳

جلد اول فصل مرضعات النبی میں یہ حالات پوری تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں۔ شبلی صاحب تو رضاعی بہن کے ساتھ اخلاق و اشفاق نبوی کو محدود فرما دیتے ہیں۔ ہم نے تو تمام قبیلہ بنو سعد کے ساتھ آپ کی مراعات کے مساویانہ واقعات طبری کی اسناد سے لکھے ہیں۔ اور شیما کی روایت کے اُس حصہ بیان کی تنقید و تردید بھی کر دی ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت کاٹنے کا ذکر مرقوم ہے جو عام اس کے طفولیت و کمسنی کا واقعہ کیوں نہو۔ فطرت صالحہ نبوت کے بالکل منافی اور متناقض ثابت ہوتا ہے

شبلی صاحب نے اس روایت کو غالباً طبری ہی سے نقل کیا ہے لیکن شیما کے ساتھ ان عطایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی تصریح نہ فرمائی جو طبری کی آخر عبارت میں صاف صاف مرقوم ہے۔ شاید نظر نہ پڑی

وردھا الی قومھا فزعمت بنو سعد بن بکر انہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما کو اُن کے قبیلہ کی طرف

اعطاها غلاما يقال له مكحول وجارية
فزوجت احدهما الاخر فلم يزل
منهم نسل لا بقية

صد ۱۶۶۹

بھیجدیا۔ اور بنو سعد بن بکر افتخاراً بیان کرتے ہین کہ آپ نے چلتے وقت شیما کو ایک غلام مکحول نامی اور ایک لونڈی بھی عنایت فرمائی تھی اور فیما بین دونون کا بیاہ بھی کردیا گیا تھا مگر اُن سے کوئی نسل باقی نہین رہی۔

محاصرۂ طائف

سنہ ہجری

محاصرہ طائف

حنین اور اوطاس کی بھاگی ہوئی فوج طائف مین جمع ہوئی۔ طائف مقام محفوظ بھی تھا اور مضبوط یہان کا قلعہ قدیم تھا اور آبادی شہر کے چارون طرف مستحکم چار دیواری تھی۔ اسی رعایت و مناسبت سے اس شہر کو طائف کہتے تھے فوج کفار نے یہان مقیم ہو کر قلعہ کی ضروری مرمت بھی کرالی اور سال بھر کا آذوقہ بھی جمع کرلیا۔ اور قلعہ بند ہو کر سال بھر تک لڑنے کے لیے جملہ سامان فراہم کرلیے۔

عروہ ابن مسعود جسکو ابوسفیان کی لڑکی اور معاویہ کی بہن بیاہی تھی۔ یہان کا رئیس تھا۔ وہ کفار کا جانبدار بن گیا۔ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین کفار مکہ اور مشرکین قریش تعریضاً کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کو قرآن یا کوئی الہامی کتاب نازل فرمانی تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے بے اثر و نادار شخص پر کیون اُتاری مکہ کے کسی امیر یا طائف کے کسی رئیس پر اُتاری ہوتی۔ تو سماعت و قبولیت عام کی امید تھی۔

طائف کے لوگ قلعہ بند ہو کر لڑنے کے خاص فن مین بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ ابن اسحاق اور طبری کا بیان ہے کہ خود عروہ ابن مسعود اور غیلان بن سلمہ نے جرش مین جا کر جو یمن کا ایک مرکزی مقام ہے۔ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ۔ ضبور اور منجنیق بنانے اور لڑائی کے موقعون پر انکو کام مین لانے کی خاص تعلیم پائی تھی۔ فوج کفار نے انکے اس علم و واقفیت سے بہت بڑا فائدہ اُٹھایا کہ ان تمام آلات کو ضروری مقامات پر لگا کر اور جا بجا تیر اندازون کے محافظ دستے بٹھلا کر قلعۂ طائف کو ہر طرح مضبوط اور مستحکم بنالیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان طیاریون کی خبر ملی تو آپ نے غنائم و اُسراے حنین کے معاملات کو ملتوی کردیا۔ اور اسیرانِ جنگ کو مع اموال غنیمت کے مقام جعرانہ مین بھیجدیا اور طائف کے تصفیہ معاملات تک انکو وہین محفوظ رکھے جانے کا حکم دیا اور بالنفس النفیس لشکر اسلام کو لیکر طائف کی طرف متوجہ ہوئے۔

طائف پہونچکر کفار کے آلات قلعہ شکن ملاحظہ فرمائے۔ لشکر اسلام کو بھی انھین آلات کی فراہمی و استعمال کا

حکم فرمایا۔ جتنے بھی اور جیسے بھی یہ آلات مل سکے جمع کر لیے گئے۔ تاریخیں بتلاتی ہیں کہ پہلا موقع ہے کہ لشکر اسلام میں آلات قلعہ شکن استعمال فرمائے گئے۔

محاصرۂ طائف کی تفصیل شبلی صاحب ان مختصرات میں لکھکر ختم کر دیتے ہیں۔

اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور اس شدت سے تیر باری کی کہ حملہ آوروں کو ہٹنا پڑا۔ بہت سے لوگ زخمی ہوئے بیس دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا تمہاری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائیگی۔ لیکن چھوڑ دیجائے تب بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ چونکہ صرف مدافعت منظور تھی آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ محاصرہ اٹھا لیا جاوے صفحہ ۳۹۴

مرقومہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا کہ اہل اسلام غنیم کے مقابلہ میں بیس دن کی مدت تک کچھ نہ کر سکے غنیم کے مقابلہ میں اُن کی ہمت و دلیری سے کچھ بنائے نہ بن پڑا۔ خلاصہ یہ کہ محاصرۂ طائف۔ اسلام کی ایک پھیکی سی اور فضول کوشش تھی۔ یہ کوتہ قلمی اور بیجا عجلت رقمی کا نتیجہ ہے کہ بیان کے مبہم اور کلام کے مجمل رہجانے سے معائب و نقائص پہلو نکل آتے ہیں اور مخالفین اسلام کے لیے طرح طرح کے مجنونانہ تعریضات کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ حالانکہ شبلی صاحب اسکے تفصیلی حالات پر غور فرماتے تو انکو معلوم ہوجاتا کہ اہل اسلام نے اس محاصرے میں بھی سابق معارک کی طرح اپنی بے نظیر شجاعت و دلیری۔ جان نثاری و پامردی دکھلا کر قلعہ کی چولیں ہلا دیں اور قلعہ بند فوجوں کے سینوں میں خوف کے مارے چھکے لگا دیے۔ یہاں تک کہ خود اُنھوں نے تصفیہ کے پیام بھیجے۔ ہم محدث شیرازی کی عبارت سے جو قریب قریب طبری اور ابن ہشام سے ماخوذ او مستنبط ہے ذیل میں لکھکر اس محاصرہ کے حالات و واقعات نقل کرتے ہیں۔ جو عام اطلاع کے لیے کافی ہیں۔ روضۃ الاحباب میں ہے۔

آن سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمود تا در بلندی کہ اکنون مسجد طائف است مسکر ہمایون زدند و در آن غزوہ زینب وام سلمہ ہمراہ بودند و در خیمہ براے ایشان ترتیب فرمودہ نمازہا را در فضاے زمین القبتین اقامت می نمود ہیجدہ روز و بروایتی سی و بروایتے چہل شبان روز طائف را محاصرہ دادو در ان مدت جنگہاے عظیم انداختند وجمعے کثیر از اصحاب جراحت

طائف میں پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اُس مقام بلند پر جہاں طائف کی موجودہ مسجد جامع واقع ہے۔ لشکر خیمہ زن ہو۔ اس سفر میں حضرت زینبؓ اور حضرت ام سلمہؓ ہمراہ تھیں۔ ان مخدرات کے لیے دو جدا جدا خیمے نصب کیے گئے اور نماز جماعت ان دونوں قبوں کے درمیان پڑھی جانے لگی۔ اٹھارہ روز او ایک روایت کے موافق تیس روز اور دوسری روایت کے مطابق چالیس شبانہ روز محاصرہ نے

یافتند و دوازدہ مرد شہید شدند یکے از قبیلہ لیث و چہار از انصار و ہفت از قریش و از انجملہ عبداللہ بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما بود کہ تیرے بروے زدند و مجروح شد و جراحتش اندمال یافت و بعد از آن منفجر گشت و پیش وفات آنحضرت صلعم از دنیا نقل کرد۔ آنحضرت صلعم امر فرمود تا یاران بہ قطع نخیل انگور آن جماعت قیام نمودند طوائف طائف چون ازین حال واقف گشتند درخواست نمودند از حضرت کہ برائے خدا و بجہت رعایت رحم ترک قطع این درختان کن حضرت فرمود انی ادعہا اللہ وللرحم ومنادی را گفت تا این ندا کردہ کہ ہر بندہ کہ ازین حصار فرود آید بسوے ما آزاد باشد۔ قریب بست بندہ پائین آمدند و از انجملہ نفیع بن الحارث بود کہ ببکرہ فرود آمد ازانجہت ملقب بہ ابوبکرہ گشت و ہمہ آن غلامان را آزاد فرمود و ہر یکے را بہ شخصے سپرد تا از حالات وے باخبر باشد و بعد از ان بمدتے چون اہل طائف باسلام آمدند گفتند یا رسول اللہ این بندگان را باما دہ حضرت صلعم فرمود اولٰئک عتقاء اللہ یعنی آنہا آزاد کردگان خدا اند ہرگز بہ بندگی شما عود نکنند۔

روضۃ الاحباب

صفحہ ۴۵۷

طول کھینچا۔ اور اس درمیان میں بڑی لڑائیاں واقع ہوئیں اور اصحاب رسولؐ میں بہت سے لوگ زخمی ہوئے اور بارہ بزرگوار شہید ہوئے۔ ایک شخص قبیلہ لیث سے چار قبیلہ انصار سے اور سات مہاجرین قریش سے انھیں لوگوں میں عبداللہ بن ابوبکر الصدیق بھی شامل ہیں۔ انکے ایک تیر لگا تھا زخم اچھا بھی ہو گیا تھا۔ لیکن بعد چندے وہ زخم پھٹ گیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے اُنھوں نے دنیا سے انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے حکم دیا کہ اہل طائف کی انگور کی بیلیں کاٹ دی جائیں صحابہ تعمیل حکم کرنے لگے۔ اہل طائف کو اسکی خبر ہوئی تو وہ سب کے سب بہزار منت وسماجت خدا کا اور صلۂ رحم کا واسطہ دیکر بارگاہ رسالت میں مستدعی ہوئے کہ درخت کاٹے جانے کا حکم واپس لیا جائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ ہم نے تمھارے درختوں کو خدا اور صلۂ رحم کی رعایت سے چھوڑ دیا اسکے بعد آپنے عام منادی کرا دی کہ جو مرد غلام قلعہ سے نیچے اتر کر ہماری طرف چلا آئیگا وہ آزاد ہو جائیگا۔ اس اعلان کے سنتے ہی بیس نفر غلام جن میں نفیع بن الحارث بھی تھے نیچے آئے۔ نفیع چونکہ مقام بکرہ سے آئے تھے اس رعایت سے یہ ابوبکرہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ سب کے سب مشرف باسلام ہوکر اسی وقت سے آزاد ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے صحابہ میں ایک ایک کرکے ان کو تقسیم کر دیا اور تاکید فرما دی کہ وہ ہر ایک کی کفالت کریں جب اہل طائف ایک مدت کے بعد مشرف باسلام ہوئے تو ان غلاموں کے واپس لینے کی استدعا کی ارشاد ہوا کہ یہ خدا کے آزاد کردہ ہیں۔ اب تمھاری تابعداری نہیں کر سکتے۔

یہ حقیقت حال تھی اور تفصیلی روئداد۔ اس کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ لے گا کہ مسلمانوں نے طائف کے محاصرے اور کفار کے مقابلہ میں۔ نہایت استقلال و پامردی۔ کمال وفاداری اور جان نثاری سے کام لیا۔ بارہ جان نثاروں نے جانیں نثار کیں۔ اہل قلعہ کے تمام انتظام درہم و برہم کر دیے اُن سے

استحکام نظام متزلزل کر دیے اور پھر ایسے کہ وہ مستدعی بنکر رحم کی رحمت عالم کے سامنے درخواست لائے چشم زدن مین نظر رحمت نے معافی دیدی ان محاسن اخلاق نے وہ اثر دکھلائے کہ دم کے دم مین اُن کے بیس آدمی بارگاہ رسالت مین حاضر ہوکر اسلام لائے۔

التوائے محاصرہ کی ضرورت

اتنی کامیابیون کے بعد بھی محاصرہ طائف کو کون ابلہ الذہن اور محروم العقل بیکار بتلا سکتا ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ محاصرہ مین اب زیادہ طوالت کی اسوجہ سے مصلحت نہین تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حنین اور اوطاس کے اُسرا و غنائم کے معاملات کو جلد طے فرما دینا نہایت ضروری تھا اس لیے کہ مذبذبین مکہ کے جو اطوار اور کرہ الاسلام کے ساتھ تھے وہ حنین کے معرکہ مین ملاحظہ مین آئے تھے اس بنا پر اُن کی استمالت اور درستی نہایت ضروری تھی۔ طائف والون کا اندازہ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ میدان مین نکل کر اسلام سے مقابلہ کی مطلق جرأت نہین کر سکتے تھے قلعہ مین محصور رہنا اُن کے مجبور ہونے کا ثبوت تھا نوفل ابن معویہ اُن کی مقدار قوت کو خوب سمجھ چکا تھا۔ اب اُن مین جنگ کی قوت تو باقی نہین تھی صرف عیاری اور حرفت رہ گئی تھی۔ اس بنا پر اُسکی یہ تمثیلی تجویز بالکل صحیح تھی کہ اہل قلعہ اُس لومڑی کی مثال مین جو اپنے سوراخ مین گھس گئی۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑی جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے گی تو کوئی اندیشہ نہین۔ کیونکہ اب اُس سے میدان مین نکل کر یا بھٹ مین رہکر کسی ضرر و نقصان کا مطلق خوف باقی نہین ہے۔

محاصرہ کے جاری رکھنے مین جو ضرورتین سد راہ تھین وہ اوپر بیان ہو چکی ہین اور محاصرہ اُٹھا لینے مین کوئی شے مانع نہین تھی۔ اور نہ کوئی خوف کا باعث۔ ان وجوہات کی بنا پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ اُٹھا لیا۔ سال ہی بھر کے اُلٹ پھیر مین نہ معلوم ہوا کہ وہ قلعہ والے کیا ہوئے۔ اور وہ قلعہ بند فوج کدھر گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اہل طائف اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے جیسا کہ سلسلۂ بیان سے معلوم ہوگا۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس حکم سے اکثر اخلاص مند صحابہ بیدل اور برخاستہ خاطر ہوئے اور خدمت مبارک مین عرض کرنے لگے کہ اہل طائف کے لیے بد دعا فرمائی جاوے۔ رحمت عالم نے اُن کی خاطر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور کہا ترجمہ

اللھم اھد ثقیفا وائت بھم	اے خدا۔ ثقیف کو ہدایت دے اور اون کو مجھ تک پہنچا دے۔

خدانے اپنے نبی صلعم کی دعاقبول فرمائی اورسال ہی بھرکے اندروہ سب کے سب خودحاضرہوکرمشرف باسلام ہوگئے جیساکہ وفودکے باب مین مفصل طورپربیان کیاگیاہے۔

حضرت علیؓ سے آنحضرت صلعم کا رازکی باتین کہنا

محاصرۂ طائف کے سلسلہ مین شبلی صاحب نے ایک بہت بڑا قابل الذکرواقعہ چھوڑدیاہے۔ چھوڑدیے جانے کی اس وجہ سے کوئی شکایت خاص نہین اس لیے کہ اُس مین فضیلت علی کا اظہارتھا اوریہ امرشروع ہی سے نامطبوع خاطرہے۔ لیکن تعجب اتناہے کہ اسکے متروک کردینے سے شبلی صاحب پراپنے مقررکردہ اصول تحقیق اورنصاب تنقید کے ترک فرمادینے کاالزام عائدہوتاہے وہ اس طرح اس مرفوع القلم واقعہ کوارباب سیروتاریخ نے بہت کم لکھاہے۔ لکھاہی توتمام اصحاب حدیث اورارباب تفاسیرنے اورآپ نے واقعات کی تصدیق وتوثیق کامعیارمرویات حدیث پرقائم فرمایاہے اس لیے جب خاص کرحدیثون مین یہ واقعہ موجودتھاتوآپ کواپنے اصول مقررکردہ کے مطابق اس کاقلمبندکرناضروری تھا لیکن خودغرضی سدراہ تھی جس کے آگے نہ اپنامختارکوئی شے ہے اورنہ اپنامقررہ معیارکوئی چیز۔

وہ واقعہ صحیح ترمذی کی عبارت مین یہ ہے۔

عن جابرؓ قال دعی رسول اللہ صلعم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلعم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ

جابرؓ نے روایت کی ہے کہ محاصرۂ طائف کے زمانہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کوبلاکرتخلیہ مین بصیغہ ازسرگوشی فرمائی تولوگون نے کہاکیاہے۔ حضورؐ نے اتنی دیر تک اپنے برادرعم سے رازکی باتین کین؟ یہ سُنکرآنحضرت صلعم نے ارشادفرمایاکہ علیؓ سے مین نے رازکی باتین نہین کین۔ بلکہ خدانے کین۔

مشکوٰۃ شریف کی اسی حدیث کی شرح مین محدث دہلوی مولاناعبدالحق صاحب لکھتے ہین۔

ولکن اللہ انتجاہ فرمودہ یعنی امرکردہ است مراکہ رازگویم باوپس رازگفتم بجہت فرمانبرداری کردن امرباری تعالیٰ را۔ وتواندکہ این معنی باشد کہ ابتداے رازگفتن باوے نکردہ ام ولیکن خداے تعالیٰ رازمی گوید باوے والقاے اسرار می کنددردل وے۔

تاریخ احمدی دہلی ۱۳۲۵ء

محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ مین ولکن اللہ انتجاہ کے یہ معنی لکھتے ہین کہ مجھے خدانے حکم دیاہے کہ مین علیؓ سے رازکہون اورمین نے حکم ایزدی کی تعمیل مین ایساکیاہے اوریہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ علیؓ سے رازکہنے کی ابتدامین نے نہین کی بلکہ خداہی اوس سے رازکہتاہے اوراپنے اسرارکواوسکے دل مین القاکرتاہے اورجب ایساہے تومین بھی بمقتضاے موافقت ومتابعت فعل آلٰہی علیؓ سے رازکہتاہون۔

مرقومۂ بالا عبارات ترمذی۔ مشکوٰۃ اور شرح مشکوٰۃ سے اس واقعہ کی اہمیت و ضرورت خصوصیت و منصوصیت سب کچھ اتنی اور ایسی معلوم ہو گئی کہ اب مجھکو تفصیل و تصریح کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اب مجھے صرف یہ دکھلا دینا باقی ہے کہ اس عبارت سے اجمالاً دو چار یا دس بیس لوگوں کی تعریض معلوم ہوتی ہے کیونکہ الناس کا لفظ اصل ماخذ میں آیا ہے۔ لیکن امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں اس حدیث کو مسند امام احمد بن حنبل سے انھیں جابرؓ کی زبانی نقل فرمایا ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

واطال نجواہ حتی کرہ قوم من الصحابۃ ذالک فقال قائل منھم لقد طال نجواہ مع ابن عمہ (مطبوعہ بمبئی ص۲۱۲)

جب خلوت کو زیادہ طول ہو گیا تو صحابہ کے ایک گروہ کو یہ امر ناپسند ہوا اور انھیں میں سے ایک شخص نے کہا کہ آج تو اپنے ابن عم کے ساتھ آنحضرت صلعم نے طولانی خلوت کی۔

اس عبارت سے الناس کی اتنی تصریح مزید ہوئی کہ وہ صحابہ ہی کی ایک جماعت تھی اور اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عمل رسالت پر اعتراض کرنے والے بھی ایک خاص بزرگ تھے۔ جن کا نام اس بزرگ محدث نے اُن کی عظمت ذاتی کے ادب سے نہ لکھا۔ اب اُن بزرگ کی تلاش کی جاتی ہے۔ تو وہ عقیدت مند خدمت رسولؐ ادب آموز بارگاہ نبوت۔ قدوۃ الاصحاب حضرت عمر ابن الخطاب ثابت ہوتے ہیں ملاحظہ ہو۔

معارج النبوۃ ملا معین لاہوری کی مرقومۂ ذیل عبارت

درہنگام خلوت و مشاورت نبیؐ با علیؑ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ با حضرت رسولؐ گفت یا رسول اللہؐ با علیؑ راز میگوئی و با وے خلوت می کنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمود ما انتجیتہ و لکن اللہ انتجاہ یعنی من با او راز نمی گویم بلکہ خدا تعالیٰ با او راز می گوید۔

جب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی سے تخلیہ میں راز کہنا شروع کیا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلعم آپ علیؑ سے راز کی باتیں کہتے ہیں اور اون سے تخلیہ کرتے ہیں مشورت کرتے ہیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں تنہا علیؑ سے راز کی باتیں نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ باتیں کرتا ہے

گویم مشکل وگر نگویم مشکل۔ کس کی سنی جائے۔ خدا کی۔ یا حضرت عمرؓ کی۔ ادھر خدا کی تاکید۔ اُدھر حضرت عمر کی تعریض رازدار رسالت اور امین نبوت کو بات کرنی مشکل ہے۔

غنیمت حنین کی تقسیم

یہاں تک بیان ہو چکا ہے کہ محاصرہ طائف کا التوا حنین کے پس ماندہ معاملات کی تکمیل کرنیکی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا تھا چنانچہ طائف کا محاصرہ اُٹھا کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ میں۔

جہاں اسیران حنین و اوطاس مقیم تھے تشریف لائے غنیمت کا بڑا ذخیرہ تھا۔ شبلی صاحب اس کی تعداد و تقسیم کے احوال حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں:۔

چھ ہزار اسیران جنگ۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ آپ نے اسیران جنگ کے ورثا کا انتظار کیا کہ انکے عزیز و اقارب آئیں تو ان سے گفتگو کی جائے لیکن کئی دن گزرنے پر بھی کوئی نہ آیا۔

مال غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے۔ چار حصے حسب قاعدہ اہل فوج کو تقسیم کر دیے گئے خمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا گیا۔ مکہ کے اکثر رؤسا جنھوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا۔ ابھی تک متزلزل الاعتقاد تھے۔ انھیں کو قرآن مجید میں مؤلفۃ القلوب کہا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں غنیمت کے مصارف بیان کیے ہیں ان میں ان لوگوں کے بھی نام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دیے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ابو سفیان مع اولاد ۳۰۰ اونٹ اور ۱۲۰ اوقیہ چاندی

(۲) حکیم بن حزام ۲۰۰ اونٹ (۳) نضر بن حارث بن کلدہ ثقفی ۱۰۰ اونٹ

(۴) صفوان بن امیہ ۱۰۰ اونٹ (۵) قیس بن عدی ۱۰۰ اونٹ (۶) سہیل بن عمرو ۱۰۰ اونٹ

(۷) حویطب بن عبدالعزیٰ ۱۰۰ اونٹ (۸) اقرع بن حابس ۱۰۰ اونٹ (۹) عیینہ بن حصین ۱۰۰ اونٹ

(۱۰) مالک ابن عوف ۱۰۰ اونٹ

ان کے سوا بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ عنایت فرمائے۔ عام تقسیم کے رو سے فوج کے حصہ میں جو آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں تھیں۔ لیکن چونکہ سواروں کو تگنا حصہ ملتا تھا اس لئے ہر سوار کے حصہ میں بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئیں۔ جن لوگوں پر انعام کی بارش ہوئی عموماً اہل مکہ اور اکثر جدید الاسلام تھے اس پر انصار کو رنج ہوا۔ بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو انعام دیا اور ہمکو محروم رکھا۔

تقسیم میں انصار کا عذر

حالانکہ ہماری تلواروں سے ابتک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ (بحوالہ بخاری۔) بعض بولے کہ مشکلات میں تو ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چرچے سنے تو انصار کو بلایا۔ ایک چرمی خیمہ کھڑا کیا گیا۔ جس میں لوگ جمع ہوئے۔ آپ نے انصار کی طرف خطاب کیا کہ کیا تم نے ایسا کہا؟ لوگوں نے عرض کی کہ حضور! ہمارے سربر آوردہ لوگوں میں سے کسی نے نہیں کہا۔ نوخیز نوجوانوں نے یہ فقرے کہے تھے (بحوالہ بخاری) صحیح بخاری باب مناقب الانصار میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے انصار کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے تو چونکہ

انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے انھوں نے کہا آپ نے جو سُنا وہ صحیح ہے۔ آپ نے ایک خطبہ دیا جسکی نظیر فن بلاغت میں نہیں مل سکتی انصار کی طرف خطاب فرماکر کہا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے ہمارے ذریعہ سے تمکو ہدایت دی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے ہمارے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے میرے ذریعہ سے تمکو دولتمند کیا۔ آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ اور ہر ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ خدا اور رسولؐ کا احسان سب سے بڑھکر ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آپ نے فرمایا۔ نہیں تم یوں جواب دو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجھکو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی۔ تجھکو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ تو مفلس آیا تھا ہم نے تیری مدد کی۔ یہ کہکر آپ نے فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے انصار۔ کیا تم کو پسند نہیں کہ اور لوگ، اونٹ اور بکریاں لیکر جائیں اور تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اپنے گھر آؤ (بحوالہ بخاری و شرح صحیح بخاری) انصار بے اختیار چیخ اُٹھے کہ ہمکو صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درکار ہیں اکثروں کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں۔ آپ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے انکو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہیں بلکہ تالیف قلب کے لیے دیا۔ سیرۃ النبی صـ۳۶۶

تقسیم میں عذر و انصار ہی نہیں تھے مہاجرین بھی تھے

تقسیم غنائم کے متعلق بعض نوخیز نوجوانان انصار نے جو کچھ عذر و کلام کیے وہ شبلی صاحب نے بالتفصیل بیان کر دیئے اس کے متعلق مجھکو صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ طمع مال اور حرص دولت بہت بری شے ہے۔ اس سے خال خال لوگ خالی ہوں گے تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف گروہ انصار ہی کو اس میں عذر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ مہاجرین کو بھی۔ چنانچہ عباس ابن مرداس اسلمی کو بھی عذر تھا۔ انصار تو خیر بالمشافہ عرض حال کی جرأت نہ کر سکے عباس ابن مرداس نے تو روبرو اعتراض کر دیا اور اُسکے متعلق معترضانہ اشعار بھی نظم کرکے لوگوں کو سنائے۔

عباس ابن مرداس اسلمی اور تقسیم حنین میں عذر

روضۃ الاحباب میں ہے۔

بصحت پیوستہ از رافع بن خدیج کہ گفت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفۃ القلوب را مثل ابوسفیان بن حرب وعلقمہ بن علاثہ و عیینہ بن حصین و اقرع بن حابس را صد شتر داد و عباس بن مرداس اسلمی را کمتر از صد داد۔ وے بخشم رفت و درین باب ابیاتے گفت

باسناد صحیح رافع ابن خدیج سے مروی ہے کہ جناب رسالتماب صلعم نے گروہ مؤلفۃ القلوب کو جن میں ابوسفیان بن حرب صفوان بن امیۃ علقمہ بن علاثہ عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس وغیرہم شامل تھے۔ سو سو اونٹ مال غنیمت سے عطا فرمائے۔ عباس ابن مرداس اسلمی کو اس سے کم دیئے۔ اسپر اس کو غصہ آگیا اس کے متعلق

چون ابیات وے بسمع مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید فرمود اقطعوا عنی لسانی قطع کنید زبان اورا ازمن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ویرا الخطائر ابل برد وصد شتر داد وے بمجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازگشت واز جملہ خوشنود ترین مردم بود آن سرور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باوے گفت در شان من شعر میگوئی - روے اعتذار در آورد وگفت پدر و مادرم فداے تو باد بدرستیکہ من دبیبے مثل دبیب مورچہ از شعر در زبان خویش می یابم مرا میگزد مانند گزیدن مورچہ ہیچ چارہ نمی یابم الا آنکہ شعر بگویم و درانمعنی بے اختیارم حضرت تبسمی فرمود وگفت عرب ترک شعر نمی تواند کرد - چنانکہ شتر ترک حنین خود نمیتواند کرد. بعضے از کتب سیر است کہ چون شعر وی بسمع پیغمبر صلعم رسید باوے گفت توئی گفتی این شعر

نهبنی ونهب العبيد بين الاقرع وعيينة

حضرت ابوبکر صدیق گفت یا رسول اللہ بین الاقرع وعتبہ - رسول اللہ گفت خواہ چنین وخواہ چنان ہر دو یک معنی ادا می کند ابوبکر گفت گواہی میدہم کہ تو شاعر نیستی و سزاوار نیست ترا شعر چنانکہ حق تعالی فرمود وما علمناه الشعر وما ینبغی لہ پس رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرمود

اُس نے اشعار بھی نظم کئے جب اُس کے یہ اشعار آنحضرت صلعم نے سنے فرمایا اسکی زبان قطع کر ڈالو حضرت ابوبکر صدیق اُسکو پکڑکر اونٹون کے مجمع مین لے گئے اور سو اونٹ اُسکو عنایت فرمائے وہ اونٹ لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین واپس آیا اور تمام لوگون سے زیادہ راضی و خوشنود معلوم ہوتا تھا آنحضرت صلعم نے عباس سے پوچھا کہ تو میری شان مین اشعار کہتا ہے اُس نے معذرت کے ساتھ عرض کی کہ میرے شعر کہنے کی عادت ایک چیونٹی کی مثال ہے جو میری زبان مین کاٹا کرتی ہے مین اُس سے مجبور ہو کر شعر کہتا ہون آپ نے متبسم ہوکر فرمایا کہ عرب شعر کہنے کی عادت اُسی طرح نہین چھوڑ سکتے جس طرح اونٹ اپنے بچے کو جدا نہین کر سکتا. بعض سیرت کی کتابون مین لکھا ہے کہ جب اُس کے اشعار آپ کے پاس پڑھے گئے تو آپ نے عباس سے پوچھا کہ کیا تونے یہ شعر کہا ہے جس کے معنے یہ ہین - تونے مجھے ایک غلام سے بھی کم کردیا اقرع اور عیینہ کے درمیان - حضرت ابوبکر نے کہا یارسول اللہ - اقرع اور عیینہ کے درمیان کیا اقرع اور عُتبہ سے ہونا چاہیئے. آپ نے ارشاد کیا کہ خواہ یہ معنے ہو خواہ وہ معنے ہو دونون سے ایک ہی مدعا نکلتا ہے - یہ سُن کر حضرت ابوبکر نے کہا مین گواہی دیتا ہون کہ اگرچہ آپ شاعر نہین اور شعر کہنا آپ کی شان کے شایان بھی نہین ہے جیسا کہ خود باری تعالی عز اسمہ فرماتا ہے کہ مین نے تم کو شعر کی تعلیم نہین دی اسلئے

برخیزد زبان او را از من قطع بکن۔ علی برخاست و دست وے را گرفت و می برد و عباس بن مرداس گوید گفتم اے علی زبان من خواہی برید جواب داد آنچہ حضرت فرمود چنان خواہم کرد پس ہرامی برد تا رسیدیم بحظائر ابل گفت بگیر ازین برائے خویش از چہار تا صد شتر عباس بن مرداس گوید گفتم پدر و مادر من فدائے تو باد۔ عجب کریم و حلیم و نیکو خو و حلیم اید شما انگاہ علیؑ گفت با من پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترا از جملہ مہاجرین و انصار داشتہ چہار شتر دادہ اگر اندراج در زمرۂ ایشان میخواہی ہمی مانی دیران چہار کہ اول بار بتو دادہ قناعت کن و اگر میخواہی کہ از جملہ مؤلفۃ القلوب باشی صد شتر بستان گفتم ای علی با تو درین امر مشورہ می نمایم تو چہ می فرمائی علی گفت اگر فریفتہ مال دنیا نشوی و بارادۂ خدا و رسول خرسند گردی بہتر بود[1] و مرویست کہ چون آن عطیہا در غنائم حنین از آنحضرت صلعم واقع شد یکے از یاران باوی گفت یا رسول اللہ صلعم عیینہ بن حصین و اقرع بن حابس را کہ ہر کدام صد شتر عطا بفرمائی و جعیل بن سراقہ را ہیچ نمیدہی فرمود بآن خدا یکہ نفس من بید قدرت اوست کہ جعیل بن سراقہ بہتر است از ہمہ روی زمین مملو از عیینہ

کہ تمھیں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کی زبان قطع کر دو۔ حضرت علی اُٹھے۔ عباس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے چلے۔ عباس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی سے کہا کیا حقیقتاً آپ میری زبان کاٹ ڈالیں گے؟ حضرت علی نے کہا جو رسول خدا صلعم نے حکم دیا ہے اُسکی تعمیل ضرور کیجائیگی۔ اسکے بعد آپ مجھے اونٹوں کی قطار میں لیگئے اور مجھسے فرمایا کہ ان اونٹوں میں سے چار سے لیکر سو اونٹ تک لے لو۔ میں نے سخت متعجب ہو کر کہا کہ حقیقتاً آپ لوگوں سے سخی۔ فیاض۔ نیک خو اور متحمل کوئی شخص نہیں ہے۔ یہ سنکر حضرت علیؑ نے مجھسے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اسوقت تک تمکو مہاجرین و انصار کے طبقہ خاص میں شمار کرتے تھے اگر تم چاہتے ہو کہ اُسی طبقہ میں تمھارا شمار قائم رہے تو وہی چار اونٹ جو قبل میں تمھیں مل چکے ہیں انھیں پر قناعت کر لو۔ اور اگر گروہ مؤلفۃ القلوب میں داخل ہونا چاہتے ہو تو سو اونٹ لے لو۔ میں نے کہا یا علی آپ مجھے اس امر میں مشورت دیں آپ نے ارشاد کیا مال دنیا پر فریفتہ نہ ہو۔ رضا و عطائے رسول پر راضی ہو جاؤ تو تمھارے لیے سب سے بہتر ہوگا۔ اسی طرح ایک صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے عیینہ بن حصین اور اقرع کے ایسے لوگوں کو تو سو سو اونٹ عنایت کیے اور جعیل بن سراقہ ضمیری کو کچھ نہ عنایت فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ

---

[1] معارج النبوۃ رکن چہارم میں بھی یہ روایت منقول ہے مگر آخر حصہ روایت میں حضرت علی کے کلام ہدایت کے بعد عباس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ جب اُس نے یہ سُنا تو ان اونٹوں کی مہار چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا اور کہنے لگا میں اتنے دنوں سے ایمان لایا ہوں اور مہاجرین کے گروہ میں شمار ہوتا ہوں۔ اس شرف خاص سے نکلنا نہیں چاہتا۔ یہ اونٹ واپس لیجیے اور مجھکو میرے حصہ کے وہی چار اونٹ دیجیے حضرت علی نے ایسا ہی کیا۔ عباس چار اونٹ لیکر علیحدہ ہو گیا ص ۲۷۰ روضۃ الصفا ج ۲۔

واستدرع ولیکن من الفت وادم دل انسان را بہ سبب مال دنیا واعتماد بر اسلام جبیل میدارم اورا با سلام او گذاشتم۔

روضۃ الاحباب ص ۴۶۰ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

قدرت مین میری جان ہے اگر تمام روے زمین عیینہ اور اقرع کے ایسے لوگون سے بھر جاے تب بھی جبیل اُن لوگون سے بدرجہا بہتر ہے مین نے مال دنیا دیکر ان لوگون کے قلب کو اسلام کی طرف مائل کر دیا ہے۔ چونکہ جبیل کے اسلام پر مجھکو خود اعتماد ہے اسلیے مین نے اُس کو اُسی حالت پر چھوڑ دیا۔[1]

ذوی الخویصرۂ تمیمی کی پیشین گوئی کا واقعہ

اسی غنیمت حنین کے متعلق ذوخویصرہ تمیمی کا بھی واقعہ ہے جس پر شبلی صاحب کی یا تو نظر پڑی ہی نہین۔ یا نظر پڑی بھی تو وہی حضرت علیؑ کے خصائص کا ذکر مہر لب ہو گیا علامہ بدخشی نزل الابرار مین لکھتے ہین

عن ابی سعید الخدری قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم یقسم قسما اتاہ ذو الخویصرۃ فقال یا رسول اللہ اعدل قال ویحک ومن یعدل اذا لم اعدل فقال عمر یا رسول اللہ ائذن لی حتی اضرب عنقہ فقال رسول اللہ دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلوتہم وصیامہ مع صیامہم یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ حتی ان احدکم ینظر الی نصلہ فلا یجد شیئا ثم ینظر الی قضیہ فلا یجد شیئا ثم ینظر الی قدرتہ فلا یجد شیئا قد سبق الفرث والدم یخرجون علی خیر فرقۃ الناس بہم رجل مخدج احدی یدیہ مثل ثدی المراۃ او۔

ابو سعید خدری کا بیان ہو کہ ایکدن ہم لوگ جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت مین بیٹھے تھے اور حضرت غنیمت کا مال اُسوقت تقسیم کر رہے تھے۔ ذوخویصرہ آکر کہنے لگا کہ عدل کیجیے آپ نے ارشاد فرمایا ہلاکی ہو تجھپر۔ اگر مین عدل نہ کرونگا تو کون دوسرا عدل کرے گا عمرؓ عرض کرنے لگے مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجیے تب آپ نے فرمایا چھوڑ دو اسکو اسکے اصحاب ایسے ہین کہ تمھاری نماز تمکو اُنکی نماز کے مقابلہ مین اور تمھارے روزے اُنکے روزون کے مقابلہ مین حقیر معلوم ہون گے وہ قرآن پڑھین گے لیکن گلے سے نیچے نہین اتریگا وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جسطرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے یہانتک کہ دیکھے تم مین کوئی اپنی کمان کی طرف پس کوئی خبر اس سے نہین پائیگا۔ پس نگاہ کرے گا اُسکے سوفار کی طرف پس نہین پائیگا اُس مین کوئی شے۔ پھر نگاہ کرے گا اُس کے پرون کی طرف پس نہین پائیگا اُس مین کوئی شے۔ گذرا ہے وہ تیر سرگین اور

[1] روضۃ الاحباب کی مرقومہ بالا روایت مین اختلاف اور تواردونی البیان دونون حائل ہوجاتے ہین۔ اس لیے کہ عباس کو جو حکم دیا گیا تھا اُسی کو ایکبار حضرت ابوبکر دوسری بار حضرت علی تعمیل کرتے ہین لیکن معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا کی اسناد سے صرف حضرت علی کی تعمیل ثابت ہوتی ہو۔ اس لیے ظن غالب یہ ہو کہ حضرت ابوبکر کی نسبت اس واقعہ مین مولفین کی خوش اعتقادی کا اضافہ ہے المولف عفی عنہ

كالبيضة تدردر قال ابو سعيد اشهد انى سمعت
هذا من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
واشهد انى كنت مع على بن ابى طالب حين
قاتلهم فارسل الى القتلى فاتى به على نعت الذى
نعت به رسول الله صلعم ولهذا الحديث طرق
كثيرة اخرجه الشيخان وغيرهما ابو داؤد
الطيالسى والنسائى واحمد وابو يعلى و
الحاكم والخطيب قد رواه غير ابى سعيد
جماعة من الصحابة مثل على وعمر وعبد الله بن
عمر وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عباس
وعبد الله بن الخباب بن الارت وعقبة بن عامر
وسعد بن وقاص وعمار بن ياسر رضى الله عنهم
فالرواية الاولى اخرجه احمد والبخارى ومسلم
والنسائى وابن جرير ارجح المطالب جلد دوم ص۲۷۳

خون میں اور وہ ایک بہترین گروہ پر خروج کریں گے اُنکے نشان یہ ہیں کہ اُن میں ایک مخدج یعنی ناقص الخلقت سیاہ چشم آدمی ہوگا۔ ایک چھاتی اُس کی عورت کی پستان کی ہوگی اور وہ مثل گوشت کے ٹکڑے کے حرکت کرتا ہوا ہوگا ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہے اور اس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں علی ابن ابی طالب کے ساتھ تھا جب وہ اس گروہ کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے لوگوں کو مقتولین کی طرف بھیجا اور وہ لوگ مخدج کو اُٹھا لائے جو نشانیاں آنحضرت صلعم نے بتلائی تھیں وہ سب اُس میں موجود تھیں اس حدیث کو شیخین (مسلم وبخاری) اور شیخین کے ماسوا ابوداؤد طیالسی امام احمد ابو یعلی حاکم خطیب رحمہم اللہ تعالی نے تھوڑے سے اختلاف سے نقل کیا ہے اور ابوسعید کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت۔ مثل حضرت علی عمر۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن خباب بن ارت عقبہ ابن عامر۔ سعد بن وقاص اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی ہے ان میں سے پہلی روایت وہ ہے جس کو امام احمد امام بخاری امام مسلم اور امام نسائی اور ابن جریر نے روایت کی ہے۔

اس سے زیادہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور از صفحہ ۲۷۳-۲۷۴

ہم اس واقعہ کے اتنا ہی انکشاف حقیقت کرنے کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھتے ہیں شبلی صاحب نے ایسے مشہور متواتر اور کثیر الاسناد واقعہ کو جو اُنکے معیار تصدیق کے مطابق محدثین متقدمین کا مختار خاص معلوم ہوتا ہے کیوں قلم انداز فرمایا۔ سیرۃ النبی کی تالیف تک تو نجدیوں کی حکومت حجاز اور تصرف علی الحرمین بھی نہیں قائم ہوا تھا۔ جو کف لسان من عیب السلطان کا باعث ہوتا۔

رحمت عالم کی رحمت عام کا نمونہ

شبلی صاحب بیان فرماتے ہیں۔

حنین کے اسیران جنگ ابھی تک جعرانہ میں محفوظ تھے۔ ایک معزز سفارت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اسیران جنگ رہا کر دیے جائیں - یہ قبیلہ وہ تھا کہ آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ اسی قبیلہ سے تھیں - رئیس قبیلہ (زہیر ابن صرد) نے کھڑے ہو کر تقریر کی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی جو عورتیں ان چھپر دن میں محبوس ہیں اُنھیں میں تمھاری پھوپھیاں ہیں اور تمھاری خالائیں ہیں خدا کی قسم اگر سلاطین عرب نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو اُن سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور تم سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خاندان بنی عبدالمطلب کا جسقدر حصہ ہے وہ تمھارا ہے - لیکن رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو - نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی آپ نے فرمایا کہ مجھکو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے انکی سفارش کرتا ہوں - مہاجرین و انصار فوراً بول اٹھے - ہمارا بھی حصہ حاضر ہے - اس طرح چھ ہزار دفعۃً آزاد تھے ص ۲۹۷ جلد اول

رحمت کی دوسری مثال

شبلی صاحب کی قصیر القلمی کے ساتھ آپ کی سریع الرقمی معجون مرکب کا لطف طرفہ تر دکھلاتی ہے - اکثر موقع پر تو آپ کی کوتہ قلمی بہت سے واقعات قلم انداز کر دیتی ہے اور بعض مقامات پر آپ کی سریع الرقمی بہت سے قابل ذکر اور ضروری واقعات کو نظر انداز کر کے آگے بڑھجاتی ہے مرقومۂ بالا عبارت میں قبیلۂ ہوازن (بنی سعد بن بکر) کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک اختیار فرمائے گئے تھے وہ تو آپ نے بیان کر دیے - قبائل بنی سلیم اور بنو فزارہ کے ساتھ ان سے بڑھکر محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کے جو معاملات پیش کیے گئے وہ آپ بالکل مرفوع القلم فرما گئے - حالانکہ ایک حقیقت بین کی نگاہ میں ہوازن کے معاملات سے زیادہ تو بنو سلیم و بنو فزارہ کے واقعات قابل الذکر تھے - اس لیے کہ ہوازن کے ساتھ جو احسانات کیے گئے تو اُن کے لیے حضرت حلیمہ سعدیہ کی رعایت خاص کا ذریعہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے لیکن بنو سلیم و بنو فزارہ کے ساتھ جو عنایات و تفضلات کیے گئے وہ خالص رحم اور بلا حیلہ و وسیلہ ترحم خاص تھے ہم ان واقعات کو رحمۃ العالمین کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں -

اب قیدیوں میں صرف بنی سلیم اور بنو فزارہ رہگئے - اُنکے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا لطف و رحم کیا جائے - اس لیے اُنھوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا (یعنی مسلمانوں نے ہوازن کے قیدی تو رہا کر دیے لیکن بنو سلیم اور بنو فزارہ کے لوگوں کو رکھ لیا) -

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بلایا - ہر قیدی کی دیت چھ اونٹ قرار پائے - پھر یہ قیمت بھی آپ نے اپنے ہی پاس سے ادا فرمائی اور اسطرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلادی - پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت کر دیا

۵ دو شاہد اندہر احنیبر و حنین کہ تو دہے بجود ہر انچہ بفتح بستانی رحمۃ العالمین ص۱۳۲

مراجعت مدینہ

تمام امور کو باطمینان تمام فراغت فرما کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ مین تشریف لائے اور حج عمرہ بجا لائے اور تا ایام عمرہ مکہ مین مقیم رہے - پھر حرم محترم سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اسید بن عتاب کو امارت مکہ تفویض فرمائی اور ابو موسیٰ الاشعری اور معاذ بن جبل کو قبائل عرب مین تعلیم اسلام کی غرض سے مقرر فرمایا - ان ضروری انتظامات کے بعد آپ مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر اوائل ذیقعدہ یا آغاز ذی الحجہ مین مدینہ منورہ مین داخل ہو گئے -

روضۃ الاحباب ص ۴۶۳

واقعات متفرقہ سال ہشتم ہجری

حضرت ابراہیم کی ولادت و وفات

اسی سال حضرت ماریہ کے بطن سے جناب ابراہیم کی ولادت ہوئی - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مسرور ہوئے - لیکن کل چھ مہینہ کے بعد یہ مسرت حسرت وملالت سے مبدل ہو گئی اور کل چھ مہینے زندہ رہکر بچے نے انتقال کیا - اتفاق سے اسی دن سورج گرہن واقع ہوا - قدیم دستور کے مطابق لوگون نے اسکو حضرت ابراہیم کے سانحہ جانگزا کی علامت بتلایا - جناب رسولخدا صلعم نے سُنا تو لوگون کو جمع کرکے ارشاد کیا کہ چاند اور سورج خدا کی خاص نشانیان ہین - کسی کے مرنے یا جینے کا انپر کوئی اثر نہین پڑتا - اس کے بعد آپ نے نماز کسوف جماعت کے ساتھ ادا فرمائی -

حرمت خمر

آیۂ وافی ہدایہ الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ (شراب پینا - جوا کھیلنا - عمل شیطان سے بھی زیادہ ناپاک ہین (اے مسلمانو) ان سے پرہیز اختیار کرو) کا نزول بھی اسی سال ہوا - سرقہ (چوری) بھی حرام کیا گیا اور اس شدت کی عملی مساوات کے ساتھ کہ اسکے اعلان امتناعی کے وقت خاص طور پر بیان کر دیا گیا کہ اگر خدانخواستہ میری پارۂ جگر فاطمۃ الزہرا (علیہا السلام) بھی اسکی مرتکب ہو تو اُسکے ہاتھ بھی کاٹے جائینگے -

اسی سال حضرت زینب بنت حضرت صدیقہ کبریٰ خدیجہ سلام اللہ علیہما نے وفات پائی -

آغاز سال نہم ہجری

آغاز سال نہم ہجری واقعۂ ایلا

تاریخ اسلام مین عموماً اس سال کا آغاز واقعۂ ایلا کے قدیم اور عظیم واقعات سے کیا جاتا ہے - جو بعض ازواج رسول کے آداب و اخلاق نسوانی کی کمی کے باعث سے خاطر رسالت کی کمال رنجیدگی و کبیدگی کا باعث ثابت ہوتی ہین - ہم پہلے ان تمام واقعات کو

شبلی صاحب کی عبارت سے نقل کرتے ہین - پھر منقدانہ طریقہ سے آپ کے مصنوعات قلمی کی انکشاف حقیقت کرین گے
شبلی صاحب رقمطراز ہین -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زاہدانہ اور تمام زخارف دنیاوی سے بیگانہ زندگی بسر کرتے تھے دو دو مہینے تک گھر مین آگ نہین جلتی تھی - آئے دن گئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے - مدۃ العمر دو وقت برابر سیر ہو کر کھانا نصیب نہین ہوا - ازواج مطہرات اُس جنس لطیف مین شامل تھین جنکی مرغوب ترین شے عموماً زیب و زینت اور ناز و نعمت ہے اور گو شرف صحبت نے انکو تمام ابنائے جنس سے ممتاز کر دیا تھا تاہم بشریت بالکل معدوم نہین ہو سکتی تھی خصوصاً وہ دیکھتی تھین کہ فتوحات اسلامی کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور غنیمت کا سرمایہ اسقدر پہونچگیا ہے کہ اُس کا ادنیٰ حصہ بھی اُن کی راحت و آرام کے لیے کافی ہو سکتا ہے - ان واقعات کا اقتضا تھا کہ اُنکے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا - ازواج مطہرات بڑے بڑے گھرون کی خاتونین تھین - حضرت ام حبیبہ تھین جو رئیس قریش کی صاحبزادی تھین حضرت جویریہ تھین جو قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی تھین حضرت صفیہ تھین جنکا باپ خیبر کا رئیس اعظم تھا - حضرت عائشہ تھین جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھین حضرت حفصہ تھین جنکے والد فاروق اعظم تھے بشریت کے تقاضہ سے اُن مین منافست بھی تھی اور حریف کے مقابلہ مین اپنے رتبہ اور شان کا خیال رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر ایک کو جو شدید محبت تھی وہ سوہ باسا یہ ترا ضی پسند ہم + سکے حد تک تھی - ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب کے پاس کہین سے شہد آیا تھا - انھون نے اُن کے سامنے پیش کیا - آپ کو شہد بہت مرغوب تھا آپ نے نوش فرمایا - اس مین وقت مقررہ سے دیر ہو گئی - حضرت عائشہ کو رشک ہوا - حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارے تمھارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپ کے منھ سے مغافیر[لہ] کی بو آتی ہے (مغافیر کے پھول سے شہد کی مکھیان رس چوستی ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ مین شہد نہ کھاؤنگا - اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اُتری -

يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله لك تبتغي مرضات ازواجك -
اے پیغمبر! اپنی (بعض) بیبیون کی خوشی کے لئے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیون کرتے ہو -

علامہ عینی نے بخاری کی شرح مین لکھا ہے -

لہ مغافیر کے معنی شبلی صاحب نے نہین بتلائے - اسلیے کہ حضرت عائشہ و حفصہ کے حفظ مراتب کا خیال تھا - عرب کے ایک بدبو پھول کا نام مغافیر ہے جس سے عموماً ہر شخص متنفر ہوتا ہے - المؤلف عفی عنہ

فان قلت کیف جاز لعائشۃ وحفصۃ الکذب والمواطاۃ التی فیہا ایذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قلت کانت عائشۃ صغیرۃ مع انہا وقعت منہا من غیر قصد الایذاء بل ما ہو علی جبلۃ النساء فی الغیرۃ علی الضرات (تفسیر سورہ مریم)

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو جھوٹ بولنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش کرنا کیونکر جائز تھا تو جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کم سن تھیں اسکے علاوہ اُن کا مقصود آنحضرت صلعم کو ایذا دینا نہین تھا۔ بلکہ جیسا کہ عورتین اپنی سوکنون کے مقابلہ مین رشک سے تدبیرین اختیار کرتی ہین۔ پس بالکل اسی طرح کی یہ بھی ایک ترکیب تھی۔

لیکن علامہ موصوف کا جواب تسلیم کرنا مشکل ہے اوّل تو یہ واقعہ ایلاء کے سلسلہ مین ہے جو سنہ ۹ ہجری مین واقع ہوا تھا اُسوقت حضرت عائشہ سترہ برس کی ہوچکی تھین۔ دوسرے اگر حضرت عائشہ کمسن تھین لیکن اور ازواج مطہرات جو اسمین شریک ہوئین وہ تو پوری عمر کی تھین خود حضرت حفصہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے وقت ۳۵ برس کی تھی۔ ہمارے نزدیک مغافیر کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی۔ تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ بد کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرتے تھے مغافیر کے پھولون مین اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہین۔ البتہ ازواج کا ایکا کرنا بظاہر محل اعتراض ہوسکتا ہو لیکن یہ کسی کا اعتقاد نہین ہو کہ ازواج مطہرات معصوم تھین۔ یا اپنے انجاح مطالب کے لیے جائز وسائل نہین اختیار کرتی تھین اُسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کردی کسی سے نہ کہنا۔ لیکن اُنھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا۔ اُسپر یہ آیت اُتری۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا ج فلما نبأت بہ واظہرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض ج فلما نبأہا بہ قالت من انبأک ہذا قال نبأنی العلیم الخبیر۔ (تحریم)

اور جب کہ پیغمبر نے اپنی بعض بیبیون سے راز کی بات کہی اور اُنھون نے فاش کردی تو پیغمبر نے اُسکا کچھ حصہ اُنسے کہا اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو اُنھون نے پوچھا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبر نے کہا مجھکو خداے علیم وخبیر نے خبر دی۔

شکر رنجیان بڑھتی گئین اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے باہم مظاہرہ کیا یعنی دونون نے ملکر اتفاق کیا کہ دونون ملکر زور ڈالین۔ اسپر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی شان مین یہ آیتین اُتریں

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولٰہ وجبریل

اگر تم دونو خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہوچکے ہین اور اگر اُنکے یعنی رسول اللہ صلعم کے مقابلہ مین ایکا کرو تو خدا اور جبریل

وصالح المومنین وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ — اور نیک مسلمان اور سکے بعد فرشتے رسول اللہ صلعم کے مددگار ہیں

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے ایکا کیا تھا وہ خاص تھے۔ لیکن توسع نفقہ کے تقاضے میں تمام ازواج مطہرات شریک تھیں۔ آنحضرت صلعم کے سکون خاطر میں یہ تنگ طلبی اسقدر خلل انداز ہوئی کہ آپنے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں آپ گھوڑے پر سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا آپ نے بالاخانہ پر تنہا نشینی اختیار کی واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دی اسکے بعد جو واقعات پیش آئے اُنکو ہم حضرت عمرؓ کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے دلچسپ اور پُراثر تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس بیان میں کچھ ابتدائی واقعات بھی آگئے ہیں جس سے اصل واقعہ پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری (اوس بن خولی یا عتبان بن مالک) ہمسایہ تھے۔ اذنوں کا ٹھا کہ ایک دن بیچ دیگر باری باری سے ہم دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ قریش کے لوگ عورتوں پر قابو رکھتے تھے اور اُن پر غالب رہتے تھے۔ لیکن جب مدینہ میں آئے تو یہاں انصار کی عورتیں مردوں پر غالب تھیں اُنکے انداز دیکھکر ہماری عورتوں نے بھی اُنکی تقلید شروع کی ایک دن میں نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا انھوں نے اُلٹکر جواب دیا۔ میں نے کہا تم میری بات کا جواب دیتی ہو۔ بولیں تم کیا ہو رسول اللہ صلعم کی بیویاں انکو برابر کا جواب دیتی ہیں یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دن دن بھر روٹھی رہتی ہیں۔ میں نے دلمیں کہا غضب ہو گیا اور اُٹھکر حفصہ (حضرت عمرؓ کی صاحبزادی اور آنحضرت صلعم کی زوجہ مطہرہ) کے پاس آیا اور پوچھا کیا تو واقعی رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روٹھی رہتی ہے۔ حفصہ نے اقرار کیا میں نے کہا تجھکو یہ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلعم کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے بخدا رسول میرا خیال کرتے ہیں ورنہ تجھکو طلاق دے چکے ہوتے۔

پھر میں اُم سلمہ رضؓ کے پاس گیا اُن سے بھی یہی شکایت کی۔ بولیں کہ عمر تم ہر معاملہ میں دخل دیتے ہو یہانتک کہ اب رسول اللہ اور اُن کی ازواج مطہرات کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے میں چُپ ہو گیا اور اُٹھکر چلا آیا۔

کچھ رات گئے میرے ہمسایہ انصاری باہر سے آئے۔ اور بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں گھبراکر اُٹھا اور دروازہ کھول پوچھا خیر ہے۔ انھوں نے کہا غضب ہو گیا۔ میں نے کہا کیا غسانی آگئے؟ بولے کہ نہیں اُس سے بھی بڑھکر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی۔ میں صبح کو مدینہ میں آیا آنحضرت صلعم کے پیچھے نماز فجر ادا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بالاخانہ میں تنہا جاکر

بیٹھ گئے مین حفصہ کے پاس آیا تو وہ بیٹھی رو رہی ہین۔ مین نے کہا مین نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا۔ حفصہ کے پاس سے اُٹھکر مسجد نبوی مین آیا۔ دیکھا کہ صحابہ پیغمبر کے پاس بیٹھے رو رہے ہین۔ مین اُن کے پاس بیٹھ گیا لیکن طبیعت کو سکون نہین ہوتا تھا۔ اُٹھکر بالاخانہ کے پاس آیا۔ اور رباح (خادم خاص) سے کہا کہ اطلاع کرد۔ لیکن آنحضرت صلعم نے کچھ جواب نہین دیا۔ مین اُٹھکر پھر مسجد نبوی مین چلا آیا اور پھر تھوڑی سی دیر کے بعد بالاخانے کے نیچے آیا۔ اور وہان سے دوبارہ اذن طلبی کی درخواست کی۔ جب کچھ جواب نہین ملا تو مین نے پکار کر کہا رباح۔ میرے لیے اذن مانگ۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ مین حفصہ کی سفارش کرنے آیا ہون۔ خدا کی قسم رسول اللہ فرمائین تو مین حفصہ کی گردن اُڑا دون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپ کھرّی چارپائی پر لیٹے ہین اور جسم مبارک پر بانون کے نشان پڑگئے ہین۔ اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے ایک کونے مین (کسی جانور کی تھی) ایک کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے۔ میری آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب پوچھا۔ مین نے عرض کی۔ اس سے بڑھکر رونے کا اور کیا موقع ہوگا۔ قیصر و کسرےٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہین اور پیغمبر ہو کر آپ کی یہ حالت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہین ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا لین اور ہم آخرت۔ مین نے عرض کی کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی؟ آپ نے کہا نہین۔ مین اللہ اکبر پکار اُٹھا۔ پھر عرض کی کہ مسجد مین تمام صحابہ مغموم بیٹھے ہین۔ اجازت ہو تو جاکر خبر کردون کہ واقعہ غلط ہے۔

چونکہ ایلاء کی مدت یعنے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ آپ بالاخانہ سے نیچے اُتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہوگئی اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی۔

یا ایّھا النّبی قل لازواجک ان کنتنّ	اے پیغمبر اپنی بیبیون سے کہدو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی
تردن الحیوۃ الدّنیا و زینتھا فتعالین امتّعکن	اور دنیا کا زیب اور آرائش مطلوب ہے تو آؤ۔ مین تم کو
واسرّحکن سراحا جمیلا وان کنتنّ تردن	رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کردون۔ اور اگر
اللہ ورسولہ والدّار الاٰخرۃ فان اللہ اعدّ	خدا اور رسول اور آخرت مطلوب ہے تو
للمحسنٰت منکنّ اجرا عظیما۔	خدا نے اپنے نیکوکار بندون کے لئے بڑا ثواب
(احزاب)	مہیا کر رکھا ہے

مہینہ ختم ہو چکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اُترے اور چونکہ ان تمام معاملات میں حضرت عائشہ پیش پیش تھیں اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا۔ اُنھون نے کہا مین سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسولؐ کو لیتی ہون تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

ایلاء، تخییر، مظاہرہ حفصہ و عائشہ۔ یہ واقعات عام طور پر اس طرح بیان کیے گئے ہین کہ گویا مختلف زمانہ کے واقعات ہین اور اُن سے ایک ظاہر بین یہ دھوکا کھاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ازواج سے ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ تینون واقعے ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیان ہین صحیح بخاری باب النکاح (باب موعظۃ الرجل لابنتہ) مین حضرت ابن عباس کی زبانی جو تفصیلی روایت ہے اس مین صاف تصریح ہے کہ مظاہرہ، ازواج مطہرات سے انعزال۔ افشاے راز۔ آیت تخییر کا نزول سب ایک ہی سلسلہ کے واقعات ہین۔ حافظ ابن حجر انعزال کے متعدد اسباب لکھکر لکھتے ہین۔

وھذا ھو اللائق بمکارم اخلاقہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وسعۃ صدرہ وکثرۃ صفحہ وان ذالک لم یقع منہ حتی تکرر موجبہ منھن۔	آنحضرت صلعم کے مکارم اخلاق کشادہ دلی اور کثرت عفو کی یہی مناسب تھا۔ اور آپ نے اُسوقت تک ایسا نہین کیا ہوگا جب تک اون (ازواج) سے اس قسم کی حرکتین متعدد بار ظہور پذیر نہ ہوئی ہون۔

فتح الباری جلد ۹ ص ۲۵۴

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جسکا اثر پرخطر تھا آیت مذکور یہ ہے۔

وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المومنین والملٰئکۃ بعد ذالک ظھیر۔	اور اگر وہ دونون (عائشہ و حفصہ) رسول کے برخلاف ایکا کرین تو خدا اُسکا مولی ہے جبریل اور نیک مسلمان اور ان سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہین۔

اس آیت مین تصریح ہے کہ اگر ان دونون کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو خدا جبریل اور نیک مسلمان اور اُن سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہین۔ روایتون سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی ہے اُسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین یا اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کر لی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دی جائین لیکن یہ ایسی کیا اہم

باتین تھین اور حضرت عائشہ اور حفصہ سے کسی قسم کی سازش ایسی کیا پُر خطر ہو سکتی تھی جسکی مدافعت کیلئے ملاءِ اعلےٰ کی اعانت کی ضرورت ہو۔ اس بنا پر بعضون نے قیاس کیا ہے کہ یہ مظاہرہ کوئی معمولی نہین تھا۔ مدینۂ منورہ مین منافقین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا جن کی تعداد چارسو تک بیان کی گئی ہے۔ یہ شریر النفس ہمیشہ اس تاک مین رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص مین پھوٹ ڈلوادین۔ ابن حجر نے اصابہ مین اُمّ جلدح کے حال مین لکھا ہے۔ وکانت تحرش بین ازواج النبی صلعم (وہ ازواج مطہرات کو برابر بھڑکایا کرتی تھی) ایک دفعہ افک کے واقعہ مین اُن کو کامیابی کی جھلک نظر آچکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ روز تک حضرت عائشہ سے کبیدہ خاطر رہے۔ حضرت حسان افک مین شریک ہوگئے تھے آنحضرت صلعم کی سالی حمنہ جو حضرت زینب کی بہن تھین سازش مین آگئی تھین۔ چنانچہ اس روایت کو علانیہ شہرت دیتی تھین۔ حضرت ابو بکر نے اپنے ایک قریبی عزیز مسطح کو جو شریک تہمت تھے۔ مالی اعانت سے محروم کردیا تھا غرض۔ اگر حضرت عائشہ کی براءت پر وحی نہ آتی تو ایک فتنۂ عظیم برپا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج کی کشش خاطر اور کبیدگی و تنگ طلبی کا حال منافقون کو معلوم ہوا تو ان بدنفسون نے اشتعال دیکر بھڑکایا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ اور حفصہ تھین اُن کو خیال ہوا ہوگا کہ اُن کے ذریعہ سے اُن کے والدین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو اس سازش مین شریک کر لینا ممکن ہے۔ لیکن انکو یہ معلوم نہ تھا کہ ابو بکر و عمر حضرت عائشہ و حفصہ کو رسولؐ کی خاک قدم پر قربان کرسکتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن نہ ملا تو اُنھون نے پکار کر کہا کہ اگر ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آؤن۔ آیت مین روئے سخن منافقین کی طرف ہے۔ یعنی اگر عائشہ و حفصہ سازش بھی کرین گی اور منافقین اُن سے کام لین گے تو خدا پیمبر کی اعانت کیلیے موجود ہے اور خدا کے ساتھ جبرئیل و ملائکہ بلکہ تمام عالم ہے۔

اسقدر رتمہ با مسلم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی۔ اختلاف اس مین ہے کہ وہ چیز کیا تھی؟ بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ ایک کنیز تھین جن کو عزیز مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بھیجا تھا ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جو راز حفصہ نے فاش کیا تھا۔ اُنھین ماریہ قبطیہ کا تھا۔ اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ہین لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مورخون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطہر اخلاق پر جو نکتہ گیریان کی ہین۔ ان کا گلِ سرسبد یہی ہے۔ اس لیے اُن سے تعرض کرنا ضروری ہے

اُن روایتوں میں واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ نہایت اختلاف ہے لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطوءۂ کنیزوں میں تھیں اور آنحضرت صلعم نے تو حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے اُن کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا - حافظ ابن حجر شرح صحیح بخاری تفسیر سورۂ تحریم میں لکھتے ہیں -

ووقع عند سعید بن منصور باسناد صحیح الی مسروق قال حلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحفصۃ لا یقرب منہ صہ ۵۰۳

اور سعید بن منصور سے بسند صحیح جو مسروق پر منتہی ہوتی ہے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ سے قسم کھائی کہ میں اپنی کنیز سے مقاربت نہ کروں گا -

اسکے بعد حافظ موصوف نے مسند ہیثم اور طبرانی سے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جنمیں سے ایک یہ ہے -

وللطبرانی من طریق الضحاک عن ابن عباس قال دخلت حفصۃ بیتھا فوجدۃ یطاء ماریۃ فعاتبتہ فتح الباری مطبوعہ مصر صہ ۵۰۳ جلد ۸

اور طبرانی نے ضحاک کے سلسلہ سے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت حفصہ اپنے گھر میں گئیں تو آنحضرت صلعم کو ماریہ کے ساتھ ہم بستر دیکھا اسپر اُنھوں نے آنحضرت صلعم پر عتاب کیا

ابن سعد اور واقدی نے اس روایت کو زیادہ بدنما پیرایوں میں نقل کیا ہے - ہم اُن کو قلم انداز کرتے ہیں - لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتیں محض افترا اور بہتان ہیں - علامہ عینی شرح صحیح بخاری باب النکاح جلد ۹ ص ۴۸۵ میں لکھتے ہیں -

والصحیح فی سبب نزول الآیۃ فی قصۃ العسل لا فی قصۃ ماریۃ المروی فی غیر الصحیحین وقال النووی ولم یات قصۃ ماریۃ من طریق صحیح

اور آیت کی شان کے باب میں صحیح روایت یہ ہے کہ وہ شہد کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے - ماریہ کے قصہ میں نہیں نازل ہوئی ہے جو صحیحین کے سوا اور کتابوں میں مذکور ہے - نووی نے کہا ہے کہ ماریہ کا قصہ کسی طریقہ سے صحیح نہیں ہے -

یہ حدیث تفسیر ابن جریر - طبرانی - مسند ہیثم میں مختلف طریقوں سے مروی ہے - ان کتابوں میں عموماً جس قسم کے رطب و یابس روایت میں مذکور ہیں اسکے لحاظ سے جب تک ان کی صحت کے متعلق کوئی خاص تصریح نہ ہو لائق التفات نہیں - حافظ ابن حجر نے ان میں ایک طریقہ کی توثیق کی ہے یعنی وہ روایت جس کے آخر راوی مسروق ہیں لیکن اولاً تو اس روایت میں ماریہ قبطیہ کا مطلق نام نہیں - صرف اسی قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس قسم کھالی کہ میں اپنی کنیز کے پاس نہ جاؤں گا اور وہ مجھپر حرام ہے -

علاوہ اس کے کہ مسروق تابعی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا اس لیے یہ حدیث اصول حدیث کے رو سے منقطع ہے یعنی اسکا سلسلہ سند صحابی تک نہیں پہونچتا - اس حدیث کے ایک اور طریقہ کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں صحیح کہا ہے - لیکن اس طریقہ کے ایک راوی عبد الملک رقاش ہیں جنکی نسبت دارقطنی نے لکھا ہے -

كثير الخطاء في الاسانيد والمتون — سندوں میں اور اصل الفاظ حدیث میں بہت خطا کرتے ہیں

الحديث يحدث من حفظه — مرویات میں بھولتے ہیں -

یہ امر مسلم ہے کہ ماریہ کی روایت صحاح ستہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں یہ بھی تسلیم ہے کہ سورۂ تحریم کا (کی) شان نزول میں جو صحیح بخاری اور مسلم میں مذکور ہے یعنی شہد کا واقعہ قطعی طریقہ سے ثابت ہے امام نووی نے جو ائمہ محدثین میں سے ہیں صاف تصریح کی ہے کہ ماریہ کے باب میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر نے جن طریقوں کو صحیح کہا - ان میں سے ایک منقطع اور دوسرے کا راوی کثیر الخطا ہے - ان واقعات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ روایت استناد کے قابل ہے یہ بحث اصول روایت کی بنا پر تھی - درایت کا لحاظ کیا جاوے تو مطلق کد و کاوش کی حاجت نہیں - جو رکیک واقعہ ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے وہ ایک معمولی آدمی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا نہ کہ اُس ذات پاک کی طرف جو تقدس و نزاہت کا پیکر تھا - سیرۃ النبی جلد ا ص ۳۹۰ - ۴۰۸ -

شبلی صاحب کی قلمکاریوں کا انکشاف

واقعۂ ایلاء کی یہ طول وطویل تفصیل ہے جو شبلی صاحب نے اپنے طریقۂ خاص سے قلمبند فرمائی ہے - اس کے متعلق ہمارے تنقیدی نظریات حسب ذیل ہیں -

تمہید میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی زاہدانہ معاشرت کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا گیا ہے اُس سے حرف بحرف مجھے اتفاق ہے لیکن آپ کے اس زاہدانہ اور پاک وپاکیزہ معاشرت کو بدنام کرنیوالی آپ کی وہ ایک بیبیاں تھیں جنکی تخصیص ان آیات قرآنی میں موجود ہے - ورنہ یہ تعمیم تمام افراد ازواج پر شامل ہوجاتی -

یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ ازواج نہ معصومہ نہ محفوظہ عن الخطاء اسلیے کہ ان سے بشریت کے تقاضے یا کبھی فطرت کے باعث سے افعال نا روا یا اعمال نا سزا صادر ہوجائیں تو کوئی تعجب انگیز وحیرت خیز نہیں اسکی نسبت اتنی گزارش ہے کہ ان کی فطرت وطبیعت سے تو واقعی تعجب انگیز نہیں لیکن اس اعتبار اختصاصی سے کہ یہ حضرات اتنی مدت تک شرف ملازمت اور اعزاز مجالست ومخالطت سے بھی مشرف ہوکر اپنی اخلاقی کمزوریوں کو درست

نہ غرما سکین البتہ حیرت خیز بھی ہے اور تعجب انگیز بھی۔

یہ بھی درست ہے کہ حضرت جویریہ رئیس بنی المصطلق کی اور حضرت صفیہ رئیس خیبر کی صاحبزادیاں تھین لیکن ان رئیس زادیون کے ساتھ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان۔ حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر اور حضرت حفصہ بنت حضرت عمر کو عرب کی شاہزادیون یا رئیس زادیون مین شامل کرنا صرف آپ کی خوش اعتقادیون کا اضافہ ہے۔ واقعیت سے اس کو سروکار نہین۔ حضرت ابوبکر کی کوئی امتیازی معرفت نہین کرائی گئی۔ لیکن ابوسفیان کی رئیس قبیلہ اور حضرت عمر فاروق اعظم ہونے کی معرفت اعزازی کرائی گئی ہے۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا بینا کار محقق ابوسفیان کی امارت کفر کے گزشتہ اقتدار کو اسلام کے موجودہ امتیاز سے مقابل اور مساوی کرنا چاہتا ہے۔ اگر قریش ہونیکی شرافت کا خیال ہے تو باعتبار شرافت نسبی کے جیسی ام حبیبہ تھین ویسی ہی جناب ام سلمہ۔ جناب سودہ اور جناب میمونہ۔ اور جناب زینب وغیرہن رضی اللہ عنہن۔ ابوجہل کی زندگی تک تو ابوسفیان کی امارت کا پتا نہین ہان احد سے حدیبیہ تک چار برس تک کفار قریش نے ان کو اپنا امیر مقرر کیا تھا۔

افسوس ہے آپ نے اپنی کتاب مین اس سے پہلے بھی اور اسوقت بھی ان کی امارت کا حوالہ دیکر اہل اسلام کو سخت مغالطہ دینا چاہا ہے اور اسی ابتداسے اپنے خلیفہ پنجم امیر معاویہ کی امارت کی خبر نکالنی چاہی ہے۔

اب رہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا امتیاز قبل اسلام عرب کے تمام کارنامے ان امتیازی تفصیل و بیان سے بالکل خالی ہین۔ ہان قریش سب لکھتے ہین جیسے یہ بزرگوار تھے ویسے اور تمام حضرات یہ امتیاز خاص کیا باقی رہا صدیق و فاروق اعظم ہونے کا امتیاز۔ یہ آپ کا خاص عطیہ ہے۔ اور اس کا آپ کو ہمیشہ ہر وقت اختیار ہے جسکو جو چاہین بنادین غیر اقوام و مذاہب کے محققین اسے کیون ماننے لگے۔ ہون گے تو آپ کے فاروق اعظم وہ کیون ماننے لگے۔ امتیاز و اعزاز مسلمہ ہونے چاہیئے اور انھین پر اظہار مفاخرت صحیح ہوتا ہے مثلاً حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ کے شاہزادیان ہونے مین کسیکو بھی عذر و کلام نہین۔ نہ اہل اسلام کو اس سے انکار ہے اور نہ غیر اقوام کو بخلاف ان کے حضرت عائشہ اور حفصہ کے جب نام لیے جائین گے تو وہ صاف صاف کہدین گے۔ یہ کہان کی شاہزادیان آئین؟ ہم کیا جانین صدیق اکبر کون تھے؟ اور فاروق اعظم کون؟

خیر۔ ہم اس مقام پر اس بحث کو کہ اصلی صدیق اکبر اور حقیقی فاروق اعظم زبان رسالت نے

کسے کہکر بتلایا ہے۔ اُٹھانا نہین چاہتے اور تھوڑی دیر کے لیے حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کو ڈسا سے عرب کے بڑے گھرون کی صاحبزادیان بھی تسلیم کر لیتے ہین تو کیا فائدہ؟ جو واقعات زیر بحث ہین ان مین ان دونون خواتین کی ایسی اخلاقی کمزوریان ثابت ہوتی ہین جنکی وجہ سے انکا شمار ادنیٰ کے متوسطی طبقات مین کیا جائیگا۔

آپ کا یہ لکھنا کہ بشریت کے اقتضا سے ان مین منافست بھی تھی اور حریف کے مقابلہ مین اپنے رتبہ اور شان کا بھی خیال رہتا تھا"

اگر یہ تصریح حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی نسبت ہو تو صحیح ہے۔ اس لیے کہ ان تمام واقعات کی مخاطب اصلی یہی ہین مگر آپ تو اس کو سخت مغالطہ دہی کے طریقہ سے تعمیم کے خاص پیرایہ مین لکھتے ہین جسسے دیکھنے والے سمجھ جائین کہ آنحضرت کی تمام بیبیان جنکے نام آپ نے خاص کر اپنی مغالطہ دہی کی ضرورت سے لکھے ہین ان عیوب مین مبتلا تھین۔ آپ کا تمام ازواج کو شامل کرنا تمام مسلمانون کو الفاظ وارشاد قرآنی کے خلاف دھوکا دینا ہے جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ بیان کہ ازواج مین سے ہرایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو شدید محبت تھی وہ سو باسا یہ ترابنی پسندم۔ کے حد تک پہونچی ہوئی تھی۔

رقابت کے فطرتی شائبہ محبت کے اعتبار تک تو صحیح ہے لیکن عام محبت کی حقیقت کو نہین ثابت کرتا اس مین تعمیم کا طریقہ بھی غلط ہے تخصیص چاہیے جنکو تھی انکو تھی جن کو نہین تھی انکو نہین تھی۔ اگر آنحضرت صلعم کے ساتھ سب کو محبت شدید بدرجہ مساوی ہوتی تو اتنے بڑے طول طویل داستان ناقابل بیان اور قضیہ نامرضیہ کی نوبت ہی کیون آتی۔ شبلی صاحب غضب کی جرأت کرتے ہین کہ تمام سیرت وتاریخ۔ تفسیر وحدیث کی مرویات کے خلاف واقعہ ایلا مین حضرت عائشہؓ وحفصہؓ کے ساتھ حق ناحق اور ازواج کو شامل بتلا کر خواہ مخواہ خدا کے گنہگار بنتے ہین۔

اسکے بعد آپ اس واقعہ کو اپنی خودغرضانہ ضرورت سے اپنے خاص الفاظ مین اختصار کے ساتھ لکھتے ہین۔

لیکن ہم اُسی کو تسلیم کر کے لکھتے ہین کہ مسلمان تو مسلمان غیر اقوام ومذاہب کے سنجیدہ اور فہمیدہ اشخاص اس قصہ کو آپ ہی کے الفاظ مین حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کی ان عیارانہ تدبیرون اور حیلون کی تفصیل کے ساتھ پڑھکر۔ اگرچہ وہ سوتیا ڈاہ (رقابت) ہی کے سبب کیون نہو کیا تعجب نہ کرینگے کہ رسول اللہ صلعم کے ایسے اشرف اولاد آدم رحمت عالم اور اخلاق مجسم کے گھر کی بیبیان ایسی ایسی حیلہ سازیون اور حرف بازیون مین مشاق تھین کہ انکو نہ جھوٹ بولنے مین کوئی تامل تھا اور نہ اپنے مقدس شوہر کے خلاف سازش کرنے مین

شرم تھی اور نہ اُس پر اتہام لگانے مین حجاب اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۔

علامہ عینی نے ان مشکلات کا حضرت عائشہ کی کمسنی کی بنا پر۔ عذر بدتر از گناہ نکالا ہے جسکو آپنے خود مسترد فرمادیا ہے اسلیے مجھکو اُسکی نسبت لکھنے کی ضرورت نہین مگر اتنی یاددہانی ضرور ہے کہ عینی صاحب حضرت حفصہ کے لیے کچھ بھی نکرسکے آپنے عینی صاحب کا جواب مسترد فرماکر اس واقعہ پر جو روشنی ڈالنا چاہی ہے اُسکے الفاظ یہ ہین۔

ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرسکتے تھے۔ مغافیر کی پھولون مین اگر کرختگی[1] ہو تو تعجب کی بات نہین۔

شبلی صاحب یہ سب کچھ صحیح کہ جناب سرور کائنات صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرسکتے تھے یعنی بدبو سے متنفر۔ خوشبو کے شایق۔ مغافیر کے پھولون مین کرختگی ہوتی ہے۔ لیکن شبلی صاحب یہ سمجھ مین نہین آتا۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین۔ کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے۔ ہم اکیلے نہین بلکہ خود آپکے مرقومہ الفاظ۔ آپکے تمام علما اُنکی تمام کتابین پکار رہی ہین کہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ جیسا کہ آپکے یہ خاص الفاظ بتلا رہے ہین ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ کو رشک ہوا حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صاحب ہمارے یا تمہارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپکے مُنھ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔"

کہیے شبلی صاحب۔ واقعیت کیا کہتی ہے حقیقت کیا بتلاتی ہے رسول اللہ صلعم زینب کے یہان سے شہد پی کر آئے تھے یا مغافیر کے پھولون کا شربت۔ اگر صرف شہد پی کر آئے تھے جیسا کہ آپ اور آپکے تمام علما لکھکر بتلاتے ہین تو آپ کی صدیقہ حضرت عائشہ جھوٹ بولین اور آپ بھی اُنکی برارت مین صریح جھوٹ بولے۔ اگر واقعی مغافیر کا شربت پی کر آنا ثابت ہے تو البتہ حضرت عائشہ کا قول اور آپ کی تاویل دونون صحیح ہین لیکن اسی کے ساتھ یہ مشکل آپڑتی ہے کہ بقول آپکے اگر مغافیر کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی۔ صحیح ہو تو پھر رسول اللہ صلعم کی یہ ناراضی اور ناگواری اور خدا وند عالم کی اعانت و مددگاری کی طول طویل تفصیل جو قرآن مجید کے ایک خاص سورہ مین مذکور ہے۔ بالکل بلا وجہ اور محض بےضرورت ہوجاتی ہے وان ھذا البعد الابعاد

---

[1] کرختگی۔ بدبو کی تعلیل بالمعنی ہے۔ مگر شبلی صاحب مغافیر کے اصل معنے کو کیا کرینگے جو ایک بدبودار پھول ہوتا ہے جسکو ہندوستان مین اندرائن کہتے ہین۔ المؤلف

شبلی صاحب کی ناحق کوشی اور حقیقت سے چشم پوشی۔ آخر کہان تک مغافیر کی نسبت تو آپنے مغالطہ دیکر جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش بھی کی لیکن ایکا کرنے اور سازش کرنے کی نسبت آپ سے بھی کچھ نہ چلی آخر چار و ناچار آپ کو بھی اس جرم کا اقرار کرنا ہی پڑا آپکے الفاظ یہ ہین۔

"البتہ ازواج کا ایکا کرنا بظاہر محل اعتراض ہوسکتا ہے" کمال افسوس ہے کہ اس اعتراف مین بھی آپنے پھر عام مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے اور ازواج کا لفظ عام لکھکر اسکی عمومیت سے بیجا فائدہ اُٹھانا چاہا ہے آپ ابتدا ہی سے اس بحث مین بار بار عام مغالطہ دہی کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہین اور ہم ہر ایک مقام پر آپ کی ان مغالطون کا انکشاف کرتے آتے اور بتلاتے آئے ہین کہ اس واقعہ مین سازش تھی ایکا تھا تہمت تھی۔ الزام تھا اور اتہام تھا وہ صرف حضرت عائشہ و حضرت حفصہ کا چنانچہ آپکے خاص الفاظ و عبارت ہم صرف انھین دونون خواتین کی صلاح و مشورہ اور حیلہ و تدبیر اوپر لکھ آئے ہین پھر آپ ایسا مجمل و مبہم لفظ کیون لکھتے ہین؟ اور ایسا خلاف واقع بیان کیون کرتے ہین؟ جو دیگر ازواج رسول مقبول صلعم کے شمول کا بھی محمول ہوسکتا ہے۔ آپ اگر حقیقت نگار محقق اور غیر جانبدار مورخ ہین تو تخصیص کر کے لکھتے انصاف و اظہار حق کے تو یہ معنی ہین کہ مجرمین مخصوصین کے نام لکھدیجئے کہ واقفیت عام ہوجائے۔ مگر نہین آپنے اپنی کمال حیلۃ القلبی اور ذووجہتی کی ترکیب سے ازواج کا مجمل و خاص لفظ رکھا ہے۔ جو دو سے لیکر دو ہزار ازواج کے لیے بھی مستعمل ہوسکتا ہے۔ اور مدعا یہ ہے کہ جب تعریض کرنے والے آپ پر اعتراض کرین تو آپ صاف صاف کہکر نکل جائین کہ ازواج کا لفظ انھین دونون خواتین کی نسبت آیا ہے اور اگر کوئی اعتراض نکرے اور نہ پوچھے تو مطلب اوّل حاصل ہے دنیا سمجھے گی کہ اس جرم کی یہی دو خواتین مجرم نہین ہین بلکہ تمام ازواج قصور مین شامل ہین۔ انصاف سے فرمائیے۔ مؤلف کے لیے یہ کیسی شرمناک تحریر ہے۔ اسکے آگے لکھا گیا ہے۔

اسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کردی کہ کسی سے نہ کہنا لیکن انھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا اسپر یہ آیت اُتری۔

اذا سر النبی الی بعض ازواجه	جبکہ پیغمبر ص نے اپنی بعض بی بیون سے راز کی بات
حدیثا فلما نبأت به واظهره الله علیه	کہی اور انھون نے فاش کردی اور خدا نے پیغمبر کو
عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نبأها به	اسکی خبر کردی تو پیغمبر ص نے اسکا کچھ حصہ اُن سے کہا

قالت من انباك هذا قال نبأ ني العليم الخبير.

اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو اُنھون نے کہا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبرؐ نے کہا مجھکو خدائے عالم وخبیر نے خبر دی۔

شکر رنجیان بڑھتی گئین اور حضرت عائشہ وحفصہ نے باہم مظاہرہ کیا یعنی دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دونون ملکر زور ڈالین۔ اُسپر حضرت عائیشہ اور حفصہ کی شان مین یہ آیتین اُترین۔ سیرۃ النبی

یہان سے شبلی صاحب نے گویا اپنی تمہید کی تفصیل مدعا شروع کی ہے اور آپنے اپنی قلم آرائیون سے اس واقعۂ ناشنوا کا یون سلسلہ قائم کرنا چاہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناگواری کی ابتدا ازواج کے مطالبات توسیع نفقات کے معاملہ سے شروع کی ہو۔

یہ آپ کا ایسا دعوی ہے جسکی کوئی دلیل آپنے پیش نہین کی ہو۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آپنے اُسکی تفصیل کسی روایت سے دکھلائی ہوتی کہ فلان وقت اور فلان مقام پر ازواج مطہرات نے انفرادًا یا اجمالًا اپنے اپنے نفقات کی رقمین بڑھانے کے لیے رسول اللہ صلعم کو اسقدر تنگ کیا جو آپ کی ملالت خاطر کا باعث ہوا اور یہ آیت اتری۔ آپنے اپنے اس دعوی کی تمہید کی تائید مین نہ کوئی ایسا واقعہ پیش کیا اور نہ کوئی روایت نقل کی پھر یہ ازواج رسول پر اتہام نہین ہوا تو کیا؟ ہم عرض کرتے ہین کہ یہ مطالبات بھی انھین دونون خواتین کی طرف سے ثابت ہوتے ہین۔ جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ یہ دونون (عائشہ وحفصہ) نے ملکر اسپر اتفاق کیا کہ دونون ملکر زور ڈالین خود آپکی گذشتہ عبارت اقرار واعتراف کے خلاف ہے۔ آپ اوپر لکھ چکے ہین کہ ان دونون کا اتفاق تو نئے مغافیر کہنے کے لیے ہوا تھا۔ پھر یہان نفقہ کے اضافہ کے لیے کیسے ہو جائیگا۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ شبلی صاحب اپنی قلمکاریون کی تیاریون کے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے۔

اسکے آگے آپ نے یہ آیت لکھی ہے جو حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان مین اتری ہو۔

ان تتوبا الى الله فقد صغت قلوبكما وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المومنين والملئكة بعد ذلك ظهير۔

اگر تم دونون خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہو چکے ہین اور اگر ان (یعنی رسول) کے مقابلہ مین ایکا کرو تو خدا اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور سب کے بعد خدا کے فرشتے رسول اللہ صلعم کے معین ومددگار ہین

اسکے بعد یون خامہ فرسائی فرمائی گئی ہو۔

حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے انکار کیا تھا وہ خاص تھے۔

خیر یہ تو بہت ہی غنیمت ہے کہ آپ نے اپنی تیار کردہ خلط بحث اور معجون مرکب کی اس مقام پر صفائی کر دی یہ آپ کی توفیق تو تھی ہی نہیں۔ بلکہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی جو کسی سے چھپائے چھپ ہی نہ سکی۔ چھپنے کی اس مقام پر کیا اس سلسلہ کے اکثر مقامات پر ایسے ہی حقیقت اپنا کام کر گئی ہے اور آپ چھپاتے ہی رہ گئے ہیں۔ میں نے ان مجادلات میں تمام ایسے مقامات پر آپ کو بتلا دیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ اسے کسی طرح چھپا ہی نہیں سکتے تھے اب دیکھیے کہ آپ ہی کے اقرار و اعتراف سے خود ثابت ہو گیا کہ حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات میں ایکا کیا تھا وہ خاص تھے اور قرآن مجید میں اسی ایکے اور سازش کا ذکر ہے اور اسی ارتکاب جرم میں سورہ کا سورہ عتاب انگیز خطابات میں نازل فرمایا گیا ہے۔ تو آپ اور آپ کے مؤیدین اور تمام انصاف پسند ناظرین بتلا دیں کہ جب یہ جرم انھیں دونوں خواتین کے تھے اور یہ معاملات خاص انھیں کے تھے تو پھر دوسری ازواج مطہرات کو سمیٹنا اور انکی خانہ داری کی خفیف شکایتوں کو بھی اسی سلسلہ میں لپیٹنا کسی دیانت دار اور غیر جانبدار محقق کا کام ہو سکتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس اعتراف کے بعد بھی شبلی صاحب اپنی عادت خاص سے باز نہیں آتے۔ اور اسی مغالطہ دہی کے قدیم طریقہ سے کام لیتے ہیں۔ اور حقیقتاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی برات کے لیے سوائے ان حیلۃ القلیون کے آپ کے پاس نہ کوئی دوسرا ذریعہ ہے اور نہ وسیلہ چنانچہ اسکے بعد لکھا جاتا ہے

لیکن توسیع نفقہ کے تقاضہ میں تمام ازواج شریک تھیں۔

میں کہتا ہوں ہوا کریں۔ اس سے کیا۔ قرآن میں تو جو وہ فرد جرم قائم ہے وہ آپ کے اعتراف کے مطابق انھیں دونوں خواتین خاص کے متعلق ہے اور جو وجہ اور صورت بیان کی گئی ہے وہ آپ کے اقرار کے موافق انھیں دونوں کا ایکا ہے۔ اور وہ ایکا بھی آپ ہی کی تحریر کے رو سے انھیں کے خاص معاملات تھے تو پھر اس تخصیص تفصیل و تشریح کے بعد توسیع نفقہ کے تقاضہ کا ذکر تعمیم جو نہ کہیں قرآن کے ان آیات میں مذکور ہے اور نہ مسطور خواہ مخواہ بار بار بلا ضرورت سلسلہ بحث میں داخل کرنا۔ آپکی صریح مغالطہ دہی اور حضرت عائشہ و حفصہ کی کھلی کھلی جنبہ داری نہیں تو اور کیا ہے؟

اس سے بڑھکر تو قیامت کی تحریف آپنے اس آیت کے ترجمہ میں کی ہے۔ صغت قلوبکما کے معنی لکھے ہیں۔ تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں۔ نہیں معلوم صغت کے یہ معنی معکوس آپ نے عربی کی کس لغت میں دیکھے ہیں صغت کے معنی بطور مسلمہ کج ہو جانے کے متقدمین سے لیکر متاخرین تک

سب نے لکھے ہین اور بتلاتے ہین - ایک آپ ہی قرآن کے ترجمہ کرنے والے نہین ہین اور نہ عربی کے اُردو مین معنی بتلانے والے سب کو جانے دیجیے۔ آپکے ہم ترانہ وہم نوا۔ ہم خیال وہم ہوا شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب نے اس فقرہ قرآنی کا یہی ترجمہ کیا ہے - ملاحظہ ہون انکے الفاظ -

تم دونون نے کج روائی اختیار کی ہو　　قرآن مترجم مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۸۹۵

اگرچہ یہ بھی لفظی ترجمہ نہین ہوا لیکن مفہوم درست وصحیح ہے آپنے تو ترجمہ مین صریح تحریف کی ہو لفظ کے اصلی معنی ہی بدل دیے اور مطلب خداوندی ہی کو معکوس کردیا غضب کی دلیری ہے اور قیامت کی جسارت

ع تو کارِ زمین را نکو ساختی　　کہ بر آسمان نیز پرداختی

لفظی ترجمہ یہ ہوا۔ ٹیڑھے دل ہو گئے ہین تم دونون کے ۔ آپ اسکی جگہ بتلاتے ہین "تم دونون کے دل مائل ہو چکے ہین " معاذ اللہ مطالب قرآنی اور مقاصد ربانی کے سیدھے معانی کو الٹا کردیا اس نقلاب کا کہین ٹھکانا ہو اور اس معصیت کی کوئی حد ہو

شبلی صاحب کا اس آیہ کے اصلی مخاطب اور اُنکے عملیات کو لکھ لکھ کر مکر جانا اور اتنے اعتراف کے بعد پھر انحراف کر جانا بھی قابل تنقید ضرور ہے اسلیے کہ آپ ان ترکیبون سے ڈھکے پردے سائر ازواج کو اُسکے مفہوم مین سمیٹے لیتے ہین اور سلف صالحین سے لیکر اسوقت تک کے علما و محدثین کے مسلمات مطالب ومعانی کے خلاف ایک جداگانہ مطالب ومعانی بتلانا چاہتے ہین - اب ہم آپکو اُس آیہ کے معنی اور اُسکے مخاطب اصلی کی تصدیق خاص حضرت عمر کی زبانی دکھلا دیتے ہین جسکے بعد ہمکو یقین ہے کہ پھر آپ کو یا آپکے مؤیدین ومعتقدین مین سے کسی فرد واحد کو اسکے غلط معنی لگانے پر آیندہ جرأت نہوسکے گی - دیکھیے امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور مین صحیحین کے حوالے سے اس آیہ کے تحت مین لکھا ہو

اخرج البخاری و مسلم و الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لم ازل حریصا علی ان اسأل عمر رضی اللہ عنہ عن امرأتین من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللتین قال اللہ تعالیٰ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما حتی حج عمر و حججت معہ فلما کان ببعض الطریق عدل عمر

بخاری مسلم اور ترمذی وغیرہم نے ابن عباس کی روایت کی ہے کہ مین ہمیشہ اس بات کو حضرت عمر سے دریافت کرنے کی خواہش رکھتا تھا کہ ازواج رسول مین سے وہ کون دو عورتین ہین جنکی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین فرمایا ہے کہ تم توبہ کرو تمھارے دل ٹیڑھے ہو گئے مگر موقع دریافت کرنیکا نہین ملتا تھا - اتفاقاً ایک بار سفر حج مین میرا اور حضرت عمر کا ساتھ ہو گیا -

وعدلت معہ بالاداوۃ فبرز ثم اتی فصببت علی یدیہ فتوضأ فقلت یا امیر المومنین من المرأتان من ازواج النبی اللتان قال اللہ تعالیٰ لھما ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما فقال واعجبا لک یابن عباس ھما عائشۃ وحفصۃ

(بحوالہ احمدی ص ۸۷)

واپسی کے وقت اثنائے راہ میں حضرت عمر حسب ضرورت پیچھے پھرے تو مین بھی انکے ساتھ ظرف آب لیے ہوئے پھر احضرت عمر رفع ضرورت کے لیے گئے اور جب آئے تو مین نے انکے ہاتھون پر پانی ڈالا انھون نے وضو کیا۔ اسوقت مین نے پوچھا یا امیر المومنین ازواج رسول صلعم مین وہ دو عورتین کون ہین جنکے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ توبہ کرو تم دونون کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہین حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابن عباس تعجب ہے کہ تم نہین جانتے ہو۔ وہ دونون عورتین عائشہ وحفصہ ہین -

اس کے بعد شبلی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواج سے کنارہ کش ہوجانا پھر زخم ساق پا کی وجہ سے بالاخانہ پر تنہا نشین ہو جانا بیان کرتے ہین -

ازواج سے مہینہ بھر علیحدہ رہنے کا واقعہ تو مسلم ہے لیکن انھین دنون آپکے ساق پا پر زخم لگنے کی روایت میری نظر سے نہین گذری اور آپنے حوالہ بھی نہین دیا حاشیہ کی عبارت مین بھی صرف مشربہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر روشنی ڈالی گئی ہے اسلیے تا وقتیکہ اصل ماخذ کی عبارت نہ دیکھی جائے یہ معلوم ہونا دشوار ہے کہ آنحضرت صلعم حقیقتاً اُن دنون زخمی ہوے تھے یا نہین -

اسکے بعد شبلی صاحب حضرت عمر کی پُر اثر اور دلچسپ نقل بیان کرتے ہین جسمین اُنکے ازواج کے طلاق کی خبر سنکر اضطراب والتھاب کی تفصیل ہے اور پھر بار بار کی التجائے بے انتہا کے بعد خدمت رسالت مین اُنکی باریابی اور پھر عدم طلاق ازواج کا مژدہ سنکر موصوف کی لا انتہا مسرت۔ آنحضرت صلعم کی ازواج کو معافی اور بالاخانہ سے آنحضرت صلعم کی تشریف آوری قلمبند ہے -

قبل اسکے کہ ہم اس واقعہ حضرت عمر کے عملیات پر نظر ڈالین ہم اس واقعہ کے ابتدائی حصہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہین جس سے آپنے اصل معاملہ پر روشنی پڑنے کا یقین کیا ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے اسے کیون لکھا؟ کیونکہ یہ واقعہ آپکے مفید مطلب نہین ہوتا اسلیے کہ اسکی تفصیلات سے آپکے اس مختار کی کہ ایلا کے اسباب وقوع مین سب ازواج تھوڑی بہت شریک تھین اور قریب قریب سب حضرت رسول مین شوخی و گستاخی سے مخاطبہ و مکالمہ کرتی تھین۔ پوری تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ ابتدائی حصہ واقعہ سے تو صرف حضرت حفصہ کی شوخ طبعی اور تیز کلامی کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ اُنکے والد ماجد اپنی زوجہ سے صاحبزادی کی گستاخیون کی خبر پاکر

اُسکے پاس خود جاتے ہین اور حقیقت حال بیان فرماتے ہین صاحبزادی خود اقرار کرتی ہین آنجناب انکے بیان کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین ۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ مین حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تو واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رات بھر روٹھی رہتی ہے حفصہ نے اقرار کیا مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسول کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے بخدا رسول اللہ صلعم میرا خیال کرتے ہین ورنہ تجھکو طلاق دیچکے ہوتے ۔

والدین کی زبانی اور خود حضرت حفصہ کے اعتراف سے خدمت رسول مین اُنکی شوخیان اور گستاخیان ثابت ہین اور روٹھنے اور مُنھ پھلا کر بیٹھ رہنے کی تنک مزاجیان اُنکے ساتھ لاابالیاں تو ثابت ہو جاتا ہی کہ ان تمام ناگفتہ بہ واقعات کا باعث فساد کون ہے ؟ وہی حفصہ ! انکے ساتھ حضرت عائشہ کی مشارکت نے سونے مین سہاگہ کا کام دیدیا ۔ اور باہمی دونون کی مشارکت ومشورت نے اس دائرہ فساد اور نائرہ عناد کو وسعت دیکر صاف صاف سازش کی پُرخطر صورت قائم کردی جسکی تنبیہ وتفصیل جناب باری عزاسمہ کو بالآخر قرآن مجید مین فرمانی ہوئی چونکہ سب جانتے تھے کہ صرف حضرت حفصہ کی سو مزاجی سے یہ بات بڑھی ہے اور یہ فساد اُٹھا ہے اس لیے حضرت عمر پر یہ اضطرابی حالت اور انتہائی کیفیت خاص طاری تھی جیسا کہ موصوف کا بار بار خدمت رسول مین جانا ۔ اذن حاضری مانگنا ۔ غیر ماذون ہو کر مایوسانہ طریقہ سے مسجد مین واپس آنا ۔ پھر مضطرب ہو کر وہان سے دولت سرائے نبوت پر جانا ۔ خود اُنکی زبانی نقل فرمایا ۔ اسی سے ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا کہ بخلاف اور صحابہ کرام کے ۔ صرف آپ ہی کو اس خبر طلاق ازداج کی کیون فکر پڑی تھی ۔ اور کیون اتنا تردد وانتشار لاحق حال تھا ؟ اسکی وجہ وہی حضرت حفصہ کا خاص الخاص باعث فساد ہونا ۔ اور اسکی اہمیت کو وہ خاص طور پر خود جانتے تھے ۔ چنانچہ بقول شبلی صاحب کے وہ خود حفصہ کے مُنھ پر کہہ چکے تھے کہ رسول اللہ صلعم کو تو صرف میرا خیال ہو ورنہ تجھے طلاق دیچکے ہوتے جب حضرت عمر خود اپنی زبانی صاحبزادی کی یہ ثناخوانی فرماتے ہین تو اب مجھکو یا کسی دوسرے کو اسکے متعلق زیادہ تشریح کی ضرورت نہین ۔

اب ہم حضرت عمر کے خاص عملیات پر نظر ڈالتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ اس امر خاص مین جناب کا منصب تو بہت ہی نازک تھا ۔ کیونکہ ایک طرف لڑکی تھی تو ایک طرف داماد ۔ داماد بھی کون ؟ جسکی طاعت وفرمانبرداری کا قلادہ آپکی گردن مین تھا ۔ اگر لڑکی کی محبت زنجیر پا تھی تو داماد کیطرف سے اطیعوا الرسول کی ہتکڑی لگی تھی ۔ ایسی حالت مین جناب کو سوائے سکوت کے اور کچھ بھی نکرنا تھا ۔ اس موقع پر آپ کو حضرت

ابوبکر کے طرز عمل کی تقلید ضروری تھی۔ دیکھئے وہ بزرگوار۔ باوجودیکہ انکی صاحبزادی حضرت عائشہ بھی اسی مرض مین مبتلا تھین۔ مگر جناب موصوف معاملہ کی نزاکت۔ واقعہ کی رکاکت اور اپنے منصب کی خصوصیت کو سمجھکر خموش بیٹھے رہے۔ جیسا کہ جناب خود چشم دید فرماتے ہین کہ مسجد مین دیگر صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اور حقیقتاً اسکے سوا اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ لیکن انکے طرز عمل کے خلاف آپ ادھر سے ادھر وارفتہ و سرگشتہ پھر رہے تھے جب درد نہین سر مین تو دردسری کیسی۔

ہم نے عرب کے قدیم و جدید تمدن اور معاشرت کے احوال مین کسی مرد شریف کو زن و شو کے خاص معاملات مین عام اس سے کہ وہ اپنی بیٹی اور داماد ہی کیون نہون ایسی مضطربانہ مداخلت کرتے ہوئے نہ دیکھا ہے نہ پڑھا ہے اور نہ سنا ہے حضرت عمر نے اس بشیرانہ مداخلت پر اتنی جرأت کر لی کہ حضرت ام سلمہ سے بھی دریافت کرنے چلے گئے لیکن اس مشہور غیور محترمہ نے گر بہ راکشتن روز اول کے زرین اصول کو اسی وقت ان سے ڈانٹ کر کہدیا۔ عمر۔ تم ہر معاملے مین دخل دیتے دیتے اب رسول اللہ اور انکے ازواج کے معاملات مین بھی دخل دینے لگے۔ یہ سنکر حضرت عمر خموش ہوگئے اور چلے آئے۔ سیرۃ النبی جلد اول

حضرت عمر کی اس بشیرانہ اور وارفتارانہ مداخلت کے ثبوت مین ایک یہی واقعہ کافی ہے جسکو ام المومنین حضرت ام سلمہ کا پایۂ اعتراز تو بہت ہی عالی ہے ایک معمولی درجہ کا شریف شخص بھی پسند نکریگا اگر آپ کی اس مداخلت بیجا مین جواز کا کچھ بھی جزو ہوتا۔ یا مناسبت و موزونیت کا کوئی پہلو ہوتا تو حضرت عمر کے ایسا آدمی ایک عورت (ام سلمہ) کی ڈانٹ سے نہ بھاگ جاتا۔ ان سے نہین تو دوسری ازواج کے پاس جاتے اور پوچھ گچھ کرتے آپ کی اس موقع پر خاموشی اور گریز پائی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ جناب موصوف اپنے طرز عمل کی کمزوری کو خود سمجھ رہے تھے۔

شبلی صاحب یہان بھی اپنی خود غرضانہ مغالطہ دہی سے نہ چوکے۔ آپ نے حضرت ام سلمہ کی اس جرأت کو ایسے الفاظ و عبارت مین بیان کیا ہے کہ نعوذ باللہ محترمہ موصوفہ کے اوپر بھی اس امر مین شرکت کا شبہ پیدا ہو جاسکے کیونکہ ابتدا ہی سے آپ اس واقعہ مین کسی نہ کسی طرح تمام ازواج کو شامل کرنیکی کوشش فرما رہے ہین اور ہم ان تمام مقامات پر جہان جہان اس مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے آپ کی ان قلمکاریون کی تردید و تنقید کردی ہے۔ اسیطرح پھر آپ کو لکھکر بتلائے دیتے ہین کہ تاوقتیکہ قرآن مجید سے آپ کی ضمیر جو مخصوص دو عورتون کی تخصیص پر شاہد ہے۔ محو نہ فرمالین گے آپ کی یہ ترکیب نہ چلے گی اور کوئی سچا مسلمان آپکے اس سفید جھوٹ کو نہ مانے گا۔

اس کے بعد شبلی صاحب نے آیۂ تخییر لکھکر گویا اس قضیہ نامرضیہ کو (گو نا مکمل ہی سہی اور غیر مفصل) ختم فرمایا ہے - آیۂ تخییر یہ ہے -

یاایہاالنبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاجمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدارالاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات اجرا عظیما -

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور دنیا کا زیب و آرائش مطلوب ہے تو آؤ مین تکو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کر دون اور اگر خدا اور خدا کا رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکوکار بندوں کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے -

اس آیت کو لکھکر آپ اس واقعۂ ناگفتہ بہ کو مفصلۂ ذیل عبارت مین تمام کیے دیتے ہین

اس آیت کے روسے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرمادین کہ دو چیزین تمھارے سامنے ہین دنیا و آخرت اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ ہم تمھین رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کردین اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی زندگانی چاہتی ہو تو خدا نے نیکوکارون کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہو مہینہ ختم ہو چکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اُترے اور چونکہ ان تمام معاملات مین حضرت عائشہ پیش پیش تھین انکے پاس تشریف لیگئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا اور انھون نے کہا کہ مین سب کچھ چھوڑکر خدا اور رسول کو لیتی ہون تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیے

سیرۃ النبی جلد اول

اچھا قصہ ختم ہوا مگر بات اتنی رہ جاتی ہے کہ دیکھنے والے اور پڑھنے والے دیکھکر اور پڑھکر سمجھین گے اور سمجھکر پوچھین گے کہ سورۂ تحریم جس کا نزول ۹ھ ہجری مین ہوا اُس کے تصفیہ اور صلح جانبین کی خبر اور اُس کا حکم سورۂ احزاب سے دکھلایا جاتا ہے جو اوائل ۵ھ ہجری مین نازل ہوا تھا تو گویا واقعہ سے پہلے حکم واقعہ لکھکر رکھ لیا گیا تھا اسکا کوئی جواب نہین ہو سکتا سوا اسکے کہ جمع قرآن کی بے ترتیبی پیش کی جائے - لیکن یہ ترکیب ایک شاخ در شاخ کی صورت مین حضرات جامعین قرآن پر اور حضرت عثمان پر خصوصاً سخت الزام لائے گی اور عیسائی معترضین کو ایک دوسرا پہلو اعتراض کا بتلائے گی -

ہم جانتے ہین کہ یہ شبلی صاحب کی ایجاد یا خاص طبعزاد نہین بلکہ بہت قدیم ترکیب ہے جو بڑے غور وخوض کے بعد بڑے بڑے بیناکار ... عاقبت بین اور مآل اندیش محدثین نے حضرت حفصہ و عائشہ کی تذنیب کو

تخییر کے درجہ تعدیل تک اُتار لانے کی غرض خاص سے عمل مین لائی گئی ہے اور حقیقتاً یہ ترکیب و ترتیب عملی صورت مین نہ لائی گئی اور احزاب کی آیت تحریم کی آیت نہ ٹھہرائی جاتی توان دونون خواتین کی بدنامی ہلکی ہو ہی نہین سکتی تھی۔ اس ضرورت و مجبوری سے آپ کے محدثین نے یہ ترکیب نکالی۔

سواد اعظم اہلسنت کے محدثین تو اس بے جوڑ قافیہ وا نے نظم استدلال کے موافق اس آیت کو حضرت عائشہ اور حفصہ کی حمایت و مدافعت الزام مین سپر بناتے ہین۔ لیکن جب اُنکے سوا اسلام کے دوسرے فرقون کی کتابون مین اس آیت کی شان نزول اور حقیقت حال تلاش کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے اسکو کوئی واسطہ نہین ہے بلکہ اس آیۂ تخییر کا نزول اس واقعہ سے تقریباً دو برس پہلے ہو چکا ہے جس کی واقعیت اور کیفیت اس آیۂ وافی ہدایہ کی سیاق عبارت سے بالکل مطابق پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حیات القلوب جلد دوم مین ہے۔

علی ابن ابراہیم روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول از جنگ خیبر مراجعت نمود، گنج ابی الحقیق بدست آنحضرتؐ آمدہ بود۔ زنان آنحضرت صلعم گفتند کہ آنچہ یافتی ازین غنیمت بما بدہ۔ فرمود کہ قسمت کردم ہمہ او رمیان مسلمانان چنانچہ حقتعالیٰ امر کردہ بود پس زنان بغضب آمدند و گفتند شاید تو گمان می بری اگر مارا طلاق بگوئی ما کفو خود را از قوم خویش نخواہیم یافت کہ مارا تزویج نمایند پس حقتعالیٰ غیرت نمود برائے پیغمبر خود و امر نمود آنحضرت صلعم را کہ از ایشان کنارہ کند و در غرفہ مادر ابراہیم ساکن شود پس حضرت از ایشان اعتزال نمود و در غرفہ مادر ابراہیم کہ در نزدیک مسجد قبا واقع است ساکن شد تا زنان حائض شدند یعنی یک ماہ پس حق تعالیٰ این آیۂ تخییر فرستاد یا ایہا النبی قل لازواجک الخ پس چون آنجناب این آیہ را خواند۔ اول ام سلمہ برخاست و گفت من اختیار کردم خدا و رسول و آخرت را بر دنیا پس بعد از و ہمہ برخاستند و دست در گردن حضرت

علی ابن ابراہیم سے مروی ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلعم جنگ خیبر سے واپس ہوئے اور ابی الحقیق رئیس خیبر کی دولت آپ کو دستیاب ہوئی تو آپ کی ازواج نے آپ سے عرض کی کہ اس مال غنیمت سے کچھ ہمین بھی دیا جائے آپنے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ملا تھا وہ حکم خدا کے موافق مین نے تمام مسلمانون پر تقسیم کر دیا اسپر آپ کی ازواج کو بہت ملال ہوا اُن لوگون نے جواب مین کہا کہ شاید آپ کا گمان ہے کہ اگر آپ ہم کو طلاق دین گے تو ہمارے قبیلہ مین سے کوئی دوسرا شخص نکاح کرنے کے لیے ہمکو نہین ملےگا۔ انکا یہ کلام شان رسالت کی غیرت کے لحاظ سے جناب احدیت کو بہت ناگوار ہوا اور جناب رسولخدا صلعم کو حکم ہوا کہ ازواج سے کنارہ کشی کیجائے اور مادر ابراہیم کے غرفہ مین سکونت اختیار فرمائی جاوے اس حکم کے موافق آنحضرت صلعم نے غرفہ مادر ابراہیم مین جو مسجد قبا کے نزدیک واقع تھا سکونت اختیار کی یہانتک کہ ازواج کو ضرورت نسائیہ لاحق ہوگئی یعنی ایک ماہ کامل مدت تمام ہوگئی تو آیت تخییر نازل ہوگئی

آوردند و ہمہ آنچہ ام سلمہؓ گفتہ بود گفتند پس حق تعالی حکم فرستاد ترجی من تشاء منھن و تؤوی الیک من تشاء یعنی دور میگردانی وطلاق میگوئی ہر کسے را کہ میخواہی از ایشان و پناہ میدہی و در نکاح میگزاری ہر کرا کہ میخواہی پس حق تعالی خطاب کرد زنان آنحضرت صلعم را یانساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذالک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ و رسولہ وتعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریما۔

یعنی اے زنان پیغمبر ہر کہ از شما اتیان کند گناہ بسیار۔ بد او رسوائی دو چندان می شود عذاب او و این طور عذاب کردن بر خدا تعالی بسیار سہل است و ہر کہ قانت و مطیع گردد از شما برائے خدا و رسول و عمل شایستہ بکند عطا میکنم مزد او را باو و مہیا میکنم برائے او روزی نیکو۔ ص ۳۲۷

یعنے کہدو اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہ اگر تمکو دنیا و عیش دنیا مطلوب ہے تا آخر آیہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیہ تلاوت فرمایا تو سب سے پہلے حضرت ام سلمہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں نے خدا اور رسولؐ کو دنیا پر ترجیح دیکر اختیار کیا اس کے بعد پھر تمام ازواج نے آپ کے گلوے مبارک میں ہاتھ ڈال کر وہی کہا جو ام سلمہؓ فرما چکی تھیں۔ پھر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ اے رسول باینہمہ تمھیں اختیار ہے ان میں سے جسے چاہو طلاق دیدو اور جس کو چاہو اسے اپنے نکاح میں باقی رکھکر اپنی پناہ و محافظت میں باقی رکھو اس کے بعد ازواج کو خاص طور پر یوں خطاب تاکیدی فرمایا گیا (یاد رکھو) اے ازواج رسول اگر تم میں سے کوئی عورت گناہ فاحش کی مرتکب ہوئی تو اس کو آخرت میں دوگونہ عذاب دیا جائیگا اور یہ عذاب دینا خدا کے لیے بالکل سہل و آسان ہے۔ اور تم میں جو خدا و رسول کی مطیع رہے گی اور نیک اعمال بجا لائے گی ہم اس کو دوگونہ اجر عطا فرمائیں گے اور اس کے لیے نیک روزی بھی مہیا کرینگے

ہم نے اس روایت کو شیعہ کتاب سے لکھا ہے لیکن تفاسیر اہلسنت کے مرقومات سے ملا کر محدثین اہل سنت نے اپنی مرقومہ بالا خود غرضی سے اسکی شان نزول کو واقعہ تحریم کے متعلق بتلایا ہے۔ شبلی صاحب نے تقلیداً انھیں کے مختار کو نقل فرمایا ہی حالانکہ واقعیت اور موقع نزول دونوں اعتبار سے بالکل خلاف ہی۔ واقعیت اسطرح خلاف ہے کہ سورۂ تحریم میں آنحضرت صلعم کی نسبت کسی شے کے حرام کر لینے کا ذکر ہے جو آپنے اپنے ازواج کی خاطر سے حرام کر لی تھی یا حرام کر لینی منظور فرمائی تھی۔ اس آیۂ تخییر میں حرمت و حلت شے کا کوئی ذکر ہی نہیں صاف صاف توسعۂ آذوقہ اور اضافہ نفقہ کی طرف اشارت خاص ثابت ہی جو کسی انصاف پسند محقق کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ وقت نزول کے اعتبار سے یوں خلاف ہے کہ آیۂ تحریم سنہ کے اوائل میں نازل ہوا ہے اور آیۂ تخییر باتفاق جمہور اعزوہ

بنی المصطلق کے بعد اور واقعۂ افک کے قریب سنہ ہجری میں نازل ہوا ہے ~ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو جانتے ہیں۔ چنانچہ اپنی عبارت حاشیہ صفحہ ۱۰۴ میں چھپے ڈھکے یوں تحریر فرماتے ہیں

بالاخانہ کے لیے احادیث میں مشربہ کا لفظ آیا ہے۔ مشربہ کے نام سے زیادہ تر مشربہ ام ابراہیم (ماریہ) مشہور ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہہ ہوا ہے کہ یہ وہی بالاخانہ تھا لیکن یہ قطعی غلط ہے مشربہ ام ابراہیم مدینہ سے باہر واقع تھا۔

روایت مذکورہ بالا میں غرفۂ ام ابراہیم کا مسجد قبا کے نزدیک جو مدینہ کے بالائی حصہ میں ہے واقع ہونا صاف صاف لکھا ہے مگر شبلی صاحب ایسے کیا ہیں جو اس مشربہ یا غرفہ میں آپ کی عزلت گزینی کے حالات لکھ کر اپنے اسلاف کی قلمکاریوں کی قلعی کھولیں لیکن ~ عاقلان را اشارہ کافیست۔ ایک سمجھدار شخص آپ ہی کی تحریر سے اتنا تو ضرور سمجھ جائیگا کہ اس غرفہ (ام ابراہیم) پر بھی آپ کی عزلت گزینی کا ایک زمانہ اور موقع گزر چکا ہے۔ تب بھی آپ لکھتے ہیں کہ اس سے بعض لوگوں کو شبہہ ہوا ہے کہ یہ وہی بالاخانہ تھا۔ اب انصاف پسند ناظرین اور حقیقت امر کے محققین روایت مذکورۂ بالا کی مطابقت اور اُن کی مناسبت کو شبلی صاحب کی اس مبہم اشارت سے یکجا و مقابل کرکے خود سمجھ لیں کہ حقیقت اور واقعیت کیا ہے اور دنیا کے خود غرضوں نے کہاں کا جوڑ کہاں ملایا ہے۔ زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اسی سورۂ تحریم میں ان دونوں ازواج رسول کو ان تتوبا الی اللہ کی تاکید کے بعد دوبارہ ان غیرت انگیز الفاظ کو بطور تہدید یاد دلایا جاتا ہے۔

عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمت مومنت قنتت تئبت عبدت سئحت ثیبت وابکارا۔

پیغمبر اگر تم (عورتوں) کو طلاق دیدیں تو عجب نہیں کہ اُنکا پروردگار اُنکے لیے تمہارے بدلے تم سے بہتر بیبیاں بہم پہونچادے فرمانبردار ایماندار نمازی (خدا کی جناب میں) توبہ کرنیوالیاں عبادت گزار روزہ دار بیوائیں اور کنواریاں۔ ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد ص ۹۹۵

لیکن شبلی صاحب نے اس خطاب عتاب قرآنی کو نہیں لکھا صرف الا القلیل اسکے اوپر والے حصہ کو لکھا ہے لیکن یہ آخر کے تمام فقرات چھوڑ دیے معاذ اللہ نقل کلام الٰہی میں یہ قطع و برید شبلی ہی صاحب کی جرأت کر سکتی ہے۔

اصل سورۂ تحریم آیۂ سورہ مذکورہ میں حکم تخییر کی جگہ یہ خطابات تہدید و تنبیہ تو البتہ مذکور ہیں جو آپنے بالکل قلم انداز فرمائے اس لیے کہ بات جہاں تک پہنچی ہے بہتر ہے اس جگہ پر آپنے بڑی دلیری و جسارت سے لکھدیا کہ آپ بالاخانہ سے اُتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی۔ کہیے کس قدر روایت سے دور ہے اور لغویت سے

قریب۔ اگر یوں لکھے ہوتے کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ احزاب کی نازل شدہ آیت تخییر تلاوت فرما کر انکو گزشتہ واقعہ یاد دلایا تو خیر کچھ معنی نکلتے اور کچھ بات بنتی۔ لیکن آپ نے تو حقیقت سے علیحدہ ہو کر ایسی بات بگاڑ دی کہ بس کیا سینے بات جہان بات بنائے نہ بنے۔

اسکے بعد شبلی صاحب نے وہی ابتدائی قصہ ایلا جس کا ذکر عبارت مذکورۂ بالا میں ہو چکا ہے نقل کر کے قدیم و جدید واقعات کا جوڑ ملا دیا ہے اور مسلمانوں کی عام مغالطہ دہی کی غرض سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جس طرح اُس بار ایلاء کا قصہ طے ہو چکا۔ ویسا ہی اس بار بھی۔

لیکن حق پوشی اور ناحق کوشی میں اطمینان کہاں۔ اور سکون و استقرار کب ہوتا ہے۔ اسلیے اس قصہ کو تمام کرنیکے بعد بھی آپ کی تشفی خاطر نہیں ہوئی۔ اور کیسے ہو سکتی ہے؟ استدلال غلط۔ دعاوی واقعیت سے خلاف سلسلۂ بیان بالکل نامربوط۔ طریقۂ استناد مجہول اور غیر منضبط۔ اس بنا پر پھر بار دیگر قوت استدلالیہ اور زور استنادیہ فراہم کرنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اُس کے لیے حرکت مذبوحی عمل میں لائی گئی۔ لیکن جوں جوں آپ اسکی تفصیل و تصریح کو بڑھاتے گئے۔ راہ استدلال میں ٹھوکریں کھاتے گئے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

اسکے بعد پھر یوں سلسلۂ تفصیل اُٹھایا گیا ہے۔

"ایلاء، تخییر۔ مظاہرۂ حفصہ و عائشہ یہ واقعات عام طور پر اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ گویا مختلف زمانوں کے واقعات ہیں اور اُن سے ہر ایک ظاہر ہیں یہ دھوکا کھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم ازواج کے ساتھ ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ لیکن یہ دھوکا ہے کہ یہ تینوں واقعات ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں"۔

آپ کی اس تحریر کے خلاف واقعیت اور حقیقت دونوں ثابت کرتی ہیں کہ یہ واقعات ضرور مختلف زمانوں میں واقع ہوئے جیسا کہ ہم روایت مذکورۂ بالا سے اور حقیقت حال لکھ چکے۔ اگر آپ اسکو خاص شیعوں کی مرویات ہونیکے باعث سے انکار کرتے ہیں تو ہم آپکو تفسیر کشاف، تفسیر زمخشری، تفسیر درمنثور سیوطی اور تفسیر ثعلبی کا حوالہ دیتے ہیں آپ اپنی ان مشہور و معروف اور معتبر و مستند تفسیروں میں آیۂ تخییر مذکورہ کو سورۂ احزاب واقعۂ ایلاء کی تفصیل میں مع شان نزول کے ملاحظہ فرمائیں۔

اس بنا پر ظاہر ہیں کیا حقیقت بین ناظرین کو دھوکا کیا۔ اس بات کا اعتقاد و یقین ہو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ اور حفصہ کی تنگ گیریوں سے ہمیشہ تنگ رہتے تھے۔ آپ جسکو واقعۂ ایلاء بتلاتے ہیں وہ بالکل مغالطہ ہے۔ اس کو واقعہ سے واسطہ نہیں۔ یہ تینوں نہیں۔ وہ دونوں واقعے مختلف زمانوں کے ہیں۔ وہ

ازواج کی تنگ طلبی کی وجہ سے ناگواری رسول اللہ صلعم کے سلسلہ کی مختلف کڑیان ہین۔

واقعہ ایلاء اول ہین بعد فتح خیبر ۷ھ کے اوائل مین واقع ہوا۔ اور دوسرا واقعہ ۹ھ ہجری مین ظہور پذیر ہوا۔ قریب قریب دو برسون کی تفاوت دونون واقعات کے درمیان واقع ہوئی۔

اسکے بعد آپ وہی بخاری کی قدیم آڑ پکڑتے ہین اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض کی بیان کردہ حدیث مین ان واقعات کے ہم زمان ہونے کا ثبوت بتلاتے ہین لیکن اصل روایت کو نہین لکھتے۔ یہ حوالہ کس کام کا لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کا سن اسوقت کیا ہوگا مشکل سے ایک سال کا۔ پھر ضرور ہے کہ اُنھون نے کسی اللہ کی زبان سے اس طولانی حدیث کو سنا ہوگا۔ لیکن اُس کا نام نہین بتلایا پھر یہ حدیث مراسیل کی ذیل مین آئی متصل مرفوع کی فہرست سے خارج ہوگئی۔ تو پھر ایسی مقدوح ومجروح روایت سے استنادو احتجاج کب جائز ہے آپ اصول حدیث کو ہر موقع پر پیش کرتے ہین لیکن اپنے مطلب کے وقت پر اُسے بھول جاتے ہین۔ مگر آپ کیا کیجئے صحیح بخاری تو مراسیل روایات کا خزانۂ عامرہ ہے۔

اسکے بعد آپ ابن حجر کی عبارت فتح الباری سے نقل کرتے ہین۔

هذا هو اللائق بمكارم اخلاقه صلعم وسعة صدره وكثرة صفحه وان ذالك لم يقع منه حتى تكرر موجبة منهن ۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق۔ کشادہ دلی اور کثرت عفو کے بھی مناسب ہے اور آپنے اسوقت تک ایسا نہین کیا ہوگا جبتک کہ اُن سے اس قسم کی حرکتین متعدد بار ظہور پذیر نہ ہولین۔ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۵۶

ہم نہین سمجھتے کہ اس ثبوت کے نقل فرمانے کے وقت شبلی صاحب کہان تھے اور ان کا کدھر خیال تھا۔ ابن حجر تو صاف صاف لکھ رہے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہ کیا ہوگا۔ جبتک کہ ان سے متعدد بار ایسی حرکتین سرزد ہوتے ہوئے نہ ملاحظہ فرمالی ہون گی۔ تو اس متعدد بار سے کوئی شخص بتلادے کہ مختلف زمانون کا مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یا ایک زمانہ ووقت کا جو آپ کا مدعا ہے۔ نہین معلوم ایسے مخالف ثبوت کے پیش کرنے مین آپکی کون سی مصلحت پوشیدہ ہے۔

اصل واقعہ یہی ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے کہ حقیقتاً واقعہ ایلاء دو مرتبہ واقع ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید کے دو جداگانہ مقامات کی آیات سے مستفاد ہوتا ہے۔ اول۔ اوائل ۷ھ ہجری مین غزوہ خیبر کے بعد۔ دوسرا ۹ھ ہجری کے اوائل مین معاملات طائف وادائے حج وعمرہ کے بعد۔ اور ان دونون مین دو برس کی تفاوت واقع ہوئی پہلے واقعہ ایلاء کا سبب ازواج کا توسیع نفقہ پر اصرار بیجا تھا۔ دوسرے واقعہ کا باعث حضرت حفصہ وعائشہ کا افشائے راز اور باہم مظاہرہ اور اتحاد تھا۔ پہلے واقعہ کا ذکر سورۂ احزاب مین ہے اور اُس مین آیت تخییر نازل ہوئی پچھلے واقعہ کا

ذکر سورۂ تحریم کے پورے سورے میں ہے اور اس میں آیت تعذیب و تنبیہ نازل ہوئی۔

اسکے بعد تحریر ہوتا ہے۔

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رساں سازش تھی جس کا اثر بہت پر خطر تھا آیت مذکورہ یہ ہے۔

وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ	اور اگر وہ دونوں (حضرت عائشہ و حفصہ) رسول کے برخلاف
وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذلک	ایکا کریں گی تو خدا اُس کا مولی ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان
ظھیر۔	اور اُن کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہیں۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ ان دونوں کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ کی مدد کو خدا اور جبرئیل اور نیک مسلمان جو ہیں اور اسپر بھی بس نہیں بلکہ فرشتے بھی اعانت کے لیے تیار ہیں۔ روایتوں سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھیں یا اگر ماریہ قبطیہ کی روایت تسلیم کی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کردی جائیں۔ لیکن یہ کیا ایسی اہم باتیں ہیں اور حضرت عائشہ و حفصہ کی کسی قسم کی سازش ایسی کیا پرخطر ہو سکتی ہے جس کی مدافعت کے لیے ملاء اعلیٰ کی اعانت کی ضرورت ہو۔

سب سے پہلے ہم شبلی صاحب کو الفاظ قرآنی کے ترجمہ میں ایک غلط مفہوم بتلانے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ اس آیت کے ترجمہ میں صالح المومنین کا ترجمہ۔ نیک مسلمان (بصیغہ جمع) کرتے آئے ہیں۔ یہ صریح غلط ہے۔ ایک نیک مومن یا مومنین میں ایک نیک فرد (بصیغہ واحد) صحیح ہوتا۔ صالح کو جمع کے صیغہ میں سمجھنا آپکی خوش فہمی ہے۔ اب رہا اس کا مفہوم خاص کہ وہ ایک نیک مومن کون ہے۔ تو وہ نیک ہستی۔ برگزیدہ وجود مفصلہ ذیل اسناد میں ملاحظہ ہو۔

امام سیوطی (در منثور) اپنی تفسیر میں - امام ثعلبی اپنی تفسیر میں۔ امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں اور ملا علی متقی (شارح مشکوٰۃ) کنز العمال میں تحریر فرماتے ہیں۔

عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قالت سمعت	اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ میں نے جناب سرورِ کائنات صلعم کو یہ
رسول اللہ صلعم یقول وصالح المومنون علی بن ابیطالب	کہتے سنا کہ صالح المومنون سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

حافظ ابونعیم اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علی میں تحریر کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رض فی قولہ تعالی وصالح المؤمنین	ابن عباس سے صالح المومنین کی تفسیر میں منقول ہے کہ وہ
قال ھو علی بن ابی طالب۔	علی ابن ابی طالب ہیں۔

شیخ الاسلام قسطنطنیہ۔ مولانا سلیمان البلخی القندوزی۔ ینابیع المودۃ مین لکھتے ہین۔

اخرجوا ابن المغازلی والحموینی وابو نعیم الحافظ والمالکی فی فصول المهمه اخرجوا فی کتبهم هذا الثلاث ابو نعیم الحافظ والثعلبی اخرجوا بسندیهما عن اسماء بنت عمیس قالت لما نزل قوله تعالی فان تظاهرا علیه فان الله هو مولٰه وجبریل وصالح المومنین والملئکة بعد ذلك ظهیر قال النبی صلعم لعلی لابشرك انك قرنت بجبریل ثم قرأ هذه الآیة فقال انت والمومنون من اهل بیتك صالحین۔

ابن مغازلی حموینی۔ حافظ ابو نعیم۔ مالکی نے فصول المہمہ مین اور ابو نعیم اور ثعلبی نے اپنی سندون کے ساتھ اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا کہ اگر وہ دونون عورتین ایکا کرین گی تو خدا اُس کا ناصر ہوا اور جبرئیل اور نیکو کار بندے اور اُنکے بعد ملائکہ مددگار ہین۔ تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ بشارت ہو تمکو کہ تم سے جبرئیل بالکل قریب ہوگئے پھر آپنے یہ آیہ تلاوت فرمایا اور اُن سے ارشاد کیا کہ تم اور تمھارے گھر والون مین مومنین صالحین مین داخل ہین۔ ینابیع المودۃ بمبئی صفحہ [illegible]

صاحب ارجح المطالب لکھتے ہین کہ اس حدیث کو امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے بھی لکھا ہے اور امام فخر الدین رازی نے بھی کتاب اربعین مین اسکو نقل کیا ہے۔ ارجح المطالب مطبوعہ لاہور صفحہ [illegible]

شبلی صاحب کی اتنی نظر کہان جو ان مرویات کو دیکھین۔ اتنی توفیق کہان کہ اُنکو لکھین اور ان کے اصلی مفہوم پر روشنی ڈالین۔ کیون؟ وہ ہی علیؑ کی مدح ہے۔ اُن کی روشنی طبع تو جہان تک ممکن ہوگا اُسکو اور تاریکی مین ڈالدینے کی فکر کرے گی۔

اب ہم شبلی صاحب کی مرقومۂ بالا عبارت کی اصل تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔

ہان شبلی صاحب۔ آپکا یہ لکھنا کہ مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ بظاہر کیا ہے؟ کیا آپ کی عربی دانی اس کے کوئی اور مطالب و معانی بھی بتلا سکتی ہے جسے آپ مخفی رکھتے ہین۔ اگر کوئی اور ہو سکتے ہین۔ تو بسم اللہ۔ ارشاد ہون۔

اس کے بعد لکھتے ہین۔

کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جس کا اثر پُرخطر تھا۔

بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔ بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی اور اُسکا اثر بھی نہایت ہی پُرخطر تھا جیسا کہ جلد تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہین:۔

روایتون سے جو مظاہرہ کا سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین۔

جیسا تمہید مین عرض کر چکا ہون آپکی تمام قلمی قلعہ بندیون مین گویا اب شگاف نمایان ہوا۔ اور آپکی بنیاد کی

اب خبر معلوم ہوئی - آپ اُسی غزوۂ خیبر کے بعد والے ایلاء اول کے واقعہ کو اپنی تمام مغالطہ دہی کی سپر بناتے ہین اور مسلمانون کو غلط بتاتے ہین کہ اضافہ نفقہ کا معاملہ تھا - خدا بتلاتا ہے کہ رسول اللہ کو تنگ کرکے کسی حلال شے کو حرام کرنیکے لیے مجبور کردینے پر اُن کا ایکا تھا اور کھُلی کھُلی سازش تھی - اس بنا پر یہ مظاہرہ بہت ضرر رسان بھی تھا اور پرخطر بھی جیسا کہ آیت مذکورہ کے نقل کرنیکے بعد آپ خود اقرار و اعتراف فرما چکے ہین - اب فرمائیے - آپ کی تعلیل و تعدیل صحیح مانی جائے یا خدا کی بتلائی ترجیح و اہمیت تسلیم کی جائے -

آپ کا یہ لکھنا کہ اس آیت مین تصریح ہے کہ اگر اُن دونون کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو خدا اور جبرئیل اور نیک مسلمان موجود ہین اور اسی پر بس نہین بلکہ فرشتے بھی اعانت کرنے کے لیے تیار ہین -

اس عبارت مین اور مفہوم تو الفاظ قرآنی اور اُن کے معانی سے مطابق ہین - لیکن اسی پر بس نہین - یہ فقرہ آپکا سخت تعریضی ہے اور یہ بھی سمجھ رکھیے آپ کی یہ تعریض قرآن مجید اور کلام الٰہی پر ہے - دیکھیے حضرت عائشہ اور حفصہ کی جنبہ داری آپ کو کہان سے کہان لیگئی حب الشئ یعمی و یصم آپ کے سوا کوئی دوسرا مسلمان قرآن مجید پر ایسی گستاخانہ تعریض کی جرأت نہین کرسکتا

شبلی صاحب حقیقتاً شان رسالت ہی کو نہین سمجھے - ہم عرض کرتے ہین کہ دنیا مین اسوقت آپکو کوئی شخص بھی اس ایکے اور مظاہرہ کی ضرر رسانی اور پرخطری کو اُن کے حقیقی جذبات و محسوسات کے ساتھ نہین بتلا سکتا اور اُسکے سمجھانے اور بتلانے سے آپ سمجھ سکتے ہین - آپ اسکی پرضرری اور پرخطری کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے پوچھیں - یا جناب باری عزاسمہ کی درگاہ سے مسئلت فرمائین کہ اُس نے اپنے الفاظ مین اُس کو کیون تنی اہمیت دی اور اگر دونون مقامات علیا پر آپ کی رسائی نہ ہوسکے تو پھر اپنے دل مین سے دل راشکستہ نہ کہ گوہر شکستہ کے مسئلہ پر غور فرمائین - تو آپ کو اس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی -

پھر آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کرلی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کردی جائین گویا حضرت ماریہ قبطیہ سے مفارقت کو بھی آپ ایک محض معمولی اور آسان معاملہ قرار دیتے ہین - آپ کی خودغرضی اور حضرت عائشہ و حفصہ کے ساتھ خوش عقیدگی نے - آپ کے دل مین اتنی بیدردی اور بے اثری پیدا کردی ہے کہ آپ دوسرون کے جذبات کو مشکل سے محسوس کرسکتے ہین - اور باوجود اسکے کہ محقق بھی ہین اور مورخ بھی - محدث بھی ہین مفسر بھی لیکن افسوس ہے کہ اس وقت نہ آپ کسی کے حال کو تاریخ کے واقعات سے مقابل کرنا چاہتے اور نہ کسی کے واقعات احادیث کی مرویات ملاحظہ فرمانا چاہتے ہین - دیکھیے جس محترمہ کی مفارقت کو آپ اپنے گھر کی کنیزون کی مفارقت کے اصول معمول کے مطابق محض آسان اور معمولی سمجھتے ہین - اُسی خاتون معظمہ کی نسبت

آپ خود لکھ چکے ہین -

ہمنے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے - جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہین اور لونڈی کو بھی ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہین لیکن [1] نجاشی نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے - یعنی کہ مصریون مین انکی بڑی عزت ہے - یہ لونڈیون کی شان مین استعمال نہین کیے جا سکتے - حاشیہ صفحہ ۳۴۶ - سیرۃ النبی جلد اول -

اب دیکھیے کہ اس موقع پر آپ اُسی معززہ کی عظمت و وقار کو پھر وہی لفظ کنیز لکھکر اور اُس کی مفارقت کو ایک معمولی کنیز کے نکال دینے کے برابر سہل اور بالکل آسان بتلا کر یون خاک مین ملاتے ہین - یہ آپکا تغیر اقوال کسقدر شرمناک ہے -

اب حضرت ماریہ کی مفارقت کا معاملہ نہین معلوم شبلی صاحب کس دُھن مین آنکھین بند کیے کیا کیا لکھ چلے جاتے ہین - لکھنے کو تو آپ تاریخ و سیر کے واقعات لکھتے ہین لیکن خود غرضی کی ایسی محویت طاری ہے کہ نہ اُن واقعات کے گرد و پیش کے حالات پر نظر ہے اور نہ اُنکے موجودہ قرائن اور اسباب پر توجہ ہے - اُسوقت کے حالات کو پڑھیے دیکھیے اُنکے قرائن پر نظر ڈالیے - مناسب یا غیر مناسب عمل کو سمجھیے - انھین امور کے ساتھ رحمت عالم اور خلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور اشفاق بیپایانہ کو پیش نظر رکھیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت ماریہ سے مفارقت کو طلاق دائمی کی صورت مین نہو - صرف اُن کی نزدیکی سے عارضی طور پر چند روز علیحدہ رہنے کا وعدہ کیا گیا ہو - جیسا کہ واقعات ثابت کر رہے ہین اور ماریہ کے خاص حالات حاضرہ بتلا رہے ہین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سخت گران تھا - اور آپ کے اخلاق کریمانہ سے بالکل بعید ہے - اس لیے کہ وہ محترمہ محققین کہ اپنے ملک و قوم سے دور عزیز و اقارب سے علیحدہ - دیار اغیار مین بالکل بیکس و بے مددگار تھین -

کیا شبلی صاحب نے اخلاق رسول کا یہی اندازہ کیا ہے اور اُسکو اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ ایک شکستہ پا صنف نازک کے فرد خاص کو جو آپ کی خدمت و ملازمت کا شرف خاص ایک معتدبہ زمانہ تک حاصل کر چکی ہو اور موجودہ ازواج مطہرات کے دائرہ مین وہی خاتون تنہا ایسی خوش نصیب ثابت ہوئی ہو جو نعمت اولاد سے خاص طور پر فائز فرمائی گئی ہو - اُسکے ساتھ وہ خلق مجسم سراپا رحمت عالم ایسی بیدردی - سرد مہری اور ناتوجہی دکھلائے خصوصًا ایسے وقت مین جب اُس کا چھ مہینے کا بچہ جس کی نسبت آپ خود لکھتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بہت محبت تھی - اور جس کا نام آپ نے ابراہیم رکھا تھا - سیرۃ النبی صفحہ ۳۹۳) وہ ایک ہی مہینہ یا کم و بیش ہو تا ہم اُس کی گود مین لوٹ پوٹ ہو گیا -

[1] شبلی صاحب - نجاشی نہین تھا - مقوقس - عزیز مصر تھا - ذرا دیکھ کر لکھا کیجیے - المؤلف

ایسے حزن و ملال کی خاص حالت میں اُس محترمہ سے کنارہ کشی - گو وہ مجبوری ہی سے ہو اور محض عارضی ہی طور پر ہو کسقدر شاق - ایذا دہ اور تکلیف رسان محسوس ہوئی ہوگی لیکن شبلی صاحب ہیں جنکو نہ ان جذبات کا احساس ہے اور نہ ان تعلقات کا لحاظ و پاس - نہ اس موقع پر آپ کی نظر جناب ماریہ کی اس عالم مصیبت پر ہے اور نہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کریمانہ سیرت اور رحیمانہ فطرت پر - آپ اس معظمہ کی مفارقت کو ایک گھر کی لونڈی کے نکال دینے کے ایسا محض معمولی اور آسان سمجھے ہیں اور سمجھاتے ہیں یہیں تک آپ شانِ رسول اور منزلت ازواج رسولؐ کو سمجھے ہیں - ایک بار تو اُس محترمہ اور اُس کے نومولود بچہ کو عظمت و توقیر کے عرش الکمال تک پہونچایا دوسری بار اُسکے اقتدار و اعتبار کو گھٹا کر پھر وہی لونڈی کی لونڈی بتلایا شبلی صاحب ابھی مردم شناسی کا سلیقہ پیدا کریں اور شان رسولؐ کی معرفت کا طریقہ -

وہ اپنے اس طرز تحریر کو اس واقعہ مفارقت حضرت ماریہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طرز عمل سے مقابل کریں تو فرق ما بہ الامتیاز معلوم ہو جائیگا - آپ کس بے رخی سے لکھتے ہیں - تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دی جائیں یعنی اُنھیں طلاق دیدی جائے - لیکن زبان رسالت ہے کہ نہ جدائی کا اقرار کرتی ہے اور نہ مفارقت کا اظہار وہ جو کچھ کہتی ہے وہ یہ ہے جسے آپ خود ابن حجر کی شرح صحیح بخاری سے لکھتے ہیں -

حلف رسول اللہ صلعم حفصۃ لا یقرب امتہ   آنحضرت صلعم نے حفصہ سے قسم کھائی کہ ہم اپنی کنیز سے مقاربت نہ کرینگے

شبلی صاحب کیا ترک مقاربت طلاق و مفارقت دائمی کو کہتے ہیں - اگر آپ کے نزدیک طلاق ہی کو کہتے ہیں تو ایلاء اول و ثانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تمام ازواج سے ترک صحبت کرنا - جس کو آپ خود لکھ چکے ہیں - کیا کہلائے گا - کیا ایک مہینہ تک آپ تمام ازواج پیغمبرؐ کی مطلقہ سمجھیں گے ھاتوا برہانکم ان کنتم صادقین -

اب اس کے بعد شبلی صاحب اپنے استدلال کا پہلو بدلتے ہیں - ایک نہیں ہزار پہلو بدلیے ناحق کی جنبہ داری آپ کو کسی پہلو نہ سیدھا کھڑا ہونے دیگی اور نہ دم بھر چین سے بیٹھنے دے گی - تحریر فرمایا جاتا ہے -

اس بنا پر لوگوں نے قیاس کیا کہ معاملہ کوئی معمولی نہیں تھا - مدینہ منورہ میں منافقین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا - جن کی تعداد چار سو تک بیان کی گئی ہے - یہ ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص میں پھوٹ ڈلوا دیں - ابن حجر نے اصابہ میں ام جلدح کے حال میں لکھا ہے وکانت تحرش بین ازواج النبی صلعم وہ ازواج رسول کو باہم بھڑکایا کرتی تھیں - افک کے واقعہ میں انکو کامیابی کی جھلک نظر آ چکی تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

پندرہ روز تک حضرت عائشہ سے کبیدہ خاطر رہے حضرت حسان بھی افک مین شریک ہوگئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی سالی حمنہ جو حضرت زینب کی بہن تھین۔ سازش مین آگئی تھین۔ چنانچہ اس روایت کو علانیہ شہرت دیتی تھین۔ حضرت ابوبکر نے اپنے ایک قریبی عزیز (مسطح) کو جو شریک تہمت تھے مالی اعانت سے محروم کردیا تھا۔ غرض اگر حضرت عائشہ کی برارت پر وحی نہ آتی تو ایک فتنۂ عظیم برپا ہوجاتا۔

آپ اپنی عادت کے مطابق یقین کو بھی قیاس کیے جاتے ہین۔ شبلی صاحب۔ تمام مسلمان اس مظاہرہ کو معمولی قیاس نہین کرتے بلکہ انھین اسکا یقین کامل ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کا یہ مظاہرہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس معاشرت۔ پاک سیرت اور صالح فطرت اور آپ کی شان آداب واکرام اخلاق کے سراسر منافی اور معارض واقع ہوا ہے جسکی اصل الاصول اور بانی ومبانی یہی دونون خواتین اول وثانی ہین۔

اتنا تمہیداً لکھکر آپ اس مظاہرہ۔ اسکی شہرت واشاعت مین منافقین مدینہ اور اُن مومنین کی تحریک واشتعال بتلاتے ہین جو افک عائشہ کی سازش مین شریک تھے۔ آپ کی اس تدبیر وتاویل وترکیب وحیلہ سے ثابت ہوگیا کہ اب آپ کے پاس کوئی قوت استدلال باقی نہین رہی۔ سب صرف ہوگئی۔ آپ کا یہ سب کچھ لکھنا گویا ڈوبتے ہوئے کا ہاتھ پاؤن مارنا۔ اور دریا مین تنکے کا سہارا ڈھونڈھنا۔ جس پر ہاتھ پڑ گیا اُسی کو تھام لینا ہے لیکن شبلی صاحب آپ کو یاد رہے کہ جبتک آپ اس الزام کی سند مین کوئی واقعہ نہ پیش کرین گے۔ کوئی تفصیل نہ فرمائین گے۔ یہ دلیل بے دلیل نہ کوئی سنے گا اور نہ مانے گا۔ واقعہ افک مین ملزمین مذکورین کے تفصیلی واقعات موجود ہین۔ اسلیے اُنکو ملزم بتلایا جاتا ہے۔ اس واقعہ تحریم مین اپنی احادیث وتفاسیر کی تمام کتابین ورق ورق کرکے پڑھ جائیے۔ نہ حسان کی شرکت پائیے گا اور نہ حمنہ اور مسطح کی سازش تو پھر آپ اپنی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے اتنے بیگناہون کو کردہ وناکردہ اس واقعہ مین بھی کیون سمیٹے اور لپیٹے لیتے ہین۔

اب رہا آپ کا آخر حصہ استدلال جس مین آپ افک عائشہ اور اُن کی برارت پیش کرکے یہ مغالطہ دینا چاہتے ہین کہ اس واقعہ کے الزام سے بھی گویا اُن کی ویسی ہی برأت ہوگئی۔ تو یہ بالکل شرمناک طرز استدلال ہے اس واقعہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلے صفائی ہوئی تھی اُسپر بھی دھبہ آگیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس واقعہ مین منافقین کی شرکت کے مدعا کو تفصیلاً یون لکھا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج مطہرات کی کشش خاطر کبیدگی اور تنگ طلبی کا حال منافقون کو معلوم ہوا تو اُن بدنفسون نے اشتعال دیکر بھڑکانا چاہا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ وحفصہ تھین اُن کو خیال ہوا ہوگا کہ اُن کے ذریعہ سے اُن کے والدین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر) کو اس سازش

مین شریک کر لینا ممکن ہے - لیکن اُن کو معلوم نہ تھا کہ ابو بکر و عمر رض حضرت عائشہ و حفصہ کو رسول کی خاک پا پر قربان کر سکتے تھے - چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن نہ ملا تو اُنھون نے پکار کر کہا کہ ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آؤن - جلد اول

شبلی صاحب یہ "معلوم ہوتا ہے" کیا؟ کس روایت سے معلوم ہوا؟ کس کتاب مین پڑھا گیا؟ کس نے لکھا؟ کس نے بتلایا؟ کہان پایا؟ کچھ بھی نہین - وہی کا بوسانہ خواب و خیال اور مایوسانہ اشتباہ و احتمال اگر منافقین نے اس واقعہ کو سنکر اپنی شریر النفسی سے اس کی اشاعت مین اشتعال انگیزی سے کام لیا تو شبلی صاحب پہلے اصل علت کو دیکھیے پھر معلول کی تلاش فرمایئے گا۔ پہلے اس راز کا افشا کس نے کیا؟ وہ تو انھین دو خواتین نے! پہلے فرد جرم مین اصل مجرمین کے نام قائم کیجیے - تو پھر سازش کرنے والون پر نمبر قائم کیجیے گا پہلے ان خواتین کے طرز عمل پر غور کیجیے کہ یہ شریف گھرانے کی بہو بیٹیان کیون ایسی ہونے لگین کہ اپنے شوہرون کی خلوت کی باتون کو دوسرون اور خاصکر دشمنون کے ہاتھ مین دینے لگین - حضرت عائشہ تو بقول آپ کے اسوقت رشیدہ بالغہ ہو چکی تھین - نہ معلوم کہ موصوفہ کی اس وقت وہ قوت اجتہادیہ جس پر بقول آپ کے سواد اعظم کے ارکان دینیات قائم ہین کہان چلی گئی تھی کہ آپ دوست دشمن - مسلم اور منافق کی معمولی تمیز بھی نہ فرما سکین -

اتنی طول و طویل خامہ فرسائیون اور پر تفصیل عبارت آرائیون کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آیت مین روئے سخن منافقین کی طرف ہے - یعنی اگر عائشہ و حفصہ سازش بھی کرین گی اور منافقین اُن سے کام بھی لینگے تو خدا پیغمبر کی اعانت کے لیے موجود ہے - اور خدا کے ساتھ جبرئیل و ملائکہ بلکہ تمام عالم ہے و صالح المومنین کا ذکر یہان ترک کر دیا گیا - خدا جانے کیون؟ -

ہان شبلی صاحب - ان آیات (آیہ مظاہرہ) کے یہ مطالب و معانی خود آپ نے نکالے ہین یا کسی تفسیر و حدیث سے نقل کیے ہین - اگر یہ صرف آپکا قیاس ہے تو معانی قرآنی اور مطالب بانی کے صریح مخالف ہے - اگر کسی حدیث و تفسیر سے ماخوذ و مستنبط ہے تو حوالہ دیجیے - اور کتاب کی عبارت لکھیے - ورنہ یہ آپکی معنویانہ تحریف سمجھی جائے گی - دیکھیے آپ کے مفسرین مین سب سے زیادہ معتبر و مستند دو مفسر ہین اور اُن کی دو تفسیرین - ایک تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی - دوسری تفسیر کشاف زمخشری دونون میرے پیش نظر ہین - ان دونون مفسرین نے ان دونون خواتین اور اُنکے طرز عمل کی نسبت جو آخر مین اپنی رائے لکھی ہے وہ خاتمہ بحث مین بہت جلد حاضر کیجاتی ہے - لیکن آپ پہلے انھین مفسرین کی تحریر و عبارت سے اپنے اس مجنونانہ قیاسات کا اثبات نکالدین - آپ حضرت عائشہ و حفصہ کی حمایت مین قیامت کرتے ہین کہ خطابات و فقرات قرآنیہ کے کہین غلط ترجمے کر دیتے ہین - کہین اُن کے مفہوم کو بدل دیتے ہین کہین اصل مطالب کی عوض

دوسرے لوگون (منافقین) کو مخاطب اصلی بتلاتے ہین اور شمس العلما ہوکر آپ کو یہ نہین دکھلائی دیتا کہ جہان کہین ذکر وخطاب ہے ضمائر مؤنث کے ساتھ غضب خدا کا - الفاظ خطاب مین تو ضمائر ہون مؤنث کے اور آپ راجع کرین انکو ذکور (منافقین) کی طرف - عورت کو مرد - مرد کو عورت بتلائین اگر آپ کو ایسا ہی مغالطہ دینا منظور تھا تو یون کہین نہ بتلایا کہ مؤنث کے ضمائر ام جابح اور رحمنہ کی طرف راجع ہین - نہ حضرت حفصہ و عائشہ کی طرف کیونکہ آپ ان دونون کو قصۂ افک مین شریک اور ازواج رسول کی بھڑکانے والیان لکھ چکے ہین - یہ ترکیب کسی قدر چل سکتی تھی ورنہ آپ کی اس بے تکی ہانک کو کون سنے گا - ہم خود حضرت عمرؓ کے بیان سے اوپر لکھ کر ثابت کرآئے ہین کہ صغت قلوبکما کی مخاطب اصلی حضرت عائشہ و حفصہ ہین - اس لیے اس سلسلہ خطابات آیتہین تمام مقامات پر وہی خواتین حقیقی طور پر یقین کی جائین گی - شبلی صاحب اگر حضرت عمرؓ سے زیادہ معتبر ہون تو اپنی ذی اعتباری کا ثبوت پیش کرین -

اس کے بعد لکھا جاتا ہے -

ان واقعات مین کذابین رواۃ نے اسقدر تلبیسات اور خدا عیان کی ہین کہ بڑے بڑے ارباب سیر نے اُن کی روایتین اپنی تصانیف مین استناداً درج کردی ہین -

ہان - ہان شبلی صاحب اتنا بیباک نہ ہوجیے - زبان کو روکیے آپکے ہان کف لسان تو جزو ایمان ہے - دیکھیے آپ سرے سے رواۃ حدیث کو کذابین بتلاتے ہین اور اُنکے تمام ذکر و بیان کو تلبیسات اور خدا عیان ٹھہراتے ہین - اور یہ نہین خیال فرماتے کہ آپکی اس فہرست مین کتنے صحابہ کرام اور تابعین عظام داخل ہین - پھر آخر مین یہ بھی سوچ رکھیے کہ ان سب کو جھوٹا بنا کر آپ سچے رہ سکتے ہین - جس مین آپنے نمبر اول خود عبداللہ بن عباس کو لکھا ہے - یہ کون بزرگ ہین محمد العلم بین الصحابہ جنکو آپ خود لکھتے ہین - اگر یہ شخص کاذب ہے تو یاد رکھیے کہ صحاح اہل سنت ہی غائب ہو جائگی

ع - زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا -

اس بیباکانہ اور رندانہ تمہید کے بعد لکھا جاتا ہے -

اسقدر عموماً مسلم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی - اختلاف اس مین ہے کہ وہ کیا چیز تھی - بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھین - جنکو عزیز مصر نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین تحفۃً بھیجا تھا - ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے - جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جو راز حفصہ نے فاش کیا وہ انھین ماریہ قبطیہ کا تھا - اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابل

ذکر ہین - لیکن چونکہ یورپ کے اکثر موٴرخون نے آنحضرت صلعم کے معیار اخلاق پر حرف گیریان کی ہین - ان کا کل سرسبد یہی ہین - اس لیے اُن سے تعرض کرنا ضروری ہے - ان روایتون مین واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ نہایت اختلاف ہے - لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطؤہ کنیزون مین تھین اور آنحضرت صلعم نے حضرت حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے اُنکو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا - (جلد اول واقعہ ایلا)

مرقومہ بالا عبارت کی تنقید سے پہلے یہ گزارش کرنا ہے کہ شبلی صاحب حضرت عائشہ وحفصہ کی درستی اخلاق کی حمایت طرفداری سے پہلے اپنے آداب تحریری کی درستی و رفوکاری فرمالین تو بہتر ہے - آپ حضرت ماریہ قبطیہ کی نسبت صفحہ ۲۳ مین لکھ چکے ہین کہ نجاشی (نہین مقوقس) نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریون مین انکی بڑی عزت ہے - یہ لونڈیون کی شان مین استعمال نہین کیے جاسکتے" یہ لکھکر بھی آپ اس واقعہ مین بار بار اُن کو کنیز لکھکر اُن کی مقدار شان کو مسلمانون کی نگاہون مین معمولی گھر کی لونڈیون کی طرح دکھلانا اور سمجھانا چاہتے ہین - کیا آپ کی شان آداب اور طرز تہذیب کے یہی شایان ہے کہ ایک موقع پر تو اُس مقدسہ کی نسبت اس لفظ کو ثقیل اور ناقابل استعمال بتلایا جاوے اور جب اپنے مطلب کے لیے مفید ہو تو وہی لفظ بلا تامل وبحافظ ایک بار نہین کئی بار استعمال فرمایا جاوے -

شبلی صاحب حضرت عائشہ ہون یا حفصہ حضرت صفیہ ہون یا ماریہ ہمارے دلون مین بمصداق ازواجہ امہاتکم (اُن کی (پیمبر) بیبیان تمھاری مائین ہین) تمام ازواج رسول صلعم کی جو قدر و منزلت ہے وہ صرف آنحضرت صلعم کی نسبت - قربت اور شرف مصاحبت کی وجہ سے ہے اور یہ صفت خاص تمام ازواج مین قدر مشترک ہے پھر ایک کی ترجیح دوسرے کی توہین کیسی؟ اگر ترجیح کی تفصیل و تصریح کرنی ہے تو پھر ان خواتین کے طرز عمل پر نظر ڈالنی ضرور ہوگی اور جانبین کی اصابت و اسارت عمل کی تمیز و تحقیق کے بعد آپ البتہ یہ راے قائم کرسکتے ہین کہ ان مین کون قابل عظمت ہے اور کون نہین اور یہ بہت ہی اس موقع پر آسان ہے آپکی ہی پیش کردہ آیات قرآنی ابھی ابھی نہایت سہولت و آسانی سے اس کا فیصلہ کردینگی - آپ خود دیکھ لین - پڑھ لین اور سمجھ لین کہ ان آیات مین جو ازواج رسول صلعم مخاطب کی گئی ہین اور جن دونون خواتین مخصوصہ سے خطاب خاص کیا گیا ہے - اُن مین حضرت ماریہ قبطیہ بھی شامل ہین یا نہین - اگر ہین - تو اس خطاب مین مورد عتاب یہ بھی سمجھی جائینگی - اور اگر نہین ہین تو ثابت ہو جائیگا کہ اُن کے طرز عمل خداے سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اعتراض و عتاب نہین تھے - اس روئداد حقیقت کو پیش نظر رکھکر شبلی صاحب خود سمجھ لین گے کہ طرز عمل کے اعتبار سے اُن کے لیے حضرت عائشہ وحفصہ قابل عظمت و تکریم ٹھہرتی ہین یا حضرت ماریہ قبطیہ لائق تکریم -

شبلی صاحب کو ادب و تہذیب کا سبق دیکر ہم اُن کے دوسرے ابہامات فی بیان الواقعات کے

آئندہ انکشافات پیش کرتے ہین۔

شبلی صاحب نے طول وطویل حزم واحتیاط کے بعد اصل مقصود کو لکھنا چاہا ہے لیکن تاہم کسی تفصیل سے نہین۔ وہ اس لیے کہ تفصیل مین آپ کا نقصان ہے ۔ لیکن اتنا آپ نے بھی اُن روایات کا خلاصہ اور قدر مشترک بتلا دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا راز جو حضرت حفصہ نے فاش کیا تھا ۔ انھین ماریہ قبطیہ کا راز تھا۔ اسکے بعد آپ اپنے قدیم جبن اور ضعف فی الکلام پر آگئے ہین۔ اور اپنے سرآمد محدثین کی مرویات کو بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ٹھہرا کر یورپین مولفین کی معیار اخلاق آنحضرت صلعم پر حرف گیریون کا اصلی سبب اور پھر اُن کو حرف گیریون کا گل سرسبد بتلایا ہے۔ اور یوروپین مصنفین کی انھین حرف گیریون کے باعث سے ان مرویات مین تعریض کرنیکی ضرورت کا پیش آنا تحریر فرمایا ہے

سبحان اللہ وبحمدہ۔ تحقیق حق مین آپ کی مساعی جمیلہ کی حقیقت معلوم ہوگئی ۔ اور آپ کے انداز تحقیق کا اندازہ مل گیا گویا آپ خود نہین بلکہ مصنفین یورپ کی تعریض کی تنقیدی ضرورت سے مجبور ہوکر ان مرویات کی تعریض کرنے بیٹھے ہین ۔ اگر وہ ان مرویات کی بنا پر اپنی مغویانہ اور کافرانہ حرف گیریان نہ کرتے تو آپ کو اس واقعہ مین تحقیق حق اور تمیز ملزم وغیر ملزم کی کوئی ضرورت نہین تھی۔ اس وقت شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب کی طرح سکوت اور کف لسان کی راہ اختیار فرمائی جاتی اور سمجھ لیا گیا ہوتا کہ جب خدا نے اُس راز اور اُس کے افشا کرنے والون کے نام نہین بتلائے تو ہم بندون کو مناسب نہین کہ خدا کے راز کو افشا کرین۔

ترجمۂ قرآن سورۂ تحریم

لیکن حافظ صاحب ۔ آپ کا یہ سکوت کس کام کا؟ جب آپ اس راز کے افشا کرنے والیون کا نام خود بتلا چکے ہین اور آپ سے پہلے خود حضرت عمرؓ بتلا چکے ہین اور اُن کے علاوہ آپ کے تمام سلف صالحین جن کو آپ اسوقت ازراہ سعادتمندی کاذبین ووضاعین اور خداعین کا ضرورتاً خطاب دیتے ہین۔ قدیم زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک بارعام لکھتے چلے آتے ہین ۔ غالبًا آپ کو اُن بزرگوارون کی یہ تفصیل ناگوار نہ ہوتی اور اُن غریبون کو کاذبین کا خطاب دینے کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑتی ۔ اگر یہ یورپین مصنفین اور عیسائی متعصبین اُن کی مرویات سے بے موقع فائدہ اُٹھا کر اخلاق رسول صلعم پر حرف گیریان نہ کرتے۔ بہرحال ۔ آپ اپنے سلف صالحین کی تکذیب خود نہین کرتے ہین ۔ یوروپین مؤلفین کی حرف گیریون کی مجبوری آپ سے اُن کی تعریض کراتی ہے ۔ اس کے بعد تحریر فرمایا جاتا ہے۔

اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطؤہ کنیز تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب سنبھل سنبھل کر گرتے اور سمجھ سمجھ کر نا سمجھی کرتے ہین ۔ مذکورہ بالا عبارت مین ماریہ قبطیہ کے واقعہ کا روایات مختلفہ مین مشترک ہونا تسلیم کرتے ہین ۔ پھر صحت وجود کو تسلیم کرکے اسکے وجود کی جرح وقدح کرتے ہین اور عیسائی مورخین کی تعریضات واہیہ سے مرعوب ہوکر اپنے سلف صالحین از محدثین مستبرین کو جن مین حضرت عمر حضرت عبداللہ بن عباس سے لیکر ابن ہشام ۔ طبرانی ۔ عسقلانی ۔ ابن حجر ۔ محدث شیرازی (اور خدا جانے کتنے) داخل ہین ۔ سب کو ایک طرف سے کاذب ٹھہراتے ہین استغفراللہ ۔ اس سے بڑھکر بھی کوئی ضعیف استدلال ہوسکتا ہے ۔

عیسائیون کی معویانہ تعریض کا جواب

آپ ان متعصبین کی کافرانہ تعریضات کے جوابات مین کیون نہین کہدیتے ۔ کہ اگر جناب ماریہ قبطیہ کے ساتھ مان بھی لیا جاوے ۔ خانۂ حفصہ ہی مین لطف صحبت اٹھایا گیا ۔ تو منافی اخلاق کیا ہوا اپنی زوجۂ محللہ اور اپنی دولت سرا ۔ حضرت حفصہ کے والدین کا گھر ہوتا ۔ یعنی اُن کا میکے کا گھر ۔ تو کسی قدر عذر ومضائقہ کی بات ہوسکتی تھی ۔ اب رہا یہ امر کہ حفصہ کی محض خفگی و ناراضی کی وجہ سے ماریہ سے ترک صحبت کا اقرار کرنا جسے آپ اخلاق نبویہ کی نعوذ باللہ کمزوری کہتے ہین وہ غایت اخلاق اور نہایت مروت وشفاق رسالت کے کامل ثبوت ہین ۔ اس لیے کہ حضرت حفصہ کے مزاج کی ناہمواری ۔ زبان درازی ۔ تنگ چشمی اور اخلاقی کمزوریون کو مدنظر رکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قضیۂ نامرضیہ کو طے فرما دیا ۔ اور حضرت ماریہ سے ترک مقاربت کا اقرار فرما کر خود حضرت حفصہ سے بھی اسکا اقرار لے لیا کہ وہ اس بات کو اپنے ہی تک رکھین گی ۔ دوسرون سے نہ کہین گی لیکن موصوفہ پیٹ کی اتنی ہلکی تھین کہ اُنھون نے حضرت عائشہ کو کچا چھٹا سُنا دیا ۔

واقعہ کا خلاصہ اتنا ہے جو آئینہ کی طرح صاف ہے ۔ اس مین ناحق شناس متعصبین یوروپ کس امر کو منافی اخلاق رسولؐ پاکر معویانہ حرف گیریان کرتے ہین ۔ اگر اپنی زوجۂ منکوحہ یا کنیز موطوءت اپنے گھر یا اتفاقاً اپنے ہی فرش خواب پر جو کسی دوسری زوجہ کو مصرف مین لانے یا اپنے خاص آرام فرمانے کے لیے عنایت کیا گیا ہو ۔ مقاربت کرنا کسی مذہبی ۔ قومی اور ملکی دستور وقانون سے ممنوع ہو تو معترضین کی یہ تعریض مفید کار ہوسکتی ہے اور جب یہ امر کسی قانون اور دستور سے ممنوع نہین ہے تو معترضین کی نفسانیت اور متعصبین مسیحیت کا تعصب محض یقین کیا جائے گا ۔

عیسائی متعصبین سے احتجاج

اس پر بھی اگر ان ناشنوا اور نابینا متعصبین کی تشفی خاطر نہو ۔ تو پھر اُن سے بطور احتجاج کہنا پڑے گا کہ تمھاری مقدس کتابون مین (نعوذ باللہ) جناب داؤد علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام

زن اوریا کو دیکھکر عاشق ہونا۔ اسکو چپکے سے گھر بلا کر اُسکے ساتھ ہم بستر ہونا۔ اور اوریا کو خود فرمان دیکر میدان جنگ مین قتل کرا دینا۔ کامل شرح و بسط سے منقول و مذکور ہے یہ امور ناقص ایک پیغمبر سے تو کہان تک ظاہر ہون گے کسی ذلیل اور رذیل طبقہ کے معمولی آدمی سے بھی ایسے عیوب و فواحش کا اظہار و ارتکاب نہین ہو سکتا تا وقتیکہ عیسائی متعصبین خود ان لغویات کا جواب نہ دے لین انکو پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینۂ اخلاق پر خاک ڈالنے کا کوئی حق نہین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ مین حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی بد اخلاقیان۔ تنگ ظرفیان اور اصول فطرت کے مطابق نسوانی کمزوریان اپنی حد سے زیادہ بڑھکر ان تمام مفسدون اور فتنہ انگیزیون کا اصلی باعث ہوئی ہین۔ کوتہ بین اور ناحق شناس مخالفین اسلام ان خواتین کی اخلاقی کمزوریون سے اخلاق رسول صلعم کی سوء اخلاقیون کے معنویانہ معنی لگاتے ہین۔ لیکن حقیقت بین اور حقیقت شناس محققین جانتے ہین کہ یہ فریب ہی فریب ہے اصلیت کچھ بھی نہین۔ جیسا کہ اس بحث کے آخر مین ہم اس امر خاص پر کافی روشنی ڈالین گے۔

ہم جلد اوّل و دوم کے تمام ایسے ایسے مقامات پر شبلی صاحب کو بتلا آئے ہین کہ مخالفین اسلام کے مقابلہ مین اپنے رواۃ محدثین کی تنہا تردید و تکذیب سے کام نہین چلتا اور اُن کے اعتراض کا جواب نہین ہوتا بلکہ ہمین چاہیے کہ اپنے رواۃ اور اپنی روایتون کے آپ ذمہ دار ہین۔ وہ نہین۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ انھین کی ذمہ داریون سے اُن کے اعتراض کا جواب دیا جاوے۔ جیسا کہ اُن کے لغویات کی صرف ایک مثال دی گئی اور اس سے زیادہ جلد اول کے تبصرہ مین تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔

اب رہا اُن کا معنویانہ اعتراض کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے حکم خدا۔ صرف ایک بی بی کے کہنے سے حلال چیز کو کیونکر حرام کر لیا۔ یہی بدگمانی عیسائیون کی تمام فتنہ انگیزیون اور مفسدہ خیزیون کی باعث ہے۔ حالانکہ اس کی بھی کوئی اصل نہین۔

نا بینا نہین تو کم بین معترضین کو پہلے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے الفاظ و کلام پر جو مرویات احادیث کے متون مین آپ کی زبانی مرقوم ہین اور اُن کے مطالب و معانی پر نظر رکھنی چاہیے شبلی صاحب کی کتاب کے علاوہ۔ احادیث و تفاسیر کی کثیر التعداد کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کی مفسدہ انگیزیون کے خیال سے تنگ آکر۔ آیندہ شہد کے نہ کھانے۔ یا ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جانے کا جو اقرار کیا تھا۔ اُس کے الفاظ یہی تھے اور اتنے ہی تھے۔ دیگر شربت عسل نیا شامم مین اب شہد کا

شربت نہ پیون گا - روضۃ الاحباب صفحہ ۲۸۰ یا لا تقرب امۃ اپنی مملوکہ کے پاس نہ جاؤن گا - ابن حجر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ - بمقتضائے مصلحت وقت آپ کی وقتی احتیاط کو بتلاتے ہین اور نہ آپ کے حرام مستمر یا مؤبد کے معنون مین آتے ہین -

لیکن معترضین کہین گے کہ خود قرآن مجید مین اسکو حرام کے لفظ خاص سے تعبیر فرمایا ہے - مگر اُن کو جان لینا چاہیے کہ ابھی عیسائی عالمون کو علم عربی سے واقفیت کا بہی ضرور ہوئی ہے لیکن ابھی وہ ادبیات قرآنیہ اور مصطلحات ومستعملات کلام ربانیہ کی تفہیم وادراک سے کوسون دور ہین اور اُن کی واقفکاری کے لیے ابھی اُنھین زمانہ چاہیے - پہلے وہ ادب قرآنیہ کے اُن علوم ورموز کے افہام وتفہیم کا سلیقہ پیدا کرلین تب قرآن کے مقاصد ومعانی سے اپنی حرف گیریون کے استنباط کی جرأت کرین گے -

قرآن پاک مین ہم بھی یہ جانتے ہین کہ لم تحرم کا لفظ ضرور ہے جس کے معنی حرام کرلینے کے ہین - لیکن اُس کا استعمال بپیرایہ اطلاعیہ وامتنانیہ مین ہوا ہے - یعنی حضرت عائشہ اور حفصہ نے جیسا کہ آپ کے اقرار احتیاط سے سمجھ لیا تھا اور مشہور کر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے عسل یا ماریہ قبطیہ کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا - قرآن مجید نے بھی اُنھین کے مفہوم اور الفاظ مفہومہ وموہومہ مین اس واقعہ کی شہرت کو بیان کر دیا ہے کیونکہ اسکی شہرت امر تعجب خیز تھی اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آنحضرت صلعم کے اس اقرار کو وہ دونو خواتین استمرار کے معنون مین سمجھکر بیحد مسرور ہوئین اور ایک نے دوسرے کو اُسکی فوری نوید پہونچائی - خدائے سبحانہ تعالی نے اُن کے اس غلط مدعا اور اُسکے اشتہار وافشا کو شان رسالت کے سخت مناقض ومنافی پاکر اُن پر خطابات عتابانہ نازل فرمائے - جیسا کہ تمام آیات سورۂ تحریم سے ثابت ہے -

نعوذ باللہ من ذالک - اگر حقیقی اور ابدی طور پر ان اشیاء کے حرام فرما لینے کی لغزش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس کی طرف پائی جاتی تو ان خطابات عتابانہ مین رسول اللہ صلعم بھی شریک کیے جاتے جب آپ کی ذات پاک کی طرف اس عتاب کی کوئی اشارت نہین پائی جاتی تو آپ کی ذات کی طرف اُس کے حرام مؤبد کر لینے کا الزام لگانا حقیقت اور واقعیت دونون کے خلاف ہے - کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ قرآن مجید مین ذرا ذراسی ناموزونیت کے لیے خداوند تعالی نے اپنے رسولؐ کو کصاحب الحوت وھو مکظوم ٥ (تم بھی یونس کی طرح غصہ مین آلودہ نہ ہو جاؤ) ولا تعجل بالقرآن (اور قرآن کے بیان مین جلدی نہ کیا کرو) وغیرہ امثالہا - ارشاد فرما کر فوراً ٹوکدیا ہے تو کیا وہ اس موقع پر اپنے نبیؐ کو اُس کے عمل کی ناموزونیت پر مطلع و متنبہ نفرماتا فافہم وتدبر -

جب خداوند عالم کی نظر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اقرار اور عملی اظہار قابل تنبہ اور تعرض نہین ٹھہرا تو عیسائی متعصبین کی سیہ قلبی اور تیرہ نظری اُس کی حرفگیری مین کہان تک کامیاب ہو سکتی ہے۔ اس واقعہ کی نسبت عیسائی معترضین کی مغویانہ اور کافرانہ قلمکاریان ایسی بے اصل اور بہمل تھین کہ مسلمان تو مسلمان عیسائی محققین نے بھی اُن کی کامل تنقید و تردید کر دی ہے۔

مسٹر سیل مترجم قرآن اور ڈاکٹر پرائیڈکس کی غلط بیانیون کی تردید

عیسائیون کے مشہور و معروف پیشوا۔ ڈاکٹر پرائیڈکس نے اس واقعہ کے متعلق جو کافرانہ تعریض کی ہے وہ ایسی کھُلی کھُلی اور صاف صاف افترا پردازی ہے جس کو مسٹر سیل سا عیسائیت کا حامی ۔مسیحیت کا پیشوا اور بہی خواہ بھی جسے دیکھکر اُس کی تردید و تکذیب کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ہم مسٹر سیل کے ترجمۂ قرآن صفحہ ۴۱۶ مطبوعہ لندن سے اُن کی عبارت تنقیدی کا پورا ترجمہ ذیل مین درج کرتے ہین۔

ہم کو اس مقام پر لکھکر بتلا دینا نہایت ضروری ہے جیسا کہ مجھسے قبل ایک قابل مؤلف مسٹر جنجیر (Gagnier) لکھکر بتلا چکے ہین کہ ڈاکٹر پرائیڈکس نے قرآن کے اس آیہ کے غلط معنی لیے (یاایہا النبی لم تحرم) حضرت ماریہ کے ساتھ آپ کی صحبت کا ذکر کر کے ڈاکٹر موصوف مختصراً نمونہ کے طور پر اپنے سلسلۂ بیان مین لکھکر ہم کو بتلاتے ہین کہ اس آیت مین محمد صلعم نے اپنے اور تمام مسلمانون کے لیے خدا کی طرف سے یہ اجازت منگائی ہے کہ وہ علاوہ منکوحہ بیبیون کے جاریات سے جب چاہین مقاربت کرین (حالانکہ الفاظ قرآنی مین یہ اجازت و اختیارات صرف رسول اللہ صلعم کی ذات مقدس تک محدود تھے۔ کیونکہ یہ اذن و اختیار بطور خاص تو پہلے ہی آپ کو مل چکا ہے۔ اور سوائے آپ کی ذات کے کسی دوسرے کو نہین۔ دیکھو سورۂ احزاب) اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف اس اجازت و اختیار کے متعلق اضافہ کرتے ہین کہ اس آیت مین الفاظ خطاب یہ ہین کہ اے رسول۔ تم صرف اپنی بیبیون کو خوش اور راضی رکھنے کی وجہ سے اُن چیزون کو اپنے اوپر کیون ممنوع کر لیتے ہو جسکی خدا نے تمھین اجازت دیدی ہے۔ خدا نے تو تمھین کنیزون کا اختیار دے ہی دیا ہے۔

سیل صاحب نہایت تعجب و حیرت سے لکھتے ہین کہ یہ آخر فقرہ تو عبارت قرآن مین نہ اس مقام پر کہیں اور دوسرے مقام پر موجود ہے جس مین ایک ایسے امر کی اجازت ہے جو متعدد مقامات مین ممنوع کر دیا گیا ہے (دیکھو سورہ مومنون۔ سورۂ نساء اور سورۂ سبحان الذی جزو ۱۵) حالانکہ ان تمام مقامات کے احکام امتناعی پر خود ڈاکٹر صاحب موصوف نے چند نظریے لکھے ہین لیکن اسوقت آپ اُن نظریون کو بھی نظر انداز کر گئے۔ مسٹر سیل لکھتے ہین کہ مین اسکے متعلق اس سے زیادہ لکھکر اس قصہ کو بیکار طول دینا نہین چاہتا ناظرین خود دیکھ کر سمجھ لین گے کہ یہ محترم و مقدس

(ڈاکٹر پرائیڈکس) اگر کسی مسلمان کو ان افعال کا مرتکب دیکھتا تو کیا کچھ طوفان نہ اُٹھاتا۔

اس آیت کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمیون کا انکشاف حقیقت کرکے اب ہم دو ایک لفظ ڈاکٹر صاحب کے اُس بیان کے متعلق بھی عرض کرنیکی جرأت کرتے ہین جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے ماریہ قبطیہ کے خاص حالات مین نقل کیا ہے اُنکا یہ بیان ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کے انتقال کے بعد ماریہ قبطیہ اور اُن کے لڑکے کا جو پیغمبر صاحب کے صلب سے تھا کچھ حال معلوم نہین ہوتا۔ سوا اسکے کہ دونون مان بیٹے مصر مین نکال دیے گئے اور پھر اہل مصر مین ان دونون کے حالات نہین ملتے۔ یہ لکھکر ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہین۔ لیکن میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ عائشہ نے اپنے اُس کینۂ دیرینہ کے تقاضے سے جو ان کو ماریہ کے ساتھ ہمیشہ سے تھا اپنے باپ کو جو پیغمبرؐ کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا اس امر پر آمادہ کرلیا کہ اُس کا یون خاتمہ کردیا جائے۔ سیل صاحب لکھتے ہین لیکن تمام مشرقی مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلعم کی وفات سے پانچ برس بعد انتقال فرما گئین اور مقبرۂ مومنین جنت البقیع مین مدفون ہوئین۔ اُن کے صاحبزادے (ابراہیم) تو جناب رسولخدا صلعم کے سامنے ہی انتقال کرگئے تھے۔ ڈاکٹر جینیر نے ڈاکٹر پرائیڈکس سے اس روایت کی سند مانگی ہے۔

سیل صاحب لکھتے ہین۔ میرا خیال ہے کہ پرائیڈکس صاحب نے کچھ تو اسکو تواریخ ابوالفاریغوس سے لیا ہے۔ جس کے مطبوعہ نسخہ مین ماریہ قبطیہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ اور اُن کی بہن سیرین (نہ اُن کے صاحبزادے) مقوقس کی طرف اسکندریہ مین بھیجے گئے تھے۔ ہکو اس روایت کے وجود مین کوئی شبہ نہین لیکن اس کے ترجمہ کو ڈاکٹر پوکاک صاحب کی کتاب والفاظ ترجمہ سے مقابل کرلینا چاہیے۔ جس مین ہم لوگون کو من (سے) کو بجائے الیٰ (طرف) کے معنی مین سمجھنا چاہیے یعنی مقوقس نے ماریہ اور اُن کی بہن سیرین کو اسکندریہ سے بھیجا۔ مسٹر پوکاک کی کتاب کا ایک صحیح نسخہ میرے (سیل صاحب کے) پاس بھی موجود ہے اُس مین یہی مضمون مندرج ہے۔ سیل صاحب کا ترجمہ قرآن صفحہ ۴۵۱

واقعات اسلامی کی نقل و ترجمہ مین عیسائی مولفین کی ذہنیت اور صلاحیت ہے۔ جو ان کے ہموطن ہمقوم اور ہم مذہب محقق کی زبانی معلوم ہوئی۔ تو پھر ان کی مغویانہ تعریفات اور ملحدانہ تلمیحات سے مرعوب ہونا تو اپنی مزید کم مائگی اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔

اس شورش انگیز واقعہ مین جو کچھ شورش۔ سازش اور کاوش معلوم ہوتی ہے وہ سب حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کے اخلاقی ضعف و نزاکت کا باعث ہے۔ اس لیے تمام سورۂ مقدسہ مین جو خطاب عتاب ہے وہ تمامتر اُنھین دونون خواتین امہات مومنین کی نسبت ہے۔ ذات مقدس رسالت بفحوائے آیۂ کریمہ

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین۔

خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر ان سے تم روگردانی کروگے تو ہمارے رسولؐ سوائے تبلیغ ظاہر کے اور (تمھارے) کسی امر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

ان تمام تعلقات، تناسب اور تخاطب سے بالکل مبرّہ اور منزّہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کا خود الفاظ قرآنی نے اس سورہ کے آخر عبارت میں تصفیہ کردیا ہے۔

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امراءت نوح و امراءت لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتٰھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النّار مع الداخلین وضرب اللہ مثلا للذین اٰمنوا امراءت فرعون اذ قالت ربّ ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القانتین۔

کافروں (کے عبرت پکڑنے) کے لیے خدا نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کی مثال دیتا ہے کہ یہ (دونوں عورتیں) ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان دونوں نے اُنکو دغا دی (کہ اپنے شوہروں کے خلاف کافروں سے ملی رہیں) تو دونوں شوہر (باوجودیکہ پیغمبر تھے) اللہ کے مقابلہ میں انکے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جہاں اور لوگ (جہنم میں) داخل ہوئے ہیں تم بھی اُنھیں کے ساتھ جہنم میں جا داخل ہو اور (اچھے) مسلمانوں (کی تسلی) کے لئے ایک تو فرعون کی بی بی (آسیہ) کی مثال دیتا ہے کہ اُن بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھکو فرعون اور اُسکے کردار (بد) سے نجات دے اور (نیز) مجھکو ان ظالم لوگوں سے نجات دے اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی ہے جنھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے انکے پیٹ میں اپنی (قدرت سے) روح پھونکدی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اُسکی کتابوں کی تصدیق کرتی رہیں اور وہ (ہمارے) فرمانبردار بندوں میں تھیں

ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی صفحہ ۹۰

ان آیات قرآنیہ نے تمام معاملات کو آئینہ کردیا ہے۔ پہلے کافروں سے جن میں اسلام کے مخالف تمام فرقے شامل ہیں خطاب ہے اور جتلا دیا گیا ہے کہ اس شرمناک واقعہ میں وہ ازواج رسولؐ ہونے کی نسبت اور خصوصیت ظاہری پر نظر کرکے تعجب نہ کریں اور رسول اللہ صلعم پر نکتہ چینی نہ کریں۔ اس سے قبل بھی انبیائے کرام کے ازواج سے کردار بد ظاہر ہو چکے ہیں اور وہ باوجود اس اُن متقین مرسلین کے جن سے وہ منسوب تھیں۔ عذاب و عقاب الٰہی میں گرفتار ہو چکی ہیں

اُن کے مقدس شوہرون کی نسبت اور خصوصیت نہ اُن کو عذاب آلہی سے بچا سکی اور نہ جہنم سے واپس لا سکی۔ ثابت ہو گیا کہ باوجود ان خصوصیت نسبت اور قربت خاص کے بھی اُن کی جزا و سزا اُن کے اعمال و افعال کی اصابت و اساءت پر منحصر رہی اور اُنکی بدکرداریون اور بداعمالیون کا کوئی اثر اُن کے مقدس شوہرون کے دامان تقدس کو داغدار نہ کر سکا۔ اسی طرح مسلمانون کے خاص اطمینان کے لیے حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کی مثال دیکر سمجھا دیا گیا ہے کہ باوجود اس کے جناب آسیہ فرعون کے ایسے بدکردار اور خدا ایسے کفار سے منسوب تھین لیکن اُنکے اعمال حسنہ اُنکا نفس اُنکی خداشناسی ایسی کامل تھی کہ وہ ہمیشہ خدا سے دست بدعا رہتی تھین کہ وہ اُنکو فرعون اسکی بدکرداریون اور تمام ظلمہ وقت کے ہاتھون سے نجات دلوائے۔ اسی طرح جناب مریم بنت عمران نے باوجودیکہ بیدین یہود۔ اور اُنکے خاص گھر والون نے اُن پر کیسی کیسی تہمتین نہ لگائین لیکن اُس مقدسہ نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ خدا کی اطاعت اور احکام خدا کی اطاعت پر قائم رہین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونون خواتین باتمکین۔ باوجودیکہ کفار سے اُنکے تعلقات تھے خداوند عالم کے نیکوترین بندون مین داخل ہوئین۔ اس مثال خاص سے یہ تعلیم و تفہیم مراد ہے کہ مسلمان محض پیغمبرؐ کی بی بی ہونے پر اُنکے اعمال صالحہ و عبادات حسنہ کا یقین نہ کر لین۔ کافرونکی بیبیان اور رشتہ دار عورتین بھی مثل حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کے مقربین بارگاہ آلہی ہو سکتی ہین مسلمانون کی عبرت پذیری کے لیے دونون مثالین تاکیداً دکھلا دی اور بتلا دی گئین۔ اس واقعہ خاص کی مثال پہلے انبیاے سابقین کی دو بدکردار بیبیون کے حالات سے دکھلا دی گئی ہے اور بتلا دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ مخصوص اسلیے کہ ازواج رسول بدکردار ہوئین اور مورد عتاب آلہی ہوئین تعجب خیز اور حیرت انگیز نہونا چاہیے اسلیے کہ ان سے قبل دو پیغمبر کی بیبیان ایسی ثابت ہو چکی ہین پھر آخر مثال جناب آسیہ (فرعون کی بی بی) اور حضرت مریم (یوسف نجار کی منسوبہ) کی دکھلی اور بتلا دیا گیا ہے کہ ان خواتین محترمہ کی مقدس زندگی اگرچہ کفار کے ساتھ رہی لیکن اُنکے اعمال حسنہ پر کفار کی بدکرداریان کوئی اثر نہ ڈال سکین اور وہ نیکوترین طبقہ نسوانی اور مقرب ترین بارگاہ یزدانی ثابت ہوئین۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ امر تمام اعمال انسانی کی نیکی و بدی پر منحصر ہے۔ کسی کے ساتھ اُس کی قرابت خصوصیت کام نہین آسکتی۔ قرآن مجید نے کھلے کھلے الفاظ مین بتلایا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت لوط کی بدکردار بیبیون کو اُن کے مقدس شوہر کے مدارج رسالت عذاب آلہی سے نہ بچا سکے اور نہ اُنکی لغزشین اُن بزرگوارون کے دامن تقدس مین کوئی دھبہ لگا سکین اسی طرح حضرت آسیہ اگرچہ فرعون سے کافر زبردست کے ہمراہ تھین اور جناب مریم جو کفار مین گرفتار تھین محض اپنے اعمال حسنہ کی وجہ۔ خدا کی مقرب ترین بندیان ثابت ہوئین اور فرعون اور دیگر کفار کی صحبت و قربت انکے اعمال و اخلاق کو نہ بگاڑ سکی۔ ایسی مفصل اور مدلل مثالون کے بعد جو تاریخ و سیرت سے مشاہد عینی ثابت ہوتی ہین حضرت عائشہ اور حفصہ کی ان ناشایستہ حرکات کی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق

وآداب پر حرف گیری، خندہ زنی اور طعن افگنی کرنا مخالفت اسلام کی صریح نفسانیت، خباثت اور تعصب ہے چنانچہ اس مضمون کو امام فخر الدین رازی اور علامہ زمخشری نے اپنی اپنی تفسیروں میں بزیر آیات مرقومہ بالا نقل فرمایا ہے جسکی اصل فارسی عبارت ترجمہ کو ہم اُردو ترجمہ کے ساتھ ذیل میں نقل کرکے اس بحث کو تمام کیے دیتے ہیں۔

دراین دو تمثیل کہ حق تعالیٰ دراین آیہ وبعد ازین آیہ درباب زنِ فرعون بیان کردہ کنایہ عظیمے است بدو مادر مومنان بسبب آنچہ از ایشان صادر شد از اتفاق برآزار آنحضرت صلعم وافشاے راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودن وحق تعالیٰ دراین مثلہا بیان آن نمودہ کہ باوجود کفر ونفاق روابط نسبی وسببی نفع نمی بخشد ہرچند این انتساب باشرف خلق کہ پیغمبر آنند بودہ باشد وباوجود ایمان انتساب بکافران ضرر نمی رساند ہرچند کافرے مانند فرعون نبودہ باشد وبدانکہ معاتبہ کہ حق تعالےٰ باحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراول سورہ فرمودہ معلوم است کہ از غایت لطف ومرحمت است نسبت باآنحضرت صلعم کہ چرا از براے رضاجوئی زنان خود برخود حرام می گردانی لذتے چند را کہ خدا براے تو حلال گردانیدہ است ومنع حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود را ازان لذاتہا خصوصاً وقتی کہ ظاہرا متضمن مصلحتے باشد بر آنحضرت صلعم حرام نبود کہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متضمن مصلحتے باشد۔

ان دونوں آیتوں میں اور اُس کے بعد والی آیت میں جسمیں فرعون کی بی بی کا ذکر کیا گیا ہے۔ خدا سے سبحانہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا مقصد مخفی رکھا ہے۔ ان امور کے متعلق جو ان دونوں اُمہات مومنین (عائشہ وحفصہ) سے صادر ہوا اور اُن کے باخود باتفاق وسازش کی وجہ سے رسول صلعم کو آزار پہونچا اور آپ کا افشاے راز ہوا جناب باری عز اسمہٗ نے آنحضرت صلعم کو ان امور پر مطلع فرما کر بتلادیا کہ کفر ونفاق کی حالت خاص میں کسی کے ساتھ نسبی اور سببی خصائص وروابط کوئی نفع نہیں پہونچاتے عام اس سے کہ یہ قربت ونسبت پیغمبروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ایمان کی حالت ہے کہ کافروں کے ساتھ نسبت ایمان کو نہیں بگاڑ سکتی۔ اگرچہ فرعون کے ایسا ہی کافر کیوں نہ ہو اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ نے ابتداے سورہ میں جو بتدیدا نہ خطاب رسول اللہ صلعم سے کیا ہے وہ کوئی معاتبہ نہیں ہے بلکہ غایت لطف و مرحمت کیساتھ خطاب استفہامیہ کے انداز میں خدا اپنے رسول کو سمجھاتا ہے کہ تمنے اپنی ان بیبیوں کی محض رضاجوئی کے لئے اُن اشیاء سے لذت پذیری کو اپنے اوپر کیوں حرام کرلیا ہے جو خدا کی طرف سے تمھارے لیے حلال کی گئیں ہیں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ اُن چیزوں کے محظوظ ہونے سے رسول اللہ صلعم کا رُک جانا یا پرہیز اختیار کرنا

منقول از حیات القلوب
جلد دوم صفحہ ۵۸۰

کسی طریقہ سے آپ کے لیے ممنوع وحرام نہین تھا جس کی وجہ سے
آپ پر نعوذ باللہ ارتکاب معصیت کا گمان کیا جائے۔

غزوۂ تبوک

(رجب سنہ ۹ ہجری مطابق اکتوبر و نومبر سنہ ۶۳۵ء)

تبوک۔ مدینہ اور دمشق کے بیچ مین چودہ منزل کی مسافت پر ایک مشہور مقام ہی۔ قدیم زمانہ مین اقوام قدیم کا مرکز تھا جنگ موتہ مین فوج اسلامی کی واپسی نے عیسائیون کو اتنا جری کردیا تھا کہ وہ مدینۃ النبیؐ پر چڑھائی کا برابر ارادہ کر رہے تھے غسان جو علاقہ شام مین قیصر روم کی طرف سے نیابتاً حکومت کر رہا تھا دار الاسلام مدینہ کی فتح کرنے کیلیے سخت بےچین تھا ایک تو عرب ہونے کی نطرتی مخالفت اُسکو اسلام کے استیصال پر آمادہ کر رہی تھی پھر اسکے بعد عیسائی ہونے کا خلوص اسکے سمند شوق پر تازیانہ کا کام کر رہا تھا لیکن اسلام سے اب مقابلہ بڑے جیوٹ کا کام تھا! ور دار الاسلام مدینہ پر چڑھائی جان سے ہاتھ دھونیکا نام تھا موقع کی اہمیت کو پیش نظر رکھکر غسانی حاکم نے ہرقل رومی سے کمک مانگی اور اپنی عرضداشت مین جھوٹی سچی خبرین لکھ کر قیصر کو اپنی امداد و حمایت پر آمادہ کر لیا قیصر کو جو عرضی بھیجی تھی اس مین جھوٹی خبر تو یہ تھی کہ پیغمبر اسلام نے انتقال فرمایا۔ اسلام اور اہل اسلام کے استیصال کا اس سے بہتر دوسرا موقع ہاتھ آنے والا نہین ہے۔ کیونکہ جزیرہ نمائے عرب بالکل خالی پڑا ہی اور مدینہ کی خاص حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ وہان قحط عظیم برپا ہے ہزارہا بندگان خدا بھوک پیاس سے مر گئے۔ اجڑ گئے۔ جو بچ گیے وہ بلا و مصیبت سے جان بلب ہین۔ قیصر نے ملک گیری کے اصول اور توسیع فتوحات کے دستور کے مطابق ماتحتی حکمران کی مداد کو قبول کر لیا اور کمک مین چالیس ہزار شاہی فوج روانہ کردی۔ ادھر غسان کے حاکم نے عرب کے آس پاس والے تمام قبائل کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ بنی لخم۔ بنی جذام اور بنی غسان سب کے سب استیصال اسلام پر تل گیے۔

ادھر کی یہ حالت تھی اودھر مدینہ کی یہ مصیبت تھی کہ ایک برس سے چار طرف قحط عظیم برپا تھا۔ پانی کا ایک قطرہ نہ برسا تھا خرمون کی فصل ماری گئی تھی۔ وہی انکا آذوقہ تھا مویشیون کے چرنے کو زمین پر گھانس تک میسّر نہین تھی آدمی اور جانور زیادہ تر درختون کے پتون پر بسر کرتے تھے بے آب ودانہ علاقہ مین چارون طرف ہزارون جانین تلف ہو رہی تھین۔ انھین ایام مین شام کے زیتون بیچنے والے نبطی مدینہ مین آئے اور یہ خبر لائے کہ رومی اور غسانی فوجین مدینہ پر چڑھائی کرنے والی ہین۔ بلکہ انکا مقدمۃ الجیش دمشق سے روانہ ہو کر جابلقا تک پہونچ گیا ہی۔ روم کی تازہ دم فوجین اور قبائل عرب کے لشکر ملکر اپنی متحدہ قوتون سے تخت گاہ اسلام کو پامال کرد ینگی۔

جناب رسولخدا کا تہیۂ سفر اور اسکی دشواریان

اسلام غسانیون کی مخالفت سے غافل نہین تھا۔ جنگ موتہ کی واپسی ہی کے وقت سے یہ مخالفانہ خبرین مدینہ کی گلی کوچون مین مشہور ہو رہی تھین اور ایک دن اُنسے تقابل و تصادم یقینی تھا۔ اس بنا پر بطیون کی یہ خبر مسلمانون کے لیے کوئی نئی خبر نہین تھی لیکن اس تازہ خبر کی شہرت مین اتنی اہمیت ضرور تھی کہ مخالف کے طلیعہ کا شہر جابلقا تک پہونچ جانا ایسا امر نہین تھا کہ اسلام بے پروا ہو کر سکوت اور خموشی اختیار کر لے۔ ان امور کو پیش نظر رکھکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے یہ تجویز فرمایا کہ غنیم کے شہر مین آجانے سے پہلے باہر نکل کر ان کی سد راہ ہو جانا بہتر ہے۔ اسلیے کہ اسلامی مقبوضات کے اندرونی تمام مقامات مین امن قائم رہیگا لیکن باینہمہ یہ مقابلہ ایک ایسی عظیم الشان سلطنت سے تھا جو نصف سے زاید دنیا پر حکمران تھی اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اپنی قوت سے ایران کے ایسی عظیم و قدیم سلطنت کو مغلوب کر چکی تھی۔ ان ضرورتون سے خاص طور پر سامان جنگ کرنا لازمی تھا۔

لیکن آنحضرت صلعم کو تجہیز سامان جنگ مین جو دقتین حائل در دشواریان لاحق تھین وہ یہ تھین۔ تمام مسلمان۔ سپاہی سے لیکر اہل فلاحت و تجارت کیا صاحبان مال و دولت تک پریشان اور بالکل بے سروسامان تھے سال بھر کے قحط شدید مین انکا اندوختہ سرمایہ صرف ہو چکا تھا۔ روٹیون تک کو محتاج تھے۔ بڑی دور کا سفر تھا ان مفلسون کے پاس سواری کے جانور تک باقی نہین رہے تھے۔ قحط مین سب پیٹ کے نذر ہو چکے تھے اسلحات بھی بک کر اس و زرخ مین جھونک چکے تھے۔ سلاح جنگ کیسے پہننے کے کرتے تک اتر کر گرد ہو چکے تھے۔ عرب کی قیامت والی گرمی پڑ رہی تھی بھوک پیاس سے بچ بھی گئے تھے تو دھوپ اور گرمی جھلسائے دیتی تھی۔

ضرورت وہ۔ حالت یہ۔ لیکن کسی کی لاکھ مشکل در ہماری ایک آسانی۔ مدبر رسالت علیہ السلام والتحیۃ نے۔ ان تمام دشواریون۔ دقتون اور مصیبتون پر۔ اسلام کی حمایت۔ اعلاء کلمۃ اللہ۔ توحید کی اشاعت مخالفین کے مظالم کی مدافعت۔ اہل اسلام کی جان۔ مال۔ آبرو۔ اور اہل عیال کی محافظت کو ترجیح دی اور عیسائیون کی کثیر التعداد فوجون سے مقابلہ کے لیے سفر جہاد کا اعلان فرما دیا اگرچہ مسلمانون کے افلاس تنگدستی اور عسرت کی جو حالت ہو رہی تھی وہ نہایت تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے لیکن جب غیرت قومی اور حیاے ایمانی کا قدم درمیان آگیا تو ان تمام مصیبتون کا خیال دل سے جاتا رہا۔

اصحاب رسولؐ اور فراہمی سامان جنگ مین امداد

حسب الامکان تمام اکابر صحابہ نے سامان جنگ کی فراہمی مین شرکت کی۔ ان تمام امدادی سرمایہ مین حضرت عثمان کا سرمایہ سب سے زیادہ تھا۔ لیکن ابو عقیل انصاری کا ہدیہ سب سے زیادہ گرانقدر نکلا۔ اس لیے سب کی عطیہ رقمون کے اوپر رکھوایا گیا۔

یہ ہدیہ نہ درہم و دینار تھا۔ نہ غلہ اور نہ اسلحہ کا انبار بلکہ صرف خشک چھوہارے تھے وہ بھی کل دو سیر۔ صاحب رحمۃ العالمین تاریخ ابن خلدون سے اسکی تفصیلی کیفیت یون نقل فرماتے ہین۔

ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لا کر پیش کئے اور عرض کی رات بھر پانی کھینچ کھینچ کر ایک شخص کے کھیت کو سیراب کیا تھا اسکی مزدوری مین چار سیر چھوہارے ملے تھے۔ دو سیر بچون کے لیے گھر مین چھوڑ دیے باقی دو سیر لے آیا ہون نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہارون کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بچھا دو۔ رحمۃ ص ۱۴۱ مطبوعہ امرت سر۔

صحابہ کا شرکت جنگ سے اغماض

غزوہ تبوک کی تیاری ایک طرف سے تو اہل اسلام کی حمایت دین مین استقلال پائداری اور انکے ایثار مالی کے اعلیٰ مناظر و مشاہد پیش کرتی ہے دوسری طرف سے انکے ابتلا و امتحان کی کیفیت دکھلا رہی ہے۔ تمام محدثین و مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ۸۲ مسلمانون نے شرکت جنگ سے پہلو تہی اختیار کی اور گھرون مین چھپکر بیٹھ رہے صاحب رحمۃ العالمین نے تو کھلے الفاظ مین لکھدیا ہے کہ

تقریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے بہانا کر کے اپنے اپنے گھرون مین چھپ بیٹھے عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافق نے ان لوگون کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد صلعم اور انکے ساتھی مدینہ واپس نہ آسکین گے قیصر انھین گرفتار کر کے مختلف ممالک مین بھیجدے گا۔ ص ۱۴۲

شبلی صاحب اسکے متعلق لکھتے ہین۔

سوء اتفاق یہ کہ سخت قحط اور شدت کی گرمیان تھین۔ ان اسباب سے لوگون کو گھر سے نکلنا شاق تھا۔ منافقین جو بظاہر آپ کو مسلمان کہتے تھے انکا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی دل چراتے تھے اور دوسرون کو بھی منع کرتے تھے۔ لا تنفروا فی الحر گرمی مین نہ نکلو۔ سویلم ایک یہودی تھا اسکے گھر مین منافقین جمع ہوتے اور لڑائی پر جانے سے لوگون کو روکتے۔ ص ۴۱۰

ابن ہشام کے الفاظ یہ ہین۔

ان رسول اللہ صلعم امر اصحابہ بالتہیؤ لغزو الروم وذلک فی زمن عسرۃ من الناس وشدۃ من الحر وجدب من البلاد وحین طابت الثمار والناس یحبون المقام فی ثمارھم وظلالھم ویکرھون

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو رومیون سے جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور یہ حکم لوگون کو عین شدت کی تنگی، گرمی قحط وبلا کے زمانہ مین دیا گیا اور نیز ایسی فصل وقت مین کہ ان کے خرمے پک رہے تھے اور تمام لوگ اپنے پھلون اور انکے سایون مین آرام و مقام کرنا پسند کرتے تھے اور ایسی حالت

الشخوص على الحال من الزمان الذي هو عليه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قلما يخرج في غزوة الا كنى عنها واخبر انه غير الوجه الذي يصمد له الا ما كان من غزوة تبوك فانه بينها للناس لبعد الشقة وشدة الزمان وكثرة العدو والذي يصمد له ليتاهب الناس اهبته فامر الناس بالجهاز واخبرهم انه يريد الروم

خاص میں گھر سے باہر نکلنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ حکم غزوہ کے اظہار کے وقت اصل مقام کے خلاف دوسرے مقام کی طرف جانیکی لوگوں کو اطلاع دیتے تھے۔ اس لیے کہ دشمن کو آپکی نقل وحرکت کی خبر نہو بخلاف اس دستور کے۔ غزوہ تبوک میں آپنے ابتدا ہی سے صاف صاف بتلا دیا کہ روم سے مقابلہ کا قصد ہے اسلیے کہ سفر کی دوری. گرمی کی تیزی اور بے سروسامانی اور تنگ حالی کی کیفیت ان پر پوشیدہ نرہے۔ صـ۳۶ جلد ۳ مصر

ہم لکھ کر بتلا چکے ہیں کہ غزوہ تبوک مسلمانوں کے استقلال فی الایمان کا بہت بڑا امتحان تھا۔ ابن ہشام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ تن آسانی کے خیال سے بھی گھر سے قدم باہر نکالنا نہیں چاہتے تھے۔ اور اکثر لوگ منافقین کے بہکانے سے بھی رکے رہتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں دونوں امر کی طرف حسب ذیل اشارت فرمائی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝

اے ایمان والو تمھیں زیبا نہیں ہے کہ تم راہ خدا کے کاموں سے گریز کرو اور دنیا میں پانو جمے بیٹھے رہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا اختیار کرنے کے لیے راضی ہو۔ حالانکہ دولت دنیا نعمت عقبیٰ کے مقابلہ میں بالکل بے مقدار ہے۔

بعض وفادار صحابہ کی جان نثارانہ حالت

ان ظاہر نما مسلمانوں کے خلاف اکثر وفادار ایسے بھی تھے جو حقیقت میں اپنی تنگدستی. پریشانی اور بے سروسامانی کے باعث سفر کرنے سے مجبور تھے وہ بارگاہ الٰہی سے اس خطاب عتاب آمیز کو سنکر بیتاب ہوگیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیساختہ دوڑے آئے اور بکمال حزن وملال اپنی مجبوریوں کا اظہار حال کرنے لگے اور پیادہ روی سے اپنی مجبوری اور برہنہ پائی کی حالت خراب دکھلا کر سواری کے خواستگار ہوئے یہاں خود سواری کی اتنی قلت شدید تھی کہ اٹھارہ شخصوں کی شرکت میں ایک اونٹ دیا گیا تھا جس پر باری باری سے لوگ سوار ہوا کرتے تھے اس بنا پر آنحضرت صلعم نے ان سے خود اپنی مجبوری دکھلائی۔ قرآن مجید نے بھی ان خالص الایمان مسلمانوں کی تصدیق حال ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ

اور ان لوگوں پر کچھ اعتراض نہیں ہے کہ جب وہ تمھارے پاس آئے کہ ہمکو سواری دیجئے اور تم نے کہا کہ میرے پاس سواری کہاں ہے

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝ جس پر تمہیں سوار کر سکوں۔ تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس کچھ خرچ نہیں ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے ان مخلصین کے حسب ذیل نام لکھے ہیں۔

(۱) سالم بن عمیر (۲) علقمہ بن زید (۳) ابولیلی عبدالرحمن ابن کعب مازنی (۴) عمر بن غنمہ (۵) سلمہ بن صخرہ (۶) عرباض بن ساریہ (۷) عبداللہ بن مغفل (۸) معقل بن یسار (۹) ہدی بن عبدالرحمن (۱۰) عمر بن الحمام بن الجموع۔

انھیں بزرگواروں کی وفاداری کے ساتھ عبداللہ ملقب ذوالبجادین کی جان نثاری بھی قابل ذکر ہے جسکو ہم صاحب رحمۃ للعالمین کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عبداللہ ملقب ذوالبجادین

ان کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ تھے کہ باپ مرگیا چچا نے پرورش کی۔ جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ۔ بکریاں غلام دیکر انکی حیثیت درست کردی حسن اتفاق سے عبداللہ نے اسلام کا شہرہ سُنا دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا لیکن چچا کا خوف اسقدر طاری تھا کہ اظہار اسلام نکر سکے جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے۔ تو فتح مکہ کا حال سُنکر عبداللہ بیچین ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کے شوق زیارت میں بیتاب ہوکر چچا کے پاس آئے اور کہنے لگے چچا مجھے برسوں اس امر کے انتظار میں گذر گئے کہ کسدن آپکے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوگی اور آپ مسلمان ہوں گے لیکن آپ کا حال اب تک ویسا ہی کا ویسا ہی چلا آتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتبار نہیں کرتا مجھے آپ اجازت دیں تو میں مسلمان ہوجاؤں۔ چچا یہ سنکر غصہ سے جل اُٹھا اور کہنے لگا کہ اگر محمد صلعم کا دین قبول کرنا چاہے گا تو یقین کرلے میں ابھی سب کچھ تجھسے چھین لوں گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک نہ چھوڑوں گا۔ عبداللہ نے نہایت استقلال سے جواب دیا چچا میں اب تو مسلمان ہوکر رہوں گا۔ اور محمد صلعم کی طاعت ومتابعت ضرور اختیار کروں گا۔ میں شرک اور بت پرستی سے بالکل بیزار ہوچکا ہوں۔ میرا تو یہ مصمم ارادہ ہوچکا ہے۔ اب آپکا جو قصد ہو وہ کیجیے۔ جو کچھ میرے قبضہ میں زر و مال ہے سب چھین لیجیے۔ میں تو یقین کرچکا ہوں کہ آخر ایکدن مجھے ان سب چیزوں کو چھوڑنا ہی پڑے گا اس لیے بہتر ہے کہ آپ ہی کو واپس کرتا جاؤں میں ان تعلقات فانی کے لیے دین کے ذخائر روحانی کو نہیں ترک کرسکتا۔ یہ کہکر عبداللہ نے چچا کے سامنے کھڑے کھڑے تمام بدن کے کپڑے اُتار دیے اور مادر زاد برہنہ ہوکر ماں کے پاس چلے گیے۔ ان دیکھکر حیران ہوگئی۔ پوچھا ارے کیا ہوا۔ عبداللہ نے کہا میں مومن اور موحد ہوگیا اب جناب رسولخدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں۔ چچا نے مارے غصہ کے یہ حال کردیا۔ اگر آپ سے ہوسکے تو کوئی ٹکڑا یا پارچہ دیدیجیے۔ ورنہ میرا کوئی ذمہ دار نہیں ہے ماں نے ترس کھاکر

ایک کمل اٹھا دیا عبداللہ نے وہین کھڑے کھڑے اس کمل کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑے کا تہبند باندھا دوسرا ٹکڑا کندھے پر ڈال کر ان کے پاس سے باہر نکل آئے اور مدینہ منورہ کی طرف چل کھڑے ہوئے راتون رات چلے گئے صبح کو مسجد رسول صلعم مین حاضر ہوگئے اسوقت تک جناب رسول خدا روحی لہ الفدا دولت سرا سے برآمد نہین ہوئے تھے۔ عبداللہ بڑی بے تکلفی سے دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ اور جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ آپ تشریف لائے تو ایک مرد غریب صورت پا کر استفسار فرمایا تم کون ہو؟ تمھارا نام کیا ہے انھون نے عرض کی مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہین مین ایک مرد فقیر ہون مسافر ہون غریب ہون آپکے جمال کا عاشق ہون اور ہدایت کا طالب حصول امید کا آسرا لگا کر در دولت تک پہونچا ہون کجا روم چہ کنم بر در کہ روم آرم اس تقریر نے آپ کی خاطر مبارک پر بڑا اثر کیا اپنے قریب بلا کر نہایت شفقت وعنایت سے ارشاد فرمایا تمھارا نام آج سے عبداللہ ہے اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب قیام کرو اور مسجد ہی مین رہا کرو۔

الغرض خوش نصیب اوسی دن سے دائرہ مسلمین مین داخل و رطبقہ اصحاب مین شامل ہوگیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پڑھا کرتا تھا اور عجب ذوق وشوق سے اور جوش وطرب سے ذرات تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ ایکبار حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التماس کی کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہین اور یہ اعرابی اس بلند آوازی سے قرآن پڑھ رہا ہے کہ دوسرون کی قرات مین مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمر اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسولؐ کی محبت مین سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو یہ بھی جناب رسول خدا صلعم کی خدمت مین آئے۔ اور عرض کی۔ یارسول اللہ دعا فرمائیے۔ کہ مین بھی راہ خدا مین شہید ہو جاؤن۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ عبداللہ گئے چھلکا اتار لائے۔ آپنے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندہ دیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا الٰہی مین اسکے خون کو کافرون پر حرام کرتا ہون۔ عبداللہ نے کہا۔ یارسول اللہ صلعم مین تو شہادت کا طلبگار ہون۔ آپ میری حفاظت جان کے تعویذ فرماتے ہین! ارشاد ہوا جب غزا کی نیت سے نکلوگے تمھین تپ آجائے گی اور مر جاؤ گے تب بھی تم شہدا ہی مین داخل ہوگے عبداللہ یہ سنکر بیحد مسرور ہوئے اور خوش خوش لشکر اسلام کے ہمراہ روانہ ہوگیے۔ رحمت صفحہ ۱۳۰

عبداللہ کا خاتمہ احوال عنقریب سلسلہ بیان مین آتا ہے۔

شبلی صاحب نہ معلوم کیون ایسے قابل الذکر واقعات کو قلم انداز فرماتے چلے جاتے ہین۔ وہ جانین اور

ان کی مصلحت۔ ان واقعات کی نقل و تحریر سے میرا مدعا یہ تھا کہ ظاہر نما اور حقیقت آزما وباوفا اہل اسلام کا فرق مابہ الامتیاز معلوم ہو جائے۔ مندرجہ بالا شواہد سے ثابت ہو گیا کہ اہل اسلام میں اسوقت دو قسم کے لوگ تھے بعض وہی ظاہر نما تھے۔ جو محض غرض دنیا اور تکلیف سفر کے خیال سے گھر سے باہر قدم نکالنا نہیں چاہتے تھے اور بعض حقیقتًا مجبور رہتے۔ قرآن مجید نے دونوں قسم کے لوگوں کی تصریح کی ہے۔ شبلی صاحب قرآن مجید سے صرف ایک کی تصریح فرماتے ہیں۔ دوسرے کی نہیں۔ یہ مولفانہ تدین کے بالکل خلاف ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ ان دونوں گروہوں کے علاوہ منافقین کا ایک تیسرا گروہ بھی تیار تھا جو اپنی شرارت طبعی سے طرح طرح کی افواہ جمعیت اسلامی میں پھیلایا کرتا تھا۔ ہمارے شبلی صاحب اسی گروہ پر برس پڑے ہیں۔ انکی مخالفت و مخاصمت اور فتنہ سازی و حیلہ پردازی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اور نہ ان کا گروہ نیا تھا۔ وہ تو جا و بیجا۔ زیبا و نازیبا فتنے پیدا ہی کیا کرتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ مسلمان کیسے تھے اور انکا رسوخ بالایمان کیسا تھا کہ وہ اس سادہ لوحی سے انکے چکموں میں آجاتے تھے۔

تبوک کی طرف لشکر اسلام کی روانگی

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار کی جمعیت لیکر جس میں بقول شبلی صاحب دس ہزار گھوڑے تھے۔ مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے شہر کا انتظام سباع ابن عرفطہ انصاری کو سپرد ہوا۔ (طبری) اور جناب علی مرتضیٰ کو اہل بیت کی حفاظت و نگرانی پر مامور فرمایا۔

یہ سفر تکلیف راہ قلت زاد و راحلہ کے اعتبار سے اذیت کا سفر تھا۔ راہ تمام سنگلاخ پہاڑوں اور ریگزاروں میں کوسوں منزلیں طے کرنی تھیں۔ کوسوں چلے جائیے منزلوں طے کر دیجیے لیکن پانی کا کہیں نشان نہیں۔ صاحب رحمۃ للعالمین لکھتے ہیں۔ لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ اٹھارہ شخصوں کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا رسد کے نہونے کی وجہ سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج آئے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اونٹوں کو اگرچہ سواری کے لیے پہلی ہی سے کم تھے۔ ذبح کر کے انکے امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ (ترجمہ بحوالہ مدارج النبوۃ صـــ ۱۴۲)۔

ابھی لشکر اسلام حوالی مدینہ ہی میں تھا کہ منافقین مدینہ نے حضرت علی مرتضیٰ کے مدینہ میں رہجانیکے فتنہ انگیز اسباب بیان کرنے شروع کر دیے۔ صاحب رحمۃ للعالمین نے انکو ان الفاظ میں لکھا ہے۔

اعلان حیثیت منزلت

ابھی تبوک کے راستہ ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰ بھی پہنچ گئے معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علی کو چڑھانے اور کھجانے اور شرمانے لگے۔ کوئی کہتا کہ نعوذ باللہ بوجھ سمجھکر چھوڑ دیا۔

کوئی کتا ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتون سے شیر خدا کو غیرت آئی۔ وہ منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے بنی صلعم کی خدمت مین پہونچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤن متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ بنی صلعم نے دیکھا تو فرمایا الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔ — علی کیا تم اس پر راضی نہین ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسا کہ موسیٰ کے لئے ہارونؑ تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہین ہے۔ یہ سنکر حضرت علی مرتضیٰ خوش و خرم مدینہ کو واپس گئے ص ۲۴۲۔ بحوالہ بخاری۔

یہان ایک امر کا صاف کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر جب علی مرتضیٰ بھی منافقین کے چکمون مین آگئے اور مدینہ سے فرودگاہ نبوی تک دوڑ گئے جب آپکا طرز عمل بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے تو پھر دوسرون کے طرز عمل پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے وہ بھی منافقین کی باتون مین پڑ کر مدینہ مین بیٹھ گئے۔ یا ذرا سے فقرے مین مدینہ سے لشکر گاہ تک دوڑ گئے۔

یہ بالکل منافقانہ وہم ہے اول حضرت علی کے مدینہ مین رہجانے اور دوسرون کے گھر بیٹھ رہنے مین بڑا فرق ہے جب علی مرتضیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم و اجازت سے مدینہ مین رہگئے تھے گویا آپکے بٹھلائے ہوئے بیٹھے تھے ان کے خلاف دوسرے لوگ بلا حکم و رضائے رسولؐ غرض دنیا سے گھر مین چھپ رہے تھے۔ یا منافقین کے بٹھلانے سے گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔

بخاری صاحب ہون یا شبلی صاحب۔ یا انکے ایسے کسی صاحب کو ایسی کیا پڑی ہے کہ حضرت علیؑ کی نسبت اصل حقیقت کی تلاش کرے۔ علیؑ کی حقیقت حال تو اون کے لئے وبال ہے لیکن اگر ان حضرات کی آنکھین اس طرف سے بند تھین تو بہتون کی کھلی تھین اور وہ حقیقت و اصلیت کا ہر دم مشاہدہ فرما سکتے تھے مگر یہ امور انکے دیکھنے کے قابل ہی نہین تھے بہر حال اب تو دیکھئے جب علیؑ مرتضیٰ کو بعد و رحلم ہی کے وقت منافقین کی اس طعن و تشنیع کا خیال آیا اور آپنے اسی وقت آنحضرت صلعم کی خدمت مین اسکو عرض کر دیا تھا۔ پڑھیے امام نسائی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم فی غزوۃ تبوک وخلف علیا فقال اتخلفنی فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ

سعد (ابن ابی وقاص) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم غزوہ تبوک کے قصد سے روانہ ہوئے تو آپنے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو مدینہ مین چھوڑا حضرت علیؑ کہنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ مجھے یہین چھوڑ جائینگے آپنے فرمایا کہ اے علیؑ کیا

الا انہ لا نبی بعدی

بحوالہ تاریخ احمدی ص۷۹

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے اوس منزلت پر ہو جیس منزلت پر موسیٰ کیلئے ہارون تھے سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے

اس سے زیادہ تفصیل امام حاکم نے مستدرک مین کی ہی۔

عن علی قد عانی رسول اللہ صلعم فعزم علی اما تخلفت قبل ان تکلم قال فبکیت فقال رسول اللہ ما یبکیک یا علی قلت یا رسول اللہ خصال غیر واحد تقول قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ وخذلہ ویبکینی خصلۃ اخری کنت ارید ان اتعرض للجہاد فی سبیل اللہ فکنت ارید ان التعرض للاجر ویبکینی خصلۃ اخری کنت ارید ان التعرض بفضل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اما قولک تقول قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ وخذلہ فان لک لی سوۃ قد قالوا ساحر وکاھن وکاذب اما قولک التعرض للاجرا اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی واما قولک التعرض بفضل اللہ ھذا اھاز من فلفل جاؤنا من الیمن فبیعہ واستمتع بہ انت وفاطمۃ حتی یاتیکم اللہ من فضلہ فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد والبزاز وابوبکر العاقولی فی مواثلۃ وابن مردویہ وابراھیم بن عبد اللہ الوصابی الیمنی فی الاکتفاء فی فضائل الاربعۃ الخلفاء

منقول از ارجح المطالب صفحہ ۵۰۵

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے روقت (آگی تبوک) مجھے بلایا اور پیشتر اسکے کہ مین کچھ بولون حضرتؐ نے مجھے قسم دیکر اپنے پیچھے رہجانے کا حکم دیا مین رونے لگا حضرتؐ نے فرمایا کیون روتے ہو اور تمہین کیا چیز رلاتی ہے مین نے عرض کی مجھے ایک چیز نہین لاتی ہے بلکہ بہت سی وجہین ہین کل قریش کے لوگ کہینگے کہ حضرتؐ نے اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہو کر اسکو چھوڑ دیا۔ دوم یہ کہ مین اسلئے روتا ہون کہ میرا ارادہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے کا ہے اور اجر حاصل کرنے کا ہے سوم یہ کہ میرا ارادہ فضل خدا حاصل کرنیکا ہے پس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تمنے کہا کہ اسلئے روتا ہون کہ قریش کے لوگ کہینگے کہ حضرتؐ نے اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہو کر اسکو چھوڑ دیا پس اسمین تمہارے لئے میری ایک سنت مقتدا ہے۔ لوگ مجھے بھی ساحر، کاہن اور کاذب کہتے تھے اور تم جو یہ کہتے ہو کہ مین اسمین شریک ہو کر خدا سے اجر ملنے کا امیدوار تھا تو کیا تم راضی نہین ہو کہ تمہاری منزلت مجھسے ایسی ہو کہ جیسے ہارون کی موسیٰ سے مگر میرے بعد نبی نہوگا۔ اور تم جو یہ کہتے ہو کہ مجھے خدا کی مہربانی سے غنیمت مین حصہ ملنے کی امید تھی تو یہ سیاہ مرچون کے بستے جو علاقہ یمن سے آئے رکھے ہین تم انکو فروخت کرو اور تم اور فاطمہؑ اُنسے فائدہ اٹھاؤ جہانتک کہ خدا کی مہربانی تمہین غنیمت مین حصے ملے کیونکہ مدینہ کا نظم و صلاح بغیر میرے یا تمہارے ممکن نہین حاکم نے اسکو مستدرک مین لکھ کر صحیح الاسناد بتلایا ہے اور بزار ابوبکر عاقولی ابن مردویہ اور ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی الیمنی نے اپنی کتاب مسمیٰ اکتفار فی فضائل الاربعۃ الخلفا مین نقل کیا ہے۔

ارجح المطالب ص۵۰۵

محدث شیرازی بھی اسکو حسب ذیل الفاظ مختصرہ مین لکھتے ہین -

بصحت رسیدہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزم بیرون رفتن کرد علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ را در اہل خود خلیفہ گردانید۔ علی بعرض رسانید کہ در ہیچ غزوہ تخلف ننمودہ ام چگونہ است کہ این نوبت مرا می گذاری فرمود اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی اے علیؑ آیا راضی نیستی کہ باشی نسبت بمن بمنزلہ ہارون نسبت موسیٰ لیکن فرق اینست کہ بعد از من ہیچکس را مرتبہ نبوت نخواہد بود پس بزوجات مطہرات خویش فرمود علیؑ را برشما خلیفہ گردانیدم باید کہ سخن ویرا بشنوید و فرمانبرداری او بجا آورید۔

روضۃ الاحباب ص۴۸۷

بطریق صحیح منقول ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوہ تبوک میں) باہر جانے کا قصد کیا تو علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو اپنے ازواج پر خلیفہ مقرر کیا حضرت علیؑ نے عرض کی کہ میں آجتک کسی غزوہ سے غیر حاضر نہیں رہا۔ پھر مجھکو کیوں چھوڑا جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمھاری منزلت میرے نزدیک ویسی ہی ہو جیسے ہارون کی منزلت موسیٰ کے نزدیک تھی سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی شخص رتبہ نبوت پر فائز نہوگا پس فرماکر آپنے تمام ازواج طاہرات سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ میں نے علی بن ابیطالب کو تم سب پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ تم سب اوسکی ہدایت کو سنا کرو اور اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کیا کرو۔

یہ روایتیں صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر میں رخصت ہوتے وقت حضرت علی مرتضیٰ کو یہ ضرورت بتلا کر اور ہدایت فرما کر مدینہ میں رہجانے کا حکم فرما دیا جناب علی مرتضیٰ ضرورت کی اہمیت اور حکم رسولؐ کی مصلحت کو گوش اطاعت سے سنکر مدینہ میں رہ گئے لیکن جناب رسولخدا صلعم کی روانگی کے بعد منافقین سے زیادہ تو ان مسلمین (قریش بروایت حاکم) کی تردید و تکذیب کی ضرورت حضرت علی کو پیش آئی جو محض آرام طلبی و تن آسانی سے گھر میں چھپے بیٹھے تھے اور آپکے گھر رہ جانے کی صحیح وجوہات میں معنی پہنا رہے تھے۔ یہ منافقین کے فقرے نہیں تھے۔ بلکہ ظاہر نما مسلمانوں کے حیلے اور طعن آمیز آوازے تھے کیونکہ امام حاکم نے قریش کا لفظ لکھا ہے۔

حضرت علیؑ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام جرف میں پہونچکر لشکر اسلامی سے مل گئے اور جو ضرورت در مدینہ سے آنے کی لاحق حال ہوئی تھی۔ خدمت نبویؐ میں عرض کردی اور جو منزلت آپکی شہنشاہ رسالت کو مدنظر تھی وہ زبان رسالت سے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرادی۔ اسلیئے کہ حدیث منزلت یا استخلاف فی دار الہجرت کے متعلق جو کچھ ارشاد نبوت ہوا تھا۔ وہ دولتسرائے رسالت کے اندر فرمایا گیا تھا۔ سننے والے اسکو خلوت کی باتیں یا حضرت علیؑ مرتضیٰ کے مصنوعی اضافات ٹھہراتے۔ اسلیئے ضرور تھا کہ جناب علیؑ مرتضیٰ ان فتنہ پردازیوں کی مفویانہ افواہوں کی خاص زبان رسالت سے عامۃ المسلمین کے سامنے اصلاح فرمادیں۔ یہی ضرورت تھی جو

آپ کو مدینہ سے اتنی تکلیف دہی کی باعث ہوئی۔

افسوس تو اس پر آتا ہے کہ تمام ماخذوں میں یہ واقعات و حالات پوری اصلیت اور واقعیت کے ساتھ موجود ہیں مگر تعصب، نفسانیت اور خود غرضی ہے کہ نہ اونکی تصریح کرنے دیتی ہے اور نہ تشریح۔ ہمنے متعدد محدثین کی اسناد سے دونوں روایتیں لکھدیں جو علی رؤس الاشہاد ثابت کر رہی ہیں کہ حدیث منزلت اور استخلاف فی دار الہجرۃ دو بار ارشاد فرمایا گیا۔ اول ربیت الشرف میں تخصیص کے خاص طریقہ میں۔ دوسری بار۔ مقام جرف میں اعلان عام کی صورت میں۔

حضرت ابوذر کی سعی فی الجہاد

ہم اپنے سلسلہ بیان میں لکھ چکے ہیں کہ بہت سے مومنین مخلصین حقیقتاً اپنی غایت مجبوری سے پیچھے رہ گئے تھے جس طرح کعب بن مالک۔ جن کا پورا حال ہم غزوہ تبوک کے خاتمہ میں لکھیں گے۔ پیچھے رہجانے والوں میں حضرت ابوذر غفاری رضؓ بھی تھے۔ ان کے زاہدانہ حالات و عادات اور درویشانہ واقعات حیات سے کون مسلمان واقف نہیں ہے۔ خیریت سے ان کے پاس اونٹ تھا۔ لیکن آقا کی حالت جب فاقوں سے درست نہیں تھی تو ناقہ کو کون پوچھتا ہے یہ غریب آنحضرت صلعم کی روانگی کے بعد اوسی لاغر اور کمزور اونٹ پر لشکر کے ہمراہ چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج سے کوسوں دور ہو گئے۔ تاریخ الخمیس میں ہے۔

نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بعض منازلہ فنظر ناظر من المسلمین فقال یا رسول اللہ ص ھذا رجل یمشی فی الطریق وحدہ فقال صلعم کن ابا ذر فلما تاملہ القوم قالوا یا رسول اللہ ھو واللہ ابوذر فقال رسول اللہ صلعم رحم اللہ ابا ذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ

رسول مقبول صلعم اثنائے سفر میں منزل گزین تھے کسی صحابی نے دور سے ایک مرد کو آتے ہوئے دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم کوئی شخص اکیلا اور پیادہ آرہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذر رضؓ ہیں لوگوں نے بغور و تامل دیکھکر کہا۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم وہی ہیں ابوذر رضؓ آپنے ارشاد فرمایا۔ خدا ابوذر رضؓ پر رحم فرمائے۔ وہ جس طرح بحالت بیکسی و تنہائی اس وقت آرہا ہے اسی طرح بحالت تنہائی و بیکسی وفات بھی پائیگا۔

حضرت ابوذر رضؓ کا بحالت بیکسی و تنہائی آنا تو معلوم ہو گیا لیکن بیکس و تنہا ہو کر ان کا دنیا سے جانا جس کی پیشین گوئی زبان رسالت سے کی گئی ہے۔ وہ بھی سن لیا جائے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضؓ کے خاتمہ حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضؓ سے اصل

پرسید. ابوذر چه حال داری. پس قصهٔ شتر
را بعرض رسانید. آن سرور فرموده بدرستیکه تو از
جمله اعز اہل منی که تخلف نموده اند. بهر گامے که بر گرفتی
بسوئے ما خداوند تعالیٰ گناہے از تو در گذرانا د و گویند
در زمان خلافت امیرالمومنین عثمان بن عفان. ابوذر رض
رضی اللہ عنہ را بجہت مصلحت از مدینہ بیرون کردند بربذہ
فرستادند در آن منزل می بود تا وقت وفاتش در
رسید و در آن وقت وفاتش پیش او کسے نبود الا زن و
غلام بود وصیت کرد ایشان را که چون مرا بشوئید و درکفن پیچید
و بجمے از شتر سوار که اول شما را برسند بگوئید که این ابوذر رض
است مصاحب پیغمبر ما را اعانت نمائید در دفن او چون وفات
یافت بموجب وصیت او عمل نمودند اول جماعتے
که بایشان رسید عبداللہ بن مسعود بود که با گروہے
از اہل عراق بعمرہ گزاردن می رفتند جنازہ را
بر سر راہ دیدند غلام برخاست و گفت این ابوذر رض
است مصاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعانت
نمائید ما را در دفن او عبداللہ بن مسعود بآواز
بلند در گریه شد و گفت صدق رسول اللہ
تمشی وحدک وتموت وحدک وتبعث
وحدک فرود آمدند و نماز بروے
گزاردند و دفن کردند. ص ۴۹۳ لکھنؤ

حال پوچھا. تو انہوں نے اونٹ کی کیفیت کہی. نبی نے فرمایا کہ جو لوگ
کہ پیچھے رہ گئے ہیں اُن میں تو مجھکو سب سے زیادہ عزیز ہے اور ہر قدم کیلئے
جو تو نے اس طرف آنے میں اٹھایا ہو خدا نے تیرا ایک گناہ بخشدیا ہے
اور منقول ہے کہ امیر المومنین عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ حکومت
وخلافت میں مصلحت وقت کی وجہ سے ابوذر کو مدینہ سے ربذہ
کی طرف نکال دیا تھا اور یہ وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے یہانتک
کہ انکی وفات کا زمانہ آگیا اور اُنکے پاس سوائے انکی بی بی
اور ایک غلام کے کوئی دوسرا شخص نہین تھا. اُنھوں نے اپنے
غلام سے وصیت کر دی تھی اور کہدیا تھا کہ میری میت کو غسل دیکر
اور کفن پہنا کر شارع عام پر رکھدینا اور شتر سواروں کا جو پہلا گروہ
ادھر سے گذرے اوس سے کہنا کہ یہ ابوذر غفاری صحابی
رسول اللہ صلعم کی میت ہے آپ لوگ انکے دفن مین میری اعانت کرین
چنانچہ جب اُنکی وفات ہو گئی تو اُس غلام نے حسب وصیت عمل کیا میت
کو غسل دیکر اور کفن پہنا کر سر راہ لاکر رکھدیا شتر سواروں کا پہلا گروہ
جو ادھر سے آیا وہ عبداللہ بن مسعود صحابی رسول صلعم کا تھا انکے
ہمراہ اور لوگ عراق سے بقصد ادائے عمرہ آئے تھے. غلام
نے بڑھکر ان لوگوں سے کہا کہ یہ ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی جناب
رسول خدا صلعم کی میت ہے آپ لوگ انکے دفن مین میری اعانت فرمائین
یہ سنکر عبداللہ بن مسعود بآواز بلند رونے لگے اور فرمانے لگے جناب رسول
مقبول صلعم نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذر تنہا آیا ہے تنہائی مین مریگا اور تنہا ہی قبر سے
اوٹھایا جائیگا. تمام لوگ اوتر پڑے میت پر نماز پڑھی اور مدفون کر دیا

ابوخیثمہ کے حالات

ایسا ہی واقعہ ابوخیثمہ کا بھی ہے. محدث شیرازی لکھتے ہین.

ابوخیثمہ بعد از چند روز که رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم رفتہ بود روزے بخانہ خود درآمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی تبوک سے چند روز بعد ابوخیثمہ
ایک دن اپنے گھر مین آئے وہ دن نسبتاً دونون کے زیادہ گرم تھا

روز بغایت گرم بود او دو زن داشت و زنان وے
ہر یک بر در عریش ایستادہ آن را رفتہ و آب زدہ
و کوزہائے آب سرد مہیا داشتہ و طعام نیکو ترتیب
دادہ بودند ابوخیثمہ از بیرون آمدہ بر در عریش
ایستادہ و در روئے زنان خود دید آن ترتیب
ملاحظہ نمود وگفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
در بیابان و شدت حرارت و آفتاب و بادہائے گرم
راہ می رود و ابوخیثمہ در سایہ آب خنک و آب سرد
وطعام متلذذ میشود و با زنان خوبرو معاشرت کند
این از انصاف بغایت دور است بخدا سوگند کہ در
ہیچ کدام از این دو عریش در نیایم تا زمانے کہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملحق نشوم ۔ پس
مقدارے طعام برائے زاد راہ برداشت و شتر
خویش را پیش کشید و زاد راہ بر آن بار کرد و بیرون رفت
ہر چند زنان وے با وے سخنہا گفتند با ہیچیک ام تکلم نمود
واز عقب آنحضرت صلعم روان شد و در منزل تبوک
با آنحضرت صلعم ملحق شد و قصہ آمدن را بعرض رسانید
سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعائے خیر
درشان وے فرمود ۔

روضۃ الاحباب ص ۴۹۳

اونکی دو بیبیاں تھیں ۔ دیکھا کہ وہ دونوں بیبیاں کوٹھے پر
بیٹھی ہیں اور اسکو جھاڑ دو کیا اور پانی چھڑک کر خوب صاف
ستھرا اور ٹھنڈا کر رکھا ہے اور لذیذ و خوشگوار کھانے پکا رکھے
ہیں ۔ ابوخیثمہ بیابان دیکھ کر کوٹھوں کے دروازوں ہی پر کھڑے
کے کھڑے رہگئے ۔ اور اپنی بیبیوں کے چہروں کو غور سے
دیکھنے لگے اور دل میں کہنے لگے کسقدر شرم اور افسوس کا
مقام ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس صوب
طپش اور جہان سوز گرمیوں میں دشت وصحرا میں بادیہ پیمائی
کرتے ہوں ۔ اور میں سایہ میں بیٹھکر ٹھنڈے پانی اور لذیذ و
پر تکلف کھانوں سے لطف اٹھاؤں اور حسین عورتوں
سے معاشرت کروں یہ انصاف واخلاق سے قطعاً بعید ہے
خدا کی قسم ہے کہ میں ان دونوں کوٹھوں میں سے کسی کوٹھے کے
اندر قدم نہیں رکھونگا تاوقتیکہ جناب رسولخدا صلعم سے ملحق
نہو جاؤں ۔ پس نہایت اختصار کے ساتھ اون کھانوں میں سے
توشہ سفر کے لئے ہمراہ رکھ لیا اور اونٹ پر سوار ہو کر اسباب سفر
پیچھے باندھکر روانہ ہوا ۔ اونکی بیبیوں نے ہرچند چاہا کہ اوس سے
کچھ باتیں کرلیں لیکن نہ اونکی سنی نہ اپنی کہی اور مدینہ سے نکلکر
آنحضرت صلعم کے تعاقب میں روانہ ہوا یہانتک کہ مقام تبوک میں
پہونچکر شرف دیدار سے مشرف ہوا اور حقیقت حال خدمت مبارک
میں عرض کردی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے دعائے خیر سے یاد فرمایا

تبوک میں نزول جلال عبداللہ ذو البجادین کا خاتمہ احوال

نہیں معلوم شبلی صاحب کو کونسی عجلت اور کونسی ضرورت مجبور کر رہی تھی کہ آپ نے ان تمام اخلاص مندوں کے حالات کو جان کی وفاداری اور خلوص وعقیدت کے بے نظیر کارنامے ہیں ۔ قلم انداز فرمادیا اور نہیں معلوم کہ ایک واقعہ نگار کی حیثیت میں آپ کی یہ فروگذاشت کہاں تک مسلمانوں میں پسندیدہ سمجھی جائیگی

تمام قدیم ماخذون مین یہ واقعات مرقوم ہین۔ آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ اون بزرگوارون نے کس ضرورت وافادہ سے ان حالات کی نقل کو ضروری سمجھا تھا اور آپ نہین سمجھتے۔ اسی سے ناظرین کتاب آپکی عجلت تالیف اور ان کی صلاحیت واطمینان تالیف کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہین۔

بہرحال۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے سنگلاخ اور ناہموار ودشوار راستون سے لشکر کو لے جانا ہوا جسکا اتفاق نہ آپ کو اور نہ آپکے لشکر کو اس وقت تک ہوا تھا۔ اثنائے سفر مین اون پہاڑون سے گذرنا ہوا جو قوم عاد وثمود کے مسکن قدیم تھے۔ ان مقامات مین پہونچکر آنحضرت صلعم نے لشکر کو نہایت تیزی سے گذرجانے کا حکم دیا اسلئے کہ خداوند قہار کے نزول قہر وعذاب کے یہ خاص مقامات تھے۔

تبوک مین نزول اجلال ہوا تو غریب عبداللہ ذوالبجادین کو حسب الارشاد آنحضرت تپ آئی تپ کیا آئی طلب آئی۔ وعدہ پورا ہوگیا۔ اوسی تپ مین وہ جان بحق تسلیم ہوگئے۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اسناد سے صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

رات کا وقت تھا۔ بلال کے ہاتھ مین چراغ تھا۔ ابوبکر وعمر عبداللہ کی لاش کو لحد مین رکھ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اون کی قبر مین اترے تھے۔ اور ابوبکر وعمر سے فرمارہے تھے۔ ادبا الی اخاکما اپنے بھائی کا آداب احترام ملحوظ رکھو آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے قبر پر اینٹین رکھین اور پھر دعا مین یون فرمایا۔ مین آج کی شام تک اس سے خوشنود رہا ہون تو بھی اس سے راضی وخوشنود رہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین۔ کاش اس قبر مین دبادیا جاتا۔ رحمۃ ص ۱۴۹

مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۲۳

تبوک تک کا سفر بیکار نہین گیا

تبوک تک کی زحمت سفر بیکار نہین گئی۔ اہل شام مسیحی حکمران اور عیسائی اقوام کی وہ ہمتین سست اور ارادے پست ہوگئے۔ جو دار الاسلام مدینہ پر فوج کشی اور حملہ آوری کے نسبت رکھتے تھے۔ لشکر اسلام کی جمعیت وکثرت۔ جرات وہمت نے کہ اتنی دور دراز سفر کی مصیبت کاٹ کر یہان تک چلے آئے۔ اونکے کلیجے پانی کردیے۔ نتیجہ یہ ہوا جیسا کہ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

فلاڈلفیا (Philadelphia) کا قدیم کلیسا جسکا ذکر مکاشفات یوحنا باب ۳ درس ۷ و ۱۳ مین ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا۔ عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک مین اسکے کھنڈر پائے گئے ہین

زمانہ نبوت مین یہان عیسائی قومین آباد تھین ۔ اسلئے ایام قیام تبوک مین ان اقوام مین ۔ تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور اون سے معاہدات بھی کئے گئے ۔

عیسائی قومون کی خاص عایت

عیسائیت پر قائم رہنے والی قومون کو مذہب کی آزادی دیدی گئی ۔ اور اونکی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اسلام نے اپنے ذمہ لے لیا ۔ یہ وہی عہدنامہ مقدس ہے جو عیسائیونکے پاس ابتک محفوظ ہے اس طرف چھوٹی چھوٹی ریاستین بھی عیسائیون کی تھین مثلاً اکیدر دومۃ الجندل مین حکمران تھا اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا ۔ اسلام نے ان ریاستون کو اپنی حالت پر قائم رکھا ۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے انکو بھی انکی حالت پر قائم رکھا گیا ان معاملات مین جس فیاضی بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا وہ آجتک تمام دنیا کا مسلمہ ہے عیسائیون نے یروشلم اور خدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات باب ۳ درس ۱۲ مین ہے ۔ اسی جگہ سُنا تھا ۔ اکیدر ۔ والی دومۃ الجندل نے جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر ۔ جزیہ دینا منظور کیا پھر معاہدے کے بعد مسلمان ہوگیا ۔ رحمۃ حاشیہ صفحہ ۱۴۳ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب مین بھی ان حالات کو پوری تفصیل سے لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹ شبلی صاحب بھی اسکی تفصیل مین حسب ذیل رقمطراز ہین ۔

تبوک پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن تک قیام فرمایا ایلہ کا سردار جس کا نام یوحنا تھا حاضر خدمت ہوکر اپنے جزیہ دینا منظور کیا ایک سفید خچر بھی نذر مین پیش کیا جسکے صلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو ردائے مبارک بھی عنایت فرمائی جرباء اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ دینے پر رضامند ہوئے ظاہر کی دومۃ الجندل جو دمشق سے پانچ منزل ہے وہان ایک عربی سردار جسکا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر تھا آنحضرت صلعم نے خالد کو چارسو کی جمعیت کیساتھ اسکے مقابلہ کیلئے بھیجا خالد نے اسکو گرفتار کیا اور اس شرط پر رہائی دی کہ خود دربار رسالت مین حاضر ہوکر شرائط صلح پیش کرے ۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کیساتھ مدینہ مین آیا آپنے اسکو امان دی جلد اول صفحہ ۱۴۱

تبوک سے واپسی واقعہ عقبہ ۔ رسول کی ہلاکت کی ترکیب

ہم ابتدا مین لکھ آئے ہین کہ تبوک کی زمین ۔ وہان کا سفر مسلمانون کے خلوص فی الایمان اور استقلال فی الاسلام کی آماجگاہ تھا ۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ منافقین کے اغوا و فتنہ انگیزی سے یا فطرت کی ناہمواری و شورش خیزی سے ۔ بہت سے دولتمند اور آرام پسند مسلمانون کے دل مین عرب کی قدیم آزادی ۔ نافرمانی اور مطلق العنانی کی ہوا سما گئی تھی ۔ جیسا کہ آغاز واقعات سے مترشح ہو رہا ہے ۔ چنانچہ اسکا اظہار تبوک سے واپسی مین نہایت شرمناک طریقہ سے ہوا ۔ سامان اس قیامت کا تھا اور سازش اس بلا کی تھی کہ خدانخواستہ جان رسالت کا خاتمہ ہی ہوگیا تھا لیکن حافظ حقیقی اپنے رسول کی مقدس جان کا

محافظ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بال بال بچ گئے لیکن منافقین اسلام کی ظاہر نما عقیدت دخلوص کا پردہ فاش ہو گیا۔ لیکن اس پر بھی رحمت عالم نے اپنی رحمت ہی کی شان دکھلائی۔ منافقین مسلمین اور مار آستین معتقدین کو صریحًا جان کر اور پہچان کر بھی نہ بتلایا۔ محدث شیرازی کی زبانی پوری تفصیل حسب ذیل ہے۔

شبے در اثنائے مراجعت عقبہ پیش آمد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچکس برین عقبہ بالا نرود تا زمانے کہ رسول اللہ ازین عقبہ نہ گذرد و پس آنحضرت با حذیفہ بن الیمان و عمار یاسر بر عقبہ بر آمدند و حذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود و می کشید و عمار از عقب شتر را می راند و حذیفہ گوید ناگاہ دیدم دوازدہ سوار روبرو ایستادہ چہاردہ سوار را دیدم کہ متوجہ آن شدند آن سرور را ازان حال متنبہ کردم۔ بانگے بر ایشان زد ہمہ ہا گریختند و روایتے آنکہ عمار پیش رفت و سر روئے شتر ایشان را میزد و بعد ازان فرمود شناختید این قوم را گفتیم نا یا رسول اللہ روہائے خود را بستہ بودند گفت اینہا جماعتے ہستند کہ درین عقبہ مزاحم من بشوند و شتر مرا رم دہند تا بیفتم و مرا بقتل آورند گفتیم یا رسول اللہ پس چرا نمی فرستی بعشیرہ و قبیلہ ہر یکے ازآنہا تا سر را بریدہ نبزد تو بفرستند فرمود خوشم نمی آید کہ عرب گویند محمد بمرافقت قومے با دشمنان خویش مقاتلہ نمود تا بر ایشان ظفر یافت آنگاہ آن قوم را بقتل آورد و بعد ازان فرمود بارخدایا ایشان را برحمت دبیلہ گرفتار کن گفتیم یا رسول اللہ دبیلہ چیست۔ فرمود شعلہ آتش کہ در دل ایشان

تبوک سے مراجعت فرماتے ہوئے ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گھاٹی ملی آپ نے منادی سے پکار کر ندا کروا دی کہ کوئی شخص اس گھاٹی سے پار نہ ہوئے جبتک رسول اللہ صلعم پار نہ ہولیں۔ پھر آپ حذیفہ بن الیمان اور عمار یاسر کے ہمراہ اوس گھاٹی پر گئے حذیفہ آپکے اونٹ کی مہار تھامے تھے اور عمار یاسر اوسکو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہی کہ اسی درمیان مین مین نے بارہ آدمیون کو دیکھا اور ایک روایت کے موافق ۱۴ آدمیون کو دیکھا حذیفہ کا بیان ہی کہ وہ ہملوگون کی طرف بڑھے آرہے تھے۔ ہمنے آنحضرت صلعم کی خدمت مین اطلاع کی آپنے بلند آواز سے اونکو ڈانٹا اور وہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوے اور ایک روایت مین یہ آیا ہے کہ عمار نے آگے بڑھکر اون لوگون کے منھ پر مارا بھی اُسکے بعد آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تملوگون نے ان لوگون کو پہچانا۔ یا نہین ہملوگون نے عرض کی۔ ہمنے تو نہین پہچانا اسلئے کہ وہ اپنے منھ کو چادر سے چھپائے تھے آپنے ارشاد فرمایا کہ وہ جماعت ہے جو قیامت تک منافق رہیگی اور یہ بھی تملوگون کو معلوم ہے کہ یہ اپنے دل مین کیا قصد رکھتے تھے۔ ہملوگون نے عرض کی نہین ہمین تو معلوم نہین ارشاد فرمایا ان لوگون کا قصد تھا کہ اس گھاٹی مین میرے مزاحم ہون میرے اونٹ کو بھگا دین تاکہ مین اونٹ سے گر جاؤن اور یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالین یہ سنکر ہملوگون نے عرض کی کہ پھر آپ ان لوگون کے قوم وقبیلہ کے پاس کیون نہین

افتد و ہلاک سازد۔ آنگاہ نامہائے ایشان و
نامہائے پدر ایشان باحذیفہؓ و عمارؓ گفت
وامر فرمود ایشان راکہ ازمردم پوشیدہ
دارند و آن قوم رارسوا نسازند بیہقی رحمۃ
اللہ علیہ گوید گواہی میدہد بصحت این قصہ
آنچہ مسلم روایت کردہ ازطریق ابو الطفیل
کہ گفت میان مردے از اہل عقبہ و
میان حذیفہؓ بن الیمان گفتگوے واقع
شد آنمرد گفت سوگند میدہم ترا بخدا
کہ بگو کہ اصحاب عقبہ چند کس بودند حضار
مجلس گفتند اے حذیفہؓ بگو چون ترا سوگند
میدہد گفت ما را خبر دادند کہ ایشان
چہاردہ کس بودند اگر تو ازجملہ ایشان بودہ
پانزدہ نفر بودہ باشند سوگند میخورم
بخدا کہ دوازدہ کس از ایشان دشمن خدا و
رسولؐ اندر دنیا و در روز قیامت
و سہ کس ازانجملہ اعتذار نمودند کہ ندائے
منادی آنحضرت صلعم بسمع ما نرسید
و از آنچہ آن جماعت منافق ارادہ
کردہ بودند خبر نداشتیم۔ پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ ایشان را معذور داشت
و ایضاً مسلم از طریق عمار یاسر روایت
می کند کہ گفت حذیفہ مرا خبر دار گردانیدہ
کہ حضرت صلعم فرمودہ کہ درمیان اصحاب من

کہلا بھیجئے کہ ان لوگون کے سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجدین جب یا
رسولخداؐ نے فرمایا کہ یہ امر مجھے پسند نہین ہے کہ تمام عرب کہنے لگین کہ
محمدؐ نے پہلے تو ایک قوم کو ساتھ لیکر اپنے دشمنون کا مقابلہ کیا اور
دشمنون پر فتح پا جانے کے بعد پھر اسی قوم کو قتل کروا دیا اسکے بعد
آپنے بارگاہ الٰہی مین دعا کی کہ اس قوم کو عذاب دبیلہ مین گرفتار
کر۔ لوگون نے عرض کی کہ دبیلہ کس قسم کے عذاب کا نام ہے
ارشاد ہوا کہ یہ شعلہ اندرونی ہے جو انسان کے دلمین پیدا ہوکر
اسکی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اسکے بعد آپنے اُن تمام لوگون کے نام
بقید ولدیت عمارؓ اور حذیفہ کو بتلا دیے اور حکم فرما دیا کہ انکے نام
کسی کو نہ بتلائین اور انکو رسوا نہ کرین امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہین کہ اس واقعہ کی صحت پر صحیح مسلم کی یہ روایت صادق
ہے کہ ابو الطفیل سے مروی ہے کہ اہل عقبہ مین سے
ایک آدمی اور حذیفہ بن الیمان کے ابین کچھ گفتگو واقع ہو گئی
اوس آدمی نے حذیفہ سے کہا ہم تمھین خدا کی قسم دیکر پوچھتے
ہین کہ بتلاؤ تو اہل عقبہ شمار مین کتنے آدمی تھے حاضرین نے
حذیفہ سے کہا کہ جب یہ شخص تمھین قسم دیتا ہے تو اب تمھین بتلا دینا
ضرور ہے حذیفہ نے کہا خدا کی قسم ہو وہ ۱۴ شخص ہین اگر تو بھی
انہین داخل تھا تو اونکی تعداد پندرہ کی تھی خدا کی قسم اُن
مین سے بارہ شخص تو دنیا و آخرت مین خدا اور رسول خدا صلعم
کے دشمن ہین ان مین سے تین آدمیون نے معذرت کی کہ
آنحضرت صلعم کے منادی کی ندا اونھون نے نہین سنی تھی یہ سنکر
حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انھین معذور سمجھکر
چھوڑ دیا اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت مین عمار یاسرؓ
سے منقول ہے کہ حذیفہؓ بن الیمان نے مجھسے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم

دوازده منافق اند که رد بهشت نخواهند دید و بوئے آن نخواهند شنید تا زمانے که شتر در سوراخ سوزن درآید و هشت کس از ایشان بزحمت دبیله گرفتار خواهند شد شعله از آتش درمیان شانهائے ایشان ظاهر بشود و از سینه هائے ایشان سر بزند و از جهت اصحاب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم در شان حذیفهؓ می گفتند صاحب السر الذی لا اهله الا غیره و حضرت صلعم گاہے که فضائل اصحاب بیان فرمودے گفتے اعلمهم بشان المنافقین حذیفه و گویند بعد از پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم گاہے که جنازه حاضر شدے عمر بن خطاب ناظر حذیفهؓ بودے اگر وے بر آن جنازه نماز گزاردے عمر نیز گزاردے و اگر حذیفهؓ حاضر نه شدے یا نماز نگزاردے عمر نیز نماز نگزاردے۔

روضۃ الاحباب صہ ۴۹

بیان فرماتے تھے کہ میرے اصحاب میں بارہ آدمی ایسے منافق ہیں کہ وہ بہشت کا منھ نہ دیکھینگے اور نہ اسکی بو سونگھینگے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل نہ جائے یعنی اون کا بہشت میں جانا ایسا محال ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں اونٹ کا پیٹھنا اور آٹھ آدمی ان میں ایسے ہیں جو عذاب دبیلہ میں گرفتار ہونگے۔ ایک شعلہ اندرونی اونکے سینوں میں مشتعل ہو جائیگا انھیں امور کی اطلاع رسانی کے باعث صحابہ کبار حذیفہ بن الیمان کی نسبت کہا کرتے تھے کہ یہ ان اسرار کے جاننے والے ہیں جنکو سوائے انکے کوئی دوسرا نہیں جانتا اور خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ کے فضائل بیان فرماتے تھے۔ تو حذیفہ کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ یہ منافقین کے عیوب کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور مروی ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے جب کسی کا جنازہ نماز کیواسطے لایا جاتا تھا تو حضرت عمر دیکھا کرتے تھے کہ اس جنازہ میں حذیفہ شریک ہیں یا نہیں اگر حذیفہ شریک ہوتے تو حضرت عمر اوس جنازہ کی نماز پڑھتے۔ اگر وہ شریک نہوتے تو نماز نہیں پڑھتے۔

حضرت عمر اور منافقین کے ناموں کی ہمیشہ فکر و تلاش

حضرت عمر کو ان منافقین کے نام معلوم کرنے کی ہمیشہ تلاش رہی۔ خدا جانے کیوں؟ حذیفہ بن الیمان سے بار بار خلوت و جلوت میں ان منافقین کے نام پوچھا کرتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ کھل پڑے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

کان (عمر) یسأل حذیفة یقول له انت صاحب سر رسول الله فی المنافقین فهل تری علی شیئاً من آثار النفاق

جلد ۳ صہ ۳۳ نولکشور

حضرت عمر حذیفہؓ سے سوال کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے حذیفہ تم منافقین کے متعلق جناب رسول خدا صلعم کے راز دار ہو۔ بتلاؤ تم مجھ میں بھی کوئی آثار نفاق پاتے ہو۔

مسجد ضرار اور اسکا انہدام آثار

عقبہ کے حالات کو تمام کر کے ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین امت کی زد سے بال بال بچکر مع الخیر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مدینہ کے قریب پہونچکر جب موکب رسالت مسجد ضرار کے پاس پہونچا تو اس نام نہاد مسجد کے بانی آپکے وعدہ کی یاددہانی کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے شبلی صاحب مسجد ضرار کے تفصیلی حالات حسب ذیل قلمبند فرماتے ہین:

منافقین ہمیشہ اس فکر مین رہتے تھے کہ مسلمانون مین پھوٹ ڈالدین اسی خیال مین تھے کہ مسجد قبا کے توڑ (جوڑ) پر وہین ایک مسجد اس حیلے سے بنائین کہ جو لوگ ضعف یا کسی اور وجہ سے مسجد نبوی مین نہ پہنچ سکین یہان آکر نماز ادا کیا کرین۔ ابو عامر نصاری جو انصار مین عیسائی ہوگیا تھا اُس نے منافقین سے کہا کہ تم سامان کرو مین قیصر کے پاس جاکر وہان سے فوجین لاتا ہون کہ اس ملک کو اسلام سے پاک کردے (رجوع الی زرقانی باسناد ابن جریر) آنحضرت صلعم جب تبوک جانے لگے۔ تو منافقین نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ ہمنے بیمارون اور معذورون کے لئے ایک مسجد تیار کی ہے آپ چلکر ایک دفعہ نماز پڑھا دین تو مقبول ہوجائے آپنے فرمایا اسوقت مین مہم پر جا رہا ہون۔ جب تبوک سے واپس پھرے تو مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ جاکر مسجد مین آگ لگادین"

نفس مطلب کا خلاصہ تو اس عبارت سے ضرور ظاہر ہوگیا لیکن تاہم چند امور خاص کی تفصیل اس سے زیادہ ضروری تھی (ابو عامر انصاری کی تفصیل معرفت ضرور قابل الذکر تھی۔ بیمار و معذورون کی وجہ سے نماز کی ظاہری ضرورت کے علاوہ منافقین کی اس مسجد کی بنا سے جو حقیقی غرض تھی۔ اسکو اشارات کی جگہ تفصیل سے بیان کرنا چاہئے تھا۔ محدث شیرازی نے ان تمام امور کو پوری تفصیل سے لکھا ہے ہم اسی کے نقل و ترجمہ کو اپنے مدعا کے لئے کافی سمجھکر ذیل مین نقل کرتے ہین۔

پیش از آمدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ مدینہ ابو عامر راہب کہ از اشراف قبیلہ خزرج بود و دین نصرانیت اختیار کردہ و نہایت در علم انجیل و توریت تحصیل نمودہ و طریق عبادت و زہادت پیش گرفتہ و داعیہ ریاست داشت والخ

مدینہ مین آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے پہلے ابو عامر راہب قبیلہ خزرج کے ممتاز لوگون مین تھا اس نے دین عیسائی اختیار کر لیا تھا اور علم توریت و انجیل مین اچھی لیاقت و مہارت حاصل کر لی تھی ہمیشہ طریقہ زہد و عبادت مین بسر کرتا تھا اور اپنی قوم و قبیلہ کی ریاست کا بھی دعویدار تھا

وصف ونعت پیغمبر آخر زمان را بر اہل مدینہ می خواند
و دعوی میکرد کہ وصف او از جن و انس شنیدہ ام
چون آنحضرت صلعم بمدینہ آمد مسلمانان آن خطہ
شریفہ چنان شیفتہ جمال وکمال محمدی شدند کہ برابر
وے کا سلے دیگر نداشتند. باین سبب منزلے
عظیم درکار ابو عامر پدید اشد وبنابرین آتش
حسد از کانون باطن او شعلہ زد ومردم را از متابعت
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع می کرد. باو
می گفتند تو نہ آن بودی کہ وصف ونعت
او را برائے ما تقریر می کردی چگونہ است
کہ اکنون مردم را از متابعت وے باز میداری
در جواب میگفت کہ این نبی او نیست کہ من می
گفتم این مشابہتے باو دارد و آنکہ میگفتم پیدا خواہد شد
و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او را بخواند و
دعوت اسلام باو نمود وے قبول نکرد وسبیل تمرد
وعناد پیمود وچنانچہ آیہ کریمہ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَابٌ
مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن
قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا
جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ
عَلَى الْكَافِرِينَ تحقیق احوال و
امثال او مینماید وچون اہل اسلام در حرب
بدر بر کفار قریش غلبہ یافتند واسلام قوت
گرفت ابو عامر از مدینہ گریخت وبمکہ رفت و
کفار قریش را بحرب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ ہمیشہ پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف وتعریف کی بشارتیں
اہل مدینہ کو پہونچایا کرتا تھا اور یہ دعوی کرتا تھا کہ انکے یہ اوصاف
وتعریف ہم نے آدمیوں اور جنات سے معلوم کئے ہیں جب آنحضرت
صلعم مکہ سے ہجرت فرماکر مدینہ میں آئے۔ تو باشندگان مدینہ آپکے
جمال وکمال کے ایسے شیفتہ وگرویدہ ہوگئے کہ پھر آپکے مقابلہ میں
وہ کسی کو کوئی شے نہیں سمجھنے لگے اسوجہ سے ابو عامر کے
امور میں بہت بڑی کمی آگئی اور اسی سبب سے آپکی طرف سے
اسکے دل میں حسد ومخالفت کی آگ بھڑک اٹھی تو ابو عامر اب
مدینہ والوں کو آپکی متابعت سے منع کرنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ تمھیں
تو ہم سے انکی اتنی تعریفیں اور اتنے اوصاف بیان کرتے تھے اور اب
تمھیں کیا ہوگیا کہ لوگوں کو انکی متابعت سے باز رکھنا چاہتے
ہو۔ ابو عامر نے کہا وہ نبی آخر الزماں یہ نہیں ہیں۔ یہ صرف ان سے
مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ نبی آخر الزماں تو اب پیدا ہونگے۔
ابو عامر کے ان مغویانہ امور کی خبر جب آنحضرت صلعم کو ملی تو آپنے
ابو عامر کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوا۔ آپنے اسے اسلام کی دعوت دی
اس نے قطعی انکار کردیا اور اسی وقت سے حسد ومخالفت
اسلام پر آمادہ ہوگیا۔ خدا کے پاس سے جب کتاب انکے لئے
اتری تو وہ اسکی تصدیق کرتے تھے اور اس کتاب (قرآن)
کی پہلے بھی منکرین سے تعریفیں کرتے تھے لیکن جب یہ کتاب
(قرآن) انکے پاس آئی تو انھوں نے اسکو نہ پہچانا اور اس
سے انکار کیا۔ پس کافروں (انکار کرنیوالوں) پر خدا کی پھٹکار ہو
یہ آیہ وافی ہدایہ ابو عامر کے احوال اور اسکے امثال پر شاہد
صادق ہی۔ پھر جب بدر کی جنگ میں کفار قریش پر اہل
اسلام نے فتح حاصل کی تو ابو عامر مدینہ سے بھاگ کر مکہ پہونچا

دلیسر ساخت و در جنگ احد حاضر
شد و اول کسیکه تیر بر لشکر اسلام انداخت
وے بود مسلمانان او را فاسق خواندند و
روایتے آنکه حضرت وے را ملقب به فاسق
ساخت و دعائے بد بر وے کرد و گفت بار
خدایا وے را طرید و وحید بمیران۔

ابوعامر از حرب احد بگریخت و بروم رفت و در روایتے
آنکه در حنین نیز حاضر شده فرار نمود و نزد
هرقل رفت و ملازم شد و میخواست که از وے
لشکر بستاند و بجنگ آن سرور صلعم بیاید و
این معنی بدیں صورت می بست از انجا
بمنافقان مدینه از قوم خویش نوشت که
شما در مقابله مسجد قبا در محلهٔ خویش برائے
من مسجدے بسازید که چون به مدینه آیم در آن
مسجد بافادهٔ علوم مشغول بشوم و آن مسجد
ما را مرصدے بود تا هر فکرے که در خاطر
داشته باشیم بفرصت در آنجا بظهور رسانم
پس آن قوم مسجدے بساختند و در ترصیص و
استحکام آن سعی نمودند و پیش از توجه آنحضرت
صلی الله علیه وآله وسلم بغزوهٔ تبوک باتمام
رسانیدند و چون آن سرور بآن غزوه
بیرون می آمد۔ آمدند و گفتند یا رسول الله
مسجدے در محلهٔ خویش بنا کرده ایم برائے
ضعیفان و بیماران در وقت سرما و بارندگی

اور کفار قریش کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جنگ و محاربہ پر
آمادہ و تیار کرتا رہا۔ اور جنگ احد میں کافروں کے ساتھ
آیا جس شخص نے سب سے پہلے تیر لشکر اسلام کی طرف پھینکا وہ یہی
ابو عامر تھا مسلمان اسکو فاسق کہتے تھے اور ایک روایت
میں یوں آیا ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے اسکو فاسق کا لقب
دیا ہے اور دعائے بد سے اسے یاد کیا ہے اور اسکے لیے
ان الفاظ میں دعا فرمائی ہو کہ الٰہی ابوعامر کو پریشانی اور تنہائی
کی موت دے۔ جنگ احد سے ابو عامر بھاگ کر روم کے
ملک میں چلا گیا اور پھر غزوۂ حنین میں آکر کفار کی طرف سے شریک
جنگ ہوا۔ پھر اسی جنگ سے بھاگ کر ہرقل کے پاس پہونچا
اور اسکا نوکر ہو گیا۔ اس ملازمت سے اسکی غرض خاص
یہی تھی کہ وہ ہرقل سے ایک امدادی لشکر لیکر آنحضرت صلعم سے
مقابلہ کرے لیکن اس انتظام و بندوبست میں تاخیر درکار تھی
اسوجہ سے اس نے منافقین کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ مسجد قبا کے
آمنے سامنے اپنے محلہ میں مسجد کے نام سے ایک عمارت تیار
کرو کہ جب مدینہ میں آؤں تو اسی میں قیام کروں اور افادۂ علوم
میں مشغول ہو جاؤں۔ اور وہ مسجد ہمارے لئے وہ مقام قرار پا جائے
جہاں سے ہم بیٹھ کر اپنے مقاصد دلی کو عملی صورت میں لائیں اور
بفراغت انھیں انجام دیدیں چنانچہ اسی کے مطابق انھوں
نے مسجد کے نام سے ایک عمارت بنائی اور اسکے استحکام و مضبوطی
میں خاص طور پر انتظام کیا۔ اور جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک
کی نیت سے روانہ ہو کر اس مقام تک پہونچے تو وہ لوگ آپکی خدمت میں
حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے سردی
اور بارش میں بیماروں اور کمزوروں کے نماز پڑھنے کے لیے

خاطر ما چنین میخواہد کہ قدم رنجہ فرمائی و نماز گزاردن
آن مسجد را مشرف سازی میخواستند کہ بواسطہ
نماز آنحضرت صلعم در آنجا آبرو استحکام و ثبات
دہند لاجرم انواع چرب زبانی نمودند پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جواب آن منافقان
فرمود کہ حالا متوجہ غزوہ ایم ان شاء اللہ اگر باز آئیم
در آنجا نماز گزاریم و وقت بازگشتن از غزوۂ تبوک
چون بمنزل ذی اوان کہ از انجا تا مدینہ یک ساعت
راہ است رسید اہل مسجد آمدند و استدعا نمودند
کہ وعدہ فرمودہ بودی اکنون وقت وفا بوعدہ است
جبرئیل آمد و این آیہ آورد وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا
ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ
اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط پس آنحضرت مالک
بن الدخشم و معن بن عدی و برادرش عاصم بن عدی
را طلبید و گفت بروید بآن مسجد کہ ظالمان بنا کردہ اند
و آنرا بکنید و بسوزانید بموجب فرمودہ روان شدند
و در راہ بہ بنی سالم بن عوف کہ در محلہ مالک بن
الدخشم بود رسیدند مالک با معن گفت ساعتی
صبر کن تا بخانہ خود روم و شعلۂ آتش با خود بیارم
پس رفت و شاخ خرما روشن ساخت و آمد و
دویدہ میرفتند تا بمسجد ضرار و اہل آن مسجد و
بانیان آن آنجا بودند و آتش در آن مسجد زدند

ایک مسجد بنائی ہے ہماری تمنا یہ ہے کہ آپ اس مسجد مین قدم رنجہ
فرماکر اسکو مشرف فرمائین ان کا مدعا یہ تھا کہ آپ کی تشریف
بری سے مسجد کی عظمت بڑھائین اسی بنا پر انھون نے اپنی
استدعا مین بڑی چرب زبانی سے کام لیا آنحضرت صلعم نے
انکے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اس وقت تو ایک مہم پر جا رہے
ہین وہان سے واپس آکر اگر رضائے خدا ہوگی تو ہم اس مسجد
مین نماز پڑھینگے جب غزوہ تبوک سے لوٹ کر آپ منزل ذی اوان
مین پہونچے۔ جہان سے مدینہ منورہ کل ایک گھنٹہ کا راستہ
ہے تو اہل مسجد آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپنے
وعدہ فرمایا تھا اب وعدہ وفائی کا وقت آگیا اس اثنا مین یہ وحی
نازل ہوئی۔ وہ لوگ جنھون نے ایک مسجد ضرر اور پھوٹ ڈالنے
اور کفر پھیلانے کی غرض سے تیار کی اور اس غرض سے کہ لوگ
پہلے سے خدا اور رسولؐ سے لڑتے ہین۔ انکو ایک کمینگاہ ہاتھ
آئے وہ قسم کھاتے ہین کہ ہمنے صرف بھلائی کی غرض سے ایسا
کیا اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہین پیغمبر تو کبھی
اس مسجد مین جاکر نہ کھڑا ہو۔ وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے ہی دن سے
پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اسمین
نماز پڑھے۔ وہان ایسے لوگ ہین جنکو صفائی محبوب ہے اور خدا
صفائی پسند کرنیوالون کو چاہتا ہے۔ آپنے اسیوقت مالک بن
الدخشم اور معن بن عدی اور ایک روایت کے موافق معن بن
عدی کے بھائی کو حکم دیا کہ اس مسجد مین جاکر جسکو ان ظالمون
نے بنایا ہے کھود ڈالو۔ اور جلا ڈالو چنانچہ حسب الحکم
یہ لوگ روانہ ہوے اور جب قبیلہ بنی سالم بن عوف مین پہونچے جو مالک
ابن الدخشم کا محلہ تھا تو مالک نے اپنے رفیق معن سے کہا کہ تم

ذرا ٹھہر جاؤ مین اپنے گھر سے جاکر آگ لیتا آؤن میں ٹھہر گئے وکنند صفحہ ۴۹۸ - ۴۹۹ اور مالک اپنے گھر جاکر خرمے کی ایک جلتی ہوئی شاخ اٹھا لائے اور پھر یہ دونون آدمی وہان سے دوڑتے ہوئے چلے اور اُس مسجد کے پاس پہونچے وہان اسکے بانیان اور اسکے ہمراہیان موجود تھے۔ ان لوگون نے اُنکے سامنے اُسکی عمارت مین آگ لگادی اور پھر اُسکو کھود کر زمین کے برابر کر دیا۔

شبلی صاحب کے مجرد اس لکھدینے سے کہ ابو عامر عیسائی تھا اسلام کی صفائی تو نہین ہوتی۔ بلکہ معترضین کے لیئے تعریضات کی اور گنجائش ہو جاتی ہے اسلیئے اسکی تفصیل اطوار و کردار لکھکر یہ دکھلا دینا تھا کہ اسکی عیسائیت بھی۔ اب عیسائیت نہین رہی تھی بلکہ صاف صاف اسلام کی مخالفت اور بانی اسلام علیہ السّلام کی کھلی کھلی عداوت تھی اُسکے حالات بتلا رہے ہین کہ وہ ابتداے ہجرت سے اسوقت تک اسلام کے درپے آزار تھا۔ بدر۔ اُحد اور حنین کے متواتر معرکون مین برابر ناکامیاب رہ کر اسلام مین پھوٹ ڈالکر گھر کے اندر رہی اندر تباہ کر دینے کی یہ اُسکی آخری کوشش تھی۔ جو ہرقل رومی کے ذریعہ اور منافقین کے وسیلہ سے عمل مین لانا چاہتا تھا۔

اسی طرح صرف مسجد ضرار کے لکھدینے سے پوری توضیح نہین ہوتی۔ صاف صاف حالات لکھکر بتلا دینا ضروری تھا کہ اسکا بظاہر مسجد نام تھا اور نہ حقیقتًا وہ ہزارون مفسدہ انگیزیون اور فتنہ خیزیون کا مقام تھا وہ عبادت گاہ نہین تھی بلکہ مخالفین اسلام کی کمینگاہ جیسا کہ خود ابو عامر کے وہ الفاظ بتلا رہے ہین جو اوس نے اپنے خط مین منافقین مدینہ کے نام لکھے ہین۔ لیکن خداوند عالم ودانا نے اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسکے حقیقی حال سے مطلع فرما دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا اس مقام فتنہ و فساد کو گروا دیا۔

کعب ابن مالک صحابی کی سرگذشت اور معافی

مسجد ضرار کو مسمار فرما کر آنحضرت صلعم بخیریت تمام مدینہ منورہ مین داخل ہوئے متخلفین لشکر تبوک حاضر خدمت ہوئے۔ ان مین کعب ابن مالک بھی تھے کعب اپنا حال اس طرح بیان کرتے ہین کہ اس سفر مین میرا گھر جانا ابتلائے محض تھا۔ ایسا کرنے کا میرا ارادہ نہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا۔ عمدہ عمدہ اونٹنیان میرے پاس موجود تھین۔ میری مالی حالت بھی ایسی اچھی تھی کہ پہلے کسی کی ایسی نہین تھی۔ اس سفر کے لئے مین نے دو مضبوط شتر بھی خرید کر رکھے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس کبھی دو اونٹ نہین ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔ اور مجھے ذرا فکر نہ تھی۔ مین نے سوچ رکھا تھا

کہ جس روز کوچ ہوگا مین چل کھڑا ہونگا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا مین نے کہا خیر مین کل جاؤن گا۔ دو تین روز اسی سستی اور تذبذب مین گذر گئے اب لشکر اتنا دور نکل گیا تھا کہ اس سے ملنا مشکل تھا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔ مین ایک روز گھر سے نکلا۔ مجھے اُن منافقین کے سوا جو جھوٹے موٹے عذر کرنے کے عادی تھے اور کوئی بھی راستہ مین نہ ملا یہ دیکھ کر میرے تن بدن مین مارے رنج وغم کے آگ لگ گئی۔ یہ دن بُرے اسی طرح گذر گئے یہانتک کہ نبی صلعم تشریف لائے اب مین حیران تھا کہ کیا کرون اور کیا کہون اور کیونکر خدا اور رسولؐ کے عتاب سے بچاؤ کرون لوگون نے مجھے بعض بہانے بتلائے۔ مگر مین نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے مین نبی صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ نبی صلعم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا تبسم خشم آمیز تھا میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔ نبی صلعم نے پوچھا کعب تم کیون رہ گئے تھے۔ کیا تمھارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا۔ مین نے عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس تو سب کچھ تھا میرے نفس نے مجھے غافل بنادیا کاہلی نے مجھپر غلبہ کر دیا۔ شیطان نے حملہ اور مجھے حرمان وخذلان کے گرداب مین ڈالدیا۔ نبی صلعم نے کہا تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔

بعض لوگون نے کہا دیکھو۔ اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہوتا۔ مین نے کہا تب بھی وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھلجاتا اور پھر مین کہین کا نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیادار سے نہین ہے۔ بلکہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہے۔ مین نے دریافت کیا کہ جو حکم میرے لئے ہوا ہے کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے۔ لوگون نے کہا۔ ہان۔ ہلال ابن امیہؓ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے۔ یہ سُنکر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی میری جیسی حالت مین ہین۔

اب رسولخدا صلعم نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے۔ اب دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ اندنون مین ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے۔ اسلئے کہ وہ بوڑھے بھی تھے۔ لیکن مین جوان تھا اور دلیر گھر سے نکلتا مسجد نبویؐ مین جاتا۔ نماز پڑھکر مجلس مبارک کے ایک گوشہ مین بیٹھ جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت بھری وزدیدہ نگاہ سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی کا حال ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب مین انکی طرف آنکھ اٹھاتا تو حضور اعراض وتغافل فرمایا کرتے۔ مسلمانون کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھسے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز مین نہایت رنج والم مین مدینہ سے باہر نکلا۔

میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں بڑی محبت تھی سامنے اس کا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا۔ میں اُسکے پاس چلا گیا۔ اُسے سلام کیا اُس نے جواب تک نہ دیا اور مُنہ پھیر کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے کہا۔ ابو قتادہ تم خوب جانتے ہو کہ میں خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں اور کفر و نفاق کا مجھپر اثر نہیں ہے پھر تم کیوں مجھسے بات نہیں کرتے۔ ابو قتادہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دُہرایا۔ تو میرے چچیرے بھائی نے صرف اسقدر جواب دیا کہ خدا اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ مجھے بہت ہی رقت آئی۔ اور میں بہت رو دیا۔

پھر میں مدینہ میں لوٹ آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا شہر میں مجھے تلاش کر رہا تھا لوگوں نے بتلا دیا وہ یہی شخص ہے۔ اسکے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا۔ ہمنے سُنا ہے کہ تمھارا آقا تم سے ناراض ہوگیا ہے۔ تمکو اپنے پاس سے نکلوا دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تمپر جور و جفا کرتے ہیں ہمکو تمھارے درجہ و منزلت کا حال پورے طور سے معلوم ہے اور تم اس قابل نہیں کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمھاری عزت کے خلاف تم سے کوئی سوال کیا جاوے اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آکر دیکھو کہ میں تمھارا اعزاز و اکرام کیا کرتا ہوں۔

خط پڑھتے ہی میں نے کہا یہ اور ایک مصیبت مجھپر آئی ہے اور اس سے بڑھکر کیا مصیبت ہوسکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھپر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے اس خیال سے میرا اندوہ و رنج چند در چند بڑھ گیا خط کو قاصد کے سامنے ہی آگ میں ڈالدیا اور قاصد سے کہا جاؤ۔ کہدینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر اور خوشتر ہے۔

میں وہاں سے لوٹ کر گھر پہونچا تو دیکھا نبی صلعم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے اُس نے کہا نبی صلعم نے حکمدیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو۔ یہ سُنکر میں نے اپنی بیوی کو میکے بھیجدیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہونچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں۔ یا رسول اللہ۔ ہلال بالکل کمزور اور ضعیف ہے اور اسکی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہیں اگر اذن ہو تو میں اسکی خدمت کرتی رہوں۔ فرمایا۔ ہاں۔ مگر اسکے بستر سے دور رہو۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہلال کا تو غم و ملال سے ایسا حال ہے کہ اسے تو کوئی خیال ہی نہیں ہے اب مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم بھی

اپنے لئے اتنی اجازت لے لو کہ تمھاری بیوی تمھارا کام کاج تو کر دیا کرے میں نے کہا کہ میں تو ایسی جرارت نہیں کرنے کا۔ پھر کیا خبر ہی۔ حضور اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور میں تو جوان ہوں آپ اپنا کام کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی مصیبت میں پچاس دن گذر گئے ایک رات اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالان تھا کہ کوہ سلع پر چڑھکر جو میرے گھر کے قریب تھا۔ ابو بکر صدیق نے آواز دی کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپکی توبہ قبول ہو گئی یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے کہ مخلص کی دعا تو بہ قبول ہوئی۔ یہ سنتے ہی میں نے پیشانی کو خاک پر رکھدیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی صلعم مہاجر و انصار کے حلقہ میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھکر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھکر سلام عرض کیا۔ اس وقت چہرۂ مبارک جوش مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرۂ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھسے فرمایا کعب مبارک اس بہترین دن کے لئے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کوئی دن ایسا مبارک تجھپر آجتک نہیں گذرا۔ آؤ۔ تمھاری توبہ کو رب العلمین نے قبول فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ اس قبولیت کے شکرانہ میں میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ نہیں۔ میں نے عرض کی نصف فرمایا نہیں میں نے عرض کی ثلث۔ فرمایا ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔ رحمۃ ارض ۱۴۹ - ۱۵۳

حج اکبر حضرت علیؑ کے محاسن خدمات تبلیغ سورہ براءت

(۱۰-ذی الحجہ ۹ھ ہجری)

شبلی صاحب کی قلم آرائی اور طبع آزمائی کا یہ بھی ایک موقع ہے چنانچہ حقیقت حال جن قلمی ترکیبوں سے چھپائی گئی۔ وہ آپکے مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

۹ھ ہجری۔ پہلا موقع ہے کہ کعبہ کفر و شرک کی ظلمت سے پاک ہو کر عبادت ابراہیمی کا مرکز قرار پایا تاہم غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ذیقعدہ یا ذی الحجہ ۹ھ ہجری میں آپ نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیے روانہ فرمایا ان میں حضرت ابو بکر قافلہ سالار اور حضرت علیؑ نقیب اسلام اور حضرت سعد بن وقاص جابر و ابو ہریرہ وغیرہ معلم تھے۔ قربانی کے بیس اونٹ ساتھ (سیرۃ النبی جلد اوّل)۔

چونکہ اس واقعہ مین حقیقتاً پہلے حضرت ابوبکر کی امارت حج اور پھر بحکم خدا ان کی معزولی اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی ماموری کی حقیقت داخل تھی۔ اسلیے آپنے حضرت ابوبکر کی امارت اور تبلیغ سورۂ برائت کے منصب کو جو متنازع فیہ ہے اصل واقعہ ہی سے نکال دیا اور اسکو قافلہ سالاری کے منصب سے تبدیل فرما دیا۔ حالانکہ امارت قوم اور قافلہ سالاری مین جو فرق مابہ الامتیاز ہے وہ آپکی نگاہون سے پوشیدہ نہین ہے۔

بہر حال۔ چونکہ جب حضرت ابوبکر کی امارت معمولی قافلہ سالاری بتلا دی گئی تو ضرور تھا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی امارت بھی اپنے مرتبے سے اُتار کر کسی نیچے اور معمولی درجہ پر لائی جاتی ہے۔ اسلئے وہ نقابت ٹھہرائی گئی۔ پھر اس پر بھی بس نہین کی گئی۔ اس واقعہ کی اہمیت کو صرف حضرت علیؑ کے استخلاف عظمت و منزلت کی غرض خاص سے بالکل تعمیمی صورت وحیثیت مین بیان کیا گیا اور سعد بن ابی وقاص جابر اور ابوہریرہ کو بھی اسکی عظمت واہمیت مین بدرجہ مساوی شریک ٹھہرایا گیا اور ان تمام ترکیب و تدبیر سے مدعائے خاص آپ کا یہ تھا کہ اس موقع اور واقعہ خاص کی عظمت واہمیت کسی کو معلوم نہو۔ تمہیداً اتنا لکھکر گذارش خدمت یہ ہے کہ شبلی صاحب کو بارہا ہم لکھ لکھ کر بتلاتے آتے ہین کہ للہ حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کیجیے کیونکہ حقیقت چھپ ہی نہین سکتی۔ اگر چھپ جائے تو وہ حقیقت ہی نہین ہے آپ کی انسانی قوت کی امکانی مقدار و بساط اتنی ہی تھی کہ آپنے واقعہ کی اصلیت کو اپنی سیرۃ النبی مین چھپا دیا اور چھپانے کے بعد پھر اسکو تخصیص کی صورت خاص سے تعمیم کی شکل عام مین ملا دیا۔ لیکن سیرۃ النبی سے پہلے کے دفتر کے دفتر کارنامے کے کارنامے پشتارے کے پشتارے جو اسکی حقیقت اصلیت اور واقعیت سے بھرے پڑے ہین وہ کیا ہو جائینگے۔ اور کیسے مٹ جائینگے۔ اور ایک آپ صحیح ترمذی[1]۔ امام ابن حنبل[2]۔ طبری[3]۔ کواشی[4]۔ نسائی[5]۔ حموینی[6]۔ سہیلی[7]۔ ثعلبی[8]۔ حاکم[9]۔ ابن مردویہ[10]۔ ابن ابی شیبہ[11]۔ ابن حبان[12]۔ عبدالرزاق[13]۔ ابن المنذر[14]۔ ابن ابی حاتم[15]۔ ابن خزیمہ[16]۔ ابوعوانہ[17]۔ طبرانی[18]۔ دارقطنی[19]۔ بیہقی[20]۔ سبط ابن جوزی[21]۔ سعید ابن منصور[22]۔ زرندی[23]۔ عینی۔ ابن حجر[24]۔ ابن کثیر شامی[25]۔ امام قندوزی[26]۔ محدث شیرازی[27] اور محدث دہلوی[28] کے اقوال متواترہ اور متظافرہ پر کیسے قلم ایراد پھیرینگے اور اتنے متواترات کے خلاف اپنی نو ایجاد روایات کو کیسے ثابت کرینگے۔ ہم آپکی اس صناعت کے خلاف اور حقیقت کے انکشاف مین مرقومہ بالا اسناد سے صرف اہل صحاح۔ اہل تفسیر۔ اہل حدیث اور اہل تاریخ کے دو دو قول ذیل مین لکھکر ثابت کرینگے کہ واقعہ کیا ہے اور شبلی صاحب کہتے کیا ہین

صحیح ترمذی میں ہے۔

حدثنا بندار نا عفان بن مسلم و عبد الصمد قالا نا حماد بن سلمة عن سماک بن حرب عن انس بن مالک قال بعث النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ببراءة مع ابی بکر ثم دعاه فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیاً واعطاه ایاه۔

بندار نے عفان بن مسلم سے، عفان عبد الصمد، دونوں نے حماد بن سلمہ سے۔ حماد نے سماک بن حرب سے۔ سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو بھیجا پھر انکو دراستہ سے، بلا بھیجا اور فرمایا کہ اسکو سوا ے میرے اہلبیت میں کسی آدمی کے اور کوئی نہیں لیجا سکتا پھر علی بن ابی طالب کو بلایا اور وہ آیات انکو عطا فرمائے۔

امام نسائی لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عفان و عبد الصمد قالا حدثنا حماد بن سلمة عن سماک بن حرب عن انس بن مالک قال بعث النبی ببراءة مع ابو بکر ثم دعاه فقال لا ینبغی ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیاً واعطاه ایاه اخبرنا العباس بن محمد الدوری قال حدثنا ابو نوح قراد عن یونس بن ابی اسحاق عن زید بن یثیع عن علیؑ قال ان رسول اللہؐ بعث ببراءة الی اھل مکة مع ابو بکر ثم ابتعه بی فقال لی خذ الکتاب فامض به الی اھل مکة قال فلحقته واخذت الکتاب منه فانصرف ابو بکر وھو کئیب فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انزل فی شیء قال لا الا انی امرت ان ابلغه انا او رجل

محمد بن بشار نے عفان اور عبد الصمد سے اور ان دونوں نے حماد بن سلمہ سے اور حماد نے سماک بن حرب سے اور سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو مکہ بھیجا پھر راستہ سے، بلا کر ان سے کہا کہ اسکو کوئی دوسرا سوائے میرے اہلبیت کے نہیں لیجا سکتا۔ یہ کہکر آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور وہ سورۂ انہیں عطا فرمایا۔ عباس بن محمد الدوری نے ابو نوح قراد سے ابو نوح نے یونس بن ابی اسحاق سے۔ یونس نے زید بن یثیع سے انھوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر اہل مکہ کے پاس بھیجا پھر علیؑ کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ راستہ میں وہ سورہ ان سے لے لیں اور اس کو اہل مکہ کے پاس لیجائیں۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ ہم چلے اور راہ میں حضرت ابوبکر سے ملے اور وہ سورہ آن سے لے لیا حضرت ابوبکر ملول ہو کر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا میرے حق میں کچھ وحی آئی ہے آپنے ارشاد فرمایا

من اهل بيتي قال حدثنا عبد الله بن عمر قال حدثنا اسباط عن فطر عن عبد الله بن شريك عن عبد الله بن رقيم عن سعد قال بعث رسول الله صلعم ابا بكر ببراءة حتى اذا كان ببعض الطريق ارسل عليًا فاخذها منه ثم سار بها فوجد ابو بكر في نفسه فقال قال رسول الله صلعم انه لا يودي عني الا انا او رجل مني

نہین - صرف یہی حکم ہوا ہے کہ اسکی تبلیغ مین خود کرون یا اپنے اہلبیت مین سے کسی شخص سے کراؤن - عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن اسباط سے - اس نے فطر سے فطر نے عبداللہ بن شریک سے - اس نے عبداللہ بن رقیم سے اس نے سعد سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برارت دیکر بھیجا وہ ابھی راہ ہی مین تھے کہ حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ سورہ ان سے لے لین - حضرت علیؑ وہ سورہ لیکر چلے اور حضرت ابوبکر سے راہ مین ملے حضرت ابوبکر کے دلمین خیال گذرا اور خدمت رسول مین حاضر ہوکر مستفسر ہوئے آپنے ارشاد فرمایا کہ اسکو کوئی شخص نہین پہنچا سکتا سوا میرے یا اس شخص کے جو مجھسے ہو

اہل صحاح کے بعد - اہل تفاسیر کے اقوال ذیل مین ملاحظہ ہون تفسیر نیشاپوری مین مرقوم ہے -

نزلت هذه السورة سنه تسع وكان قد امر فيها ابا بكر على الموسم فلما نزلت السورة اتبعه عليًا راكب العضباء ليقرءها على اهل الموسم فقيل له لو بعثت بها الى ابي بكر فقال لا يودي مني الا رجل مني -

یہ سورہ سنہ ۹ ہجری مین نازل ہوا اور اس سال امیر حج حضرت ابوبکر تھے پس جب یہ سورہ اترا تو آپنے حضرت علیؑ کو بھیجا اور وہ آپکے ناقہ عضبا پر سوار ہوکر گئے اور اس سورہ کو حجاج کے سامنے پڑھا - لوگون نے پوچھا کہ یہ کام حضرت ابوبکر سے کیون نہ لیا گیا ارشاد ہوا کہ اسکام کو میری طرف سے کوئی شخص نہین ادا کرسکتا تھا سوا اسکے جو مجھ سے ہو -

تفسیر دُر منثور امام سیوطی مین ہے -

اخرج عبد الله بن احمد بن حنبل في زوائد المسند وابو الشيخ وابن مردوية عن علي قال لما نزلت عشر ايات من براءة على النبي دعا ابا بكر ليقرءها على اهل مكة ثم دعاني فقال لي ادرك ابو بكر فحيثما لقيته فخذ الكتاب منه

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد مسند مین اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب سورۂ برارت کی دس آیتین نازل ہوئین تو آنحضرت صلعم نے وہ آیتین حضرت ابوبکر کو دین - کہ اہل مکہ کو جا کر سنا دین اور پھر مجھے بلا کر حکم دیا کہ جاؤ اور ابوبکر سے جا کر مل جاؤ اور جہان وہ تمھین ملین تم ان سے وہ سورہ لے لو -

فاقرء علی اہل مکۃ فلحقہ فاخذت الکتاب منہ ورجع ابوبکر فقال یارسول اللہ انزل فیّ شیٔ قال ولکن جبرئیل جاءنی فقال لن یؤدی عنک الا انت او رجل منک واخرج ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وحسنہ وابوالشیخ وابن مردویہ عن انس قال بعث النبی ببراءۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ہذا الا رجل من اہلی فدعا علیاً فاعطاہ ایاہ واخرج ابن مردویۃ عن ابن ابی وقاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث ابابکر ببراءۃ اہل مکۃ ثم بعث علیا علی اثرہ فاخذہا منہ فکان ابوبکر وجد فی نفسہ فقال النبی یا ابابکر انہ لا یؤدی منی الا انا او رجل منی۔

اور جاکر اہل مکہ کو سناؤ حضرت علیؑ بیان کرتے ہین کہ یہ سنکر مین روانہ ہوا حضرت ابوبکر سے ملا حضرت ابوبکر وہان سے رخصت ہوئے اور حضرت رسولخداؐ کی خدمت مین لوٹ آئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ آیا میرے حق مین کوئی وحی نازل ہوئی ہو آپنے فرمایا کہ نہین لیکن اس سورہ کو سوائے میرے یا اس شخص کے جو مجھسے ہو کوئی دوسرا شخص نہین لیجا سکتا اور ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل اور ترمذی نے یہ روایت کی ہے اور اسکو حسن بتلایا ہے اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بھی انس بن مالک کی اسناد سے بیان کیا ہو کہ جناب رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر کہا یہ خدمت وہ انجام دیگا جو میرے اہل سے ہو پھر علیؑ کو بلاکر وہ سورت دی اور ابن مردویہ ابن ابی وقاص سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ نے ابوبکر کو سورہ برات دیکر بھیجا اُن کے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا۔ وہ سورہ ان سے لے لین حضرت ابوبکر کے دل مین خیال پیدا ہوا تو آنحضرت صلعم نے ان سے کہا کہ اسکو کوئی شخص لے جا نہین سکتا ہے سوائے میرے یا اُس شخص کے جو مجھ سے ہو۔

اہل تفاسیر کے بعد اصحاب حدیث کے دو اقوال ذیل مین ملاحظہ ہون علامہ عینی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری مین تحریر فرماتے ہین۔

قال السہیلی کان سید نا رسول اللہ حین قدم من تبوک اراد الحج فذکر مخالطۃ المشرکین للناس فی حجہم وتلبیتہم بالشرک وطوافہم عراۃ بالبیت وکانوا تقصدون بذلک ان یطوفوا کما ولدوا بغیر الثیاب التی اذنبوا

سہیلی کہتے ہین کہ ہمارے مولا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے۔ تو آپنے حج کا قصد فرمایا اور آپنے مشرکین کا مومنین کے ساتھ خلط ملط ہونا۔ اور بطریقہ شرک مراسم تلبیہ بجالانا۔ اور برہنہ بدن ہوکر طواف کرنا جیسا کہ مشرکین اس خیال کی بناپر کیا کرتے تھے کہ ہم برہنہ پیدا کئے گئے ہین اسلئے ہمکو حالت اصلی کے ساتھ بے لباس ہی طواف کرنا چاہئے۔

فیہا فاظلموا فامسک عن الحج فی ذلک العام وبعث ابابکر بسورۃ براءۃ لینبذ الی کل ذی عہد عہدہ من المشرکین الا بعض بنی بکر الذین کان لہم عہد الی اجل خاص ثم اردف بعلی فخرج ابوبکر الی النبی فقال ھل نزل فی قرآن قال لا ولکن اردت ان یبلغ عنی من ھو من اھل بیتی ۔

انکے ان تمام امور کو آپنے گناہ اور سخت ظلم قرار دیا۔ اسلئے آپ اس سال قصد اداے حج سے باز رہے پھر آپنے حضرت ابوبکر کو سورۂ برارت دیکر روانہ کیا کہ ان تمام لوگون کے ساتھ جنکے ساتھ آنحضرت صلعم نے معاہدہ فرمایا ہے سوائے بنی بکر کے چند اشخاص کے جنکے معاہدے ایک میعاد خاص تک تھے ۔ سنا دیے جائین ۔ اس حکم کے بعد آپنے حضرت علیؑ کو پیچھے سے روانہ کیا تو حضرت ابوبکر آنحضرت کیخدمت مین لوٹ آئے اور پوچھنے لگے کہ میری نسبت کیا کوئی وحی آئی ہے آپنے فرمایا نہین لیکن میرا ارادہ یہ ہوا کہ اسکی تبلیغ میری طرف سے وہ شخص کرے جو میرے اہلبیت مین ہو

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین تحریر فرماتے ہین ۔

اصل قصہ آن است کہ ابوبکر بلا نزاع امیر حج بود و سورۂ برارت اول بدست حضرت صدیق دادہ بودند بعد ازان جبرئیل فرود آمد کہ آنرا بدست مرتضیٰ باید فرستاد اخرج الترمذی عن انس بن مالک قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ببراءۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیاً فاعطاہ ایاھا وعن سعد بن ابی وقاص ان رسول اللہ بعث ابابکر ببراءۃ الی اھل مکۃ ثم بعث علیاً علی اثرہ فاخذھا منہ وقال ابوبکر وجد فی نفسہ فقال النبی یا ابابکر لا یؤدی عنی الا انا او رجل منی ۔

اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بلا نزاع امیر حج مقرر ہوچکے تھے اور سورہ برارت بھی پہلے حضرت صدیق کے ہمراہ دیا گیا تھا لیکن حضرت جبرئیل نے نازل ہو کر کہا کہ اسکو علیؑ مرتضیٰ کے ہمراہ بھیجنا چاہیے ترمذی نے انس بن مالک کی اسناد سے مروی کیا ہے کہ سورہ برارت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا پھر ان کو واپس بلایا اور ارشاد کیا کہ اسکی تبلیغ کوئی دوسرا شخص سوائے اسکے جو میری اہلبیت سے ہو ۔ نہین کر سکتا۔ پھر اسکے بعد آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور سورۂ برارت انکے حوالہ کیا اور سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر سورہ لیکر چلے پھر انکے پیچھے سے حضرت علیؑ روانہ ہوئے اور انھون نے وہ سورہ انسے لیلیا تو حضرت ابوبکر کے دل مین خیال گذرا اور انھون نے آنحضرت صلعم کیخدمت مین حاضر ہو کر پوچھا کہ میرے حق مین کوئی وحی تو نہین آئی ۔ ارشاد ہوا نہین لیکن اسکو سوائے میرے یا میرے اہلبیت کے کوئی دوسرا انجام دے نہین سکتا

صحاح ۔ تفاسیر ۔ احادیث ہوچکی ۔ اب تاریخ کے مفصلۂ ذیل سناد ملاحظہ ہون ۔ علامہ سعید بن مسعود گازرونی لکھتے ہین ۔

اخبرنا شیخنا صدر الدین ابو الجامع
ابراهیم بن المحمد بن المؤید الحموی حدثنا
شیخنا السید محب الدین ابو العباس احمد
بن عبد الله الطهیر حدثنا اصیل الدین
ابو بکر عبد الله بن عبد الاعلی بن محمد
بن ابی القاسم القطان حدثنا موفق
الدین داؤد بن معمر بن عبد العزیز
الفارسی حدثنا عبد الرحمن بن ابی
شریح حدثنا البغوی حدثنا العلاء
بن موسی حدثنا سوار بن مصیب عن عطیة
العوفی عن ابی سعید الخدری قال بعث
رسول الله صلعم ابا بکر علی الموسم
و بعث معه بسورة براءة و اربع کلمات
الی الناس فلحقه علی بن ابی طالب فی
الطریق فاخذ علی السورة و کلمات
و کان یبلغ ابو بکر علی الموسم فاذا
قرء السورة نادی الا یدخل الجنة الا
نفس مسلمة و لا یقرب المسجد الحرام مشرک
بعد عامه هذا و لا یطوفون بالبیت
عریان و من کان بینه و بین رسول الله
عهد فاجله الی مدته فلما راجعا
قال ابو بکر هل نزل فی شئ قال لا
الا خیر و ما ذاک قال ان علیاً لحق بی
واخذ منی السورة و الکلمات

ہمارے شیخ صدر الدین ابو الجامع ابراہیم بن محمد ابو المؤید
حموی نے۔ اُن سے ہمارے شیخ سید محب الدین ابو العباس
احمد بن عبد اللہ الطہیر نے۔ ان سے اصیل الدین ابو بکر
عبد اللہ بن عبد الاعلی بن محمد بن ابی القاسم القطان نے
ان سے موفق الدین داؤد بن معمر بن عبد العزیز
الفارسی نے ان سے عبد الرحمن بن ابی شریح
نے ان سے بغوی نے ان سے علاء بن موسیٰ
نے ان سے سوار بن مصیب نے ان سے عطیہ
عوفی نے ان سے ابی سعید خدری نے
روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کرکے بھیجا اور انکو
سورۂ برات اور احکام اربعہ دیکر اطلاع عام کے لئے
روانہ فرمایا پھر ان سے حضرت علیؑ مرتضیٰ راستہ
مین ملے اور سورۂ برارت اور احکام اربعہ ان سے لے لیا
جو حضرت ابوبکر تبلیغ کے لئے لیے جاتے تھے اور جاکر اس
سورہ کو پڑھا اور اعلان عام جاری کیا کہ کوئی شخص غیر
مسلم جنت مین نہ داخل ہوگا اور کوئی شخص مشرک آج سے
مسجد حرام مین نہین داخل ہو سکتا اور کوئی شخص ننگے بدن
بیت اللہ کا طواف نہین کر سکتا اور جس شخص کے ساتھ
رسول اللہ صلعم کا معاہدہ ہوگا وہ اپنی مدت تک باقی رہیگا
جب وہان سے واپس ہوئے تو حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم
سے پوچھا کہ کیا میرے حق مین کوئی حکم خدا آیا تھا آپنے فرمایا نہین
سب خیریت ہے حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ علی مرتضیٰ نے مجھ سے
راہ مین مگر وہ سورت اور کلمات مجھ سے لے لئے آنحضرت صلعم

فقال اجل لم یکن یبلغها الا انا او رجل منی -

ارشاد فرمایا کہ اس کو کوئی شخص نہیں پہونچا سکتا سوائے میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہو

تاریخ ابن کثیر شامی میں ہے -

قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا حماد عن سماك عن انس بن مالك ان رسول الله صلعم بعث ببراءة مع ابی بکر فلما اتی ذالحلیفة قال لا یبلغها الا انا او رجل من اهلبیتی فبعث بها مع علی ابن ابی طالب وقد رواه الترمذی -

امام احمد نے عفان سے عفان نے حماد سے حماد نے سماک سے سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورہ برات دیکر روانہ کیا - جب وہ ذوالحلیفہ تک پہونچے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کوئی شخص پہونچا نہیں سکتا سوائے میرے یا اس شخص کے جو میرے اہلبیتؑ ہو اسکے بعد اسکو حضرت علیؑ کی معرفت بھیجا - ایسے ہی ترمذی نے بھی روایت کیا ہے -

اب محققین واقعیت اور متلاشین حقیقت مرقومہ بالا عبارات صحاح - تفاسیر - احادیث اور تواریخ کے مندرجہ بالا مضامین کو شبلی صاحب کے اُس بیان سے جو آپ کی عبارت میں اوپر نقل کی گئی ہے مقابلہ فرماکر خود سمجھ لیں کہ اتنے علماے متقدمین کے قدیم ماخذ اس واقعہ کی حقیقت کیا بتلاتے ہیں اور شبلی صاحب کی نئی کتاب اسلامی دنیا کو کیا سمجھاتی ہے - شبلی صاحب صرف حضرت علی مرتضیٰ کی فضیلت و عظمت کو لفظوں میں چھپاتے ہیں اور حضرت ابوبکر کو سورہ برات کی حوالگی اور اُس کے اعلان کے لیے اُن کی بحالی ماموری - پھر اُن کی جگہ ان تبلیغی خدمات پر حضرت علیؑ کی تقرری حضرت ابوبکر کی خدمت رسول میں واپسی اور استدعاے توجیہ آنحضرت صلعم کی بصراحت ان تمام واقعیت و صلیت کو بالکل نسیاً منسیاً فرماتے ہیں یہی آپکی تاریخ نویسی کا فلسفہ حقیقت ہے - آپکو بخاری کی ایک آڑ مل گئی ہے جسکو آپ پہاڑ کا اوٹ سمجھے ہیں - حالانکہ وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور اور نامضبوط ہے اور اتنے متواترا قوال و مختارات کے مقابلہ میں نہ اسکا شمار ہو سکتا ہے اور نہ اعتبار کیونکہ ان کی حقیقت حال کے احذاف و تخفات سے بخاری کی بھی وہی غرض و غایت تھی جو آپ کی اس بنا پر اُسوقت سے لیکر اسوقت تک بخاری کے مختار پر نہ کسی نے اعتبار کیا اور نہ آپ ہی کے قول پر کوئی اعتبار کر سکتا ہے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں حمیدی نے بخاری کی اس حدیث پر جو نظریہ لکھا ہے وہ ذیل میں ملاحظہ ہو -

قال ابوبکر بعثنی فی تلك الحجة فی المؤذنین یؤذنون بمنیٰ ان لا یحج بعد العام المشرك

بخاری حضرت ابوبکر کی زبانی لکھتے ہیں کہ اس سال مجھکو حج کے ایام میں بمقام منیٰ اس اعلان کرنے کے لئے بھیجا گیا کہ اس سال کے

ولا یطوف بالبیت عریان قال حمید ثم اردف النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعلی ابن ابی طالب فامرہ ان یوذن ببراءۃ قال ابو ھریرۃ فاذن معنا علی فی اھل منی یوم النحر ببراءۃ و ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان ۔

بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے حمید کہتے ہیں پس اس کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب کو پیچھے سے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ سورۂ برارت کا اعلان کریں چنانچہ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ہم لوگوں کے ساتھ مقام منیٰ میں قربانی والے دن اعلان برارت کیا کہ کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

محققین کو اب بخوبی معلوم ہوگیا کہ حقیقت کبھی نہیں چھپ سکتی۔ بخاری نے تو چھپائی۔ لیکن اُسی وقت کے محققین اور خصوصاً اُن کے شارحین نے اسکی حقیقت کا پورا انکشاف کردیا۔ جیسا کہ حمیدی کی مرقومہ بالا عبارت سے کماحقہ ثابت ہوگیا۔

یہ نکتہ بھی لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ حمیدی نے اپنی عبارت کو ثم کے لفظ سے آغاز کیا ہے شبلی صاحب تو ماشاء اللہ۔ عربی کے مستند ادیب اور مدرسۃ العلوم کے نامی پروفیسر صرف رہ جاتے ہوں گے کہ عربی کے قواعد نحو میں ثم۔ حرف تراخی و ترتیبی مشہور ہے۔ اس کا استعمال خاصکر ایسے موقع پر ہوتا ہے جہاں عبارت غیر مرتب میں ترتیب دینی ضروری ہوتی ہے۔ اب بخاری کے استخفاف واقعہ کی حقیقت ثم کی ضرورت استعمال سے ملائی جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ بخاری نے چونکہ حضرت ابوبکر کی ماموری اعلان برارت کے واقعہ کو لکھا اور مابعد کے واقعہ کو چھوڑ دیا اس لیے امام حمیدی نے ضرورت ترتیب حدیث کی ضرورت سے مابعد کے واقعہ کو جب لکھا تو ثم کے حرف ترتیبی سے شروع کیا۔

بخاری صاحب و نیز شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف کرکے اب ہم اس واقعہ میں شبلی صاحب کی اُس ترکیب خاص کی حقیقت کھولتے ہیں۔ جس میں آپنے حضرت عامر سعد بن ابی وقاص اور ابوہریرہ کو داخل کرکے اُسکی صورت تخصیص کو تعمیم کی معمولی شکل میں بدل ڈالا۔ ان حضرات کی مداخلت کی ضرورت کی نسبت امام طحاوی مشکل الآثار میں تحریر فرماتے ہیں۔

ھذا مشکل لان الاخبار فی ھذہ القصۃ تدل علی ان النبی صلی اللہ علیہ والہ

یہ مشکل مسئلہ ہے کیونکہ اس واقعہ میں تمام حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت

وسلم بعث ابا بكر فذلك ثم اتبعه عليا فامره ان يوذن فكيف يبعث ابو بكر ابا هريرة ومن معه بالتاذين بلا خلاف وكان علي هو المامور بالتاذين بذلك وكان عليا لم يطق التاذين بذلك وحده واحتاج الى من يعينه على ذلك فارسل معه ابا بكر ابو هريرة وغيره ليساعدوه على ذلك۔

ابوبکر کو بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا جبکہ اس کا حکم حضرت علیؑ علیہ السلام کو مل چکا تھا لیکن ان تمام اختلافات کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ بلا اختلاف حضرت ابوبکر امسال امیر حج تھے اور حضرت علی مرتضیٰؑ اعلان کے لئے مخصوص طور پر مامور تھے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰؑ اتنے بڑے مجمع میں تن تنہا اعلان نہیں فرما سکتے تھے اور تمام آواز نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس لئے ضرور تھا کہ کچھ لوگ اس امر میں ان کی معاونت کریں۔ اس لئے ابوبکر نے ابوہریرہ اور اپنے ہمراہیوں کو اس امر میں ان کی حمایت کے لئے بھیج دیا۔

اب ناظرین عبارت اور متلاشین حقیقت شبلی صاحب کی اس عبارت کو کہ۔

"آنحضرت صلعم نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینۂ منورہ سے حج کے لیے روانہ فرمایا اس میں حضرت ابوبکر قافلہ سالار حضرت علی نقیب اور حضرت سعد بن ابی وقاص سجاپرداز ابوہریرہ وغیرہ معلم تھے"

ایک طرف رکھیں اور امام طحاوی کی تفصیل تحقیق کو ایک طرف۔ تو پھر خود سمجھ لیں کہ قصہ کی اصلیت مسئلہ کی حقیقت اور واقعہ کی خصوصیت پر شبلی صاحب کے تعمیمی الفاظ... کیسے اور کتنی نقاب افگنی فرما رہے ہیں۔ جو ایک حقیقت نگار مؤلف کی شان سے کوسوں دور ہے۔ اب اس معتزلی اور ناصبی کی ضرورت کو بھی تفسیر زاہدی کی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

حضرت پیغمبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال نہم از ہجرت صدیق را بحج فرستاد و علی را بدنبال او فرستاد تا بازدادن عہد بکافران کہ عرب را عادت بود در بازدادن عہد کہ جز آن کس نباشد کہ عہد با وے کردہ بود نمے یا کسے از قرابت وے کہ ہم تن وے بود

حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے ۹ھ میں صدیق کو حج کے لئے بھیجا اور علیؑ کو ان کے پیچھے بھیجا کہ معاہدے والوں کو ان کے معاہدے واپس کردیں اسلئے کہ عرب میں واپسی معاہدہ کا یہ دستور قائم تھا کہ معاہدہ وہی شخص واپس کرتا تھا جس نے وہ معاہدہ لکھا تھا۔ یا وہ شخص جو اس کا اتنا قریبی رشتہ دار ہوتا جیسا خود تھا

مدارج النبوۃ میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی بھی یہی مضمون لکھتے ہیں۔ ان کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

چون ابوبکر صدیق از مسجد ذوالحلیفہ احرام بستہ روان شد جبرئیلؑ بر آنحضرتؐ نازل شد کہ ادائے رسالت و پیغام نکند مگر تو یا علیؑ دور روا نیست یا مردیکہ از تو باشد زیرا کہ نبوت عہد و نقض آن کار مردے است کہ صاحب معاملہ است یا کسیکہ خویش و قرابت او باشد پس آنحضرت صلعم بعلی مرتضی فرمود کہ عقب ابی بکر برو و این آیات از وے بستان و در روز حج بر مردم بخوان۔

جب حضرت ابوبکر صدیق مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھکر روانہ ہوئے تو اس اثنا میں حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا کہ یا رسول صلعم ادائے رسالت و پیغام یا آپ کرسکتے ہیں یا علیؑ اور ایک روایت میں ہے کہ یا وہ شخص جو آپ سے ہو۔ کیونکہ عہد کرنا یا توڑنا اوس شخص کا کام ہے جو صاحب معاملہ ہو یا وہ شخص جو اوسکا خویش یا قریب ہو۔ یہ سنکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکر کے عقب میں روانہ ہوں۔ اون سے وہ سورے لیں اور حج کے روز لوگوں کو سنا دیں۔

اسکے بعد شبلی صاحب اس اعلان کی یہ کیفیت لکھتے ہیں۔

حضرت علیؑ کھڑے ہوئے۔ سورۂ برات کی چالیس آیتیں پڑھکر سنائیں اور اعلان کردیا کہ اب کوئی مشرک خانۂ کعبہ میں نہ داخل ہوسکے گا۔ نہ کوئی برہنہ اب حج کرنے پائے گا۔ اور وہ تمام معاہدے جو مشرکین سے تھے اُن کے نقض عہد کے سبب سے آج سے چار مہینے کے بعد ٹوٹ جائیں گے حضرت ابوہریرہ وغیرہ نے اس اعلان کی اس زور زور سے منادی کی کہ گلا پڑ پڑ گیا۔ سورۂ برات کی ابتدائی آیتیں جس میں خدا نے اس اعلان کا حکم فرمایا یہ ہیں۔

براءة من الله ورسوله الى الذين عاهدتم من المشركين ۝ فسيحوا في الارض اربعة اشهر واعلموا انكم غير معجزي الله وان الله مخزي الكافرين ۝ واذان من الله ورسوله الى الناس يوم الحج الاكبر ان الله بريء من المشركين ورسوله فان تبتم فهو خير لكم وان توليتم فاعلموا انكم غير معجزي الله وبشر الذين

اے مسلمانو۔ جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا تھا اور انھوں نے اپنا معاہدہ توڑ دیا، انکی خدا اور رسولخدا صلعم کی طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ (تو اب اے مشرکین) ہم نے تم کو چار مہینے کی مہلت دی ہے۔ اس میں تم ملک میں چلو پھرو اور جان لو کہ تم خدا کو عاجز نہ کرسکو گے۔ حج اکبر کے دن لوگوں کو اعلان عام ہے کہ خدا اور رسولؐ ان مشرکین کا اب ذمہ دار نہیں ہے اگر (تم نے اے مشرکین) توبہ کرلی تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر اب بھی پھرے رہو تو یقین کر لو کہ تم خدا کو ہرا نہ سکو گے اے پیغمبر۔ تو مشرکین کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادے

كفروا بعد ايمانهم الا الذين عاهدتم من المشركين ثم لم ينقصوكم شيئا ولم يظاهروا عليكم احدا فاتموا اليهم عهدهم الى مدتهم ان الله يحب المتقين۔

لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انھوں نے اسکی کچھ خلاف ورزی نہین کی اور نہ تمھارے مقابلہ مین انھون نے تمھارے دشمنوں کی مدد کی تو زمانہ معاہدہ تک تم پورا کرو۔ خدا پرہیزگارون کو دوست رکھتا ہے۔

اس اعلان مبارک کا وہ نتیجہ نکلا کہ اس کے بعد ہی عرب کے ایک ثانیہ خیز اور جنگجو ملک میں چارون طرف امن وامان اور آرام واطمینان قائم ہو گیا۔

واقعات متفرقات ۹ھ ہجری

(۱) اسی سال اداے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور اس کے نصاب قائم ہوئے (۲) تمام مسلم قبائل مین عمال زکوٰۃ مقرر ہوئے۔ اسلام کی ظل حمایت مین غیر مسلم قومین آنے لگین۔ ان کے واسطے جزیہ کا حکم ہوا۔ اور آیہ حتی يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون ۔ یہانتک اُن کے چھوٹے بن کر وہ جزیہ ادا کرین۔

(۳) سود کی حرمت کا حکم جاری ہوا۔ اور شبلی صاحب کی تحقیق مین نزول سے ایک مدت کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر سنہ ۱۰ھ ہجری مین اس کا اعلان فرمایا گیا احل الله البيع وحرم الربوا خدا نے بیع (خرید وفروخت کو حلال کیا اور سود لینے کو حرام فرمایا۔

(۴) نجاشی بادشاہ حبشہ نے جو صرف مسلم ہی نہین تھا بلکہ اپنے اسلام لانے کے پہلے سے بھی اسلام کا معاون اور محسن تھا۔ اسی سال انتقال کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی رحلت کے متعلق یہ الفاظ لکھکر تمام اعلان فرمایا کہ آج تمھارے صالح اور نیکوکار دینی بھائی اصحمہ نے وفات پائی سب ملکر اُس کے لیے دعاے مغفرت مانگو۔ اس کے بعد آپ نے نجاشی کی ہیئت کی نماز پڑھی۔

شبلی صاحب کی آئندہ ترتیب مضامین

شبلی صاحب نے ۹ھ ہجری تک کے حالات وواقعات تمام کرکے جلد اول کے آخر مین غزوات رسول کی حقیقت واصلیت کے بیان تفصیل کو ایک نئے عنوان سے ایک علحدہ باب مین قلمبند فرمایا ہے۔ اور دو جزو کے ترتیب لکھکر جلد اول کو تمام کر دیا ہے۔ اور جلد دوم کو اسلام کی امن کی زندگی سے شروع فرمایا ہے۔ ۸ھ ہجری سے لیکر ۱۱ھ ہجری تک مقام امن۔ اشاعت اسلام۔ تاسیس خلافت اور تکمیل شریعت کے حالات مندرج فرمائے ہین۔

واقعات آیندہ کے تسلسل کے اعتبار سے یہ ترتیب مضامین بہت ہی مناسب تھی اور تمام تاریخ وسیرت مین قریب قریب یہی ترتیب قائم رکھی گئی ہے۔ اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ غزوات کا سلسلہ تمام

شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے غزوات کی تفصیل توجیہ کو نہیں لکھنا ضروری سمجھا ہے لیکن ہم اسکو آئندہ واقعات کے سلسلۂ بیان میں تاخیر و بے ربطی پیدا ہوجانے کی وجہ سے قبل از وقت سمجھتے ہیں ختم واقعات کے بعد انشاءاللہ ہم ان توجیہات کو اپنے آئندہ سلسلۂ بیان میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ اسی سال ادائے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ کیوں؟ اسلیے کہ جبتک ملک و قوم میں سکونی حالت پیدا نہیں ہوئی تھی اور خوشحالی نہیں آئی تھی۔ اُس وقت تک کسی قسم کے مطالبات کو عام اس سے کہ قوانین دینی کی بنا پر ہوں یا منافع دنیاوی کی مدعا پر۔ مدبران قدرت نے مصلحت نہیں سمجھا۔ لیکن ملک و قوم میں جیوں جیوں امن و امان کے ساتھ تمدن۔ معاشرت میں فراغت اور کشادگی پیدا ہوتی گئی۔ ملک و قوم میں نفع رسانی کی غرض خاص سے ان مطالبات کی تعیین بھی ضروری سمجھی گئی شبلی صاحب جلد دوم ص۱۸ میں لکھتے ہیں۔

عمال صدقات کی ماموری اور اون کا مقام ماموریت

جو ممالک زیر اثر آئے تھے۔ وہاں زکوٰۃ و صدقہ وصول کرنے کے لیے عمال بھیجے گئے وہ اس درجہ کے لوگ ہوتے تھے جن کا تقدس۔ زہد اور پاکیزگی مسلم ہوتی تھی اسی کے ساتھ وہ عالم اور واعظ بھی ہوتے تھے۔ اور اس لیے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ اسلام کی خدمت بھی انجام دے سکتے تھے۔ ان میں سے بعضوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

نام	مقام ماموریت	کیفیت
(۱) مہاجر بن ابی امیہ	صنعاء یمن	حضرت ام سلمہؓ (زوجۂ نبیؐ) کے بھائی تھے
(۲) زیاد بن لبید	حضرموت	یہ اُن صحابہ میں ہیں جو بدر میں شریک تھے۔
(۳) خالد بن سعید	صنعاء (یمن)	سابقین اولین اور مہاجرین حبش میں ہیں سب سے پہلے انہیں نے کاغذات پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔
(۴) عدی بن حاتم	قبیلہ طے میں	مشہور صحابی ہیں۔ حاتم طائی انہیں کا باپ تھا۔
(۵) علاء بن حضرمی	بحرین	
(۶) حضرت ابوموسیٰ الاشعری	زبید و عدن	انکی دعوت اسلام سے قریباً تمام لوگ مسلمان ہوگئے مشہور صاحب علم صحابی ہیں ذکر عمر عاص کے معمولی حالات میں آگئے
(۷) جریر بن عبداللہ البجلی		جریر مشہور صحابی ہیں (انکے صاحبزادے عبداللہ ابن جریر البجلی شہدائے کربلا میں داخل ہیں۔ رضی اللہ عنہ)

(۸) ذوالکلاع حمیری — یمن کے سلاطینی خاندان سے تھے۔ ایک موقع پر لاکھ آدمیوں نے انھیں سجدہ کیا تھا۔ جریر کی دعوت پر یہ اسلام لائے تو اس کی خوشی میں چار ہزار غلام آزاد کیے

(۹) حضرت معاذ بن جبل — یمن — مشہور صحابی

اسلامی مبلغین
اور معلمین

اسلام نے ایک طرف ملک و قوم میں امن عام قائم کیا جو اولاً اسکے نام سے ظاہر تھا اور ثانیاً اُس کے تبلیغی پیام کا حقیقی مدعا جسکی تعلیم کا وہ تمام ملک و قوم میں ابتدائی دنوں سے اعلان عام کر رہا تھا اور ملک و قوم کے غلط فہم اور جہالت پسند تھا اُس کے ایسے پُرامن اور مصلح عام کی تبلیغ و تعلیم سے قبولیت کی جگہ نفرت کا اظہار کرتے تھے اور بعض اس شدت کے ساتھ کہ اسکے استیصال اور کامل تباہ و برباد کرنے کی کوششوں میں ملک و قوم کا کتنا سرمایہ اُٹھ گیا۔ کتنی جانیں تلف ہو گئیں۔ کتنے قبیلے اُجڑ گئے کتنے خاندان ویران ہو گئے مختلف اور متفرق مقامات کے معارکہائے جنگ میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ لہو کے دریا اُبل پڑے۔ یہ اسلام کی حقانیت ہی کی پائداری تھی۔ اور اُس کی حقیقت کی استواری کہ وہ تمام ملک و قوم کے ایکبار مخالف ہو جانے پر بھی مرکز حق سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا۔ اور تنہا ہو کر بڑے حوصلہ و جگرداری کے ساتھ ہر موقع جنگ اور ہر معرکہ کارزار میں دشمنوں کی بزدلی کے مقابلہ میں سینہ سپر رہا اور کامل نو برس تک ان تمام مصیبتوں اور آفتوں کو جھیل کر اپنے اصل مدعا تبلیغ و تعلیم کو پورا کیا اور اس مرتبہ تک پہونچا یا کہ ملک کے تمام سرکشان قبائل نے بالآخر اس کے آگے متابعت کا سر خم کیا اور اطاعت کی گردن جھکائی۔

کچھ ملک و قوم کے خاص قبائل و عشائر کی ذوات ہی کا یہ حال نہیں تھا کہ غیر مذہب اعتقاد کے قوم و قبائل نے بھی اس کی حمایت و اعانت اپنے تحفظ و امن کی ضرورت سے اختیار کی۔ یہ بھی قدرت کا عجیب منظر تھا کہ جس اسلام سے ایسی شدید نفرت تھی اور سخت مخالفت۔ سنہ ۹ ہجری میں احکام برات کے اعلان کے بعد ہی سے چاروں طرف سے قبائل و اقوام کے وفود خود دار الخلافہ مدینہ میں حاضر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام لانے لگے جیسا کہ بہت جلد وفود کے بیان سے معلوم ہوگا۔

اسلام کو جب ملک کے امن عام کی طرف سے اطمینان اور جمعیت خاطر حاصل ہو چکی تو اُس نے اطراف و جوانب کے باقی قبائل و عشائر میں مبلغین اور معلمین اسلامی کو دینیات و عقلیات کی تعلیم کیلئے مقرر کیا

مفصلہ ذیل معلمین و مبلغین اسلامی کے نام شبلی صاحب نے لکھ کر بتلائے ہیں

نام	مقام ماموریت	نام	مقام ماموریت
(۱) حضرت علی ابن ابی طالبؓ	قبیلہ ہمدان، مذحج	(۴) عمر عاص	عمان
(۲) مغیرہ بن شعبہ	نجران	(۵) وبر بن یحنس	آبنائے فارس
(۳) خالد بن ولید	اطراف مکہ	(۶) مہاجر بن ابی امیہ	بطرف حارث بن کلال شہزادہ یمن
		(۷) محیصہ بن مسعود	فدک

ان مبلغین اور دُعاۃ کے اثر سے اسلام ہر جگہ تیزی سے آگے بڑھا۔ دعاۃ اطراف مکہ میں بھیج دیئے گئے تھے اور لوگ خوشی خوشی مسلمان ہوتے جاتے تھے قرآن پاک کی آیتیں اس موقع کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ورأیت النّاس — جب خدا کی فتح و نصرت آئی تو تم نے دیکھ لیا کہ لوگ عموماً فوج در

ید خلون فی دین اللّٰہ افواجًا فسبح بحمد — فوج خدا کے دین میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ پس تم حمد خدا کی تسبیح

ربک واستغفرہ انہ کان توابًا — کرو اور اس سے مغفرت مانگو کہ وہی بخشنے والا ہے۔

فتح مکہ کے تین مہینے بعد ۹ھ ہجری کے موسم حج میں اعلان براءۃ ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بلا استثناء حجاز نے عام طور سے اسلام قبول کر لیا (بحوالہ طبری واقعات ۹ھ ہجری) حجاز سے باہر۔ نبوت کے اکیس برس میں صرف قریش و یہود کی مزاحمت سے اسلام آگے نہ بڑھ سکا۔ اور خال خال مسلمان اِدھر اُدھر نظر آتے تھے لیکن ان دیواروں کا ہٹنا تھا کہ صرف تین برس میں ۸ھ سے ۹ھ میں اسلام کا اثر ایک طرف یمن بحرین۔ یمامہ اور عمان اور دوسری طرف عراق و شام کی حدود تک وسیع ہو گیا۔ عرب کے دو صوبے میں جہاں اسلام سے پہلے عربوں کی بڑی بڑی حکومتیں قائم تھیں اور اسوقت بھی وہ روم و فارس دنیا کی دو عظیم الشان طاقتوں کے زیر سایہ تھیں تاہم اسلام بغیر تلوار کی رفاقت کے صلح دامن کے سایہ میں اپنی آواز بلند کرتا چلا گیا اور ہر گوشہ سے لبیک کی صدائیں خود بخود آنے لگیں

سیرۃ النبی جلد اول

وفود عرب کا آنا اور اسلام کا لانا

اصل یہ ہے کہ تمام عرب مکہ کے فیصلہ آخر کا انتظار کر رہا تھا۔ مکہ فتح ہو چکا تو یہ انتظار جاتا رہا اب ہر قبیلہ نے چاہا کہ خود دار الاسلام مدینہ میں جا کر کوئی فیصلہ کرے۔ اہل عرب کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اب وہ اسلام سے سرکشی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن خیبر وغیرہ کی نظروں سے یہ بھی جانتے تھے کہ

اسلام لانے پر وہ مجبور نہیں ہیں بلکہ جزیہ یا کسی اور طریقہ سے صلح کر کے اُن کی حالت قائم رہ سکتی ہے۔ فتح مکہ کے ساتھ ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور بجز چند کے باقی جس قدر سفارتیں آئیں انھوں نے بارگاہ نبوت میں پہونچکر وہ کچھ دیکھا کہ واپس آئے تو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ عرب کے سب سے طاقتور قبیلے جن کا اثر دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بنو تمیم۔ بنو سعد۔ بنو حنیفہ۔ بنو اسد۔ کندہ۔ سلاطین حمیری۔ ہمدان۔ ازد اور طے تھے۔ ان تمام قبائل کی سفارتیں دربار نبوت میں آئیں۔ ان میں سے بعض ملکی حیثیت رکھتی تھیں۔ جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ بحیثیت فاتح کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لیں۔ لیکن اکثر اس غرض سے آئے کہ اسلام کی حقیقت سے مطلع ہو کر اس کے حلقہ میں آجائیں۔ یہ وفود[1] زیادہ تر فتح مکہ کے بعد سنہ ۹ھ اور سنہ ۱۰ ہجری میں آئے لیکن تسلسل بیان کے لیے اس سے پہلے کے چند وفود کا ذکر کرنا بھی موزون ہوگا۔ سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۲۵

وفد مزنیہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ جو مضر تک پہونچکر قریش کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ نعمان بن مقرن صحابی جو فتح مکہ میں قبیلہ مزنیہ کے علمبردار تھے۔ اسی قبیلہ سے تھے۔ اصفہان انھیں نے فتح کیا تھا۔ سنہ ۵ ہجری میں اس قبیلہ کے چار سو شخص تمام قبیلہ کے سفیر بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام لائے (اصابہ فی احوال الصحابہ) عراقی نے سیرت منظوم میں لکھا ہے۔

اول الوفد وفد المزینہ سنۃ خمس وفد وامزینہ　　سب سے پہلا وفد جو مدینہ میں آیا وہ مزنیہ کا قبیلہ تھا جو سنہ ۵ میں آیا۔

وفد بنی تمیم یہ وفد بڑی شان و شوکت سے آیا۔ قبیلہ کے تمام بڑے بڑے رؤسا مثلاً اقرع بن حابس زبرقان۔ عمرو بن الاہتم اور نعیم ابن یزید سب اسی سفارت میں شامل تھے۔ عیینہ بن حصین فزاری جو مدینہ کی حدود تک حملہ آور ہوا کرتا تھا وہ بھی ساتھ تھا۔ یہ لوگ اگرچہ اسلام قبول کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ تاہم عربی فخر و غرور کا نشہ سر میں ابھی باقی تھا۔ دربار نبوت یعنی مسجد رسول میں پہونچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آستانۂ مقدس پر

---

[1] شبلی صاحب نے بہت کم وفود کا حال قلمبند فرمایا ہے۔ ہم نے اور کتابوں سے تفحص و تجسس تمام کے بعد وفود کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

ہمدان۔ بنو طارق بن عبد اللہ۔ بنو بخیب۔ بنی سعد مذہم۔ وفد بہرا۔ وفد بنی عیش۔ بنی اسد۔ بنی عذرہ۔ بنی ثقیف۔ بنی فزارہ۔ بنی حنیفہ۔ عبد القیس۔ بنی طے۔ اشعریین۔ صداء۔ بنی ثقیف۔ بنی غامد۔ محارب۔ خولان۔ غسان۔ بنی الحارث۔ سلامان۔ نخع۔ دوس۔ ازد۔ اور فروہ جذامی۔ مولانا عفی عنہ

جا کر پکارے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے تو بولے کہ محمدؐ (صلعم) ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم سے مفاخرہ کریں۔ آپ نے اجازت دی۔ عطارد بن حاجب جو مشہور خطیب تھا اور جس نے نوشیروان کے دربار سے حسن تقریر کے صلہ میں کمخواب کا خلعت حاصل کیا تھا۔ اُٹھا اور اپنی قوم کی مفاخرت پر ایک پرزور تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ خدا کا شکر ہے جس کی بدولت ہم آج صاحب تاج و تخت۔ خزانہائے گران بہا کے مالک اور مشرق میں تمام قوموں سے معزز تر ہیں۔ ہماری برابری آج کون کر سکتا ہے۔ ہماری ہم مرتبگی کا جس کو دعوے ہو۔ وہ یہ خصائص و اوصاف گنائے جو ہم نے گنائے ہیں۔

عطارد خطبہ دیکر بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت ابن قیس کو جواب دینے کا اشارہ کیا اُنھوں نے جو تقریر کی اُس کا ماحصل یہ تھا۔ اُس خدا کی تعریف جس نے زمین و آسمان بنائے اُس نے ہمکو بادشاہی دی اپنے بہترین بندوں میں سے بہترین شخص کو انتخاب کیا۔ جو سب سے زیادہ شریف النسب۔ سب سے زیادہ راست گفتار۔ سب سے زیادہ شریف الاخلاق تھا۔ وہ تمام عالم کا انتخاب تھا۔ اس لیے خدا نے اسپر کتاب اُتاری۔ اُس نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے مہاجرین اور اُن کے بعد ہم (انصار) نے دعوت اسلام پر لبیک کہی۔

تقریریں ہو چکیں تو اشعار کی باری آئی۔ سفارت کی طرف سے تمیم کے مشہور شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا

نحن الکرام فلا حی یعادلنا — ہم شرفائے قوم ہیں کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہیں ہو سکتا

منا الملوک وفینا تنصب البیع — ہم میں تخت نشین ہیں اور ہم کلیساؤں کے بانی ہیں

روایتوں میں آیا ہے کہ ایک شخص نے مدینہ میں آکر خطبہ دیا تو اُس کی خوبی تقریر نے تمام حاضرین کو حیرت زدہ بنا دیا اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے ان من البیان لسحرا "بعض بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے" اصابہ فی احوال الصحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبرقان ہی کی تقریر پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ غرض جب زبرقان تقریر کر چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دربار رسالت کے شاعر حسان ابن ثابت کی طرف دیکھا۔ اُنھوں نے برجستہ کہا

ان الذوائب من فہر واخوتہم — شرفائے قبیلہ اور برادران فہر نے وہ

قد بینوا للناس یتبعوا — راستہ بتلا دیا ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں

ارکان سفارت میں اقرع بن حابس عرب کا مشہور حکیم تھا یعنی مقدمات قومی کا مرافعہ اسی کے پاس جاتا تھا اس کے فیصلوں پر لوگ گردن جھکا دیتے تھے۔ وہ اسلام لانے سے پہلے مجوسی تھا۔ اس کو یہ دعویٰ تھا کہ جب سفارت کے ساتھ دربار رسالت میں آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ان حمدی لزین وان ذمی لشین میں جسکی تعریف کرتا ہوں وہ چمک اٹھتا ہے اور میں جسکی برائی کرتا ہوں اسکو داغ لگ جاتا ہے۔ نظم و نثر کی معرکہ آرائی ہو چکی تو سفارت نے اعتراف کیا کہ دربار رسالت کے خطیب و شاعر دونوں ہمارے خطیب اور شاعر سے افضل ہیں۔ پھر سب نے اسلام قبول کیا۔ سیرۃ النبی صـ۳۰

وفد بنو سعد۔ بنو سعد نے ضماد بن ثعلبہ کو سفیر بنا کر بھیجا وہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں آئے اور جس طریقہ سے سفارت ادا کی اس سے عرب کی سادگی اور اصل آزادروی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں متعدد موقعوں پر اس کا ذکر ہے۔ کتاب العلم کی عبارت حسب ذیل ہے۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم لوگ دربار رسالت میں حاضر تھے۔ ایک شخص ناقہ پر سوار آیا اور صحن مسجد میں آکر اتر پڑا پھر حاضرین سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس کا نام ہے لوگوں نے آنحضرت صلعم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ پاس آکر کہا عبد المطلب کے بیٹے آپنے فرمایا میں جواب دے چکا۔ بولا کہ میں تم سے کچھ پوچھوں گا لیکن سختی سے پوچھوں گا۔ برا نہ ماننا۔ ارشاد ہوا جو پوچھنا ہو پوچھو بولا کہ اپنے رب کی قسم کھا کر کہو کہ خدا نے کیا تمکو تمام دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے آپنے فرمایا۔ ہاں۔ پھر قسم دلا کر پوچھا کہ کیا تمکو خدا نے پنج وقتہ نماز کا حکم دیا ہے اسی طرح زکوٰۃ روزہ اور حج کی نسبت پوچھا۔ اور آپ برابر ہاں فرماتے جاتے تھے جب سب احکام سن لیے۔ تو کہا کہ میرا نام ضماد بن ثعلبہ ہے اور مجھکو میری قوم نے بھیجا ہے میں جاتا ہوں اور اپنی قوم سے جو بتلایا ہے ایک ذرہ زیادہ کرونگا نہ کم جب وہ جا چکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے فلاح پائی۔ ضماد نے واپس جا کر اپنی قوم سے کہا کہ لات وعزیٰ کوئی چیز نہیں۔ لوگوں نے کہا کیا کہتے ہو۔ تم کو جنون یا جذام نہ ہو جائے۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم وہ نہ فائدہ پہونچا سکتے ہیں اور نہ ضرر۔ میں تو خدا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔ ان کی مختصر تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام نہ ہونے پائی کہ قبیلہ کا قبیلہ زن و مرد بچے سب کے سب مسلمان تھے۔

وفد اشعریین سنہ ھجری۔ یمن کا ایک نہایت معزز ترین قبیلہ اشعریین کا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے تھا۔ ان لوگوں نے جب آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کی خبر سنی تو تریپن شخصوں نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا اس قافلہ میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے۔ یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر چلے

لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش میں پہونچا دیا - وہاں حضرت جعفر طیار موجود تھے - وہ اپنے ساتھ لیکر عرب کو روانہ ہوئے اُس زمانہ میں خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے - چنانچہ یہیں لوگوں نے شرف باریابی حاصل کیا - یہ صحیح مسلم (فضائل اشعریین) کی روایت ہے صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب اشعریوں کا وفد آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمھارے یہاں یمن کے لوگ آتے ہیں جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہیں مسند احمد بن حنبل میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ جب اشاعرہ کا وفد آیا تو یہ لوگ جوش مسرت سے یہ رجز پڑھتے تھے - غدا نلقی الاحبہ محمدا وحزبہ کل ہم دوستوں سے ملیں گے محمد اور پیروان محمد - بارگاہ نبوت میں پہونچے تو عرض کی یا رسول اللہ ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے آپ کے مذہب کے کچھ احکام سیکھیں اور ابتدائے کائنات کے کچھ حال پوچھیں - آپ نے فرمایا - پہلے خدا تھا اور کچھ نہ تھا اور اُس کا تخت پانی پر تھا -

(بحوالہ بخاری بدء الخلق)

وفد دوس سنہ ۷ھ

دوس عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے - حضرت ابوہریرہ اسی قبیلہ کے ہیں - اس قبیلہ کے مشہور شاعر اور رئیس طفیل بن عمرو تھے - اور ہجرت سے پہلے مکہ گئے - قریش نے اُنکو منع کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کے پاس نہ جائیں - لیکن ایک دن اتفاقاً یہ حرم میں گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے - قرآن مجید سنکر متاثر ہوئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے - عرض کی کہ آپ مجھکو اسلام کی حقیقت سمجھائیں - آپ نے اسلام کی تبلیغ کی - اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھکر سنائیں اور وہ نہایت خلوص سے سنکر اسلام لائے - وطن جاکر اُن کو اسلام کی دعوت دی - لیکن اُن کے قبیلہ میں زنا کا بہت رواج تھا - لوگ سمجھے کہ اسلام کے بعد اس آزادی سے محروم ہوجائینگے - اس لیے لوگوں نے تامل کیا طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ حقیقت بیان کی - آپنے دعا فرمائی کہ خدایا دوس کو ہدایت دے پھر طفیل سے ارشاد فرمایا کہ جاکر نرمی اور ملاطفت سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے - غرض کہ دعائے نبوی کی برکت اور طفیل کی ترغیب و ہدایت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اسی خاندان میں حضرت ابوہریرہ بھی تھے - ہجرت کرکے مدینہ میں چلے آئے -

(بحوالہ اصابہ و زاد المعاد)

وفد حرث بن کعب سنہ ۹ ہجری

شبلی صاحب نے اس کو سنہ ۹ ہجری کا واقعہ بتلایا ہے اور صاحب روضۃ الاحباب اور صاحب رحمۃ للعالمین نے سنہ ۱۰ ہجری کے آخر زمانہ کا - آنحضرت صلعم کے انتقال سے کل چار مہینہ قبل کا واقعہ معلوم ہوتا ہے - اس لیے ہم اُسکو سنہ ۹ ہجری کے واقعات میں قلمبند کرینگے -

وفد قبیلہ طے یمن میں طے نہایت نامور قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے رؤساء زید الخیل اور عدی بن حاتم الطائی تھے اور اُن کے حدود ملک علیحدہ تھے۔ زید زمانۂ جاہلیت کے مشہور شاعر۔ خطیب۔ خوش جمال فیاض اور بہادر تھے۔ سنہ ۹ ہجری میں یہ چند معزز اشخاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی۔ اُنھوں نے مع اپنے ساتھیوں کے نہایت صدق دل سے اسلام کی تصدیق کی۔ اور ایمان قبول کیا شہسواری کی وجہ سے یہ زید الخیل کے لقب سے مشہور تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس لقب کو زید الخیر کے لقب سے بدل دیا۔

عدی ابن حاتم سنہ ۹ ہجری عدی۔ مشہور حاتم طائی کے بیٹے اور قبیلۂ طے کے سردار اور مذہباً عیسائی تھے سلاطین عرب کی طرح اُن کو بھی آمدنی کا چوتھائی حصہ ملتا تھا جس زمانہ میں اسلامی فوجیں یمن گئیں یہ بھاگ کر شام چلے گئے۔ ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو بڑی عزت و حرمت سے رخصت کیا وہ اپنے بھائی کے پاس گئیں اور کہا کہ جسقدر جلد ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہ پیغمبر ہوں یا بادشاہ۔ ہر حال میں اُن کے پاس جانا مفید ہے۔ غرض عدی مدینہ آئے۔ آنحضرت صلعم مسجد میں تھے۔ عدی نے مسجد میں جاکر سلام کیا۔ آپنے جواب سلام کے بعد نام پوچھا پھر اُنکو گھر کی طرف لیکر چلے۔ اس اثنا میں ایک بڑھیا آگئی۔ اُس نے آپ کو روک لیا اور دیر تک آپ سے کسی کام کے متعلق باتیں کرتی رہی۔ عدی خود ایس سے شاہوں رومیوں کا دربار دیکھا تھا۔ اُنکو حیرت ہوئی کہ شہنشاہِ عرب ایک بڑھیا کے ساتھ مساوات سے پیش آتا ہے اُسیوقت اُنکو خیال ہوا کہ یہ شخص بادشاہ نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے۔ چمڑے کا ایک گدا تھا۔ اُسکو عدی کی طرف بڑھا دیا۔ یہ اصرار کے بعد اُس پر بیٹھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں عدی تم اپنی قوم سے مرباع (چوتھائی) لیتے ہو۔ لیکن یہ تو تمھارے مذہب میں جائز نہیں۔ پھر فرمایا کہ خدا کے سوا کوئی اور خدا ہے ؟ بولے کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ یہودیوں پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور عیسائی گمراہ ہو گئے ہیں۔ غرض عدی نے اسلام قبول کیا اور اسقدر ثابت قدم رہے کہ ردہ کے زمانے میں بھی اُن کو کچھ اثر نہیں ہوا ہے۔ باپ کی سخاوت کا اثر ان میں بھی تھا۔ ایک شخص نے ایک دفعہ ان سے سو درہم طلب کیے۔ بولے کہ تم حاتم کے بیٹے سے اسقدر حقیر رقم طلب کرتے ہو۔ بخدا ہرگز نہ دونگا سلہ

سلہ شبلی صاحب نے عدی بن حاتم کے ابتدائی حالات۔ اپنے غلام سے گفتگو۔ ان کی بہن کی آنحضرت صلعم سے مکالمت اور اُنکے خاص مراعات چھوڑ دیے ہیں ابن ہشام میں مفصل مذکور ہیں۔ مؤلف عفی عنہ

وفد ثقیف یاد ہوگا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ کر روانہ ہونے لگے۔ تو صحابہ نے عرض کی تھی کہ آپ ان کے حق میں بددعا فرمائیں۔ آپ نے جن لفظوں میں دعا فرمائی یہ تھی اللّٰھم اھد ثقیفا وائت بھم اے خدا ثقیف کو ہدایت دے اور اُن کو میرے پاس بھیج۔ یہ دعا کرشمۂ ربانی کا اعجاز تھی وہ قبیلہ جو تلوار سے زیر نہ ہوا صداقت کے جلال نے آستانۂ اعلیٰ پر اس کی گردن جھکادی۔ طائف دو رئیسوں کے قبضہ میں تھا جس میں ایک عروہ بن مسعود تھے۔ جنکی نسبت کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ کلام الٰہی اُترتا تو انپر اُترتا۔ عروہ اگرچہ ابتک اسلام نہیں لائے تھے۔ لیکن مادہ قابل رکھتے تھے۔ حدیبیہ کی صلح بھی انھین کی سفارت سے انجام پائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے واپس چلے تو خدا نے ان کو اسلام کی توفیق دی۔ آنحضرت صلعم مدینہ مین پہونچنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ خدمت اقدس مین حاضر ہوئے اور اسلام لاکر واپس گئے۔ واپس جاکر انھون نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگون کو اسلام کی ترغیب دی۔ لوگون نے ان کو بہت بُرا بھلا کہا۔ صبح کو جب اپنے بالاخانہ پر اذان دی تو ہر طرف سے تیرون کا مینھ برسا یہانتک کہ وہ شہید ہوگئے۔ مرتے وقت وصیت کی کہ محاصرۂ طائف مین جو مسلمان شہید ہوچکے ہین اُنھین کے پہلو مین دفن کیے جائین۔

عروہ کا خون رائگان نہین جاسکتا تھا صخر بن عیلہ۔ رئیس احمس یہ سنکر کہ آنحضرت صلعم طائف کا محاصرہ کیے ہوئے ہین کچھ سوار لیکر چل کھڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے اُس وقت پہونچا جب آپ طائف چھوڑ کر مدینہ کی طرف مراجعت فرما چکے تھے۔ صخر نے عہد کیا کہ جبتک اہل طائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت قبول نہ کرلین گے مین قلعہ کا محاصرہ نہ چھوڑونگا۔ آخر اہل طائف نے اطاعت قبول کی صخر نے خدمت نبوی مین اطلاع کی تو آپ نے مسجد نبوی مین سب کو جمع کیا۔ احمس کے لیے دس بار دعا فرمائی (ابوداؤد۔ باب اقطاع الارضین)

چند روز کے بعد اہل طائف نے باہم مشورہ کیا کہ تمام عرب اسلام لاچکا۔ اب ہم اکیلے کیا کرسکتے ہین۔ غرض یہ رائے قرار پائی کہ چند سفیر مقرر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بھیجے جائین۔ اُن کی سفارت نے مدینہ کا رخ کیا تو مسلمانون کو اسقدر مسرت ہوئی کہ سب سے پہلے مغیرہ ابن شعبہ دوڑ پڑے کہ آنحضرت صلعم کو جاکر خبر کرین۔ راہ مین حضرت ابو بکر مل گئے۔ انکو معلوم ہوا تو مغیرہ کو قسم دلائی کہ یہ خوشخبری مجھے پہونچانے دو۔ مغیرہ نے ان لوگون کو تعلیم دی کہ دربار رسالت مین جانا تو اس طریقہ سے سلام عرض کرنا لیکن یہ لوگ اُسی دستور قدیم کے مطابق آداب بجالائے۔ عبد یالیل طائف کا مشہور رئیس امیر الوفد تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو (حالانکہ وہ ابتک کافر تھا) مسجد نبوی مین اُتارا (کہ مسلمانون کی محویت واستغراق کو دیکھکر متاثر ہو) یہ لوگ مسجد کے صحن مین خیمے نصب کرکے ٹھہرائے گئے۔ نماز اور خطبہ کے وقت یہ لوگ حاضر رہتے تھے۔ گو خود نہین شریک رہتے تھے۔ آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ خطبون مین اپنا نام نہین لیتے تھے۔ ان لوگون نے آپس مین ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے تو اپنی پیغمبری کا اقرار لیتے ہین۔ لیکن خطبہ مین خود اپنی پیغمبری کا اقرار نہین کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ مین سب سے پہلے شہادت دیتا ہون کہ مین فرستادۂ الٰہی ہون۔ جماعت سفرا مین عثمان بن ابی العاص سب سے کم عمر تھے۔ سفرا دربار نبوی مین آتے تو انکو بچہ سمجھکر قیام گاہ مین چھوڑ آتے عثمان گو کمسن تھے۔ لیکن سب سے زیادہ تیز فہم اور مائل تحقیق تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب سفرا دن کو قیلولہ کرتے تو یہ چپکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے اور قرآن مجید اور مسائل اسلام سیکھتے۔ یہان تک کہ اکثر ضروری مسائل سیکھ لیے۔ آنحضرت صلعم ہمیشہ ان لوگون کو اسلام کی تبلیغ کرتے نماز عشا کے بعد انکے پاس تشریف لیجاتے اور کھڑے کھڑے اُن سے باتین کرتے۔ زیادہ تر مکہ مین قریش کے ہاتھ سے جو اذیتین اُٹھائین اُنکو بیان فرماتے۔ مدینہ مین آکر جو لڑائیان پیش آئین اُن کا بھی ذکر فرماتے۔ بالآخر اُن لوگون نے اسلام پر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ لیکن یہ شرطین پیش کین۔

(۱) زنا ہمارے لیے جائز کی جائے۔ کیونکہ ہم اکثر مجرد رہتے ہین۔ اور اس لئے ہم کو اُس سے چارہ نہین۔

(۲) ہماری قوم کا تمام کاروبار اور ذریعہ معاش سود ہے۔ اس لیے سودخواری جائز رکھی جائے۔

(۳) شراب سے نہ روکا جائے۔ ہمارے شہر مین کثرت سے انگور پیدا ہوتا ہے اور یہی ہماری بڑی تجارت ہے۔

لیکن یہ تینون درخواستین نامنظور ہوئین۔ بالآخر ان لوگون نے کہا اچھا ہم یہ شرطین واپس لیتے ہین۔ لیکن ہمارے معبود۔ طائف کے سب سے بڑے بُت (جس کا نام لات ہے) کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ توڑدیا جائے گا۔ یہ سنکر اُن کو سخت حیرت ہوئی کہ کیا کوئی شخص اُن کے خدائے اعظم کو ہاتھ بھی لگا سکتا ہے بولے کہ اگر ہمارے معبود کو معلوم ہوجائے کہ آپ کا یہ ارادہ ہے تو وہ تمام شہر کو تباہ کردیگا حضرت عمر سے ضبط نہ ہوسکا۔ بولے کہ تم لوگ کسقدر جاہل ہو۔ لات یا منات تو صرف ایک پتھر ہین۔ ان لوگون نے کہا اے عمر ہم تمھارے پاس نہین آئے۔ یہ کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ ہم منات کو ہاتھ نہین لگا سکتے۔ آپ جو چاہین کرین۔ لیکن ہمکو اس جراُت سے معاف رکھا جائے

آپ نے یہ درخواست منظور کرلی ان لوگون نے نماز ۔ روزہ ۔ زکوٰۃ اور جہاد سے مستثنیٰ ہونے کی بھی درخواست کی ۔ نماز سے معافی تو کسی حالت مین ممکن نہین تھی ۔ جو ہر روز پانچ دفعہ ادا کرنے کی چیز تھی ۔ لیکن زکوٰۃ سال بھر کے بعد واجب ہوتی تھی اور جہاد واجب کفایہ ہے ہر شخص پر واجب نہین ۔ اور واجب بھی ہو تو اُس کے خاص موقع ہین روز کا کام نہین ۔ اس بنا پر اُس وقت اُن دونون باتون پر مجبور نہین کیا گیا کیونکہ معلوم تھا کہ جب وہ اسلام قبول کرلین گے تو رفتہ رفتہ خود اُن مین صلاحیت آجائے گی ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سُنا کہ جب یہ ایمان لاچکین گے تو زکوٰۃ بھی دینے لگین گے ۔ چنانچہ دو ہی برس کے بعد حجۃ الوداع کا موقع آیا تو کوئی ثقفی ایسا نہین تھا جس نے اسلام نہ قبول کرلیا ہو ۔

سفارت جب واپس چلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا کہ شرط کے مطابق طائف کے صنم اعظم (لات) کو جاکر توڑ آئین ۔ مغیرہ نے طائف پہونچکر بتکدہ کو ڈھانا چاہا تو مستورات روتی ہوئی سر ننگے گھرون سے نکل آئین جو یہ اشعار پڑھتی جاتی تھین الا ابکین دفاع

اسلمہا الرضاع لم یحسنوا المصاع لوگون پر رو کہ پست ہمتون نے اپنے بتون کو دشمنون کے سپرد کردیا اور معرکہ آرائی نہ کرسکے ۔

وفد نصارائے نجران اور واقعہ مباہلہ

وفد نصارائے بنی نجران اور واقعہ مباہلہ

نجران ۔ مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک وسیع ضلع کا نام ہے ۔ جہان عیسائی عرب آباد تھے ۔ یہان عیسائیون کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا جسکو وہ کعبہ کہتے تھے ۔ اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے ۔ اُس مین بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے جن کا لقب سید اور عاقب تھا ۔ عرب مین عیسائیون کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہین تھا ۔ اعشیٰ شاعر اُسی کی شان مین کہتا ہے

وکعبۃ نجران حتم علیک حتی تناخی بابوابہا تزور یزیدا وعبدالمسیح وقیسا ھم خیر اربابہا

یہ کعبہ سو کھالون سے گنبد کی شکل مین بنایا گیا تھا ۔ جو شخص اُس کے حدود مین آتا تھا وہ مامون ہوجاتا تھا اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگون کو دعوت کا خط لکھا تو اُس کعبہ کے محافظ اور ائمہ

المٔہ مذہب سات آدمیون کے ساتھ مدینہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مدینہ مین اُتارا تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو اُن لوگون نے نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے دو۔ چنانچہ اُن لوگون نے مشرق کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھی۔ ابوحارثہ جو لارڈ بشپ تھا۔ نہایت محترم اور فاضل شخص تھا۔ قیصر روم نے اُس کو یہ منصب عطا کیا تھا اور اُسکے لیے گرجے اور معبد بنوائے تھے۔ ان لوگون نے آنحضرت صلعم سے مختلف مذہبی مسائل پوچھے اور آپ نے وحی کے روسے اُن کا جواب دیا۔ ان کے زمانۂ قیام مین سورۂ آل عمران کی اسّی آیتین اُتریں۔ ان آیتون مین اُن کے سوالات کا جواب تھا۔ جس آیت مین دعوت اسلام کی تشریح تھی۔ وہ یہ ہے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہٖ شیئًا ولا یتّخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰہ فان تولّوا فقولوا اشہدوا بانّا مسلمون۔

کہدو (اے پیغمبر) اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کو مان لین جو ہم تم دونون مین مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرین اور کسی کو اُسکا شریک نہ بنائین اور ہم مین کوئی کسی کو خدا کے سوا رب نہ قرار دیوے۔ اور اگر یہ لوگ نہ مانین تو تم کہدو کہ تم گواہ رہو ہم تو مسلمان ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگون نے کہا کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم صلیب پوجتے ہو۔ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو۔ جب یہ لوگ اسپر راضی نہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے مطابق ان سے کہا کہ اچھا مباہلہ کرو۔ یعنی ہم تم دونون اپنے اہل وعیال لیکر آئین اور دعا کرین کہ جو شخص جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو۔

فمن حاجّک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابنآءنا وابنآءکم ونسآءنا ونسآءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

تو جو شخص تمھارے پیچھے جھگڑا کرتا ہے اُس سے کہدو کہ آؤ اپنی اولاد اور اپنی عورتون کو اور خود اپنی ذات کو بلائین پھر مباہلہ کرین کہ ہم مین سے جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو۔

لیکن جب آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۂ زہرا اور امام حسن وحسین علیہما السلام کو لیکر مباہلے کے لیے نکلے تو خود اُن کی جماعت مین سے ایک شخص نے رائے دی کہ مباہلہ نہین کرنا چاہیے۔ اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائین گے۔ غرض ان لوگون نے سالانہ خراج قبول کرکے صلح کرلی۔

واقعۂ مباہلہ کا انکشاف حقیقت

اس واقعہ کے متعلق تھوڑے انکشاف کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ یہ اہل بیت علیہم السلام کے فضائل مخصوصہ کے اظہار کا اصل موقع ہے۔ شبلی صاحب کے لیے استخفاف ضرور ہے اور میرے لیے اُس کا انکشاف۔ اس لیے شبلی صاحب سے عرض ہے اول تو آپ نے اُن عیسائیوں کی معزورانہ آمد۔ متکبرانہ لباس وغیرہ کے وہ تمام حالات مرفوع القلم فرما دیے جو شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں تفصیل سے لکھکر بتلائے ہیں۔ آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلبیت کی آمد محض معمولی لوگوں کی آمد قرار دیکران عامیانہ الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

لیکن جب آنحضرت صلعم حضرت فاطمۃ الزہرا اور امام حسن وحسین علیہم السلام کو لیکر مباہلہ کے لیے نکلے تو ایک شخص نے رائے دی کہ ان سے مباہلہ نہ کرنا چاہیے۔

اسی مضمون کو محدث دہلوی کس حفظ مراتب کے انداز میں تفصیل سے لکھتے ہیں سے قدر دہر کس بقدر ہمت اوست۔ ملاحظہ ہو اُن کی حسب ذیل عبارت۔

حضرت صلعم خود از حجرۂ شریف بیرون آمدہ۔ حسین ابن علی را در زیر بغل و دست حسنؑ را گرفتہ و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا در عقب آنحضرت صلعم و علی مرتضیٰ در عقب فاطمہؑ۔ و با ایشان فرمود چون من دعا کنیم شما آمین بگوئید۔ سبحان اللہ چہ وقت و حالت است و چہ شاہد و مشہود۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ سے باہر آئے کہ خود بنفس نفیس حسینؑ بن علی کو گود میں لیے تھے حسن مجتبیٰ کا ہاتھ تھامے ہوئے۔ آپ کے عقب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ۔ آپ نے ان حضرات سے کہا کہ جب میں دعا کروں تم لوگ آمین کہنا۔ سبحان اللہ کیا وقت وحالت ہے اور کیا شاہد ومشہود ہیں۔

محققین واقعہ اور ناظرین کتاب دونوں عبارتوں کے فرق مابہ الامتیاز کو پورے طور سے آپ سمجھ لینگے یہ اپنا اپنا خلوص ہے اور اپنی اپنی توفیق۔ مجھکو نہ عدم اظہار کی شکایت ہے اور نہ تکرار کی ضرورت۔ بڑی دلیری سے جو استخفاف حقیقت کیا گیا ہے۔ اور مجھکو جس کا خاص انکشاف مقصود ہے وہ حضرت علی کی شرکت کو شبلی صاحب کا متروک کر دینا ہے۔

حضرت علیؑ مباہلہ میں شریک نہیں تھے

صاحب رحمۃ العلمین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پھر اُن کو یاد آگیا اور اُنھوں نے فوراً حاشیہ میں یہ عبارت لکھدی دیگر روایات میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ صفحہ ۱۱۲ حاشیہ نمبر ۲

امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں ۔

اخرج الحاکم فی المستدرک وصححہ عن جابر قال رسول اللہ صلعم والذی بعثنی بالحق لو فعلوا لامطر الوادی علیھم نارا قال جابر فیھم نزلت فقال تعالوا ندع ابنآئنا و ابنائکم ونساءنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین قال جابر انفسنا رسول اللہ وعلی وابنآئنا الحسن والحسین ونساونا فاطمۃ ۔

حاکم مستدرک میں بسند صحیح جابر سے روایت کرتے ہیں کہ جب نصارائے نجران نے مباہلہ نہ کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم جس نے مجھے براستی مبعوث فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اس دشت میں آگ برستی ۔ جابر کہتے ہیں کہ اسی واقعہ مباہلہ کے متعلق یہ آیت اتری کہ آؤ ہم تم بلائیں اپنے فرزندوں ۔ اپنی عورتوں اور اپنے نفوس کو اور بارگاہ ایزدی میں تضرع کے ساتھ جھوٹوں پر بددعا کریں جابر کہتے ہیں کہ اس آیت میں انفسنا سے نبیؐ اور علیؑ مراد ہیں ۔ ابنائنا سے حسنؑ و حسینؑ اور نسائنا سے فاطمہ زہراؑ مقصود ہیں ۔ الحاوی صفحہ ۹۴

ابوحاتم رازی ایک طوالانی حدیث میں لکھتے ہیں ۔

اقبل معہ علی والحسن والحسین و فاطمۃ ۔

جب صبح ہوئی جناب رسول خدا صلعم جناب علی مرتضیٰ حسنینؑ اور فاطمہؑ کو لیکر نکلے ۔ ارجح المطالب صفحہ ۔۔ لاہور

محدث شیرازی لکھتے ہیں ۔

حال آنکہ حضرت از حجرہ شریف بیرون آمدہ بود وحسینؑ ابن علیؑ را در زیر بغل ودست حسنؑ را بدست خویش گرفتہ فاطمہؑ و علی مرتضیٰؑ از عقب آن سرور بودند ۔ روضہ صفحہ ۵۲۳

آنحضرت صلعم اپنے حجرہ سے باہر آئے ۔ اس طرح کہ حسین ابن علیؑ کو گود میں لیے ہوئے تھے حسنؑ کا ہاتھ پکڑے تھے حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰ آپ کے پیچھے تھے ۔

یہ وہ معرکۃ الآرا حضرت علی مرتضیٰ کا شرف مخصوصہ ہے جس کو آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ کی کشمکش میں بطور احتجاج پیش کیا تھا ۔ مگر سنتا کون ہے ؟ دیکھیے امام دارقطنی لکھتے ہیں ۔

ان علیا یوم الشوریٰ احتج علی اھلھا فقال لھم انشدکم باللہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الرحم منی ومن جعلہ صلی اللہ علیہ و[illegible] نفسہ وابناءہ ابناءہ غیری قالوا [illegible]

حضرت علیؑ نے مشورت نے روز اہل شوریٰ سے تکرار (اتمام حجت) کرتے وقت پوچھا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کوئی تم میں میرے ایسا شخص موجود ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ [illegible] وآلہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور کس [illegible] بیان آنحضرت صلعم نے اپنی جان اور کس کے بیٹوں کو [illegible]

محدث دہلوی کی تحریر اوپر نقل ہو چکی ہے۔ کیا اتنے متعدد اسناد کے بعد بھی شبلی صاحب کے نزدیک حضرت کی شراکت نبوت کی محتاج رہ جائے گی؟

اہل بیت کی شان میں نزول آیۂ تطہیر آل عبا۔ آل کسا پنجتن پاک کے القاب کی توجیہ و تخصیص

اسی فروگزاشت کی طرح شبلی صاحب سے ایک اور سہو النظری واقع ہوئی ہے۔ خدا جانے یہ فروگزاشت حقیقت میں آپ سے سہواً واقع ہوئی ہے یا عمداً۔ واقعہ نجران کے بعد ہی حضرات اہل بیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی منزلت میں نزول آیہ تطہیر کا موقع تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ اسکی تفصیل و تصریح میں ارباب سیر و تاریخ سے زیادہ اصحاب صحاح و سنن کے اقوال و مختار پائے جاتے ہیں پھر تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے اپنے نقل و استنباط کے اصول مقررہ کے خلاف اس واقعہ کو بھی کیوں نہ لکھا۔ اس لیے کہ یہ واقعہ تو تمام محدثین ہی کے مستخرجات خاص سے ثابت ہوتا ہے اور آپ مرویات احادیث کی نقل و استناد کو سیر و تاریخ کی مرویات پر ہمیشہ ترجیح دیتے آئے ہیں چنانچہ ہم اسکی تفصیلی کیفیت صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی۔ خصائص نسائی۔ اور مسند امام احمد بن حنبل کے متفقہ اسناد سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عن سعد بن ابی وقاص لمّا نزلت ھذہ الاٰیۃ	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت
فقال تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و	کہ اے محمد کہو جھگڑا کرنے والوں سے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور
نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ	تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنی جان
اللہ علی الکاذبین دعا رسول اللہ صلی اللہ	اور تمہاری جانوں کو پھر دعا کریں اللہ سے پس لعنت اللہ کی جھوٹوں
علیہ و آلہ وسلم علیاً و فاطمۃ و حسناً و حسیناً	پر نازل ہوئی تو جناب رسول خدا نے علی۔ فاطمہ اور حسنین علیہم
فقال اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی۔	السلام کو بلا کر کہا اے میرے پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں

اتنے ارباب صحاح کے اقوال متفقہ سے معلوم ہو گیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انھیں پانچ بزرگواروں (پنجتن پاک) کو اپنا اہلبیت بتلایا اور خدا کے آگے پیش کیا۔ اور انھیں بزرگواروں کے ذاتی اور صفاتی وجاہت و عظمت کے باعث عیسائیوں نے مخوف و مرعوب ہو کر شرائط صلح منظور کر لیے

انکے بعد تعداد و ند علماء نے ان حضرات مقدسین کی شان خاص میں آیۂ تطہیر نازل فرمائی۔ مسلم ترمذی۔ دولابی۔ بیہقی۔ ابن مندہ۔ ابن جریر۔ حاکم۔ ابن مردویہ اور امام سیوطی بیک لفظ لکھتے ہیں۔

عن ام المومنین ام سلمۃ قالت ان ھذہ الآیۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا نزلت فی بیتی وانا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وفاطمۃ وحسن وحسین فجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا فقالت وانا معھم یا رسول اللہ قال انک علی الخیر۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق یہ آیت کہ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور لیجاوے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تمکو خوب پاک کرنا۔ میرے گھر میں نازل ہوئی ہے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور گھر (حجرہ) میں جناب رسولخداؐ۔ علی مرتضیٰؑ۔ فاطمہ زہراؑ اور حسنین علیہم السلام تھے حضرت نے اُن کو ایک چادر اُڑھا کر فرمایا اے میرے پروردگار میرے اہلبیتؑ اور میرے مددگار یہی ہیں۔ ان سے نجاست کو دور کر اور پاک کر خوب پاک کرنا۔ پس میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا۔ تم بہتری پر ہو۔ ارجح المطالب ۵۵۳

موقع نزول میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل۔ ابو حاتم رازی۔ امام حاکم بیہقی۔ دیلمی ابن ابی شیبہ۔ ابن مندہ۔ ابن جریر اور سیوطی سے ایک دوسری روایت ہے جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی مروی ہے۔ آیۂ تطہیر کا نزول خاص جناب سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خاص عصمت سرا میں ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح رداء۔ عباء اور کساء میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ سے جو روایت منقول ہے اُس میں رداء اور عبا کا لفظ ہے اور جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی حضرت ام المومنین عائشہ سے مروی ہے جس کو مسلم۔ ترمذی۔ احمد بن حنبل۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم اور سیوطی نے لکھا ہے اُس میں کساء (کملی) کا لفظ ہے۔ انھیں تصریحات و توجیہات کی بنا پر اور اپنی تعداد کی نسبت خاص سے یہ حضرات مقدسین خمسۃ النقباء النجباء اور پنجتن پاک کے القاب مخصوص سے دنیائے اسلام میں یاد کیے جاتے ہیں۔ رداء (عباء) کے اعتبار سے آل عبا اور کساء (کملی) کے لحاظ سے آل کسا مشہور ہیں۔

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

نجران کے عیسائیوں پر اسلام کی صداقت کا اثر مدینہ سے آنکی واپسی بشیر کا خاتمہ بالخیر

شبلی صاحب اکثر کام کی باتون کو بھی اپنی عجلت رقمی کی بنا پر ادھوری اور نا تمام چھوڑ دیتے ہین اہل نجران کی واپسی کے حالات بھی محاسن اسلام کے اظہار کی غرض سے ضرور قابل ذکر تھے - اس لیے ہم اُن کو رحمۃ العلمین کی عبارت سے ذیل مین خاص طور پر نقل کرتے ہین -

جو معاہدہ اُنھین لکھکر دیا گیا تھا اُسے مغیرہ بن شعبہ نے لکھا تھا - اور ابو سفیان بن حرب - عجلان بن عمر - مالک ابن عوف اور اقرع بن حابس صحابہ کی شہادت اُس پر ثبت تھین - اُس کے حسب ذیل فقرات خاص طور پر ناظرین کے لیے ملاحظہ طلب ہین - اس لیے کہ اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیون کو کیسے کھلے دل سے اُن کے حقوق مرحمت فرماتے تھے -

لنجران جوار الله وذمة محمد النبي	نجران والون کو خدا اور محمد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی
على انفسهم وملتهم وارضهم واموالهم	جان - مذہب - زمین - مال - اور جائداد کے متعلق اور اُن سب
وغائبهم وشاهدهم وعشيرتهم وتبعهم	کو جو حاضر وغائب ہین - صاحب قبیلہ ہین - یا اُنکے اتباع کرنیوالے
وان لا يغير كلما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم	ہین اُن کی حالت اور حقوق مین کوئی تغیر نہین کیا جائے گا -
ولا ملتهم ولا يغير كلما تحت ايديهم من	اور جو کچھ کم یا زیادہ اُن کے قبضہ مین ہے اُسے نہ بدلا جائیگا پچھلے
قليل او كثير وليس عليهم ريبة ولا دم	زمانہ کے شبہات یا قتل کے جھگڑے ان پر نہ چلائے جائین گے
جاهلية ولا يحشرون ولا يطأ ارضهم	وہ بیگار مین نہ پکڑے جائین گے .... اُن کے
الجيش - (بحوالہ فتوح البلدان بلاذری)	علاقہ سے فوج نہ عبور کرے گی -

سند حاصل کرکے یہ لوگ نجران کو واپس گئے - بشپ (اسقف) اور دیگر سربرآوردہ لوگون نے ایک منزل آگے بڑھکر ان لوگون سے ملاقات کی - وفد نے یہ سند اسقف کے سامنے پیش کر دی وہ راستہ ہی مین چلتے چلتے اُسے پڑھنے لگا - اُس کا چچیرا بھائی بشر بن معویہ - جس کی کنیت ابو علقمہ تھی اُسکے نزدیک تھا وہ بھی اُس کے مضمون کی طرف اسقدر متوجہ ہوا کہ بے حال ہو گیا اور اونٹنی نے اُسے زمین پر گرا دیا اُس نے گرتے ہی کہا خرابی ہو اُس شخص کی جس نے اسقدر ہمکو تکلیف مین ڈالا ہے - بشر نے یہ اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیا تھا - اسقف بولا - دیکھ تو کیا کہتا ہے - بخدا وہ نبی مرسل ہے بشر نے جواب دیا - اب مین بھی اسکا پالان اُسی کے پاس جا کر اُتارون گا - یہ کہکر اُس نے اپنا رخ بدلا اور مدینہ کو چل کھڑا ہوا - اسقف نے اُس کے پیچھے اپنا ناقہ لگایا - چلا چلا کر کہتا تھا میری بات تو سنو

میرا مطلب تو سمجھو - مین نے یہ فقرہ اس لیے کہا تھا کہ ان قبائل مین یہ مشتہر ہو جائے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے مین کوئی حماقت کی ہے - یا فیاضی قبول کر لی ہے - حالانکہ ابھی تک دیگر قبائل نے اُس کی فیاضی کو قبول نہین کیا ہے اور ہماری شوکت و طاقت اوروں سے بڑھکر بھی ہے کہ ہمکو کسی کی فیاضی کی ضرورت نہین - بشر بولا - نہین نہین - بخدا نہین - اب مین نہین رکنے کا تیرے منہ سے ایسی بات نکل ہی نہین سکتی - بشر نے یہ اشعار پڑھے اور مدینہ چلا آیا ؎

الیک تعدو قلقا وضینھا معترضا فی بطنھا مخالفا دین النصاری دینھا

بشر تو خدمت نبوی مین پہونچکر وہین حضور مین رہا - اور بالآخر درجہ شہادت پر فائز ہوا - اب اُس وفد واپس شدہ کی اثر پذیری کا حال یہ ہے -

جب یہ لوگ نجران پہونچ گئے تو نجران کے گرجا مین ایک رہنے والے مانک (راہب) نے بھی کسی سے یہ داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ مین پیدا ہوا ہے - اُس کا خط آیا تھا - یہان سے تین شخص اُس کے پاس بھیجے گئے تھے وہ اُس سے سند لیکر آئے تھے - اُسقف (بشپ) وہ سند لیکر آیا تھا اُسے پڑھ رہا تھا - اُس کا بھائی سواری سے گر گیا اُس نے نبی کو بُرا بھلا کہا - اُسقف نے اُسے منع کیا - اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے - اُسے بُرا نہ کہو - وہ یہ سنکر مدینہ کو چلا گیا - اُسقف نے بہت روکا - نہ رکا - راہب نے جو گرجا کے بُرج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال سے) رہا کرتا تھا چیخنا شروع کر دیا - مجھے اُتارو مجھے اُتارو ورنہ مین اوپر سے کود پڑون گا خواہ میری جان جاتی رہے لوگون نے اُسے اُتارا - وہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلعم کی خدمت مین روانہ ہو گیا - ایک پیالہ - ایک عصا - اور ایک چادر اس راہب نے بطور تحفہ پیش کی تھی - وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی - راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ مین ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر اور پھر واپس آنے کا وعدہ کرکے نجران چلا گیا - مگر نبی صلعم کی حیات تک واپس نہ آیا - رحمۃ العالمین صفحہ ۲۰۶

وفد ہمدان سنہ ۹ ہجری یہ قبیلہ یمن مین آباد تھا - ان مین اشاعت کے لیے پہلے خالد بن ولید بھیجے گئے یہ چھ مہینے تک وہان مقیم رہے لیکن کسی نے اسلام قبول نہین کیا - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس قبیلہ مین اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا - انکے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن مین مسلمان ہو گیا - حضرت علی کا خط اطلاعی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا - اور زبان مبارک سے تین بار کہا - السلام علی ھمدان

السلام علی ہمدان یہ وفد انھیں لوگون کا تھا جو حضرت علی کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے - در اب دیدار نبوی سے مشرف ہونے آئے تھے -

رحمۃ ص ۱۸۷

وفد طارق بن عبد اللہ

طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ مین مکہ مین سوق المجاز مین کھڑا تھا - اتنے مین وہان ایک شخص تھا جو پکار پکار کر کہتا تھا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا لوگو - لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤگے - ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے آیا جو اسے کنکریان مارتا تھا اور کہتا تھا یا ایہا الناس لا تصدقوا فانہ کذاب لوگو اسے سچا نہ جانو یہ تو جھوٹا شخص ہے - مین نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہین - لوگون نے کہا یہ بنی ہاشم مین سے ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اس کا چچا عبد العزیٰ (ابولہب) ہے طارق کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو برسون گزر گئے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مین ہجرت فرما گئے پھر ایک مدت کے بعد ہماری قوم کے چند لوگ جن مین مین بھی تھا مدینہ گئے تاکہ وہان کی کھجورین مول لائین جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہونچے تو ہم اس لئے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر مین داخل ہون - اتنے مین ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادرین تھین - اس نے سلام کر کے پوچھا کدھر سے آئے - کدھر جاؤ گے - ہم نے کہا ربذہ سے آئے ہین اور یہین تک کا قصد ہے - پوچھا مدعا کیا ہے ہم نے کہا کھجورین خریدنے آئے ہین - اس شخص نے کہا اونٹ بیچتے ہو - ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کی مہار ڈالی ہوئی تھی - ہم نے کہا ہان - اسقدر کھجورون کے عوض ہم اونٹ دیدین گے - یہ سن کر اس شخص نے قیمت گھٹانے کی نسبت بھی کچھ نہین کہا اور مہار شتر تھام کر شہر مین چلا گیا - جب وہ شہر مین پہونچ گیا تو ہمارے ہمراہی آپس مین کہنے لگے یہ ہم نے کیا کیا - ایک ایسے شخص کو اونٹ دیدیا جس سے ہم واقف تک بھی نہین اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام نہین کیا - ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین تھی (سردار قوم کی عورت تھی) وہ بولی کہ مین نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھوین رات کے چاند کی طرح روشن تھا - اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو مین ادا کرونگی - ہم یہ باتین کر ہی رہے تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا اور کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے اور قیمت شتر کی کھجورین بھیجی ہین - اور تمھاری ضیافت کی الگ کھجورین بھیجی ہین - کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجورون کو وزن کر لو جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر مین داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کہہ رہا ہے ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ وعظ آپ کی زبان سے سنے -

تصدقوا فان الصدقۃ خیر لکم الید العلیا لوگو خیرات دیا کرو خیرات کا دینا تمہارے لئے بہتر ہے -

خیر من الید السفلی ۔ امک واباک و — اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے ۔ ماں کو ۔ باپ کو ۔ بہن کو

اخاک واقرباک وادناک ۔ — قریبی رشتہ اور دور والے رشتہ مندوں کو   رحمۃ للعالمین

وفد بنو حرث بن کعب سنہ ۹ ہجری

یہ نجران کا ایک معزز خاندان تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کو ان کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا ۔ یہ لوگ نہایت خلوص کے ساتھ اسلام لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو مدینہ میں بلا بھیجا ۔ چنانچہ قیس بن الحصین اور یزید بن عبد المدان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ اکثر معرکوں میں قبائل عرب پر وہ غالب رہے تھے ۔ آپؐ نے اُن سے پوچھا کہ تمھارے غلبہ کے کیا اسباب تھے ۔ بولے کہ ہم ہمیشہ متفق ہو کر لڑتے تھے اور کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے ۔ آپؐ نے قیس کو اُن کا رئیس مقرر کر دیا ۔ سیرۃ النبی

وفد بنو اسد سنہ ۹ ہجری

یہ وہ قبیلہ ہے جو لڑائیوں میں قریش کا دست و بازو تھا طلیحہ بن خویلد جس نے حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا ۔ اسی قبیلہ سے تھا ۔ سنہ ۹ ہجری میں یہ لوگ بھی ایمان لائے ۔ اور سفارت بھیجی لیکن ابتک اُن کے دماغ میں فخر کا نشہ تھا ۔ سفراء دربار رسالت میں آئے تو احسان کے لہجہ میں کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی مہم نہیں بھیجی بلکہ ہم نے خود اسلام قبول کیا اس پر آیت اُتری ۔

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی — یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے ۔ کہدو کہ

اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدلکم — مجھپر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو ۔ بلکہ خدا تم پر احسان

للایمان ان کنتم صادقین — رکھتا ہے کہ تم کو اسلام کی ہدایت کی ۔ اگر تم سچے ہو ۔

وفد بنی فزارہ

یہ نہایت سرکش اور زور آور قبیلہ تھا ۔ عیینہ بن حصین اسی قبیلہ سے تھے ۔ اس قبیلہ نے رمضان سنہ ۹ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس آئے اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا

وفد بنو عامر بن صعصعہ سنہ ۹ھ

بنو عامر کا قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ قیس بن عیلان کی شاخ تھا ۔ بنو عامر اُسوقت میں رئیس تھے ۔ عامر بن طفیل ۔ اربد بن قیس اور جبار بن سلمی ۔ عامر اور اربد صرف حصول جاہ کے خواہاں تھے ۔ یہ عامر وہی شخص تھا جو اس سے پہلے متعدد فتنوں کا باعث ہو چکا تھا اور اُسوقت بھی شر کی نیت سے آیا تھا ۔ جبار اور قبیلہ کے عام لوگ خلوص نیت سے صداقت کے طالب تھے عامر مدینہ پہونچکر خاندان سلول کی ایک خاتون کا مہمان ہوا ۔ جبار اور مشہور صحابی کعب ابن مالک

مین پہلے سے مراسم تھے - اس لیے وہ تیرہ[۱۳] آدمیون کے ساتھ انھین کے گھر مہمان ہوا - اور اسی تقریب سے کعب انکو لیکر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے - بنو عامر نے سلسلۂ کلام مین آنحضرت صلعم سے مخاطب ہو کے کہا انت سیّدنا آپ ہمارے آقا ہین - آپ نے فرمایا السید اللہ خدا سب کا آقا ہے - اُنھون نے پھر عرض کی - حضور ہم مین سب سے افضل اور فیاض ہین - ارشاد ہوا - بات بولو تو اس کا لحاظ رکھو کہ شیطان تھین بہکا نہ لیجائے - یعنی یہ تکلف اور تملق بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے - عامر بن طفیل نے کہا محمدؐ - باتین تین ہین - تم اہل بادیہ پر حکومت کرو - اور شہر میرے قبضہ مین رہین - اگر یہ دونون نہین تو پھر تم اپنے بعد مجھے جانشین بنا جاؤ - اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو مین غطفان کو لیکر تم پر چڑھ آؤن گا - عامر نے اُربد کو سمجھا دیا تھا کہ مین محمد کو ادھر باتون مین لگاؤنگا - اُدھر تم اُن کا کام تمام کر دینا - اب عامر نے دیکھا تو اربد مین جنبش تک نہین تھی - نبوت کے غیر مرئی جلال نے اُن کی آنکھین خیرہ کر دی تھین - دونون اُٹھکر چلے آئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ - خدایا ان کے شر سے بچاتا - عامر کو طاعون ہو گیا عرب مین صاحب فراش ہونا شرم کی بات تھی - عامر نے کہا مجھے گھوڑے پر بٹھا دو گھوڑے پر بٹھا دیا گیا اور اُسی پر اُس نے دم توڑا - جبار اور قوم کے عام اشخاص ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر دار الاسلام سے واپس آئے کر

وفد حمیر | حمیری سلطنت نہین رہی تھی - سلاطین حمیر کی اولاد نے چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم کر لی تھین اور برائے نام بادشاہ کہلاتے تھے - عرب مین اُن کا لقب قیل تھا - یہ لوگ خود تو نہین آئے لیکن قاصد بھیجے کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے - سیرۃ النبیؐ ۳۳ - ۳۴ جلد ۲

وفد کندہ | آغاز سال ۱۰ھ | حضر موت - یمن کے اضلاع مین ایک شہر ہے - یہان کندہ خاندان کی سلطنت تھی اس زمانہ مین اس خاندان کے حاکم اشعث بن قیس تھے - یہ سنہ ۱۰ ہجری مین اسّی سواروں کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ حیرہ کی چادرین - جن کے سنجاف حریر کے تھے - کاندھون پر ڈالے بارگاہ نبوی مین حاضر ہوئے - یہ پہلے اسلام قبول کر چکے تھے - آنحضرت صلعم نے انھین دیکھکر فرمایا کیا تم اسلام نہین لا چکے بولے ہان - آپ نے فرمایا پھر یہ حریر کیسا؟ ان لوگون نے فوراً چادرین پھاڑ کر زمین پر ڈالدین - حضرت ابوبکر نے اپنے زمانہ خلافت مین اپنی بہن ام فروہ سے ان کی شادی کر دی تھی نکاح ہو چکا تو فوراً اُٹھکر اونٹون کے بازار مین پہونچے اور جو اونٹ سامنے آیا - تلوار سے اُس کی کونچین اُڑا دین - تھوڑی دیر مین بیسون اونٹ زمین پر ڈھیر تھے - لوگون کو حیرت ہوئی - انھون نے کہا اگر ہم دار الریاست مین ہوتے تو اور ہی سامان ہوتا یہ کہکر اونٹون کے دام دیدیے اور

لوگون سے کہا یہ آپ کی دعوت ہے۔ یہ جنگ قادسیہ اور یرموک مین شریک تھے۔ اور صفین مین حضرت علیؓ کے شریک تھے

شبلی صاحب۔ اپنے مطلب کی لکھ مارتے ہین اور غیر کے مطلب کی ہضم کرجاتے ہین۔ اتنا اور لکھدیا ہوتا۔ صفین مین سب سے پہلے خلیفہ وقت کو چھوڑ کر رافضی یا خارجی بھی ہو گئے۔ اور ان کے صاحبزادے محمد بن اشعث حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلون مین شمار ہوئے سے

نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوئے

وفد بنی عبد القیس

یہ قبیلہ بحرین کا رہنے والا تھا۔ یہان اسلام کا اثر پہونچ چکا تھا۔ سب سے پہلے اس قبیلہ کے تیرہ آدمی ۵ ھ مین یا اس کے آگے پیچھے حاضر خدمت نبوی ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ عرض کی یا رسول اللہؐ۔ ہم لوگ خاندان ربیعہ سے ہین۔ حبا کا خزایا ولاندامی ان لوگون نے عرض کی۔ ہمارا ملک (بحرین) بہت دور ہے۔ اور بیچ مین کفار مضر کی آبادیان ہین۔ ہم اشہر حرم کے سوا اور مہینون مین نہین آسکتے چند باتین ایسی تلقین فرمائی جائین جن پر ہم ہمیشہ عمل کرین اور اپنے اہل وطن کو بھی اُن کی تعلیم دین۔ ارشاد ہوا کہ مین تمھین چار باتون کا حکم دیتا ہون۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ حج کرو۔ خمس دو۔ اور چار چیزون سے تم کو منع کرتا ہون دبّا۔ حنتم۔ نقیر۔ مزفت دُبّا۔ حنتم۔ نقیر اور مزفت۔ عرب مین چار قسم کے برتن ہوتے ہین۔ جن مین رکھکر شراب بنائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت شریف جاری تھی کہ جس قبیلہ مین جو عیوب ہوتے تھے اُن کی پند و موعظت مین اُنھین کی خصوصیت کے ساتھ ذکر فرماتے تھے۔ لوگون کو تعجب تھا کہ حضور نے ان ظروف کا مخصوص طور پر کیون ذکر فرمایا۔ چنانچہ اُنھون نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ نقیر کے متعلق آپ کو کیا معلوم ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ہان کھجور کی موٹی لکڑی کو اندر سے کھود کر تم اُس مین پانی ڈالتے ہو۔ جب اُبال کم ہوجاتا ہے تو تم اُسکو پی کر اپنے بھائیون پر تلوار چلاتے ہو۔ اتفاق یہ کہ اس وفد مین ایک صاحب ایسے تھے جن پر یہی واقعہ گذرا تھا۔ اُن کی پیشانی پر تلوار کا داغ تھا اور اُسکو وہ شرم سے چھپائے تھے۔

بعض روایتون مین ہے کہ عبد القیس نے خود پوچھا تھا کہ ہم کو کیا پینا نہ چاہیے۔ اسکے جواب مین آپ نے ان چار چیزون کا ذکر فرمایا۔ بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح مین عبد القیس کے اس وفد کا ذکر کیا ہے۔ ابن مندہ اور دولابی وغیرہ مین اس قبیلہ کے اور وفدون کا ذکر کیا گیا ہے جس مین

۱۰ آدمی شریک تھے۔ اس بنا پر علامہ قسطلانی نے اس قبیلہ کے دو وفد قرار دیے ہیں۔ پہلا تقریباً سنہ ۹ ہجری میں اور دوسرا سنہ ۱۰ ہجری میں حافظ ابن حجر کی کتاب المغازی میں بعینہٖ یہی تحقیق ہے۔

وفد تجیب قبیلہ تجیب کے تیرہ آدمی حاضر ہوئے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے مال مویشی کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے۔ ابوبکر صدیق نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ ان سے بہتر کوئی وفد اس وقت تک نہیں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ خدا جس کی بہبودی چاہتا ہے اس کے سینے کو کھول دیتا ہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے چند باتوں کا سوال کیا۔ آنحضرت صلعم نے اُن کے جوابات لکھوا دیے۔ یہ لوگ قرآن اور سنن ہدیٰ سیکھنے کے بہت ہی شائق تھے اسلیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو ان کی تواضع کے لیے خاص طور پر معین کیا تھا یہ لوگ واپسی کے لیے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے اور بار بار خدمت نبوی سے اجازت طلب کرتے تھے۔ صحابہ نے پوچھا تم لوگ یہاں سے جانے کے لیے کیوں اسقدر گھبراتے ہو۔ کہا دل میں یہ خوشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیے آپ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے۔ جو فوائد اور برکات ایمان یہاں آکر ہم کو حاصل ہوئے اُن سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد از جلد پہنچا دیں۔ آنحضرت صلعم نے اُن کو عطیات سے سرفراز فرمایا اور رخصت کیا تو پوچھا کہ کوئی شخص تم میں سے باقی تو نہیں رہ گیا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہاں۔ ایک جوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ فرمایا اُسے بھیجدینا۔ وہ حاضر ہوا۔ تو اُس نے کہا یا رسول اللہؐ میرا مدعا میری قوم کے مدعا سے الگ ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں محبت اسلام سے آئے تھے۔ اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو یہ بھی تو کہو۔ کہا۔ میں تو اپنے گھر سے صرف اس لیے آیا تھا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے بخشدے مجھپر رحم کرے۔ اور میرے دل کو غنی کر دے۔ نبی صلعم نے اُسکے لیے دعا فرمائی۔

حجۃ الوداع (سنہ ۱۰ھ) میں یہ لوگ پھر آپ سے ملے نبی صلعم نے پوچھا کہو اُس نوجوان کی کیا خبر ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ اُس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی میں نہیں آیا اور اُس جیسا قانع شخص سنا ہی نہیں گیا۔ اگر دنیا بھر کی دولت اُسکے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

بحوالہ زاد المعاد۔ ترجمہ صفحہ ۵۵ جلد ۱

وفد بنو سعد ہذیم یہ قبیلہ بنو قضاعہ کی ایک شاخ تھا۔ جس وقت مسجد نبوی میں پہونچے تو دیکھا نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ایک جنازے کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ انھوں نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ بیعت سے پہلے ہم کو کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ اسلیے یہ لوگ ایک طرف ہو کر بیٹھے رہے جب آنحضرت صلعم ادھر سے فارغ ہوئے ان کو بلایا پوچھا تم کیا مسلمان ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا تم اپنے بھائی کے لیے دعا میں کیوں نہ شریک ہوئے۔ عرض کی ہم سمجھتے تھے کہ بیعت رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہم کسی کام کے مجاز نہیں فرمایا جس وقت تم نے اسلام قبول کیا۔ تم مسلمان ہو گئے اس اثنا میں وہ لڑکا آگیا جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھلا آئے تھے۔ وفد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ ہم سے چھوٹا ہے اسلیے ہمارا خادم ہے فرمایا ہاں اصغر القوم خادمھم چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے۔ خدا اسے برکت دے اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا۔ جب یہ وفد لوٹ کر گھر گیا تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

وفد بہراء یہ لوگ مدینہ میں آئے حضرت مقداد رض کے گھر کے سامنے انھوں نے اپنے اونٹ باندھ دیئے مقداد نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے لیے کچھ تیار کرو اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید کہکر اپنے گھر لے گئے۔ ان کے سامنے حیس (ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے اور کبھی گھی کی جگہ چربی بھی ڈالدیا کرتے ہیں) رکھا گیا) اس کھانے میں سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلیے بھی مقداد نے بھیجا۔ نبی صلعم نے اس میں سے کچھ کھایا اور برتن واپس دیا۔ اب مقداد دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھدیتے وہ مزے سے لیکر کھایا کرتے۔ خوب کھایا کرتے۔ مگر کھانا کم نہ ہوتا۔ ان لوگوں کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا کہ مقداد۔ ہم نے تو سنا تھا کہ مدینہ والوں کی خوراک ستو جو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہاں بہت ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور جو ہر روز ہمکو میسر بھی نہیں ہوتا۔ اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں تھا۔ مقداد نے کہا صاحبو۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلعم کی برکت ہے کیونکہ اس میں انگشت مبارک لگ چکی ہے۔ یہ سنتے ہی سب نے بالاتفاق کہا کہ وہ بیشک رسول برحق ہیں اور اپنا ایمان تازہ کیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک مدینہ میں رہے۔ قرآن اور احکام اسلام سیکھے اور اپنے گھر واپس چلے گئے۔

وفد خولان سنہ ہجری یہ دس شخص تھے جو ماہ شعبان سنہ ہجری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے آکر عرض کی کہ ہم اپنے باقی ماندگان قوم کی طرف سے

وکیل ہوکر آئے ہین - خدا اور رسول پر ہمارا ایمان ہے - ہم حضور کی خدمت مین لمبا سفر طے کرکے آئے ہین اور ہم اقرار کرتے ہین کہ خدا اور رسول ؐ کا ہم پر احسان ہے - ہم یہان محض زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من زارنی فی المدینۃ کان فی جواری یوم القیمۃ جس نے مدینہ مین آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا پھر آنحضرت صلعم نے پوچھا عم انس ایش کا کیا حال ہوا (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا بت تھا) وفد نے عرض کی - ہزار شکر ہے کہ خدا نے حضور کی تعلیم کو ہمارے لیے اُس کا بدل بنادیا ہے اب بعض بعض بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتین رہ گئی ہین جو اُس کی پوجا کیے جاتی ہین - اب انشاء اللہ ہم اُسے جاکر گرادین گے - ہم مدتون اس دھوکے اور فتنہ مین مبتلا رہے - رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسی دن کا ذکر سناؤ تو - وفد نے عرض کی - یارسول اللہ ؐ - ایک دفعہ ہم نے سو بڑے گاؤ (بیل) جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربانی کیے گئے - اور درندون کے لیے چھوڑ دیے گئے - حالانکہ ہمکو گوشت اور جانورون کی بہت ضرورت تھی اُنھون نے یہ بھی عرض کی کہ چوپاؤن اور زراعت مین سے برابر عم انس کا حصہ نکالا جاتا تھا - جب کوئی زراعت کرتا تو اُس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا اور ایک کنارہ خدا کے نام پر مقرر کرتا - اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کردیتے مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھین عقائد اسلام سکھلائے - فرائض دین بتلائے اور خصوصیت سے مفصلہ ذیل باتون کی نصیحت فرمائی -

(۱) اپنے عہد کو پورا کرنا (۲) امانت کو ادا کرنا (۳) ہمسایہ لوگون سے اچھے برتاؤ کرنا (۴) کسی شخص پر ظلم نہ کرنا (۵) یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت نظر آئے گا -

وفد محارب یہ دس شخص تھے جو قوم کے وکیل بنکر سنہ ۱۰ ہجری مین آئے - بلال انکی خدمت کیلیے مامور تھے - صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے - ایک دن ظہر سے لیکر عصر تک کا پورا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھین کو دیا - ان مین سے ایک شخص کو پہچان کر کہا کہ مین نے تمکو کہین دیکھا ہے - یہ شخص بولا - ہان - خدا کی قسم حضور نے مجھے دیکھا بھی تھا - مجھسے بات بھی کی تھی اور مین نے بدترین کلام سے حضور کو جواب بھی دیا تھا اور بہت بُری طرح حضور کے کلام کا رد کیا تھا - یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے - جہان حضور لوگون کو موعظت فرماتے تھے - آنحضرت صلعم نے فرمایا - ہان ٹھیک ہے -

اُس شخص نے کہا۔ یارسول اللہ! اُس روز میرے دوستوں مین مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضور کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دُور دُور رہنے والا نہین تھا۔ وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر مرگئے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے آج تک باقی رکھا اور حضور پر مجھے ایمان لانا نصیب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ مین ہین۔ اُس شخص نے کہا میری پہلی حالت کی معافی کے لیے دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام اُن سب باتون کو مٹا دیتا ہے جو کفر مین ہوئی ہین۔

وفدِ غسان قبیلہ غسان کے تین آدمی سنہ ہجری مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے تھے اسلام لانے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکو اشاعت اسلام مین کامیابی نہین ہوئی اُن مین سے دو وفات پاچکے تھے اور ایک اُس وقت زندہ تھا جبکہ ابوعبیدہ جراح نے شام کو فتح کیا۔

وفدِ بنی عیش یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انھون نے عرض کی یارسول اللہ صلعم ہم نے منادیان اسلام سے سنا ہے کہ حضور یہ ارشاد فرماتے ہین کہ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ جس نے ہجرت نہین کی اُس کا اسلام نہین۔ ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی۔ جن پر ہماری گزران ہے۔ بس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہین۔ مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے۔ اور مویشی ہمین کیا فائدہ دین گے۔ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب کے سب خدمت عالی مین حاضر ہو جائین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئا تم جہان آباد ہو وہین رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو تمھارے اعمال مین ذرا بھی کمی نہین آئے گی۔

وفدِ بنی عائذ یہ وفد سنہ ہجری مین آیا۔ اس مین دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر اُترے ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر آئے۔ نبی صلعم نے پوچھا تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو۔ لوگون نے کہا ایک لڑکے کو۔ فرمایا تمھارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص آیا خرجی چرا لے گیا۔ ایک شخص بولا۔ یارسول اللہ وہ خرجی تو میری تھی۔ فرمایا ہان۔ گھبراؤ نہین۔ وہ لڑکا اُٹھا چور کے پیچھے دوڑا۔ اُسکو جا پکڑا۔ اسباب صحیح و سالم مل گیا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے واپس ہوئے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی طرح ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی صلعم نے ابی بن کعب کو مقرر فرمایا کہ اُنھین قرآن یاد کرائین اور شرائع اسلام

سکھلائیں۔ جب وہ گھروں کو واپس جانے لگے تو انھیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیدیے گئے۔
بحوالہ زاد المعاد صفحہ ۵۱۲ رحمتہ ۱۹۷

وفد سلامان یہ سترہ شخص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شوال سنہ ہجری میں حاضر ہوئے اسلام سے مشرف ہوئے۔ ان میں حبیب بن عمر بھی تھا۔ اس نے سوال کیا سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ وقت پہ نماز پڑھنا۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے یہاں بارش نہیں ہوئی۔ دعا فرمائیے۔ آنحضرت صلعم نے زبان مبارک سے فرمایا اللھم اسقھم الغیث فی دارھم پروردگار ان کے گھروں میں پانی برسا۔ حبیب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم ان مبارک ہاتھوں کو بھی اٹھا کر دعا فرمائیے۔ آنحضرت صلعم مسکرا دیے اور دعا میں ہاتھ اٹھا دیے۔ جب وفد اپنے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلعم نے دعا فرمائی تھی۔

وفد بنی حنیفہ سنہ ہجری بنی حنیفہ کا وفد نبی صلعم کی خدمت میں سنہ ہجری میں حاضر ہوا۔ ثمامہ ابن آثال کی کوشش سے اس اطراف میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ یہ وفد مدینہ میں آکر مسلمان نہیں ہوا تھا اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ میں آکر لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر محمد صاحب یہ اقرار کریں کہ اُن کا جانشین مجھے بنایا جاویگا تو میں بیعت کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو حضور کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی فرمایا میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔ مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اس کا غالبًا یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں۔ سنہ ہجری میں مسیلمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین یہ خط و کتابت ہوئی تھی۔

مسیلمہ کا خط آنحضرت صلعم کے نام

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفھا ولکن قریش لا ینصفون والسلام۔	خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد صلعم کے نام واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسلام۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں یہ تحریر فرمایا۔

آنحضرت صلعم کا جواب مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم	اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور بڑا رحم والا ہے۔
من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد	خدا کے نبی محمد صلعم کی طرف سے مسیلمہ دروغگو کے نام

فان الارض للہ یورثھا من یشآء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

واضح ہو کہ زمین خدا کی ہے اور وہ اپنے بندون سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت خدا ترس لوگون کے لیے ہے سلام اُنپر ہو جو سیدھی راہ پر چلتے ہین۔ محررہ ابی بن کعب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خط لیکر حبیب ابن زید بن عاصم گئے تھے مسیلمہ کذاب نے اُن کے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹوا ڈالے۔ رحمۃ ۱۸۳

وفد ازد

سات شخصون کا یہ وفد تھا۔ نبی صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے ان لوگون کی وضع و قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو۔ اُنھون نے جواب دیا ہم مومن ہین آپ نے ارشاد کیا ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ کہ تمھارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے اُنھون نے عرض کی ہم پندرہ ۱۵ خصلتین رکھتے ہین۔ پانچ وہ ہین جن پر اعتقاد رکھنے کا اور پانچ وہ ہین جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے مبلغین نے ہمکو دیا ہے اور پانچ وہ چیزین ہین جن پر ہم پہلے سے پابند ہین پانچ چیزین یہ چیزین حضور کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے یہ ہین خدا پر فرشتون پر خدا کی کتابون پر خدا کے رسولون پر مرنیکے بعد جی اُٹھنے پر ایمان لانا۔ پانچ چیزین عمل کرنیکی بتلائی گئی ہین لا الٰہ الا اللہ کہنا پانچ وقتون کی نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ روزے رکھنا۔ بیت الحرام کا حج کرنا جسے راہ کی استطاعت ہو۔ پانچ چیزین جو ہمکو پہلے سے معلوم تھین۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ قضاء الٰہی پر رضامند رہنا۔ امتحان کے مقامات مین راستبازی پر قائم رہنا۔ اعدا کی بھی شماتت نہ کرنا۔ یہ سن کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جنھون نے تمہین ان باتون کی تعلیم دی وہ حکیم وعالم تھے۔ اور اُن کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیا تھے۔ پانچ چیزین اور تمہین بتائے دیتا ہون۔ تاکہ تم مین پوری پوری بیس خصلتین جمع ہوجائین۔ (۱) وہ چیز جمع نہ کرو۔ جسے کھانا نہ ہو (۲) وہ مکان نہ بناؤ جسمین رہنا نہ ہو (۳) ایسی باتون کے لیے مقابلہ نہ کرو۔ جنھین کل چھوڑ دینا ہو (۴) خدا سے تقویٰ کرو جسکی طرف لوٹ جانا اور جسکے سامنے پیش ہونا ہے (۵) اُن چیزون کی طرف رغبت کرو جو آخرت مین تمھارے کام آئین۔ اس لیے کہ تھین وہین ہمیشہ رہنا ہے۔ ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ رحمۃ ۱۸۵

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

(آغاز سال دہم ہجرت)

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

فتح مکہ سے لیکر احکام عشرہ کے اعلان تک یعنی کامل دو برس (سنہ ۸ و سنہ ۹ھ) مین علاقہ حجاز مین اسلام کا پورا تسلّط ہوگیا۔ اور تمام صوبہ کے گوشہ گوشہ مین امن و امان قائم ہوگیا۔ عرب کے تمام قبائل واقوام نے اسلام کی متابعت اختیار کرلی۔ اسلام کے یہ فیوض علاقہ حجاز ہی تک محدود نہین رہے۔ بلکہ علاقہ جات یمن حضرموت سے ایک طرف بڑھتے ہوئے دوسری طرف حدود شام اور علاقہ بحرین تک پہونچ گئے۔ ان علاقون مین قبولیت اسلام کے دو باعث قرار پائے ہین۔ ایک تو وہی جو تمہید مین بیان ہو چکا ہے کہ عرب کے قبائل واقوام سالہاسال کے تصادم و تحارب سے یقین کرچکے تھے کہ اسلام کے زیر حمایت آئے بغیر اُن کے دینی اور دنیاوی مطالب ومقاصد پُرامن طریقہ سے حاصل نہین ہوسکتے۔ اس لیے وہ بطیب خاطر بارگاہ نبوت مین آکر مشرف باسلام ہوتے گئے۔ باقی رہے وہ لوگ جو فاصلہ و مسافت کی وجہ سے حاضری سے مجبور تھے۔ اُن کے پاس مبلغین بھیجے گئے۔ اور وہ اُن کی پند و موعظت سے اثر پذیر ہوکر دعوت اسلام سے مشرف ہوئے ان علاقون مین سب سے بڑا علاقہ یمن کا تھا۔

علاقۂ یمن مین اشاعت اسلام

علاقۂ یمن باعتبار رقبہ۔ آبادی۔ پیداوار۔ تمدن۔ معاشرت۔ تہذیب تجارت صنعت وحرفت غرض تمام ملکی اور مالی اوصاف واصناف مین عرب کے تمام علاقون سے بڑھا ہوا تھا۔ شبلی صاحب نے تفصیل سے اس علاقہ کے اسلام لانے کے حالات قلمبند فرمائے ہین ہم اُسی کی نقل اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھتے ہین۔

یمن ملک عرب کے تمام صوبون مین سب سے زیادہ زرخیز ہے اور نہایت قدیم زمانہ سے تمدن و تجارت کا مرکز ہے۔ سبا اور حمیر کی عظیم الشان حکومتین یہین قائم ہوئی تھین۔ ولادت نبوی سے تقریباً پچاس برس پہلے سنہ ۵۲۵ع حبشی عیسائیون نے یمن پر قبضہ کرلیا تھا اور ولادت نبوی کے چند سال بعد اہل ایران یہان کے مالک بن گئے تھے۔ اُن کی طرف سے یہان ایک گورنر ہوتا تھا جو یمن پر حکومت کرتا تھا۔ یمن مین اسلام کی تحریک کے لیے متعدد عوائق موجود تھے۔ مثلاً اختلاف جنسیت

لہ نقل بلفظہ سیرۃ ۲

کہ یمن قحطانی تھے اہل داعی اسلام اسمعیلی - اہل یمن کو اپنے قدیم جاہ و جلال اور حکومت و تمدن پر ناز تھا اور تمام عرب خاص طور پر اُنکی پیشروی کو تسلیم کرتا تھا اور تمام عرب میں وہی حکومت کے مستحق تسلیم کیے جاتے تھے - ملک یمن میں جہاں کوئی باقاعدہ حکومت تھی وہ اصلاً اسی خاندان میں شمار ہوتی تھی چنانچہ جب یمن سے قبیلہ کندہ کا وفد آیا ہے جو یمن کا ملکی خاندان تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک عرب کا فرمانروا سمجھکر رئیس وفد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ اور ہم - ہم خاندان نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم کنانہ بن نضر کے خاندان سے ہیں نہ اپنی ماں پر تہمت رکھ سکتے ہیں اور نہ اپنے باپ سے انکار کر سکتے ہیں - یمن میں سب سے بڑا عائق یہ ہو سکتا تھا کہ وہ پولیٹیکل حیثیت سے ایرانیوں کے ماتحت تھا - اور باشندے مذہباً علی العموم یہودی تھے یا عیسائی تھے - لیکن قبول حق کے لیے کوئی چیز ان میں سے مانع نہ آئی - یمن میں اسلام کی دعوت ہجرت سے بہت پہلے پہونچ چکی تھی یمن میں دوس کا ایک ممتاز قبیلہ تھا - اس قبیلہ کا رئیس طفیل ابن عمر اتفاق سے مکہ آیا اور مسلمان ہو گیا اسی زمانہ میں کندہ کا قبیلہ حج کے لیے مکہ آیا تھا - آنحضرت صلعم نے اُن کو دعوت دی - لیکن اُنھوں نے انکار کیا - سنہ ہجری میں آنحضرت صلعم خیبر میں تشریف فرما تھے - دوس کا قبیلہ مسلمان ہو کر دارالاسلام میں منتقل ہو گیا - یمن کا ایک اور مشہور قبیلہ اشعر تھا - وہ بھی مہاجرین حبشہ کی معیت میں اُس زمانہ میں بلا تحریک خود بخود اسلام لایا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہوا - ابو ہریرہ دوسی اور ابو موسیٰ الاشعری انھیں قبائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے -

یمن میں ہمدان سب سے بڑا کثیر التعداد اور صاحب اثر خاندان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنہ ہجری میں اُن کو دعوت اسلام دینے کے لیے خالد ابن ولید کو بھیجا - خالد چھ مہینے تک اُنکو دعوت دیتے رہے لیکن ان لوگوں نے قبول نہیں کیا بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خالد کو بلا بھیجا - حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو جمع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نامۂ مبارک پڑھکر سُنایا اور ساتھ ہی سارے کا سارا قبیلہ مسلمان تھا - حضرت علیؓ نے جب اس واقعہ کی اطلاع بارگاہ رسالت میں پہونچا دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سجدہ کیا اور سر اُٹھا کر دو دفعہ فرمایا - السلام علی الھمدان - السلام علی الھمدان - بحوالہ زرقانی

حضرت علیؓ اور یمن میں دوسری بار ماموری

بعض روایتوں میں ہے کہ ہمدان نے جب اسلام کا غلغلہ سنا تو عامر بن شہر کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں روانہ کیا کہ یہ مذہب اگر تم کو پسند آئے تو ہم سب اسی مذہب کے

قبول کرنے پر تیار ہیں اور اگر ناپسند ہو تب بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں عامر بن شہر جب دربار رسالت سے واپس آیا تو اس کا دل نور اسلام سے معمور تھا اور ساتھ ہی ساتھ سارا قبیلہ بھی مسلمان تھا ممکن ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہوں اور دونوں میں کامیابی ہوئی ہو

شبلی صاحب کی دلی کوشش تو یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ کی کوئی خصوصیت بے داغ نہ چھوٹے اپنی اس کوشش میں کیسے ہی مجہول۔ غیر معروف موضوع اور مصنوع کسی قسم کا کوئی واقعہ آپ کو ملنا چاہیے۔ وہ فوراً درج کتاب ہے۔ اب نہ اس وقت آپ کو اصول روایت کی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ خود اپنے سیاق عبارت درست کرنے کی احتیاج۔ دیکھیے قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کا واقعہ جو مشہور۔ متواتر اور متفقہ جمہور ہے وہ زرقانی کے حوالہ سے کم و بیش اسی طرح آپ لکھ چکے جس طرح چھوٹی بڑی تمام اسلامی کتابوں میں مثبت ہیں۔ اب اس کے بعد بلا سند و حوالہ یہ لکھکر کہ بعض روایتوں میں آیا ہے اپنے تحریر کردہ واقعہ کے مخالف واقعہ۔ جو غالباً حالات وفود میں۔ کسی کتاب میں آپ نے دیکھا ہو لکھ دیا۔ خصوصاً اس متفقہ اور مسلمہ واقعہ کے مقابل کس قدر مضحکہ انگیز ہے۔ اور جس کی وجہ سوائے استخفاف خصوصیت حضرت علیؑ کے اور کوئی دوسری وجہ نہیں ہو سکتی۔ خلاف عادت مولانا نہ آپ نہ روایت کا حوالہ دیتے ہیں اور نہ راوی کا نام بتلاتے ہیں اور نہ کتاب کا نام و نشان لکھتے ہیں۔

اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

یمن میں لوگ حضرت علیؑ سے مانوس ہو گئے تھے۔ ربیع الاول سنہ ۱۰ ہجری میں تین سو سواروں کی حفاظت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ان کو یمن کے قبیلہ مذحج میں تبلیغ اسلام کیلیے بھیجا اور ساتھ ہی تاکید فرمادی کہ جب تک وہ حملہ آور نہ ہوں پیش دستی نہ کرنا۔ حضرت علیؑ جب مذحج کی سرزمین میں پہنچے تو مال گذاری وصول کرنے کے لیے ادھر ادھر لوگوں کو متعین کیا۔ اس اثنا میں قبیلہ مذحج کی ایک جمعیت نظر آئی حضرت علیؑ نے ان کے سامنے دعوت پیش کی لیکن ادھر سے اس احسان کا جواب تیر اور پتھروں سے ملا یہ دیکھکر حضرت علیؑ نے بھی اپنے ساتھیوں کی صف آرائی کی۔ مذحج اپنے بیس آدمی مقتول چھوڑ کر بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا کہ ان کا مقصود صرف مدافعت تھا۔ اس کے بعد رؤسائے قبائل خود حاضر ہوئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور دوسروں کی طرف سے بھی نیابتاً اسلام کا اعلان کیا۔ ہم ان واقعات کی تفصیل عنقریب لکھیں گے۔

یمن میں قبائل کے جو افراد قیام پذیر ہو گئے تھے انکو ابناء کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

سنہ ۱۰ھ میں وبر بن یحنس کو اُن کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا - وہ نعمان بن بزرج (بزرگ) کے گھرانے کے بیٹوں کے مہمان ہوئے اور فیروز دیلمی - مرکبود - وہب بن منبہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے - سب نے اسلام قبول کیا - صنعاء میں جس نے پہلے اسلام قبول کیا وہ مرکبود کے صاحبزادے عطا اور وہب بن منبہ تھے عام یمن میں تبلیغ اسلام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ الاشعری کو نامزد کیا - دونوں صاحب یمن کے ایک ایک ضلع میں بھیجے گئے - چلتے وقت آپ نے اُن لوگوں کو جو باتیں تعلیم فرمائیں وہ درحقیقت تبلیغ اسلام کے اصول ہیں - آپ نے فرمایا (۱) سہولت سے کام لینا (۲) سخت گیری نہ کرنا - (۳) لوگوں کو خوشخبری سنانا (۴) نفرت نہ دلانا (۵) اور دونوں ملکر کام کرنا - تمکو ایسے لوگ ملینگے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہیں - وہاں پہونچنا تو پہلے اُن کو توحید و رسالت کی تعلیم و دعوت دینا جب وہ اسے تسلیم کرلیں تو کہنا خدا نے تمپر روز و شب میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جب یہ بھی مان لیں تو اُن کو سمجھانا کہ تم پر زکوٰۃ بھی واجب ہے - تم میں جو امیر ہوں اُن سے لیکر جو غریب ہیں اُن کو دیدی جائیگی - دیکھو جب وہ زکوٰۃ دینا قبول کرلیں تو چن کر اُنکی اچھی اچھی چیزیں نہ لینا مظلوموں کی دعا سے بہت ڈرتے رہنا - کہ اُس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں حضرت ابوموسیٰ نے پوچھا یا رسول اللہ ص - ہمارے ملک میں (یمن میں) جو اور شہد کی شراب بنتی ہے کیا یہ بھی حرام ہے ؟ آپ نے فرمایا ہر شے جو نشہ پیدا کرے حرام ہے -

نجران میں اشاعت اسلام

یمن کے پاس ہی نجران کا ضلع ہے - نجران عرب میں عیسائیت کا خاص مرکز تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغیرہ بن شعبہ کو جو صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ میں چلے آئے تھے - اہل نجران کے نام دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا - جس میں تحریر تھا کہ اگر اسلام قبول نہ ہو تو اسلام کی سیاسی اطاعت قبول کرو اور جزیہ دو - اہل نجران نے راہبوں - اور مذہبی پیشواؤں کی ایک جماعت کو دریافت حال کی غرض سے مدینہ میں بھیجا - اس وفد کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے -

نصاریٰ کے علاوہ نجران میں مشرکین کی بھی آبادی تھی - ان میں ایک قبیلہ تھا جو بنو حرث بن یاد کے نام سے مشہور تھا وہ مدان نامی ایک بت کو پوجتا تھا اور اسلیے عبد المدان کہلاتا تھا ربیع الآخر سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت صلعم نے خالد بن ولید کو وہاں دعوت اسلام کے لیے بھیجا حضرت خالد وہاں پہونچے تو تین دن میں سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا - حضرت خالد نے تھوڑے دن یہاں قیام کیا اور قرآن و احکام اسلام کی تعلیم دی - اہل یمن کا بغیر کسی ترغیب و ترہیب کے خلوص دل سے قبول اسلام کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا

جو خاص رحمت الٰہی کا مستوجب ہو۔ جب اشعریون کی آمد کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلعم نے مسلمانون کو بشارت دی کہ کل اہل یمن آتے ہین جو رقیق القلب اور نرم دل ہین جب ہمدان مسلمان ہوا تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور اُن کو غائبانہ سلامتی کی دعا دی۔ حمیر اور تمیم کا وفد آیا تو آپ نے سب سے پہلے تمیم کی طرف خطاب کیا۔ تمیم۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے بشارت تو قبول کی کچھ عطا بھی فرمائیے۔ آپ نے منھ پھیر لیا کہ بشارت سے بڑھکر کون چیز ہو سکتی ہے۔ پھر اہل یمن (حمیر) کی طرف رُخ کر کے کہا۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے قبول نہ کی۔ تم قبول کر لو۔ اہل یمن بے اختیار بول اُٹھے اے خدا کے رسولؐ ہم نے قبول کی۔ پھر آپ نے عام طور سے فرمایا۔ ایمان یمن کا ایمان ہے اور دانائی یمن کی دانائی ہے۔ مبلغین یمن حضرت علیؓ اور معاذ ابن جبل اور ابو موسیٰ الاشعری حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ چنانچہ یمن کے بہت سے نو مسلم بھی حج و زیارت کو آئے تھے۔

بحرین مین اسلام

بحرین ایران کے حدود حکومت مین داخل تھا۔ عرب کے قبائل وادیون مین آباد تھے جن مین مشہور اور با اثر خاندان عبد القیس۔ بنی بکر بن وائل اور تمیم تھے۔ ان مین سے عبد القیس کے قبیلہ مین منقذ بن حبان تجارت کے لیے نکلے۔ راہ مین مدینہ پڑتا تھا۔ وہان ٹھہرے آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ اُنھون نے اسلام قبول کیا۔ اور سورۂ فاتحہ و اقراء سیکھا آنحضرت صلعم نے اُن کو ایک فرمان عنایت کیا۔ وہ سفر سے واپس گئے تو چند روز تک کسی سے اس کا اظہار نہ کیا۔ لیکن اُن کی بیوی نے اُنھین نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے باپ منذر بن عائذ سے شکایت کی اُنھون سے منقذ سے دریافت کیا بحث و مباحثہ کے بعد منذر بھی مسلمان ہو گیا۔ اور آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک اُن کو دکھایا۔ سب نے اسلام قبول کر لیا۔ صحیح بخاری کتاب الجمعہ مین روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جس مسجد مین ادا کیا گیا وہ بحرین کی مسجد تھی۔ جو جواثی مین واقع ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحرین مین ابتدائی زمانہ مین اسلام کی اشاعت ہو چکی تھی اسلام قبول کرنے کے بعد ان لوگون نے چودہ اشخاص کی ایک سفارت آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجی۔ جس کے افسر منذر بن الحرث تھے۔ ان کا قافلہ کاشانۂ نبوت کے قریب آیا تو یہ لوگ اسقدر بیتاب ہوئے کہ سواریون سے کود پڑے اور آنحضرت صلعم کے ہاتھ چومے۔ لیکن منذر کو پاس ادب ملحوظ تھا۔ اُنھون نے قیام گاہ پر جا کر کپڑے بدلے۔ پھر خدمت مین حاضر ہو کر دست بوسی کی

سنہ ہجری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاء حضرمی کو تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا - بحرین مین اُن دنون ایران کی طرف سے منذر بن ساوی گورنر تھا - اس نے اسلام قبول کیا - اور اسکے ساتھ تمام عرب اور کچھ عجم جو مقیم تھے مسلمان ہو گئے - بحرین کے علاقہ مین ہجر ایک مقام ہے یہان ایران کی طرف سے سیبخت حاکم تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے نام بھی خط بھیجا اور وہ بھی مسلمان ہو گیا عمان - اس شہر پر آزد کا قبضہ تھا - اور عبید و جعفر یہان کے رئیس تھے - سنہ ہجری مین آنحضرت صلعم نے ابو زید انصاری کو جو حافظ قرآن تھے اور عمرو بن عاص کو دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا - دونون رئیسون نے اسلام قبول کیا اور اُن کے بعد وہان کے تمام عرب اُن کی ترغیب سے اسلام لائے -

عرب شام مین اشاعت اسلام

شام کے اطراف مین جو عرب آباد تھے - اُن مین متعدد ریاستین تھین - انھین سے معان اور اُس کے اضلاع فروہ بن عمر کے زیر فرمان تھے - لیکن خود فروہ رومی سلطنت کی طرف سے گویا گورنر تھا - اس نے اسلام کی طرف سے واقفیت پیدا کی تو مسلمان ہو گیا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اظہار اسلام کے ساتھ ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیجا - عیسائی رومیون کو اُن کے اسلام لانے کا حال معلوم ہوا تو اُن کو گرفتار کر کے سولی دیدی - اُسوقت یہ شعر اُن کی زبان پر تھا ؎

بلغ سراۃ المسلمین باننی | سلم لربی اعظمی ومقامی

سلمان سردارون کو میرا پیغام پہنچا دو - | کہ میرا جسم اور میری عزت سب پروردگار کے نام پر نثار ہے -

شام اور عرب کے درمیان عذرہ - بلی - اور جذام وغیرہ قبائل آباد تھے - قبیلہ بلی مین عمرو عاص کا ننھیال تھا - اس لیے یہ ایک جماعت کے ساتھ اُن اطراف مین بھیجے گئے جب وہ جذام کے تالاب پر پہونچے تو اُن کو حملہ کا خوف ہوا - دربار نبوت مین اطلاع کی - وہان سے حضرت ابو عبیدہ کی ماتحتی مین بغرض حمایت کچھ فوج بھیجی گئی - اسکو اہل السیر کی اصطلاح مین غزوات ذات السلاسل کہتے ہین -

مرقومہ بالا عبارات سے مفصل طور پر اسلامی توسیعات کے حالات معلوم ہو گئے - اور ثابت ہو گیا کہ صرف دو ہی تین برسون کی مدت مین اسلام نے اپنی تبلیغ و تعلیم کے فیوض پہونچا کر قریب قریب تمام جزیرہ نمائے عرب کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا ان توسیعات اسلامی کے واقعات و حالات مین جو بہت بڑی خوبی قابل غور و لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ سوائے علاقہ حجاز اور وہان کے خاص قوم و قبائل قریش و یہود کے - تمام عرب کے اتنے متعدد اور مختلف قبائل و اقوام مین کسی ایک کے ساتھ بھی اسلام کو دست بقبضہ ہونے کی نوبت نہین آئی - قریش اور یہود کے ساتھ جو معرکے پیش آئے وہ بالکل دفاعی تھے

اُن میں اسلام نے حفاظت خود اختیاری اور استحکام امن عامہ کے طریقے اختیار کیے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

اسلام نے جب حجاز کے ایسے سرکش علاقہ کو زیر کر لیا تھا تو اُسکو علاقۂ یمن پر فوج لیکر چڑھ جانے اور اُسکو مطیع بنانے میں کون سی دشواری حائل تھی۔ اسلام کا مدعا اگر صرف فتوحات ملکی ہوتا یا اسکی تبلیغ و تعلیم صرف سیاسی نقطۂ نظر پر منحصر ہوتی۔ تو فتح مکہ کے بعد۔ دارالاسلام مدینہ میں فتح یمن کے انتظام کیے جاتے۔ اسی طرح فتح یمن کے بعد بحرین۔ ہجر اور عمان پر فوجوں کی چڑھائی ہوتی۔ اور اسی طرح یہ تمام علاقے بالتدریج نوک شمشیر سے مطیع و منقاد بنا لیے جاتے۔ لیکن اسلام کا مدعا۔ اُس کی تبلیغ و تعلیم کا منشا ان تمام آلائشوں سے پاک و صاف تھا۔ اُس کا اصلی مقصد دینیات کی تعلیم تھی۔ اور اس ضرورت سے ملک و قوم میں امن و امان کی تعیین۔ جاہل قریش نے اور اُن کے دیکھا دیکھی ظالم یہود اُسکی تعلیم و تبلیغ کے راستے میں سدّ راہ ہوئے اور اُنکے استیصال کی فکروں میں خون کے دریا بہا دیے لیکن اتنی کاوش و کوشش کے بعد جب وہ اُس کے اصلی محاسن کو سمجھے تو سارا حجاز اسلام سے بہرہ اندوز تھا۔ بخلاف حجاز کے۔ علاقہ یمن اور دیگر مقامات مرقومۂ بالا علاقجات میں اسلام کے تعلیمی فیوض قبل سے پہونچ گئے تھے۔ وہاں کے اکثر سنجیدہ لوگوں نے اس کی خوبیوں کو ذہن نشین کر لیا تھا اور خود مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اکثر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر احکام قرآن اور واجبات اسلام کو سُنکر اور سیکھ کر مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ جیسا کہ وفود کے حالات سے معلوم ہو چکا ہے۔ اس بنا پر ان علاقوں کے تمام لوگوں نے اہلًا و سہلًا کہکر دعوت اسلام کو قبول کر لیا۔ اور اس صورت و واقفیت کے متعلق آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی جو عدی بن حاتم الطائی سے خاص طور پر ارشاد فرمائی گئی تھی کہ عنقریب تم دیکھ لوگے کہ ترکستان سے ایک عورت تن تنہا حج کے لیے روانہ ہوگی اور اپنا فرض ادا کر کے بیخوف و خطر اپنے وطن کو واپس جائیگی" ہر طریقہ سے پوری ہو گئی۔ عیسائی مصنفین اور یورپ کے سیاسی مدبرین آنکھیں کھول کر ان واقعات کو پڑھیں اور اسلام (دکھر سورڈس) . [illegible]

(اسلام بالصمصام) کے غلط الزام کو شرم و غیرت کی نگاہوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

یمن میں حضرت علیؑ کی تبلیغی خدمات

شبلی صاحب نے اپنی قدیم عادت و مجبوری کی وجہ سے اس واقعہ کو احذافات استخفافات اور اختصارات کے خاص انداز سے تحریر فرمایا ہے، عادت و مجبوری بھی وہی ہے؟ فضائل علیؑ کے اظہار کا خوف دامنگیر ہے۔ حالانکہ اسی واقعہ کی حقیقت جب حدیث و تاریخ کے

ماخذون مین تلاش کی جاتی ہے تو آپ کے مرقومات سے بالکل مخالف پائی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپنے بہت سی اُن مفید تفصیلات و توجہات کی نقل کو اپنے مدعا کے خلاف سمجھکر قلم زد فرمادیا ہے۔ ہم آپکے ان قلمی مصنوعات کی حقیقت کا انکشاف محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے نقل کرتے ہین۔

و در ین سال سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجہت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لواے عقد فرمودہ و دستار بدست مبارک خود بروے پیچید و گویند آن دستار سہ پیچ بود و علامت گزاشت یکے از جانب پیش و دیگرے از جانب قفا و سہ صد سوار ہمراہ وے گردانیدہ بجانب یمن فرستاد و گفت یا علیؑ برو تا بساحت ایشان و باید کہ مقابلہ نکنی تا ایشان با تو مقابلہ نکنند۔ پس علی علیہ السلام بموجب فرمودۂ نبی صلعم روان شد۔ و در روایتے آنکہ آن اول خیلے بود از اہل اسلام کہ در آن بلاد آمدند و در روایتے آنکہ علیؑ گفت مرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب یمن فرستاد گفتم یا رسول اللہ مرا میداری جماعتے از اہل کتاب میفرستی وحالانکہ من جوانم و علم قضا را نیکو نمیدانم حضرت دست مبارک بر سینہ من نہاد و فرمود اللہم ثبت لسانہ واھد قلبہ و در روایتے آن کہ فرمود کہ زود باشد کہ اللہ تعالیٰ ترا ہدایت بخشد و زبان ترا براستی ثابت گرداند و فرمود اے علیؑ چون دو خصم بنزد تو آیند و مدعی دعوی کند میان ایشان حکم مکن تا زمانیکہ سخن آن خصم دیگر نشنوی کہ این طریقہ سزاوار تر است تا آنکہ بر تو روشن گردد کہ حکم چیست۔ علیؑ گوید کہ بعد ازین دیگر ہرگز

اس سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لئے ایک علم ترتیب دیا اور اون کے سر پر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا عمامہ تین پیچ کا تھا اُسکے سرے آگے پیچھے چھوٹے ہوے تھے اور آپ کی ہمراہی مین تین سو سوار دیکے یمن کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ جاؤ اور جب اون کی زمین مین پہونچو تو اون کے ساتھ مقابلہ نہ کرنا جب تک کہ وہ تم سے خود مقابلہ نہ کرین حضرت علیؑ حسب الحکم روانہ ہوگئے۔ ایک روایت مین آیا ہے کہ یہ پہلی جماعت تھی جو یمن کی طرف روانہ فرمائی گئی اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت علیؑ نے خدمت نبوی مین گذارش کی کہ آپ مجھ نوجوان شخص کو اون لوگون کی طرف بھیجتے ہین حالانکہ مجھے حکم قضا یا اچھی طرح معلوم نہین حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ یہ سُنکر جناب رسول خدا صلعم نے اپنا دست مطہر میرے سینہ پر رکھدیا اور فرمایا "خدایا تو اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے قلب کو ہدایت فرما۔" اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ بہت جلد خداے تعالیٰ تم کو کمال ہدایت عنایت فرمائیگا اور تمھاری زبان کو مستقل اور ثابت بصداقت رکھے گا اور یہ بھی فرمایا کہ یا علیؑ جب دو دعویدار اپنے تصفیہ کے لئے تمھارے پاس آئین تو تم اُن کے بارے مین کوئی حکم نہ کرنا جب تک دونون کا بیان نہ سُن لینا تاکہ حقیقت حال تم پر ظاہر ہوجاے۔ اور یہی طریقہ اجراے احکام کا بہترین ہے۔

در ہیچ قضیہ مراشک واقع نشد لاجرم در علم قضایا
چنان ماہر گشت کہ زبان معجز بیان محمدی در وصف
او فرمود اَقۡضَاکُمۡ عَلِیًّا[1] - علی قاضی ترین امت
اسلام است روضۃ الاحباب صفحہ ۵۲۹

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی امر کے تصفیہ میں مجھکو
کبھی تامل نہیں ہوا اور بالآخر آپ کی قوت فیصلہ کی شہرت اتنی مشہور
ہوئی کہ زبان رسالت نے بھی آپکے فیصلوں کی تعریف میں فرمایا کہ
سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں"

سلہ یمن میں جو متنازع فیہ مسئلات کے فیصلے حضرت علیؑ نے صادر فرمائے وہ ہر طریقہ اور اعتبار سے ایسے ہی کامل تھے کہ زبان رسالت نے اون کی تنہا تصدیق ہی نہیں بلکہ بیحد تعریف بھی فرمائی ہم نے سراج المبین جلد دوم میں آپکے ان تمام فیصلوں کو پوری تفصیل سے نقل کردیا ہے مناسبت مقام کی ضرورت سے ان میں سے کل دو فیصلے جو یمن کے خاص زمانہ قیام میں نافذ فرمائے گئے تھے نمونہ کے طور پر نقل ہوتے ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ زبان رسالت سے اقضاکم علیًا کی تصدیق محبت یا قرابت پر مبنی نہیں تھی بلکہ حقیقت اور واقعیت کے معیار پر۔ امام احمد بن حنبل مسند میں لکھتے ہیں۔

عن علی ان رسول اللہ صلعم بعثہ الی الیمن
فوجدوا ربعۃ وقعوا فی حفرۃ لیصطاد فیہ
الاسد سقط اوّلاً فتعلق باٰخر وتعلق الاٰخر
باٰخر حتی تساقط الاربعۃ فجرحہم الاسد
وماتوا من جراحۃ فتنازع اولیاءھم حتی
کادوا یقتتلون فقال علی انا اقضی بینکم
فان رضیتم فہو القضاء والا حجزت بعضکم
عن بعض حتی تاتوا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ واٰلہ وسلم لیقضی بینکم قال اجمعوا
من قبائل الذین حفروا البیر ربع الدیۃ
والثلث ونصفہا ودیۃ کاملۃ فللاول ربع
دیۃ لانہ اہلک من فوقہ وللثانی ثلثہا
لانہ اہلک من فوقہ وللثالث النصف
لانہ اہلک من فوقہ وللرابع دیۃ کاملۃ

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُن کو یمن کی طرف
بھیجا وہاں پر چار آدمی ایک گڑھے میں گر پڑے تھے۔ جو شیر کے شکار
کرنے کے واسطے کھودا گیا تھا اور پہلے سے اس میں شیر گرا ہوا تھا
جب ایک آدمی اس میں گرنے لگا تو اوس نے دوسرے کو پکڑ لیا
جب دوسرا اسمیں گرنے لگا تو اوسنے تیسرے کو پکڑ لیا اور تیسرے نے
چوتھے کو اسیطرح چاروں اسمیں گر گئے شیر نے ان چاروں کو زخمی کرکے
مار ڈالا۔ اُنکے وارثوں میں تنازع پیدا ہوا قریب تھا کہ آپس میں
جنگ کی نوبت پہونچ جائے جناب امیرؑ نے فرمایا میں اس قضیہ کو فیصل
کئے دیتا ہوں اگر تم راضی ہو جاؤ ورنہ چند آدمی تم میں سے
آنحضرت کی خدمت میں چلے جاؤ حضرت آپ تمہارا جھگڑا فیصل کردینگے
جناب امیرؑ نے فرمایا جن لوگوں نے یہ گڑھا کھودا ہے ان سے دیت
اس طرح وصول کرلو کہ ایک چوتھا حصہ دیت کا اور ایک تیسرا حصہ
اور ایک نصف حصہ اور ایک پوری دیت ہو پہلے آدمی کی چوتھائی
ہے۔ دوسرے کی تہائی تیسرے کی نصف اور چوتھے کے لئے پوری دیت ہے

حقیقت یہ ہے کہ یمن میں حضرت علی دو بار بھیجے گئے تھے۔ ایک بار تبلیغ کی ضرورت سے اور دوسری بار خالد بن ولید سے رقم خمس وصول کرنے کے لیے۔ لیکن اکثر محدثین و مورخین نے آپ کی دونوں خدمتوں کو ایک ہی تفصیل میں بیان کر دیا ہے۔ لیکن ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں اس کی تفریق کر دی ہے اور محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب صفحہ ۵۲ میں تصریح فرما دی ہے۔

قبیلہ ہمدان میں تبلیغ کا تو وہی واقعہ ہے جو شبلی صاحب نے اوپر نقل کیا ہے لیکن طبری کی عبارت سے اُس میں اتنے اضافہ کی ضرورت ہے کہ یمن میں جو جماعت اسلامی خدمات تبلیغی کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اُس میں متفرق لوگ مختلف قبائل یمن میں تبلیغ کے لئے مامور ہوئے تھے۔ چنانچہ خالد بن ولید پہلے قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ جب اس کی خبر بارگاہ نبوت میں پہونچی تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو قبیلۂ ہمدان کی طرف بھیجا۔ تاریخ طبری کی عبارت یہ ہے۔

فی هذه السنة بعث رسول الله صلعم علیا الی الیمن وقد کان ارسل قبل خالد۔	اس سال جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یمن کی طرف روانہ کیا۔ اور ان سے پہلے خالد بن ولید کو روانہ کر چکے تھے

قبیہ نوٹ صفحہ ۳۵۴۔ فابوا ان یرضوا فاتوا رسول الله صلعم فلقوہ عند مقام ابراهیم فقصوا علیه القصة فقال رجل قضا بیننا علی فلما قصوا علیه القصة اجازہ۔	ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور راضی نہوئے۔ آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ آپ مقام ابراہیم میں ملے انھوں نے تمام قصہ بیان کیا ایک آدمی نے کہا کہ علیؑ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے پھر وہ فیصلہ سنا دیا آپنے اوسی فیصلہ کو بحال رکھا۔
عن زید بن ارقم قال کنت عند النبی صلعم اذ جاء کتاب من علی فیه ان ثلثة نفر اتوا فی یختصمون فی غلام وطؤا امه فی الجاهلیة فی طهر واحد کلهم یدعیه انه ابنه فقضیت بینهم ان اقرعت بینهم وجعلته للقارع منهم علی ان یغرم للآخرین ثلثی الدیة فضحک	۵۔ زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ میں جناب سرور عالم کی خدمت میں حاضر تھا کہ یمن سے علیؑ کا خط آیا اوس میں لکھا تھا کہ میرے پاس تین شخص ایک لڑکے کی نسبت اپنا جھگڑا لیکر آئے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں اوس لڑکے کی ماں کے ساتھ اون تینوں نے ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا ان تینوں میں سے ہر ایک شخص اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتا ہے میںنے اسکے فیصلہ کیلئے قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا میں نے اوس لڑکے کو اوسی کا فرزند قرار دیکر یہ شرط کر دی کہ یہ شخص باقی دو شخصوں کو دیت کی

بن ولید الیہم یدعوھم الی الاسلام	کہ اہل یمن کو اسلام کی دعوت دیں لیکن اُن لوگوں نے اسلام
فلم یجیبوہ وارسل علیاً وامرہ ان یعزل	نہین قبول کیا تو آپنے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اون کے
خالداً ومن شاء من اصحابہ ۔	ساتھیوں میں جس کو چاہیں معزول کر دیں ۔

شبلی صاحب نے تبلیغ سورۂ برارت مین حضرت ابوبکر کے عزل رسالت کی طرح اس واقعہ مین بھی خالد بن ولید کے معزولی کو مرفوع القلم فرمادیا ہے ۔کیونکہ دونون حضرات ایک خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اور آپ کو دونون بزرگون سے عقیدت کا شرف خاص حاصل تھا ۔ترک ادب سے ترک قلم بہتر سمجھا گیا ۔

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت علیؑ جمعیت اسلامی کے امیر بالاختیار بنا کر بھیجے گئے تھے ۔خالد جس طبیعت کے آدمی تھے وہ ظاہر ہے ۔اُن کو حضرت علیؑ کی یہ ترجیح و تفضیل سخت ناگوار گزری ۔لیکن بارگاہ نبوت کا حکم تھا چپ رہ گئے ۔مگر مخفی طور پر اکثر اہالیان لشکر کو حضرت علیؑ کے طرز عمل پر خواہ مخواہ شکایت پر برانگیختہ کرنے لگے ۔اہل اسلام مین بریدہ اپنی سادہ لوحی سے خالد کے اس حیلہ مین آگئے ۔اور کنیز والے مشہور و معروف واقعہ کی شکایت آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کی ۔امام بخاری نے صرف خالد کی حمایت میں اس واقعہ کو جس مبہم طریقہ سے بیان کیا ہے اُس کی تصریح و تنقید ہم جلد اول مین پوری تفصیل سے کر چکے ہین ۔ہم ذیل مین پھر اس واقعہ کو امام نسائی اور امام احمد بن حنبل کی عبارت سے نقل کرتے ہین ۔

عن عبداللہ بن بریدۃ قال حدثنی	عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگون مین
ابی قال لم یکن من الناس ابغض الی من علیؑ	سے کسی کا اتنا بغض نہین تھا جسقدر کہ جناب امیرؑ کا یہان تک کہ
حتی احببت رجلا ولا احببتہ الا علی بغض علی	مین ایک آدمی کو اس وجہ سے عزیز رکھتا تھا کہ وہ جناب امیرؑ سے
فبعث ذلک الرجل علی خیل فصحبتہ وما	بغض رکھتا تھا وہ آدمی ایک گروہ کے ساتھ بھیجا گیا مین نے جناب
صحبتہ الا علی بغض علی فاصاب سبیا فکتب	امیرؑ کے بغض کی وجہ سے اوس کی رفاقت اختیار کی ۔اس نے آکر
الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان یبعث	اوس گروہ کو گرفتار کر لیا ۔اور حضرت صلعم کی خدمت مین لکھ بھیجا
الیہ من یخمسہ فبعث الینا علیاً وفی السبی	کہ کوئی آدمی بھیجا جاوے تاکہ خمس کا مال اوس کے حوالہ کیا
وصیفۃ افضل من السبی	جاوے حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو خمس لینے کے لئے بھیجا ۔قیدیون مین

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۵ ۔ النبی صلعم	دو تہائیاں ادا کر دے ۔سرور دنیا و دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر ہنس
حتی بدت نواجذہ	پڑے یہانتک کہ آپکے دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپنے فرمایا کہ علیؑ کے
	فیصلے کے سوا ہمین اس کا کوئی دوسرا فیصلہ معلوم نہین ارجح المطالب ۱۶۲

حسین خمس صارت فی الخمس ثم صارت
فی اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ثم صارت فی آل علی فاتانا ورأسہ یقطر
فقلنا ما هذا فقال الم تروا الوصیفۃ صارت
فی الخمس ثم صارت فی اهل بیت النبی صلعم
ثم صارت فی آل علی فوقعت علیہا
فکتب وبعثنی مصدقاً فالکتاب الی النبی صلعم
مصدقاً لما قال فی علی فلما اتیت النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقرء کتابہ
فجعلت اقول علیہ صدق فامسك بیدی
وقال اتبغض علیاً فقلت نعم فقال لی لا
تبغضہ وان کنت تحبہ فازدد لہ حباً فوالذی
نفسی بیدہ لنصیب آل علی فی الخمس افضل
من وصیفۃ فما کان بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم احب الی من علی قال عبد اللہ
ھو ابن بریدۃ واللہ ما کان فی الحدیث
بینی وبین النبی صلعم غیر ابی

(اخرجہ احمد والنسائی)

ایک کنیز تھی۔ جو سب قیدیوں میں افضل تھی۔ جب پانچواں
حصہ چھانٹا گیا تو وہ کنیز خمس میں آگئی اور خمس سے اہلبیت نبویؐ
کے حصہ میں آگئی۔ اور اہلبیت کے حصہ سے علی کی آل کے حصہ
میں آگئی۔ ایک روز جناب امیرؑ ہمارے پاس تشریف
لائے۔ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے
تھے ہم نے پوچھا آپ کے غسل فرمانے کی کیا وجہ ہے فرمانے لگے
تم نے نہیں دیکھا وہ کنیز خمس میں آگئی۔ اور خمس سے اہلبیت
کے حصہ میں آگئی اور اہل بیت کے حصہ سے علیؑ کی آل کے
حصہ میں آگئی۔ میں نے اوس سے صحبت کی ہے پس اُس شخص
نے یہ تمام واقعہ لکھکر مجھے تصدیق کرنے کے لئے حضرت کے پاس
بھیجا۔ جب میں حضرت کے پاس پہونچا اور خط حضور کو دیا
اور آپ نے اوس خط کو پڑھا۔ میں نے لفظاً لفظاً اوسکی تصدیق
کی آپنے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کیا تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے میں نے
کہا ہاں۔ فرمایا اوس سے بغض مت رکھ۔ بلکہ اگر تو دوست رکھتا ہے تو اب
اور زیادہ دوست رکھ۔ قسم ہے اوس ذات کی جس کے قبضہ قدرت
میں میری جان ہے کہ خمس میں علی کی آل کا حصہ کنیز سے بدرجہا افضل
ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جناب رسول اللہ
صلعم کے بعد مجھے جناب امیرؑ سے کوئی زیادہ عزیز نہیں تھا عبد اللہ
بن بریدہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں میرے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے درمیان بجز میرے والد کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہیں تھا۔

یہ واقعات ہیں شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے ناقابل ذکر سمجھکر مرفوع القلم فرمادیے ہیں لیکن آپ سے پہلے تمام چھوٹے بڑے مولفین نے اپنے اپنے تالیفات میں بلا تامل مندرج فرمائے ہیں۔ لیکن آپ ان مجبوریوں سے کہ ان واقعات سے آپ کے حضرت خالد کی حضرت علی مرتضیٰ سے خواہ مخواہ بغض و عداوت۔ اغماض و غوایت اور حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل و مراتب ظاہر ہوتے تھے اس لیے یمن کے واقعات میں ایسے مشہور و معروف

واقعہ کو۔ جو تنہا مورخین ہی کا نہین بلکہ تمام محدثین متقدمین کا مختار قرار پاچکا ہے۔ مرفوع القلم فرمادیا۔

شبلی صاحب کی نئی ترتیب تالیف

شبلی صاحب نے ان مضامین کو لکھکر ترتیب تالیف کو بدل دیا ہے۔ اور واقعہ نگاری اور سانحہ نویسی کے تسلسل سے بالکل الگ ہوکر عملیات رسالت کے محاسن کی تفصیل شروع کردی ہے اور قریب قریب تین چار جزو مین تبلیغ تعلیم دینیات اور تدوین و تنظیم ملک و اقوام کے تمام حالات و واقعات گزشتہ و موجودہ بلا خیال سنین و سال جمع کردیے ہین۔ ان تمام واقعات و حالات کی نقل و تحریر تفصیل و تصریح کے بعد۔ پھر پلٹ کر تاریخ نویسی کی چھوڑی ہوئی راہ پر آگئے ہین اور حجۃ الوداع سنہ ۱۰ ہجری سے سیرۃ النبی صلعم کے واقعات کا پھر سلسلہ اُٹھایا گیا ہے اور وفات سنہ ۱۱ ہجری کے حالات تک پہونچاکر ختم فرمایا گیا ہے۔

دنیا بھر کی سیرۃ و تاریخ کے اصول تالیف سے علیحدہ ہوکر۔ یہ کاہے چنین گاہے چنان کا خاص طرز تحریر اور انداز بیان اختیار فرمایا گیا ہے۔ یہ آخر کیون؟ صرف اس لیے کہ تنظیم و سیاسیات کے بیانات سے خلافت کا سنگ بنیاد رکھنا ہے اور سیاسیات رسالت کے رنگ خلافت آیندہ کے خاکے مین بھرنا ہے جب ہی تو اس باب خاص کا عنوان ان الفاظ مین قائم کیا گیا ہے۔ "تاسیس حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض" اور اس عنوان کے نیچے آیہ استخلاف کو نقل کیا ہے۔

اگر شبلی صاحب کا مدعا یہ ہے کہ حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض جس کی بشارت سورۂ نور جزو ۱۸ مین موجود ہین۔ جیسا آپ کے سیاق تحریر اور ترکیب ترتیب سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ زمانہ رسالت ہی مین تمام ہوگئی۔ تو ہمکو آپ سے پورا اتفاق ہے۔ اور اگر آپ اس کو کھینچ تان کر خلافت راشدہ تک لیجاتے ہین اور فتوحات شام۔ مصر اور فارس وغیرہ کو اس کا مفہوم اصلی بتلاتے ہین تو جناب والا۔ خلفاے امویہ و بنی عباسیہ نے کیا قصور کیا ہے۔ ان کی فتوحات و توسیعات ملکی کو بھی اسی کے اندر کیون نہین لاتے۔ اسلیے کہ وہ بھی تو خلفاے رسول اللہ تھے اور امیر المومنین کے جاتے تھے۔ سعدی شیرازی نے آخر خلیفہ عباسیہ مستعصم باللہ کا جو مرثیہ لکھا ہے اُس مین برابر امیر المومنین کے لقب مخصوص سے اُسکو یاد کیا ہے۔ کیا اس امیر المومنین اور خلافت راشدہ کے امیر المومنین مین آپ کوئی فرق بتلا سکتے ہین۔

ابھی اور آگے چلیے۔ اسی سلسلۂ خلفاے رسول مین۔ بنی فاطمیین۔ خلفاے مصر۔ انکے بعد خلفاے سلسلۂ ایوبیہ فاتحین شام و بیت المقدس۔ پھر اُن کے بعد خلفاے سلسلۂ عثمانیہ قسطنطنیہ بھی۔ جو قریب قریب چار سو برس تک مسند نشین خلافت رہے۔ اور ابھی چند سال پیشتر تک تمام ملکی و قومی اور مذہبی جرائد و صحائف مین اُنکے خلیفۃ المسلمین مطلق اور امیر المومنین برحق ہونے پر بڑی بڑی معرکۃ الآرا انجمنین گئین

بڑی بڑی پر زور تحریریں لکھی گئیں - اسی تعریف و توصیف میں کیوں نہ داخل کیے جائیں گے۔ تو گویا اس وقت اس بشارت ایزدی کا سلسلہ پورا ہونا تسلیم کرنا ہوگا اور اس بشارت کے سلسلہ میں ہر خلیفہ مسند نشین کے بعد "باقی دارد" کی یاد دہانی کا اضافہ کرنا ہوگا۔ خیریت ہوگئی کہ مصطفےٰ کمال پاشا غازی نے اس سلسلہ کو تمام کردیا اور خلافت کے نام ہی کو جریدہ سیاست سے محو کردیا۔ اب نہ کہیں خلافت رہی اور نہ کوئی خلیفہ۔ نہیں معلوم کہ خاتمۂ خلافت کے ساتھ یہ بشارت بھی تمام ہوگئی یا نہیں - العلم عند اللہ۔

بہر حال یہ تحریر تو شبلی صاحب کی تمہید حفظ ما تقدم کے جواب میں ایک مختصر سا جملہ معترضہ تھا جو ضرورتاً حائل ہوگیا۔ اس کا منقدانہ انکشاف حال کرکے پھر شبلی صاحب کی اس ترتیب خاص کے انداز نو ایجاد کو دکھلاتے ہیں - ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ تمام سیر و تاریخ کی ترتیب سے علیحدہ آپ نے اپنی کتاب میں یہ ترتیب اختیار فرمائی ہے۔ جتنی اسلامی تاریخ و سیرت کی کتابیں میرے پیش نظر ہیں۔ کم و بیش یا قریب قریب اتنی ہی کتابیں آپ کے مطالعہ و ملاحظہ میں بھی آئی ہوں گی۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان تمام کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی یہ ترتیب اختیار کی گئی ہے۔ علم تاریخ کے بیان میں آپ نے تاریخ ابن خلدون کا مقدمہ تو ضرور پڑھا ہوگا مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے اپنی کسی تالیف میں اس کی بڑی تعریف کی ہے - اس مقدمہ کو بار دگر مطالعہ فرمایا جاوے تو معلوم ہوجائے گا کہ موجدین علم تاریخ اور کاملین فن سیرت نے تدوین واقعات تاریخ و سوانحات سیرت کے کیا اصول مدون فرمائے ہیں۔ شاید ابن خلدون کا کوئی نسخہ (جیسا کہ میں خود دیکھ آیا ہوں) آپ کے کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ میں نہیں ہے - اسی وجہ و مجبوری سے سیرۃ النبیؐ کے مجلدات میں اس کے حوالے کم پائے جاتے ہیں۔ بہتر وہ نہیں تو صرف خاوند شاہ ہروی سمرقندی کی تاریخ روضۃ الصفا کا مقدمہ یا دیباچہ بھی آپ کی اطلاع کے لیے کافی ہوگا - اسی کو ملاحظہ کیا جائیگا تو معلوم ہوجائے گا کہ تدوین مضامین تاریخ و سیرت کے یہ خاص اصول مقرر کیے گئے ہیں کہ پہلے صاحب کتاب (ہیرو) کے تمام و کمال حالات و واقعات و سوانحات حیات جو مدعائے تاریخ و سیرت کی تعریف خاص کے اندر آتے ہوں ولادت کے روز سے لیکر وفات کے دن تک مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلمبند کیے جاتے ہیں۔ ان کے بعد اس کے عملیات جن میں دینیات۔ سیاسیات۔ اخلاقیات۔ غرض تمام محاسنات شامل ہیں مفصل اور مسلسل طریقہ سے یکے بادیگرے سلسلۂ تحریر میں بیان کیے جاتے ہیں - یہی جمہور مؤرخین و ارباب سیرت کا طریقہ تالیف ہے۔ جس پر متقدمین سے لیکر متاخرین تک کا برابر عملدرآمد ثابت ہے۔ شبلی صاحب نے یوروپین مصنفین کی تقلید میں اور اپنی سیرت کو فلسفہ تاریخ کی صورت میں لانے کی تمنائے شدید میں اس ترتیب و ترکیب خاص کا

نسخہ تیار کیا ہے - نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بہت سے واقعات قبل از وقوع قلمبند ہو گئے اور بہت سے ایسے حالات جو پہلے بیان ہونے چاہیے تھے - سب سے پیچھے بیان کیے گئے ہین - مثلاً وہ احکام حلال و حرام جو حجۃ الوداع مین نازل ہوئے ہین وہ ابھی سے احکام دینیات مین مندرج فرما دیے گئے ہین حالانکہ واقعیت کے اعتبار سے - سلسلۂ بیان مین حجۃ الوداع کا ابھی نام و نشان بھی نہین ہے تکمیل الاسلام اور اتمام نعمت ایمان کی کل بشارتین بیان فرما دی گئی ہین - حالانکہ اُن کا موقع نزول ابھی آگے آنے والا ہے -

اسی طرح سے بہت سے احکام دینی اور نظام قومی جو بہت قبل نفاذ پا چکے تھے اُن کے بیان سے اصل موقع اور مقام تو خالی چھوڑ دیے گئے ہین اور اُن سب کو بلا لحاظ و خیال ایام و سال اسی تفصیل مین اکٹھا کر دیا گیا ہے - مثلاً حرمت خمر کا بالتدریج حکم نزول جسکی ابتدا غزوہ احد سنہ ۳ ہجری سے بتلائی گئی ہے اور فتح مکہ سے قبل اُس کی قطعی ممانعت بتلائی گئی ہے - سنہ ۳ ہجری سے لیکر سنہ ۸ ہجری تک اُسکی بالتدریج حرمت و امتناع کی اصل کتاب مین کہین کوئی تفصیل موجود نہین ہے - یہ مواد جلد دوم کی اس تفصیل مین خلط بحث بنا کر اکٹھا کر دیا گیا ہے گویا سنہ ۳ ہجری کے واقعہ حرمت خمر کو سنہ ۹ ہجری سے بعد کے واقعات کی تفصیل مین بیان کیا گیا ہے -

اسی تفصیل مین حضرت علیؓ کی شراب خواری والی ناپاک روایت بھی ہے - جس کو ابوداؤد کی گندہ دماغی نے اپنے پراگندہ سلسلہ سے لکھا ہے اور آپ کے نجس قلم نے اُس کو نقل بھی کر دیا ہے - اس بنا پر سنہ ۲ یا سنہ ۳ ہجری کے واقعہ کو سنہ ۹ ہجری کے مابعد کے سلسلہ حالات مین بیان کیا ہے - ہمارا موجودہ سلسلۂ تنقید تو اس ناپاک روایت کی تردید و تکذیب کے لیے اسی وقت اور موقع پر مصر تھا لیکن ہم اُس کو دو وجہون سے آیندہ مضامین کی تفصیل تک اُٹھا رکھتے ہین - اور تو وہی کہ پھر سے ترتیب واقعات مین بھی آپ ہی کے ایسی بے ترتیبی اور بے ربطی پیدا ہو جائے گی - کیونکہ یہ واقعات احکام دینیات کے ذیل مین عملیات سے تعلق رکھتے ہین اور عملیات کا بیان جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین سوانحات کے بیانات کے بعد ہوتا ہے - اس بنا پر وفات کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ سلسلۂ بیان مین اس کے تنقیدی انکشافات مندرج کیے جائین گے -

دوسری وجہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی کتاب چھپتے ہی اس جھوٹی اور فتنہ انگیز روایت کی ملک و قوم مین اتنی دھجیان اُڑ چکی ہین کہ اُس کی موضوعیت و مصنوعیت کا بال تک باقی نہین چھوڑا گیا - فتنۂ شبلی کی دو تیار جلدین ملک و قوم کے ہاتھون ہاتھ پہنچ چکی ہین - اس لیے اُس کی تنقید و تردید کی اتنی

عجلت ضروری بھی نہین تھی آپ کی انھین بدترتیبون کو مدنظر کرکے ہم اپنے سلسلۂ بیان مین اُس ترکیب تفصیل سے علٰحدہ ہونا کسی طرح پسند نہین کرتے جس کو ہم چالیس برسون سے اپنے سوانحات کی ترتیب تالیف مین قائم رکھ چکے ہین اس لیے کہ ہم نے سیرت کو منطق اور تاریخ کو فلسفہ بنانے کی اُلٹی منطق نہین پڑھی ہے

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

شبلی صاحب اس کی تفصیلی کیفیت حسب ذیل قلمبند فرماتے ہین

سال آخر حجۃ الوداع - اختتام فرض نبوت - ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری مطابق فروری ۶۳۲ء

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم	اللہ کے نام سے شروع کرتا ہون جو مہربان اور رحیم ہے
اذا جاء نصراللہ والفتح ورایت الناس	جب خدا کی فتح آگئی اور مکہ فتح ہو چکا اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا
یدخلون فی دین اللہ افواجاً فسبح	کے دین مین فوج کی فوج داخل ہو رہے ہین تو خدا کی تسبیح پڑھ
بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توّاباً	اور استغفار کر - خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے -

بظاہر خیال ہوتا ہے کہ نصرت و فتح کے مقابلہ مین شکر کی ہدایت ہونی چاہیے - تسبیح و استغفار سے فتح کو کیا مناسبت ہے - اس بنا پر ایک صحبت مین حضرت عمر نے صحابہ سے اس آیت کے معنی پوچھے تو لوگون نے مختلف معنی بتلائے - حضرت عمر نے عبداللہ بن عباس کی طرف دیکھا وہ کمسن تھے - جواب دیتے جھجھکتے تھے جب حضرت عمر نے ڈھارس بندھائی - تو انھون نے کہا کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کی قربت وفات کا اعلان ہے کہ استغفار کے لیے مخصوص ہے -

حضرت عبداللہ بن عباس کی توجیہ اور آپ کی تفصیل کے تسلیم کرلینے مین ہمین کوئی عذر نہین ہے مگر تاہم اتنا انکشاف حقیقت ضروری ہے کہ آیا حقیقتاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لیے استغفار کی ضرورت تھی یا نہین اس لیے کہ آپ اسلام کے عقائد مسلمہ کے موافق معصوم تھے - پھر جب ارتکاب معصیت آپ سے ممکن نہین تو استغفار کی کیا ضرورت تھی - شبلی صاحب نے توجیہ بھی لکھ دی - تفصیل بھی کر دی - مگر مسئلہ کے اس پہلو پر نظر نہ ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ عصمت رسول کے متعلق آپ اُس گروہ کے ہمخیال ہین جو رسولؐ کو جائز الخطا قرار دیتا ہے - غالباً اس کے انکشاف حقیقت سے آپ کا سکوت اسی خیال خاص پر مبنی ہے - اس لیے ہم کو اس کی نسبت یہ لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ اگر حقیقتاً آپ کا ایسا خیال ہے تو اسلام کے عقیدہ مسلمہ کے سراسر خلاف ہے -

اس آیہ وافی ہدایہ میں حکم استغفار بغرض تمثیل تعمیم اور بطریق تکمیل تعلیم آیا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ ہم نے تجھ کو اے پیغمبر کھُلی کھُلی فتح عنایت کی تیرے قبل و آخر کے تمام گناہوں کو بخشدیا۔ سورۂ فتح جز ۲۶

میں۔حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدور معصیت قطعی ممنوع ہے۔ان آیات میں جو ذکر استغفار ہے وہ محض عام لوگوں کی تعلیم و تلقین کی خاص ضرورت سے بتلایا گیا ہو کہ باوجود معصوم ہونے کے بھی تم خود طریقہ استغفار دکھلا کر اور یہ بتلا کہ گنہگاران امت کو آمرزش معاصی کے لیے بارگاہ ایزدی سے طلب استغفار کی تعلیم کرو کہ اُن کے یہ طرز عمل اور ترکیب توبہ و انابت تمھارے ارشاد وہدایت کے مطابق اُن کی نجات اور عفو جرائم کا ذریعہ و وسیلہ قائم ہوں۔ انھیں دو مقامات پر منحصر نہیں۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم استغفار آیا ہے اُس سے یہی مراد ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرے معنی نہیں۔ فافہم فتدبر۔

اس کے بعد شبلی صاحب اپنے سلسلۂ بیان میں لکھتے ہیں۔

اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رحلت کا زمانہ قریب آگیا اس لیے اب ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصول سیاسی کا مجمع عام میں اعلان کر دیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے زمانہ سے ابتک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ایک مدت تک تو قریش سدراہ رہے۔صلح حدیبیہ کے بعد موقع ملا۔لیکن مصالح ملکی اس کے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر میں ادا کیا جائے۔ بہر حال۔ذیقعدہ میں اعلان ہوا کہ آنحضرت صلعم بارادۂ حج مکہ تشریف لیے جا رہے ہیں۔ یہ خبر دفعۃً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کے لیے تمام عرب اُمنڈ آیا۔ سنیچر کے دن ذیقعدہ کی ۲۶۔ تاریخ کو آپ نے غسل فرمایا اور چادر۔ تہمد باندھی۔نماز ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔اور مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر۔ ذوالحلیفہ ایک مقام ہے جو مدینہ کی مضافات سے ہے یہاں پہونچکر شب بھر اقامت فرمائی۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے جسم مبارک میں عطر لگایا۔اس کے بعد آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر ناقۂ قصوا پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

لبیک لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک — اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں

ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک — تعریف و نعمت سب تیری ہے۔ ملک و سلطنت تیری ہے کوئی تیرا شریک نہیں

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے راوی ہین اُن کا بیان ہے کہ مین نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے[1] دائین بائین جہان تک نظر کام کرتی تھی آدمی کا جنگل نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلعم لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام دشت وجبل گونج اُٹھتے تھے۔

فتح مکہ مین آپ نے جن منازل مین نماز ادا کی تھی۔ وہان برکت کے خیال سے لوگون نے مسجدین بنائی تھین۔ آنحضرت صلعم اُن مساجد مین نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ سَرِف مین پہونچکر غسل فرمایا۔ دوسرے دن۔ اتوار کے روز ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ مین داخل ہوئے۔ مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر۔ نو دن مین طے ہوا خاندان ہاشم کے لڑکون نے آمد آمد کی خبر سُنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ آپ نے فرط محبت سے اونٹ پر کسی کو آگے کسی کو پیچھے بٹھالیا۔ کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اے خدا اس گھر کو اور عزت وشرف دے۔ پھر کعبہ کا طواف کیا طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم مین دوگانہ ادا کیا اور یہ آیت پڑھی۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک	خدا کے سوا کوئی معبود نہین۔ اوس کا کوئی شریک نہین۔ اُسی کے لئے
ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شئ قدیر	سلطنت ملک اور حمد ہے اور وہ تمام چیزون پر قادر ہے۔ کوئی خدا
لا الٰہ الا اللہ وحدہ وانجز وعدہ ونصر	نہین۔ مگر وہ اکیلا خدا ہے اوسنے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور

[1] حاشیہ مین حدیث جابرؓ کی نسبت مرقوم ہے۔ ابوداؤد اور مسلم مین حجۃ الوداع کا واقعہ نہایت تفصیل سے مذکور ہے۔ جس کا (کی) شان نزول یہ ہے کہ حضرت امام باقرؑ نے حضرت جابرؓ سے جب وہ نابینا ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلعم کے حج آخر کا حال پوچھا۔ حضرت جابر نے آل رسولؐ کی محبت سے امام باقر کے گریبان کے تکمے کھولے اور اونکے سینہ پر محبت سے ہاتھ رکھکر کہا۔ بھتیجے پوچھ تو کیا پوچھتا ہے؟ پھر نہایت تفصیل سے حج نبوی کے تمام حالات بیان کئے۔

حافظ ابن حجر نے امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبداللہ انصاری سے ملاقات کی یہ تفصیلی کیفیت لکھی ہے ہے انہ قال لہ وھو صغیر رسول اللہ صلعم یسلم علیک فقیل لہ وکیف ذلک قال وکنت جالسا وعندہ الحسین فی حجرہ وہو یلاعبہ فقال یا جابر یولد لہ مولود اسمہ علی اذا کان یوم القیامۃ نادی منادی لیقم سید العابدین فیقوم ولدہ ثم یولد لہ ولدہ اسمہ محمد فان ادرکتہ یا جابر فاقراہ منی السلام جابر رضی اللہ عنہ امام باقر علیہ السلام سے کہنے لگے درانحالیکہ وہ بھی نہایت صغیر السن تھے کہ جناب سرور عالم صلعم نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حاضرین نے پوچھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جابر بولے کہ مین ایک روز آپکی خدمت مین بیٹھا تھا اور امام حسینؑ علیہ السلام آپکی گود مین کھیل رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ حسینؑ کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام علی رکھا جائے گا قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ سید العابدین اُٹھین اوس وقت امام حسینؑ کا یہ بیٹا اُٹھے گا پھر اُس کا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ اے جابرؓ اگر تم اوس وقت تک زندہ رہو تو اوس سے میرا سلام کہنا ۱۲۔ مولف عفی عنہ

عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ	اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔

صفا سے اُتر کر مروہ پر تشریف لائے۔ یہاں بھی دعا و تہلیل کی۔ اہل عرب ایام حج مین عمرہ ناجائز سمجھتے تھے صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہو کر آپ نے اُن لوگون کو جنکے ساتھ قربانی کے جانور نہین تھے عمرہ تمام کرکے احرام اُتار دینے کا حکم دیدیا۔ بعض صحابہ نے گزشتہ رسوم مالوفہ کی بنا پر اس حکم کی بجاآوری مین معذرت کی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو مین بھی ایسا ہی کرتا۔

حضرت علیؑ حجۃ الوداع سے کچھ پہلے یمن بھیجے گئے تھے۔ اُسیوقت وہ یمنی حاجیون کا قافلہ لیکر مکہ مین وارد ہوئے چونکہ اُن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لیے اُنھون نے احرام نہین اُتارا۔

مرقومہ بالا عبارت حضرت علیؑ کے ذکر تک تو آپ نے حدیث و تاریخ کے ماخذون کا صحیح نقل و ترجمہ کیا حضرت علیؑ کا ذکر آیا۔ اور آپ کا قلم حقیقت نگاری سے گھوم گیا۔ آپ کے یہ الفاظ کہ "چونکہ ان کے (حضرت علیؑ کے) ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ اس لیے اُنھون نے احرام نہین اُتارا" بالکل۔ واقعیت۔ اصلیت حقیقت کے خلاف ہے حالانکہ حضرت علیؑ کا اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لانا۔ کسی حدیث و تاریخ مین نہین ہے اور نہ آپنے اپنی اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان دیا ہے۔ نسائی اور ابو داؤد کے دونون حوالے جو حاشیہ مین درج ہین وہ اوپر کی عبارتون کے متعلق ہین۔ اس سے کوئی واسطہ نہین۔ یہ امور صاف بتا رہے ہین کہ یہ فقرہ آپکی مخترعات سے ہے جو آپ نے اپنی قدیم عادت استخفاف خصائص و فضائل علی کی خاص ضرورت سے لکھا ہے۔ اب اسکے خلاف پہلے تاریخ ابن ہشام کی عبارت مین اسکی حقیقت ملاحظہ ہو۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو نجران (یمن) کی
کان بعث علیا الی نجران فلقیہ بمکۃ وقد	طرف بھیجا تھا جب وہ وہان سے لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے
احرم فدخل علی فاطمۃ فوجدھا قد حلت	حضرت سے مکہ مین ملاقات کی اور جناب سیدہ کو دیکھا کہ احرام سے نکلنے
وتھیأت فقال مالک یا بنت رسول اللہ	کی تیاری کر رہی ہین جناب امیرؑ نے کہا اے رسول اللہ کی بیٹی
صلعم قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ	تم نے کیون احرام کھول دیا ہے۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ ہمکو حضرت
وسلم ان نحل بعمرۃ فحللنا قال ثم اتی رسول اللہ	نے عمرہ کے احرام کے کھولنے کا حکم دیا ہے اسلئے ہم نے احرام کھولدیا ہے
فلما فرغ من الخبر عن سفرہ قال لہ رسول اللہ	جناب امیرؑ حضرت صلعم کے پاس گئے جب سفر کی حالت حضرت سے عرض کر چکے
انطلق فطف بالبیت وحل کما حل اصحابک قال یا	تو حضرت نے فرمایا جاؤ طواف کرکے اپنے دوستون کیطرح تم بھی احرام
رسول اللہ انی قلت حین احرمت اللھم انی	کھولڈالو جناب امیرؑ نے گذارش کی کہ ہم نے احرام باندھنے کے وقت

احل بما احل بہ نبیک وعبدک ورسولک قال
فہل معک من ہدی قال لا فاشرکہ
رسول اللہ ص فی ہدیہ وثبت علی احرامہ
مع رسول اللہ ص حتی فرغ من الحج ونحر
رسول اللہ صلعم عنہ۔

دعا کی تھی کہ اے پروردگار جس طرح تیرا نبیؐ۔ تیرا بندہ اور تیرا رسولؐ
احرام کھولیگا اُسیطرح مین بھی اپنا احرام کھولونگا آنحضرت صلعم نے
پوچھا تمھارے پاس قربانی کی کوئی چیز ہے۔ کہا نہین پس حضرتؐ نے جناب
امیر کو بھی اپنی قربانی مین شریک کر لیا۔ اور جناب امیر بدستور سابق
جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے احرام باندھے رہے یہانتک کہ
آنحضرت صلعم نے حج سے فارغ ہو کر جناب امیرؑ کی طرف سے بھی قربانی کی۔

مرقومۂ بالا شاہد تاریخی سے جناب علی مرتضیٰ کا قربانی کے اونٹ اپنے ہمراہ نہ لانا پورے طور سے ثابت ہو گیا قیامت انگیز تعجب تو یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ تو بذات خاص جناب رسولخدا صلعم کے سامنے انکار فرماتے ہین کہ میرے پاس قربانی کے لیے کوئی چیز نہین لیکن شبلی صاحب اقرار کرتے ہین اور چودہ سو برس کے بعد بتلاتے ہین کہ قربانی کی اشیاء یعنی اونٹ وہ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ یہ ہے شبلی صاحب کی حقیقت نویسی۔

مرقومۂ بالا عبارت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اپنی قربانی کراونٹون مین شریک کر لیا۔ اب اس مشارکت کی تفصیل بھی صحیح مسلم کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

عن جابر قال نحر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ثلاثا وستین بدنۃ واعطا
علیا المنحر فنحر ما غبر منہا واشرکہ فی ہدیہ
ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی
قدر فطبخت فاکلا من لحمہا وشربا
من مرقہا۔

جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست
مبارک سے ترسٹھ اونٹ قربانی کئے۔ انکے علاوہ جسقدر کہ قربانی کے
اونٹ رہ گئے تھے اون کی قربانی کے لیے حکم دیا اور برچھا دیا اور انکو اپنی
قربانی مین شریک کیا۔ پھر ہر ایک اونٹ مین سے تھوڑا سا گوشت کاٹ
لینے کا حکم دیا۔ پس وہ ایک ہنڈیا مین پکوا کر دونوں صاحبون نے کھایا
اور اوس کا شوربا پیا

پھر اُسی صحیح مسلم مین ایک دوسری حدیث یہ ہے۔

عن علیؑ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ان اقوم علی بدنۃ
وان اصدق بلحمہا وجلودہا وان لا
اعطی الجزار منہا شیئاً۔

جناب امیر علیہ السلام کہتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
مجھے اپنے اونٹ کی قربانی کیلئے حکم دیا اور فرمایا کہ اس کا تمام گوشت
اور پوست خیرات کردو اور قصاب کو اس مین سے کوئی چیز نہ دی جاوے
جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ ہم قصاب کو اپنی طرف سے دیتے ہین۔

اب کتاب کے ناظرین کو عموماً اور معتقدین شبلی صاحب کو خصوصاً یہ بھی دکھلا دینا چاہتے ہین کہ حضرت علیؑ مرتضٰی نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس احسان کی یاد کو اپنی تمام عمر تک زندہ اور قائم رکھا۔ مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح ترمذی مین ہے۔

عن علی امرنی رسول اللہ صلعم ان اضحی عنہ ابداً فکان یضحی عنہ الی ان استشہد بکبشین املحین۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ مجھے جناب رسول اکرم صلعم نے اپنی طرف سے ہمیشہ قربانی کرنے کا حکم دیا تھا پس جناب امیرؑ اپنی شہادت تک آنحضرت صلعم کی طرف سے دو چتلے مینڈھے ہمیشہ قربانی کیا کرتے تھے۔

یہ نکتہ بھی ضرور ملحوظ خاطر رہے۔ اس حدیث کے تحت مین محمد ابن شہاب الزہری جنھون نے سب سے اول بحکم عمر بن عبدالعزیز حدیث کو مدون کیا ہے لکھتے ہین۔

انما خص علیاً بذلک دون اقاربہ واھلہ لقربتہ فکانہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فعل بنفسہ۔

جناب رسول خدا صلعم نے اپنے تمام اقارب و ازواج کے سوا جناب علیؑ مرتضٰی کو اس قربانی کیلئے بوجہ انکی قرابت قریبہ کے مخصوص فرمایا ہے اسلئے کہ جناب امیرؑ کا قربانی کرنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قربانی کرنا تھا۔

یہ سب تفصیل کتاب ارجح المطالب سنہ ۱۳۱۵ھ صفحہ ۵۳۳ مین مندرج ہے کبھی ممکن تھا کہ شبلی صاحب ایسی مرویات حدیث و تاریخ کی تصریح فرماتے جس سے حضرت علیؑ کے فضائل مخصوص معلوم ہوتے ان ھذا لمن ابعد الابعاد آپ نے تو اپنی تحریر مین واقعیت ہی کو بالکل معکوس فرما دیا تھا۔ مگر ہم پھر وہی عرض کرینگے۔ وہی حقیقت تھی جو نہ چھپ سکی۔ اور آخر ظاہر ہو گئی۔

اس کے آگے شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

جمعرات کے روز آٹھوین تاریخ کو آپ نے تمام مسلمانون کے ساتھ منٰی مین قیام فرمایا دوسرے دن نوین ذی الحجہ جمعہ کے روز نماز پڑھکر منٰی سے روانہ ہوئے۔ قریش کا معمول تھا کہ جب مکہ سے حج کے لیے نکلتے تھے تو عرفات کے بدلے مزدلفہ مین مقام کرتے تھے جو حرم کے حدود مین تھا۔ ان کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا کسی اور مقام مین مناسک حج ادا کیے تو اُن کی شان یکتائی مین فرق آجائیگا۔ لیکن اسلام کو جو مساوات تمام قائم کرنی تھی۔ اُس کے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہین بھی جاسکتی تھی۔ اس لیے خدا نے حکم دیا۔

ثم افیضوا من حیث افاض الناس، آپ بھی عام مسلمانون کی طرح عرفات مین آئے اور یہ اعلان کر دیا۔

قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراھیم۔

اپنے مقدس مقامات مین ٹھہرے رہو کہ تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر ہو۔

یعنی عرفات میں حاجیوں کا قیام حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے اور انھیں نے اس مقام کو اس غرض خاص کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے۔ وہاں آپ نے ایک کمل کے خیمہ میں قیام فرمایا دوپہر ڈھل گئی تو ناقہ پر (جس کا نام قصوا تھا) سوار ہو کر میدان میں آئے اور ناقہ کے اوپر ہی سے خطبہ دیا۔ آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم کو مٹا دیا اسلیے آپ نے فرمایا۔

الا کل شیٔ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع — ہاں، آج جاہلیت کے تمام دستور میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد باب الاشہر الحرام و حجۃ النبی

تکمیل انسان کی منزل میں سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا۔ جو دنیا کی قوموں نے تمام مذاہب نے تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم رکھا تھا۔ سلاطین سایہ یزدانی تھے جن کے آگے کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں تھی۔ اور مذہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا۔ شرفاء ذلیلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی۔ غلام آقا کے ہمسر نہیں ہو سکتے تھے۔ آج یہ تمام تفرقے۔ تمام امتیازات۔ یہ تمام حدبندیاں دفعۃً ٹوٹ گئیں۔

لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی کلکم ابناء آدم و آدم من تراب عقد الفرید خطبۂ نبوی — عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم خاک سے بنے ہیں۔

ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ ارقائکم ارقائکم اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون (ابن ہشام) — مسلمان مسلمان بھائی ہیں (طبری و ابن اسحاق) تمھارے غلام تمھارے غلام، جو خود کھاؤ وہ انھیں کھلاؤ جو خود پہنو انھیں پہناؤ

خون جاہلیت کی معافی

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تھا تو اس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی یہ فرض باقی رہتا تھا۔ اور اس بنا پر لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہو جاتا تھا۔ اور عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی۔ یہ سب سے قدیم رسم عرب کا مقدم فخر خاندان کا پُرفخر مشغلہ برباد کیا جاتا ہے اور اس کے لیے نبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ آپ پیش کرتا ہے۔

ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضعہ من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحرث (بخاری و مسلم و ابوداؤد) — جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کر دیے گئے۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں

ف ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب کا ایک بیٹا ایاس نامی تھا وہ قبیلہ بنی سعد میں پرورش پا رہا تھا کہ ہذیل نے اس کو قتل کر ڈالا تجرید الکلم بخاری ابوداؤد

سود کی قطعی ممانعت عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جس سے غربا کا ریشہ ریشہ جکڑا تھا۔ اور ہمیشہ کے لیے وہ اپنے قرضخواہوں کے غلام بن گئے تھے۔ آج وہ دن ہے کہ اس کا تار تار الگ کر دیا گیا۔ اس فرض کی تکمیل کے لیے بھی معلم برحق سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کو پیش کرتا ہے۔

وربا الجاھلیۃ موضوع واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب۔ (مسلم وابوداؤد) جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے۔ اور میں سب سے پہلے اپنے خاندان میں عباس ابن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

حقوق نسوانی کی مراعات آج تک عورتیں مردوں کی جائداد منقولہ تھیں جو قمار بازیوں میں داؤں پر چڑھا دی جاسکتی تھیں۔ آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہ مظلوم۔ یہ صنف لطیف اور یہ جوہر نازک قدر دانی کا تاج پہنتا ہے۔

فاتقوا اللہ فی النساء (مسلم وبخاری) ان لکم نساءکم حقا ولھن علیکم حقا (طبری وابن ہشام) عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

قتل وخونریزی کی ممانعت عرب میں جان ومال کی کچھ حقیقت نہیں تھی۔ اور نہ کوئی قیمت۔ جو شخص جس کو چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا۔ آج امن وسلامتی کا بادشاہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام سناتا ہے۔

ان دماءکم واموالکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا الی یوم تلقون ربکم (بخاری مسلم وابوداؤد) آج سے تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور وہ لقائے خدا کے وقت تک حرام رہیں گے۔

اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذہب دنیا میں پیدا ہوئے۔ لیکن اُن کی بنیاد خود صاحب شریعت کے تحریری اصول پر نہ تھی۔ اُن کو خدا کی طرف سے جو ہدایتیں ملی تھیں۔ بندوں کی ہوس پرستیوں نے اُن کی حقیقت گم کر دی تھی۔ ابدی مذہب کا پیغمبر اپنی زندگی کے بعد آیات ربانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی امت کو سپرد کرتا ہے اور تاکید کرتا ہے۔

وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔ (صحاح) میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے اوس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز کیا ہے۔ کتاب اللہ۔

اس کے بعد آپ نے چند اصولی احکام کا اعلان فرمایا۔

ان اللہ عزوجل قد اعطی کل ذی حق حقہ خدا نے ہر حقدار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا۔

فلا وصیۃ لوارث — اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر وحسابهم علی الله — لڑکا اوسی کا ہے جسکے بستر پر پیدا ہو۔ زنا کار کے لئے پتھر ہے اور اون کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

من ادعی الی غیر ابیه وانتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة الله — جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسبت سے ہونیکا دعوی کرتا ہو اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اوسپر خدا کی لعنت ہے۔

الا لا یحل لامراۃ ان تعطی من مال زوجها شیئا الا باذنه۔ — اب عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اوسکی اجازت بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔

الدین مقضی والعاریة مؤداة والزعیم غارم۔ — قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

یہ فرما کر آپ نے مجمع کی طرف خطاب کیا۔

انتم مسئولون عنی فما انتم قائلون (مسلم وابوداؤد) — تم سے خدا کے یہاں میری نسبت پوچھا جائیگا تم کیا جواب دو گے

صحابہ نے عرض کی۔ ہم کہیں گے آپ نے خدا کا پیغام پہونچا دیا۔ اپنا فرض ادا فرمایا۔ (یہ سنکر) آپنے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا۔

اللهم اشهد اللهم اشهد اللهم اشهد (مسلم وابوداؤد) — خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔

عین اس وقت جب آپ یہ فرض نبوت ادا کر رہے تھے۔ یہ آیت اتری۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا — (بخاری مسلم وابوداؤد) — آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو انتخاب کر لیا۔

شبلی صاحب۔ آپ بخاری۔ مسلم اور ابوداؤد کے حوالہ سے نزول آیہ اکملت لکم کا یہ موقع بتلاتے ہیں لیکن حافظ ابونعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی۔ حموینی۔ ابن مغازلی۔ نطنزی۔ حسکانی وغیرہم اس کا کوئی اور موقع بتلاتے ہیں۔ جو عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ ابھی ہم آپکی عبارت کے سلسلہ نقل کو منتشر کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے آگے تحریر ہوتا ہے۔

ملہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم کا یہ حکم فاطمہؑ کی وراثت کے لئے نہیں تھا۔ اور نحن معاشر الانبیاء والی حدیث، جسکے سننے والے اور بیان کرنیوالے اکیلے حضرت ابوبکر تھے شاید اس حکم سے مستثنیٰ تھی۔ فافہم فتدبر۔ مولف عفی عنہ

نہایت عبرت انگیز اور حسرت خیز یہ منظر تھا کہ شہنشاہ عالم جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمان ربانی کا اعلان کر رہا تھا اوس کے تخت شاہی کی مسند و قالین (کجاوہ اور عرقگیر) ایک روپیہ کی قیمت سے زیادہ کا نہیں تھا خطبہ سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت بلال رضؓ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔ پھر سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ رو دعا میں مصروف ہوئے جب آفتاب ڈوبنے لگا تو آپنے وہاں سے چلنے کی تیاری کی حضرت اُسامہ بن زید کو اونٹ پر پیچھے بٹھا لیا۔ آپ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ اُسکی گردن کجاوے میں آکر لگتی تھی لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا۔ لوگوں کو دست راست سے اور بخاری میں ہے کہ کوڑے سے آپ اشارہ کرتے جاتے تھے کہ آہستہ آہستہ۔

السکینۃ ایہا الناس السکینۃ ایہا الناس — لوگو آہستہ۔ لوگو آہستہ (بخاری و مسلم و ابوداؤد)

اثنائے راہ میں ایک جگہ اُتر کر طہارت کی۔ اُسامہ نے کہا۔ یا رسول اللہ ؐ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ فرمایا نماز کا موقع آگے آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تمام قافلے کے ساتھ مزدلفہ پہونچے۔ یہاں پہلے مغرب کی نماز پڑھی اسکے بعد لوگوں نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جا کر سواریوں کو بٹھایا ابھی سامان کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً نماز عشا کی تکبیر ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آپ نے آرام فرمایا۔ بیچ میں روزانہ دستور کے خلاف عبادت شبانہ کیلئے بیدار نہوئے محدثین نے لکھا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس میں آپنے تہجد کی نماز ادا نہیں کی۔ کفار قریش مزدلفہ سے اُس وقت کوچ کرتے تھے جب آفتاب پورا نکل آتا تھا اور آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ چمکنے لگتی تھی اُس وقت باواز بلند کہتے تھے۔ کوہ بثیر دھوپ سے چمک جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رسم کے ابطال کے لیے سورج نکلنے سے پہلے ہی یہاں سے کوچ کر دیا یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور سنیچر کا دن تھا فضل ابن عباس آپکے برادر عم زاد آپکے ساتھ ناقہ پر سوار تھے اہل حاجت دائیں بائیں حج کے مسائل دریافت کرنے کیلئے آ رہے تھے۔ آپ جواب دیتے جاتے تھے۔ اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے

مسائل و احکام متفرقہ کی تعلیم

وادی محسر کے راستے سے آپ جمرہ کے پاس آئے ابن عباس سے جو اُس وقت تک کمسن تھے فرمایا مجھے کنکریاں چن کر دو۔ آپنے کنکریاں پھینکیں اور لوگوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا۔

ایاکم والغلو فی الدین فانما اھلک — مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوگئیں

اسی اثنا میں آپ یہ بھی فرماتے جاتے تھے ـــ

لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذا۔ — حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا شاید کہ اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی بھی نوبت آئے (مسلم و ابوداؤد)

یہان سے فارغ ہو کر منیٰ کے میدان مین تشریف لائے ۔ داہنے بائین آگے پیچھے تقریباً ایک لاکھ مسلمانون کا مجمع تھا مہاجرین داہنے انصار بائین اور بیچ مین عام مسلمانون کی صفین تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ پر سوار تھے ۔ حضرت بلال رضؓ کے ہاتھ مین ناقہ کی مہار تھی ۔ حضرت اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے تھے ۔ اور کپڑا تان کر سایہ کیے ہوئے تھے ۔ آپ نے نظر اُٹھا کر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے ۲۳ سالہ نتائج نگاہون کے سامنے تھے ۔ زمین سے آسمان تک قبول و اعتراف حق کا نور ضو فشان تھا ۔ دیوان قضا مین انبیاء سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارنامون پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہو رہی تھی اور دنیا اپنی تحقیق کے لاکھون برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی زبان سے سن رہی تھی ۔ عین اسی عالم مین زبان حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام و دہن مین زمزمہ پرداز ہوئی ۔ اب ایک نئی شریعت ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز تھا ۔ اس بنا پر ارشاد فرمایا ۔

ان الزمن قد استدار کہیئۃ یوم خلق اللہ السموات والارض ۔ — ابتدا مین خدا نے جب زمین و آسمان کو پیدا کر دیا زمانہ پھر پھرا کر اسی نقطہ پر آگیا ۔ (بروایت ابوبکرہ)

ابراہیم خلیل اللہ کا طریق عبادت (حج کا موسم) اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا ۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ مین کسی قسم کی خونریزی جائز نہین تھی ۔ اس لیے عربوں کے خون آشام جذبات حیلہ جنگ کے لیے اُسکو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے آج وہ دن آیا کہ اس اجتماع عظیم کے لیے اشھر حرم کی تعیین کر دی جائے ۔ آپ نے فرمایا ۔

السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ذوالقعدۃ وذوالحجۃ ومحرم ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان — سال کے بارہ مہینے ہین جن مین چار مہینے قابل احترام ہین تین تو متواتر مہینے ہین ۔ ذیقعدہ ذی الحجہ محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ جو جمادی اور شعبان کے بیچ مین ہے ۔

آپس کی خونریزی سے اجتناب کا حکم

دنیا مین عدل و انصاف اور جور و ستم کا محور صرف تین چیزین ہین ۔ جان ۔ مال اور آبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل خطبہ مین ۔ گو ان کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے لیکن عرب کے صدیون کے زنگ دور کرنے کے لیے مکرر تاکید کی ضرورت تھی ۔ آج آپ نے اسکے لیے عجیب انداز بلیغ اختیار کیا ۔ لوگون سے پوچھا آج کون سا دن ہے ۔ لوگون نے عرض کی خدا اور اُس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ دیر تک چپ رہے ۔ لوگ سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور نام لین گے ۔ دیر تک سکوت فرمانے کے بعد فرمایا ۔ آج قربانی کا دن ہے ۔ لوگون نے کہا ۔ ہان بیشک ہے ۔ پھر پوچھا یہ کون مہینا ہے ؟ تو لوگون نے پھر وہی جواب دیا ۔ آپ نے اسی طرح دیر تک سکوت فرمایا پھر کہا ذی الحجہ نہین ہے ؟ لوگون نے عرض کی ہان بیشک ہے

پھر پوچھا یہ کون شہر ہے؟ لوگون نے بدستور جواب دیا آپ نے اسی طرح دیر تک سکوت کے بعد فرمایا کیا یہ بلدۃ الحرام نہین ہے؟ لوگون نے عرض کی ہان بیشک ہے - جب سامعین کے دل مین یہ خیال پورے طور سے جاگزین ہو چکا کہ آج کا دن بھی - مہینہ بھی اور خود شہر بھی محترم ہے یعنی اس دن اس مہینہ اور اس مقام مین جنگ اور خونریزی جائز نہین تو فرمایا -

فان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام
تمھارا خون - تمھارا مال اور تمھاری آبرو تا قیامت اسیطرح محترم ہے

کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا و فی بلدکم ھذا
جس طرح یہ دن - یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہے (بروایت ابوبکرہ)

قومون کی بربادی ہمیشہ آپس کی جنگ وجدال اور باہمی خونریزیون کا نتیجہ رہی ہے وہ پیغمبر جو ایک لازوال قومیت کا بانی بنکر آیا ہے اس نے اپنے پیروون سے بآواز بلند کہا -

الا لا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم
ہان میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو

رقاب بعض وستلقون ربکم فیسئلکم عن
تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمھارے

اعمالکم (بروایت ابوبکرہ)
اعمال کی بازپرس کرے گا -

ظلم و ستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان مین کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اس جرم کا مجرم قانونی . . . سمجھا جاتا تھا اور اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانے کی صورت مین بادشاہ کا اس خاندان سے جس پر قابو چلتا تھا اس کو سزا دیتا تھا - باپ کے جرم کے بدلے بیٹے کو سولی دی جاتی تھی اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اٹھانا پڑتا تھا یہ سخت ظالمانہ قانون تھا - جو مدت سے دنیا پر حکمران تھا اگرچہ قرآن مجید نے

لا تزر وازرۃ وزر اخری
ایک دوسرے کے بار کا ذمہ دار نہین ہے

کے وسیع قانون کے رو سے اس ظلم کی ہمیشہ کے لیے بیخکنی کر دی تھی لیکن اسوقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نیا نظم سیاست ترتیب دے رہا تھا - اس اصول کو فراموش نہین کر سکتا تھا - آپ نے فرمایا -

الا لا یجنی جان الا علی نفسہ لا یجنی جان
ہان مجرم صرف اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے - ہان باپ کے جرم کا بیٹا

علی ولدہ ولا مولود علی والدہ - (ابن ماجہ ترمذی)
ذمہ دار نہین اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہین ہے -

عرب کی بدامنی اور نظام ملکی کی برتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا اپ مدعی تھا اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لیے ننگ و عار جانتا تھا ارشاد ہوا -

ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقودکم بکتاب اللہ
اگر کوئی حبشی بنی بریدہ (نکٹا) غلام بھی تمھارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب

فاسمعوا له واطیعوا ۔ (مسلم) کے مطابق لے چلے تو اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔

ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ اسوقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کے لیے ملت ابراہیمی کا مرکز بن چکا تھا اور فتنہ پرداز قومیں پامال ہو چکی تھیں ۔ اس بنا پر آپ نے ارشاد فرمایا ۔

الا ان الشیطان قد ایس ان یعبد فی بلدکم هذا ابدا ولکن ستکون له طاعة فیما تحتقرون من اعمالکم فسیرضی به ۔ (ابن ماجہ و ترمذی)

ان شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمھارے شہر میں اسکی پرستش نہیں کی جائیگی ۔ لیکن البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں تم اسکی پیروی کروگے ۔

سب سے آخر میں آپ نے اسلام کے فرض اولین یاد دلائے ۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنة ربکم (زاد المعاد)

اپنے پروردگار کو پوجو ۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھو ۔ مہینہ بھر کا روزہ رکھو اور میرے احکام کی متابعت کرو خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤگے ۔

مکہ معظمہ سے روانگی

۱۳۔ ذی الحجہ شنبہ کے دن زوال کے بعد آپنے یہاں سے نکلکر وادی محصب میں قیام کیا اور یہی مقام پر آرام فرمایا پچھلے پہر اٹھکر مکہ معظمہ تشریف لیگئے اور خانۂ کعبہ کا آخری طواف کر کے وہیں صبح کی نماز ادا کی اس کے بعد قافلہ اسیوقت اپنے اپنے مقام کو روانہ ہو گیا اور آپ نے مہاجرین وانصار کیساتھ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی ۔

مقام خم (غدیر) میں قیام ۔

شبلی صاحب کی سریع القلمی کا یہ خاص الخاص مقام ہے ۔ غدیر خم کا خاص موقع اور اس موقع خاص کا معرکۃ الآرا واقعہ اور اُس کا ذکر و مذکور اشارۃً و کنایتاً بھی بالکل نا مطبوع خاطر ہے کیا ہوا کیسے ہوا ۔ کچھ بھی نہیں ۔ گویا یہ نہ کوئی موقع تھا اور نہ یہ کوئی واقعہ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی غرض وغایت کے لیے اس کی تفصیل بجید مضر ۔ اس بنا پر شبلی صاحب نے اس خار دار وادی کو بڑی پھرتی سے طے کر دیا ہے اور اس موقع کے اُن تمام واقعات کو جن پر آیات قرآنی ۔ کے نصوص شاہد ہیں اپنی خود غرضی کی رواروی میں مرفوع القلم فرماتے چلے گئے ہیں ۔ کوتہ قلمی اور استخفاف رقمی اتنی اختیار کی گئی ہے کہ خم غدیر کے قیام کو علیحدہ نہیں لکھا ۔ سلسلہ کے معمولی واقعات کے ساتھ مخلوط و مستور کر دیا ہے اور یوں اس واقعہ خاص کی اہمیت اور عظمت مخصوصہ پر اپنی تحریر ہی تعمیم کی چادر ڈالدی ہے کہ حقیقت حال نہ ظاہر ہونے پائے لیکن پھر وہی سوال پیش ہوتا ہے کہ کیا حقیقت چھپ سکتی ہے ۔ الا واللہ خود شبلی صاحب نے اس سے قبل کثیر التعداد موقعوں پر ایسی کوشش کی ۔ لیکن کیا ہوا ۔ تمام کوششیں بیکار گئیں

تدبیرین ضائع ہوئین اور جو حقیقت حال تھی دنیا پر کھل گئی اس عظیم الشان واقعہ مین جس قدر اسقاط و تحریفات واقعات سے کام لیا گیا ہے اور تفصیلات و تصریحات مین جتنی اور جیسی جیسی کوتہ رقمی اور قصیر القلمی اختیار کی گئی ہے وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگی۔ ہم اپنی تنقیدی عبارت سے پہلے شبلی صاحب کی اُسی عبارت کو ذیل مین نقل کرتے ہین جو مختلف اقسام کی قلمکاریون کے ساتھ آپ نے اس واقعہ کے متعلق تحریر فرمائی ہے

شبلی صاحب کا واقعہ غدیر خم

راہ مین ایک مقام خم پڑا۔ جو جحفہ سے تین میل پر ہے۔ یہان ایک تالاب ہے۔ عربی مین تالاب کو غدیر کہتے ہین اور اس لیے اس مقام کا نام عام روایتون مین غدیر خُم آتا ہے۔ آپنے یہان تمام صحابہ کو جمع کرکے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔

اما بعد الا ایہا الناس فانّما انا بشر	حمد و ثنا کے بعد۔ اے لوگو۔ مین بھی بشر ہون ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ
یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیب و انا تارك	جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت) مین تمھارے
فیکم الثقلین اوّلہما کتاب اللّٰہ فیہ	درمیان دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون اون مین پہلے خدا کی
الھدی والنور فخذوا کتاب اللّٰہ واستمسکوا	کتاب ہے جس مین ہدایت اور روشنی ہے خدا کی کتاب کو
بہ واھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی	مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور دوسری چیز میرے اہلبیت ہین۔ مین
اھل بیتی۔	اپنے اہلبیت کے بارے مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون۔

آخری جملہ کو آپ نے تین بار مکرر فرمایا (مسلم) یہ صحیح مسلم (مناقب حضرت علی) کی روایت ہے۔ نسائی مسند امام احمد بن حنبل ترمذی طبرانی طبری حاکم وغیرہ مین کچھ اور فقرے بھی ہین۔ جن مین حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتون مین ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔

من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ اللّٰھم	جسکا مین محبوب ہون اوسکا علی محبوب ہونا چاہئیے۔ الٰہی جو علیؑ سے محبت
وال من والاہ وعاد من عاداہ۔	رکھے اُس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علیؑ سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت کر

[1] سبحان اللہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب! ہم بھی آپکی اس شان تجاہل عارفانہ اور تساہل خود غرضانہ کی داد دیتے ہین آپکو عربی کی لغت مین سوائے محبوب کے جو مفہوم مجاز کی اشارت و رعایت بتلاتا ہے۔ مولا کے اور کوئی معنی نہین ملے۔ نہ السید المطاع کے معنون پر نظر پڑی اور نہ اَولیٰ بالتصرف پر نظر گئی۔ اور نہ حاکم۔ آقا اور مولا کے معنی دکھلائی دیئے۔ فرمایئے یہ ستد یانہ ترجمہ ہوا۔ پھر ہونا چاہئیے۔ یہ کس صیغہ کا ترجمہ ہے۔ وہان تو حروف تا رابطہ کا نام ہی نہین فائے اتصالی جو اشتان عینی کا فائدہ دیتی ہے۔ موجود ہے۔ پھر ترجمہ مین ماثلت عینی کو صورت استقالیہ اور شکل اختیاریہ مین بدل دینا کس دیانتدار مترجم اور مولف کا کام ہو سکتا ہے ۱۲ المولف عفی عنہ

احادیث میں یہ خاص تصریح نہیں کہ ان الفاظ کے کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ بخاری میں ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت علیؑ یمن بھیجے گئے تھے جہاں سے واپس آکر وہ حج میں شامل ہوئے تھے۔ یمن میں اُنھوں نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو ان کے بعض ہمراہیوں نے پسند نہیں کیا تھا۔ ان میں سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا علی کو اس سے زیادہ کا حق تھا۔ عجب نہیں کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لیے اس موقع پر یہ الفاظ فرمائے گئے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول

غدیر خم کے ایسے عظیم الشان اور معرکۃ الآرا واقعہ کو شبلی صاحب نے کل گیارہ سطروں میں لکھکر تمام کر دیا یہ فن مختصر معانی میں آپ کے کمال کا بین ثبوت ہے۔ بہت ہی غنیمت ہے کہ آپ نے غدیر خم کے نام سے تاریخ اسلام میں ایک واقعہ کا وجود تو تسلیم کیا۔ ورنہ اگر سرے سے اسکا انکار ہی کر دیا ہوتا تو کوئی آپ کا کیا کر لیتا۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں تمام صحابہ کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔ شبلی صاحب۔ یہ مختصر سا خطبہ نہیں ہے بلکہ نہایت ہی طویل و پر تفصیل ارشاد و ہدایت بنیاد ہے جسے آپ بھی خوب جانتے ہیں اور عنقریب میرے سلسلۂ بیان سے بھی جان لیں گے۔ بہرحال آپ نے جو عبارت خطبہ خم غدیر کے نام سے عام مسلمانوں کی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے لکھی ہے اُسکو تو سوائے آپکے کوئی پڑھا لکھا آدمی خطبہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اُس میں نہ کلام ارشاد و ہدایت ہیں اور نہ احکام شریعت۔ بظاہر تو وہ ایک معمولی روایت ہے یا حدیث وصیت۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے وفات فرمانے کا یقین کر کے قرآن کی اتباع و اہلبیت کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اگرچہ آپ نے بڑی جانکاہی سے۔ بڑی دیدہ ریزی اور بکمال دماغ سوزی سے۔ بڑے حفظ تقدم کے ساتھ۔ حدیث ثقلین کی روایات کثیرہ میں سے مسلم کی یہ دُم بریدہ روایت چُن لی ہے۔ جس میں قرآن کے اتباع کے ساتھ اہلبیت کے اتباع کی مساوات نہ قائم ہو سکے۔ اور اتنا روایت میں فاستمسکوا (قرآن کے لیے) اور اذکروا (اہلبیت کے لیے) کے فرق مابہ الامتیاز کو دکھا کر گویا مسلمانوں کو یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمسک کا حکم صرف قرآن کے لیے آیا ہے۔ اہلبیت کے ساتھ صرف ذکر کرنے کی شرط ہے یعنی انھیں بھی یاد کر لیا کرو۔ گویا حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ کی تصدیق کا مقدمہ قائم کیا گیا ہے۔

مگر دیکھیے شبلی صاحب۔ ہم آپ کو یہیں پر توڑ کر بتلائے دیتے ہیں کہ آخر حقیقت نہ چھپ سکی ظاہر ہو ہی گئی۔ وہ اس طرح کہ آپ چاہتے تھے یا آپ کے امام مسلم صاحب۔ دونوں نے اس روایت سے قرآن کے ساتھ اہلبیت کی مساوات فی المنزلت کو چھپانا چاہا تھا۔ وہ نہ چھپی۔ آپ نے مسلم کی جو حدیث لکھی ہے اُس میں خود مسلم صاحب کو یا جناب رسولخدا صلعم کے یہ خاص الفاظ انی تارک فیکم الثقلین۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔

لکھ چکے ہین - جو ان دونون کے باہم ساوی و مقابل ہونے پر دال ہین - کیونکہ تثنیہ کے صیغہ مین آیا ہے - کوئی ان کا تیسرا مقابل نہین ہو سکتا جب سوائے ان دو اشیائے عظیم کے کوئی تیسرا ان کا مقابل نہین تو عقلاً اور نقلاً یہ دونون اشیا باہمی مقابل و مماثل اور مساوی و مرادف ضرور ہونگے - اس بنا پر آپ ہی کے نقل و اعتراف سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانی ان کا باہمی تقابل مساوات اور ترادف توضرور ثابت ہوگیا - اب الفاظ تفصیلی مین آپ اور آپ کے رواۃ اپنے تحفظ عقائد اور تقلید اسلاف کی خودغرضیون سے جو افراط و تفریط اور اختلاف و تفریق نہ پیدا کرین وہ آپ کا کام ہے - نعوذ باللہ - رسول اللہ صؐ کا کام خاص نہین -

اس کے بعد آپ کی آیندہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث مسلم کی نقل کے وقت آپکو تنقید کا خوف لگا ہوا تھا اس بنا پر اسکے بعد فوراً ہی لکھ دیا گیا کہ نسائی - مسند امام ابن حنبل - ترمذی - طبرانی - طبری اور حاکم وغیرہم مین کچھ اور فقرے بھی ہین جن مین حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے -

شبلی صاحب - ایمان سے کہیے کہ اتنے اکابر علما و محدثین کی مرویات حدیث کے ہوتے ہوئے - جن مین دو بزرگوار تو - اصحاب صحاح ہونیکی حیثیت سے - مسلم کے ہموزن و ہمپایہ ہین - آپ نے پھر مسلم کی روایت کو کیون ترجیح دی اور صرف انھین کی روایت کو کیون لکھا ؟ اس سوال کا آپ صرف یہی جواب دینگے کہ طائفہ محدثین مین مسلم کا اعتبار اور لوگون سے بڑھا ہے جسکی تصریح دیباچہ مین ہو چکی ہے - ہم جواباً عرض کرتے ہین کہ آپکا یہ جواب نہ حقیقت پر مبنی ہے اور نہ اصلیت کا مقتضی یہ ترجیح و تفضیل آپکی اور آپکے علما کی پیش بندیان ہین جو انھین واقعات کے استخفاف و احذاف کی غرض خاص سے ایجاد کی گئی ہین جس کا متعدد انکشاف آپ کے دیباچہ کے تبصرہ مین ہم کامل طور سے کر چکے ہین - یہ بالکل سچ ہے کہ انھین مقامات اور واقعات خاص کے چھپانے گھٹانے اور مٹانے کے لیے - ارباب صحاح مین بخاری و مسلم کی ترجیح کا مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کیونکہ ان حضرات کو ان واقعات کے استخفاف و احذاف مین بڑی دستگاہ حاصل تھی - مگر کیا ؟ وہی حقیقت تھی - سچی اور اصلی - بالآخر نہ چھپ سکی - امام حاکم کو مستدرک مین اس کا ادراک ہوا - تو جھلا کر لکھدیا -

هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه   یہ حدیث شرط مسلم کے رو سے صحیح ہے اگرچہ مسلم و بخاری نے اسکو نہین لکھا ہے

کہیے - مسلم و بخاری کے استخفاف حقیقت سے کیا ہوا - اتنے علما نے اصل عبارت و حقیقت لکھکر صحیحین بخاری و مسلم کی قلمکاریون کے چھلکے اُتار دیے - ہم آپکے مولفانہ تدین کی اُسوقت تعریف کرتے جب مسلم کی صرف مرقومہ بالا حدیث کی نقل پر اکتفا نہ فرمائی گئی ہوتی - اُسکے ساتھ ہی ان مذکورہ محدثین کی حدیثین بھی لکھدی گئی ہوتین اور اسی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اُن فقرات کو بھی لکھدیا ہوتا - جو مسلم کی روایت سے ان روایتون مین زیادہ تھے - اور جن سے

بقول آپ کے حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر ہوتی تھی نہیں معلوم کہ مولفا نہ تدینؐ کے خلاف آپنے محدثین کی نقل روایات سے کیوں احتیاط فرمائی - سوائے دو وجہوں کے تیسری کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی - ایک تو یہ کہ اتنے اقوال متواترہ سے مسلم کے قول منفردہ کی تردید یا تکذیب لازم آجائے گی - دوسری وجہ آپکی وہی قدیمہ عادت اور عظیم مجبوری ہے کہ حضرت علی کی منقبت ظاہر ہو جائیگی - بہرحال آپ مجبور تھے - بحمد اللہ ہم تو مجبور نہیں - اُن تمام علما کے قول ہم ایک ایک کرکے (واقعہ غدیر میں حدیث ثقلین کے تفصیلی الفاظ کے ساتھ) ہم ذیل میں لکھے دیتے ہیں -

غدیر خم میں حدیث ثقلین

سب سے پہلے آپ نسائی کا نام لکھتے ہیں) - نسائی لکھتے ہیں -

عن زید بن ارقم قال لمّا حج رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم حجة الوداع وعاد قاصدا المدینة قام بغدیر خم وھو ما بین مکة ومدینة و ذلك فی الیوم الثالث عشر من ذی الحجّة فقال یا ایّھا النّاس انّی مسئول وانتم مسئولون ھل بلغت قالوا نشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و انّك رسول اللّٰہ وقال وانا اشھد مثل ما شھدتم ثم قال ایّھا النّاس قد خلفت علیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی کتاب اللّٰہ واھل بیتی وان اللّطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وسعة حوضی ما بین بصرة وصنعا عدد آنیته عدد النجوم ان اللّٰہ اسئلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللّٰہ واھل بیتی الی آخر الحدیث -

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے بقصد مدینہ منورہ واپس ہوئے تو غدیر خم پر مقام کیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے - اس روز ماہ ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ تھی - لوگوں سے حضرت نے فرمایا اے لوگو مجھ سے پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائیگا کہ آیا میں نے تمکو خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے - تمام لوگوں نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپنے خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے اور نصیحت کرنیکا حق ادا فرما دیا ہے - اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور آپ خدا کے رسول برحق ہیں حضرت نے فرمایا میں تمھاری گواہی پر گواہی دیتا ہوں پھر فرمایا اے لوگو میں تم میں اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے ان دونوں سے تمسک کیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ خدا کی کتاب اور میرے اہلبیت ہیں خدائے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ جبتک وہ دونوں حوض پر وارد نہوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہوں گے میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی بصرہ سے صنعاء یمن تک - اس کے پیالے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں تحقیق کہ خدا تم سے پوچھنے والا ہے کہ تم نے میرے بعد خدا کی کتاب اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا -

اگرچہ مسلم کی حدیث سے بھی قرآن واہلبیت کی مساوات ثابت ہوتی تھی مگر چونکہ صیغہ تمسکو یعنی اتباع کرنیکا صرف قرآن کے ساتھ تھا اور اہلبیتؑ کے ساتھ وا ذکروا کا لفظ آیا تھا اس بنا پر مذبذبین اور متشککین فی العقائد کا شبہ تھا

اتباع کے اتحاد مین شک کرنیکی کسیقدر گنجایش رہ جاتی تھی۔ چنانچہ اسی خیال سے آپ نے بھی اس سے بیجا فائدہ اُٹھانا چاہا ہے کہ حقیقت جہانتک چھپی رہے اور مناقب علیؑ و اہلبیتؑ کے الفاظ جہانتک کم رہین وہین تک بہتر ہے۔

اب مرقومہ بالا عبارت امام نسائی کی پیش نظر کر دی گئی ہے۔ اسکے الفاظ صاف بتلا رہے ہین کہ جسطرح قرآن و اہلبیت منزلت مین برابر ہین اُسی طرح شرط اتباع و متابعت مین بھی مساوی ہین اور تمسکوا کا تنہا لفظ دونونکے تمسک کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ ان کا یہ اتحاد و اتصال باہمی بھی ابدی ہے اور دائمی۔ یہ ایک دوسرے سے تا یوم الورود علی الحوض یعنی قیامت تک جدا نہین ہو سکتے۔ ان کا عدم تمسک اور انکار متابعت ضلالت کا یقینی باعث ہے پھر اپنی اسی آخری موعظت علی الامت مین بطور وصیت ذات رسالت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ نے اس تمسک کی عظمت و اہمیت کو ان الفاظ مین تاکید و تہدید دونون طریقون سے بتلا دیا ہے کہ "اسمین تمہاری آزمایش کیجائیگی اور دیکھا جائیگا کہ تم ان دونون اشیاے عظیم کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔

اب محققین خود دیکھ لین گے کہ مسلم کی حدیث کے الفاظ مساوات و اتباع اہلبیت بالقرآن کی نسبت کیسے مبہم تھے اور اس حدیث نسائی کی عبارت کسقدر صاف اور مفصل ہے شبلی صاحب سے ہم کیا پوچھین ہ خدا پوچھے یا وہ جسکی کتاب لکھی گئی ہے (صلعم علیہ وآلہ) کہ ایسی صاف اور روشن حدیث کے ہوتے ہوئے۔ ویسی ہی مبہم اور گنجلک روایت کیون لکھی گئی۔ ہمین خوف ہے کہ کہین شبلی صاحب عادتاً وہان بھی جواب مین یہ نہ فرما دین کہ نسائی جھوٹا تھا اور مسلم سچا تو اور بن جائے۔ فافہم فتدبر۔

نسائی کے بعد شبلی صاحب نے اپنی ترتیب مین امام ابن حنبل کا نام لکھا ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل مین بھی بعینہ و بلفظہ یہی الفاظ حدیث درج ہین جو نسائی کی حدیث مین ہے۔ اس لیے اُس کا نقل کرنا بیکار ہے۔

احمد بن حنبل کے بعد آپ نے ترمذی شریف کا حوالہ دیا ہے۔ اُن کی عبارت ملاحظہ ہو۔

عن حذیفۃ عن ابن اسید الغفاری قال ان رسول الله صلعم قال انی اسئلکم حاین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیهما الثقل الاکبر کتاب الله عزوجل سبب طرفه بید الله وطرفه بایدیکم واستمسکوا به لا تضلوا ولا تبدّلوا وعترتی واهلبیتی وانه قد نبأنی اللطیف

حذیفہ ابن اسید غفاری سے روایت کرتے ہین کہ تحقیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم سے دو بھاری چیزونکی نسبت پوچھنے والا ہون دیکھون تم میرے بعد اُن دونون کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ پہلی بڑی چیز تو خدا تعالی کی کتاب ہے جس کی رسی کا ایک سرا تمہارے خدا کے ہاتھ مین ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھون مین ہے تم اس کو مضبوط پکڑ لو تو گمراہ نہوگے۔ اور نہ تم بدلوگے۔ اور یہ میری قریبی اہلبیت ہین مجھے خدائے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ وہ

الخبیر انھما لن ینقضیا حتی یردا علی الحوض ۔ — دونوں جب تک کہ میرے پاس حوض پر وارد نہوں ایک دوسرے سے علحدہ نہین ہوسکتے ۔

اس کے بعد آپ نے طبرانی اور طبری کی مرویات کا حوالہ دیا ہے - اُن دونون کتابون مین یہ روایت نسائی کے الفاظ روایت کے ساتھ مرقوم ہے - تفصیل کے لیے ارجح المطالب مطبوعۂ لاہور از صفحہ ۹۴ تا ۱۰۷ ملاحظہ ہو۔

حدیث ثقلین کی نسبت جو شبلی صاحب نے تلخیص کی تھی اور قطع و برید فرمائی تھی - صرف اُسی کی تنقید کی گئی ہے اور آپ کے اقرار و اعتراف کے موافق صحیح مسلم کی حدیث سے ان مین جو فقرے زائد تھے - اور آپ نے ضرورتاً اُن کو نہین لکھا تھا - وہ ایک ایک کرکے اُن تمام محدثین نے لکھدیے ہین اور بتلا دیے ہین - وہ فقرات یہ ہین -

(۱) ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی — اگر تم ان سے تمسک کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہوگے ۔

(۲) انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔ — اور تا وقتیکہ دونو لوٹ کر میرے پاس حوض کوثر پر نہ آئین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتے ۔

(۳) ان اللہ لسائلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللہ واھلبیتی ۔ — اور تحقیق کہ خدا تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ تم لوگون نے میرے بعد کتاب خدا اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا سلوک کئے ۔

ان فقرات حدیث سے اہلبیت علیہم السلام کی قرآن مجید کے ساتھ - مطابقت - مقابلت اور مرادفت پورے طور سے ثابت ہے اور انھین مرافقت و موافقت کے ساتھ اتباع باہمی بھی متحد ہے یعنی وجوب اتباع مین قرآن مجید کا بھی وہی مرتبہ ہے جو اہلبیت کا - اور اہلبیت رسول اللہؐ بھی ویسی ہی مطاع المومنین ہین جیسے کلام اللہ -

مسلم والی حدیث مین جسکو شبلی صاحب نے چنکر قلمبند فرمایا ہے - اہلبیت علیہم السلام کے یہ خصوصیات ایک بھی مذکور نہین - صرف لفظ ثقلین کا بصیغہ تثنیہ ہونا اُن کی مرادفت بالقرآن کی طرف اشارہ کرتی ہے جیسا کہ تمہید مین بیان ہوچکا ہے - مسلم صاحب کا اندراج اور آپ کا تمام حدیثون مین سے اسی حدیث کا خاص انتخاب صرف اہلبیت رسول علیہم السلام کے استخفاف عظمت و منزلت کی ضرورت کی غرض سے تھا اور آپ کی تمام تالیفات مین یہ موضوع خاص طور پر آپ کو ملحوظ ہے - چنانچہ آپ کی ان کوتہ قلمیون کے تمام مقامات مین ہم اپنے منقدانہ انکشافات سے حقیقت حال دکھلاتے آئے ہین آپ اپنی ضرورت اور عادت سے مجبور تھے - اس مقام پر بھی آپ نے ضرورتاً وہی طریقہ اختیار کیا جو تمام ایسے مقام پر اختیار فرما چکے تھے - مگر کیا آپ کی ان کوششون سے بھی حقیقت حال چھپ سکی ؟ اور کیا قرآن اور اہلبیت اپنی باہمی مساوات منزلت اور حکم متابعت مین ایک

دوسرے سے علیحدہ ثابت ہو گئے۔ مرزا اوج مرحوم سے

قرآن مٹے کسی کے مٹائے تو ہم مٹیں

حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ

حدیث ثقلین کے متعلق ہم اپنے منقدانہ انکشافات کو لکھکر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ (جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے) کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ آپ نے تنہا یہ فقرہ لکھدیا ہے۔ اور وہ حدیث نہیں لکھی جس میں یہ فقرہ داخل ہے جس سے ایسے متواترہ مشہورہ اور معرکۃ الآرا واقعہ کی تفصیلی حقیقت کے کسی پہلو پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور آپ بھی اسکی حقیقت حال پر کسی طرح روشنی ڈالنا نہیں چاہتے۔ اس لیے کہ یہی ایک حقیقت نگاری خلافت کی تمام مصنوعی قلمکاریوں کو بیکار و مستاصل کردیتی۔ اگرچہ چودہ سو برسوں کے بعد خلافت کا زائد از ہزار سالہ طلسم مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا۔ اور اب اس خلافت مصنوعی کا دنیائے اسلام میں کہیں نام و نشان نہیں۔ یہاں تک تو نوبت پہونچ گئی کہ دنیاوی سلطنتوں اور ملکی حکومتوں کے معمولی اور عام اسلامی سلاطین بھی اپنے نام کے ساتھ اس لقب کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے۔ اسکی مصنوعی عظمت اور موضوعی اہمیت کا پردہ ایسا فاش ہو چکا ہے کہ اب اس موضوع پر قلم اُٹھانا ہی بیکار ہے۔ حقیقتاً ابتدا ہی سے اس واقعہ خاص کی حقیقت چھپائی گئی۔ اور پھر اس شد و مد اس زور و شور اور اس نظم و اہتمام کے ساتھ کہ اس کے اسقاط و استخفاف کی ضرورتوں کے آگے نہ نص الٰہی مانی گئی اور نہ احادیث رسالت پناہی۔ صرف اپنے مصنوعات منفردہ اور موضوعات غیر مفیدہ کے جال در جال تمام دنیا میں حکومت کی شمشیر اور حکمت عملی کی تدبیر و تزویر سے پھیلائے گئے۔ حالانکہ حقیقت حال اور صورت واقعہ تمام کتابوں میں موجود تھی۔ اصلیت اور واقعیت تمامتر مرویات میں مرقوم تھی۔ واقعیت خود اُنکے علم و یقین میں محفوظ تھی۔ لیکن وہی خودغرضی۔ حفظ عقائد۔ تقلید اسلاف اور تعصب نہ حق کہنے دیتا تھا اور نہ حق سننے دیتا تھا اور نہ حق بتلانے دیتا تھا۔ لطف تو یہ ہے کہ خلافت تو رخصت ہو گئی۔ لیکن اُس کی مصنوعی حقیقت اور جعلی ترکیب حیثیت پر ابتک اصرار باقی ہے سے

نکل کے سانپ گیا ہے لکیر پیٹا کر

چونکہ شبلی صاحب نے اپنی خودغرضی سے اس اتنے بڑے مشہور و معروف اور عظیم الشان تاریخی واقعہ کو اپنے سلسلۂ بیان سے قلمزد فرما دیا ہے بلکہ اسکے متعلق تمام نصوص قرآنی اور احادیث و احکام رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھپایا ہے اور اتنے بڑے واقعۂ تاریخی اور خطبۂ نبوی کو بالکل نسیاً منسیاً کردیا ہے اس لیے ہم کو ایک تاریخ نویس اور سیرت نگار ہونے کے اعتبار سے اس کی حقیقت حال کو پوری تفصیل سے لکھکر دکھلا دینا نہایت

ضروری ہے۔

حدیث من کنت مولاہ اور خطبہ غدیر خم

شبلی صاحب۔ غنیمت ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کو نسائی۔ ابن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی طبری اور حاکم وغیرہم۔ اتنے محدثین و مورخین کی مرویات کا کلمہ مشترک بتاتے ہین۔ اور متفق لکھنے سے احتیاط فرماتے ہین۔ آپ سے مشترک اور متفق کی تفریق و مساوات پر کون اُلجھے۔ شبلی صاحب آپ جس کو فقرہ مشترک بتلاتے ہین وہ بہت بڑی طولانی۔ بہت بڑی مستند معتبر اور متواتر حدیث غدیر ہے۔ جس کے معتبر مستند اور متواتر ہونے پر۔ آپ اپنے علمائے محدثین سے پہلے حسب ذیل اقوال ملاحظہ فرمالین اس کے بعد اس کے اسباب وقوع اور مفصل حقیقت واقعیت کو ملاحظہ فرمائین گے۔

علامہ جزری اسنی المطالب مین لکھتے ہین۔

قال شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب الحصن الحصین فی اسنی المطالب فی ذکر حدیث الغدیر ولا عبرۃ بمن حاول تضعیفہ ممن لا اطلاع لہ فی ھذا العلم۔

شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب کتاب حصن الحصین اپنی کتاب اسنی المطالب مین بذیل ذکر حدیث غدیر لکھتے ہین کہ اس حدیث کے تضعیف کرنے والے کا اعتبار نہین ہے کیونکہ اوس کو اس علم حدیث مین کچھ خبر نہین۔

(۲) مرزا محمد معتمد خان بدخشی۔ نزل الابرار مین لکھتے ہین۔

ھذا حدیث صحیح مشہور لم یتکلم فی صحتہ الا متعصب جاحد لا اعتبار بقولہ۔

یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ہے۔ اسکی صحت مین منکر متعصب کے سوا اور کسی نے عذر و کلام نہین کیا۔ اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہین۔

(۳) امام ذہبی تحریر فرماتے ہین۔

واما حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ فلہ طرق جیدۃ وقد افردت ذلک ایضا۔

حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے بہت سے طریقے عمدہ ہین میرے نے ایک مستقل رسالہ مین اس کی تفرید کی ہے۔

ذہبی کی یہ عبارت بذیل ترجمہ عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک۔ تذکرۃ الحافظ مین موجود ہے۔

(۴) ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین۔

ان ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواترا۔

بیشک یہ حدیث صحیح ہے جس مین کسی طرح کا شبہ نہین ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اوسکو متواترات مین شمار کیا ہے۔

(۵) محدث شیرازی کتاب اربعین مین لکھتے ہین۔

هذا الحديث متواتر عن النبي صلعم رواه جم غفير من النبي صلعم

یہ حدیث آنحضرت صلعم سے متواتر روایت ہوئی ہے ایک جماعت کثیر اور بڑے گروہ نے اوسکو روایت کیا ہے۔

(۶) علامہ مقبلی تحریر کرتے ہین۔

قال العلامة ضياء الدين صالح ابن مهدي المقبلي في كتابه المسمى بابحاث المسددة في فنون المتعددة ومن شواهد ذلك ما ورد في حق علي في الجنة وهو على حديث متواتر معنى واشهر رواية حديث من كنت مولاه فعلي مولاه۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی کتاب ابحاث مسددہ فی فنون المتعددہ مین لکھتے ہین کہ انھین اقسام حدیث مین سے وہ حدیثین ہین جو حضرت علیؑ کے قطعی جنتی ہونے کی نسبت وارد ہوئی ہین۔ جو اپنی صدین المعنی متواتر ہین اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ انھین احادیث مین سے ہے۔

(۷) امام عبدالرؤف مناوی کتاب تیسیر مین لکھتے ہین۔

من كنت مولاه فعلي مولاه اخرجه احمد وغيره رجال الثقاة بل قال المولف حديث متواتر وهذا ذكره علي بن احمد نور الدين محمد بن ابراهيم العزيزي في سراج المنير شرح جامع الصغير۔

عبدالرؤف مناوی کتاب التیسیر شرح جامع صغیر سیوطی مین لکھتے ہین حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے اور امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہین مولف جامع صغیر کہتے ہین کہ یہ حدیث متواتر ہے اور علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی نے بھی سراج المنیر شرح جامع صغیر مین اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۸) علامہ ابراہیم عزیزی لکھتے ہین۔

وهذا الحديث اخرجه السيوطي في الفوائد المتكاثرة في الاخبار المتواترة وفي الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة وعلي المتقي في مختصر قطف الازهار۔

اس حدیث کو حافظ جلال الدین سیوطی نے فوائد متکاثرہ اور ازہار متناثرہ مین لکھا ہے اور علی متقی نے مختصر قطف الازہار مین لکھا ہے اور ان کتابون مین ان دونون صاحبون نے احادیث متواترہ کے جمع کرنے کا التزام کیا ہے۔

(۹) علامہ حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون مین لکھتے ہین۔

هذا حديث صحيح ورد باسانيد صحاح وحسان ولا التفات عن قدح في صحته كابي داود

یہ حدیث صحیح ہے اور اسانید صحیحہ و حسن سے مروی ہے ابو داؤد اور ابو حاتم رازی کے اقوال۔ جنھون نے اس حدیث

والی حاتم الرازی۔	مین قدح کی ہے۔ التفات کے قابل نہین۔

(۱۰) امام عاصمی زین الفتی مین لکھتے ہین۔

هذا الحديث تلقته الامة بالقبول	اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث بالکل
وهو موافق الاصول۔	مطابق اصول کے ہے۔

(۱۱) حافظ محمود بن محمد بن علی الشیخانی کتاب صراط السوی مین لکھتے ہین۔

قال الذهبي هذا حديث حسن اتفق على	حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسا کہ ہم نے
ذكرنا جمهور اهل السنة والجماعة۔	ذکر کیا ہے اس پر جمہور اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(۱۲) فقیہ ابن المغازلی کتاب مناقب مین لکھتے ہین۔

قال الحافظ ابو القاسم الفضل بن محمد هذا	ابو القاسم فضل بن محمد کہتے ہین کہ یہ حدیث آنحضرت صلعم سے
حديث صحيح عن رسول الله صلى الله عليه وآله	نہایت صحت کے ساتھ روایت ہوئی ہے اور سو آدمیون نے
وسلم وقد روى عنه نحو مائة نفس منهم العشرة	اس حدیث کو حضور سے روایت کیا ہے۔ مین کوئی سقم اس
وهو ثابت لا اعرف له علة تفرد علي رضي الله	حدیث مین نہین پاتا۔ حضرت علیؑ اس فضیلت مین یکتا ہین کوئی
عنه بهذه الفضيلة لم يشركه احد۔	صحابی آپ کا اس مین شریک نہین ہے۔

(۱۳) حافظ ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین۔

قال الحافظ ابن حجر حديث من كنت مولاه	خاتم المحدثین ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین کہ حدیث من کنت
فعلي مولاه اخرجه الترمذي والنسائي وهو	مولاہ فعلیؑ مولاہ کو ترمذی اور نسائی نے لکھا ہے اور اس حدیث
كثير الطرق جدا وقد استوعبها ابن عقدة	کے طریقے کثرت سے ہین۔ ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب مین انکو
في كتاب مفرد وكثير من اسانيدها صحاح وحسان	جمع کیا ہے اور اس کی اکثر سندین صحیح اور حسن ہین۔

(۱۴) شاہ عبد الحق صاحب لمعات شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین۔

قال الشيخ عبد الحق في اللمعات شرح مشكوة	شیخ عبد الحق محدث لمعات شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین یہ حدیث
هذا حديث صحيح لا مرية فيه وقد اخرجه	صحیح ہے اسمین کسی طرح کا شبہ نہین ہے۔ محدثین کی ایک جماعت
جماعة كالترمذي والنسائي واحمد وطرقه	نے مثل ترمذی۔ نسائی۔ اور امام احمد بن حنبل کے اسکی تخریج کی اور
كثيرة جدا رواه ستة عشر صحابيا و	اس حدیث کے بہت سے طریقے ہین۔ سولہ صحابیون نے اس کو
في رواية احمد انه سمعه من النبي	روایت کیا ہے امام احمد بن حنبل کی ایک روایت مین ہے کہ اس

صلعم ثلاثون صحابیا وشهدوا به لعلی لما نوزع فی ایام خلافته وکثیر من اسانیده صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحته۔

حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیس صحابیوں نے سنا ہے اور جب کہ اپنے ایام خلافت میں حضرت علی نے تنازع کیا تو ان لوگوں نے گواہی دی۔ اور اس کی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں اور جس شخص نے کہ اس کی صحت میں کلام کیا ہے اوس کے قول کا اعتبار نہیں۔

(۱۵) علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں۔

قال محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی فی کتاب روضة الندیه و حدیث غدیر متواتر عند اکثر الائمة۔

محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضہ الندیہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث غدیر اکثر ائمہ حدیث کے آگے متواترات سے ہے۔

(۱۶) حافظ محمد صدر عالم کتاب معارج العلی میں لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان حدیث الموالاة متواتر عند السیوطی کما ذکره فی قطف الازهار فاردت ان اسوق طرقه لیتضح التواتر فاقول اخرجه احمد و الحاکم عن ابن عباس وابن ابی شیبة واحمد عنه وعن بریدة واحمد وابن ماجة عن البراء والطبرانی وابن جریر وابو نعیم عن جندب الانصاری وابن قانع عن حبشی بن جنادة والترمذی عنه وقال حسن غریب والنسائی والطبرانی والضیاء المقدسی عن ابی الطفیل وعن زید بن ارقم وحذیفة بن اسید الغفاری وابن ابی شیبة والطبرانی عن ابی ایوب وابن ابی شیبة و ابن ابی عاصم والضیاء عن سعد بن ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب عن عمر بن الخطاب

آگاہ ہو کہ حدیث موالاۃ حافظ سیوطی کے نزدیک متواترات سے ہے جیسا کہ حافظ موصوف قطف الازہار میں لکھتے ہیں میں اس حدیث کے طریقوں کو شمار کر کے دکھاتا ہوں تاکہ اس کا متواتر ہونا واضح ہو جائے پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم نے ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد نے بریدہ سے اور احمد اور ابن ماجہ نے براء بن عازب سے اور طبرانی ابن جریر اور ابونعیم نے جندب الانصاری سے اور ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے اور نسائی اور طبرانی اور ضیاء مقدسی ابوالطفیل سے اور زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابوایوب سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم اور ضیاء سعد بن ابی وقاص سے اور شیرازی القاب میں عمر بن الخطاب سے

والطبرانی عن مالک بن الحویرث و ابونعیم فی فضائل الصحابۃ عن یحیی بن جعدہ وعن زید بن ارقم وابن عقدہ فی کتاب الموالاۃ عن حبیب بن بدیل بن ورقاء وقیس بن ثابت وزید بن شراحیل الانصاری احمد عن علی و ثلثۃ عشر رجلا وابن ابی شیبۃ عن جابر قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔	اور طبرانی مالک ابن الحویرث سے اور ابونعیم فضائل الصحابہ مین یحیی بن جعدہ سے اور وہ زید بن ارقم سے اور ابن عقدہ کتاب الموالات حبیب بن بدیل بن ورقا اور قیس بن ثابت سے اور زید بن شراحیل انصاری سے اور احمد حضرت علی مرتضیٰؑ اور دیگر تیرہ اصحابیون سے اور ابن ابی شیبہ جابرؓ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جسکا مین مولا ہون اوسکا علیؑ مولا ہے ۔

(۱۷) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف مسلول مین لکھتے ہین ۔

این حدیث (غدیر) بدرجہ تواتر رسیدہ وازسی کس از اصحاب ازانہا علیؑ وابوایوب وزید بن ارقم و براء بن عازب وعمار بن مرہ وابوہریرہ وابن عباس وعمارہ بن بریدہ وسعد بن ابی وقاص وابن عمر و انس وجریر ابن عبداللہ البجلی ومالک بن الحویرث وابوسعید الخدری وطلحہ وابوالطفیل وحذیفہ بن اسید وغیرہ مروی گشتہ وجمہور محدثین این حدیث را درصحاح وسنن ومسانید روایت کردہ اند ۔	یہ حدیث (غدیر) درجہ تواتر تک پہونچی ہوئی ہے اور صحابہ مین سے تیس آدمیون نے جن مین حضرت علیؑ ابوایوب زید بن ارقم براء بن عازب عمر بن مرہ ابوہریرہ ابن عباس عمارہ بن بریدہ سعد بن ابی وقاص ابن عمر انس جریر بن عبداللہ البجلی مالک ابن الحویرث ابوسعید الخدری ۔ طلحہ وابوالطفیل ۔ حذیفہ بن اسید وغیرہ داخل ہین مروی ہے اور جمہور محدثین نے اسکو اپنی صحاح اور سنن اور مسانید مین لکھا ہے ۔

(۱۸) عبید اللہ بن عبداللہ الحسکانی المتوفی سنہ ۴۷۰ھ نے اس حدیث کی اسناد کو بارہ جزو کے رسالہ مین جمع کرکے اسکا نام دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ رکھا ہے ۔

(۱۹) علامہ ابوسعید مسعود بن ناصر السجزی السجستانی المتوفی سنہ ۴۷۷ھ نے اس حدیث کو ایک سو بیس[۱۲۰] صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرکے سترہ[۱۷] جزو کا رسالہ لکھا ہے اور اُسکا نام درایۃ حدیث الولاء رکھا ہے

(۲۰) ان علمائے محدثین سے بڑھکر بعض الحدیثیون نے اس حدیث کے طریقون کے جمع کرنے مین اہتمام کیا ہے ۔ چنانچہ ابن کثیر شامی ۔ علامہ ابوالمعالی جوینی سے نقل کرتے ہین ۔

انہ کان یتعجب و یقول شاہدت مجلدا ۔ ابوالمعالی جوینی تعجب کیا کرتے تھے کہ مین نے بغداد

بعد ادفی ید صحاف فیہ روایات ھذا الخبر مکتوباً علیہ المجلدۃ الثامنۃ والعشرون من طرق من کنت مولاہ فعلی مولاہ ویتلوہ المجلد التاسع العشرون -

مین ایک صحاف کے پاس اس حدیث کی روایتون کے متعلق ایک ضخیم جلد دیکھی اُسپر لکھا ہوا تھا کہ من کنت مولاہ کے طریقون کے متعلق یہ اٹھائیسوین جلد ہے اسکے بعد انتیسوین ۲۹ جلد لکھی جائیگی -

(یہ تمام تفصیل کتاب ارجح المطالب بحث حدیث غدیر مطبوعہ لاہور سے نقل کی گئی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ)

اب شبلی صاحب بنظر چشم عبرت ملاحظہ فرمالین کہ آپنے جس حدیث کو چند فقرے بتلا کر عام مسلمانون کو فقرہ دیا ہے۔ وہ کتنی بڑی مہتم بالشان طویل البیان معتبر مستند اور متواتر حدیث ثابت ہوتی ہے۔ جسکو قرن اولی سے لیکر اسوقت تک ہر زمانہ اور ہر وقت کے علما و محدثین نے برابر نقل و ماخوذ کیا ہے آپکی کیا ہستی اور کیا مقدار ہے جو آپ اسکی حقیقت کو چھپا سکین لیکن آپ بتحفظ عقائد تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی ضرورتون سے مجبور ہین -

بہرحال اب اسکے اسباب ارشاد کے واقعات اور شاہدات بھی حسب ذیل ملاحظہ ہون۔

خم غدیر مین نزول آیہ بلغ

آپنے حجۃ الوداع کے خطبات کو جستہ جستہ کرکے لکھا ہے اور کسی ایک خطبہ کو پورا نہین لکھا ہے اور حواشی مین اون کی بے ربطی - اختلاف بیانات اور عدم ترتیب کی معذرت تحریر فرمائی ہے مگر باوجود ان عذرات کے اگر آپ چاہتے تو اون خطبات کو مفصل و مسلسل طور پر مختلف ماخذون سے جمع کرکے مرتب کرسکتے تھے لیکن آپنے اسکی طرف توجہ نہین فرمائی اسلیئے کہ آپ کو تو خطبہ غدیر کو بھی اسی قطع و برید بے ربطی اور بے ترتیبی کے ساتھ لکھنا مقصود تھا کہ اسکی تفصیلی حقیقت پر کسی طرح روشنی نہ پڑنے پائے - اگر وہ خطبات کسی ربط و ترتیب سے لکھے جاتے تو خطبہ غدیر بھی سلسلۂ بیان مین وہی تفصیل و ترتیب چاہتا - بہرحال جس انداز و عنوان سے آپ چاہین بیان کرین آپ کو اختیار ہے - جو حقیقت ہے اور اصلیت - وہ تو نہ کہین اور نہ کبھی چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے - آپ کی عبرت اور غیرت کے لیئے اتنی ہی تمہید کافی ہے -

غدیر خم مین بقول آپکے موکب رسالت مسلمانون کی اتنی کثیر جمعیت کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا - وہ حقیقتاً کوئی مشہور و معروف مقام نہین تھا - نہ عرب کی وہ منزل گاہ تھا اور نہ وہان کوئی آبادی تھی نہ منڈی - اور نہ سیر و تفریحگاہ - ایک چٹیل میدان تھا اور کوسون کا بے گیاہ ریگستان - اس بنا پر وہان ایک خاص اہتمام کرکے ایسے عظیم الشان خطبہ اور واجب التعمیل ارشاد و ہدایت کی کیا ضرورت شہنشاہ

رسالت کو واقع ہوئی ہو تعلیم و ہدایت کے متعلق جتنے احکام اصولی و فروعی۔ دین و دنیا کی ضرورت کے لیے مفید اور ضروری سمجھے گئے۔ وہ ایک ایک کرکے بقول آپکے حجۃ الوداع کے دوران قیام اور مکہ سے لیکر منیٰ جحفہ تک کے میدان میں اور مختلف مقامات میں متعدد خطبات وارشادات کی صورتوں میں تعلیم کردیے گئے۔ سنا دیے گئے اور بتلا دیے گئے۔ پھر اب وہ کون سا ضروری امر اور ناقابل تاخیر حکم تھا جو سلطان رسالت کو یکایک اس غیر معروف مقام میں پیش آیا۔ جسکے لیے اتنے وسیع پیمانہ پر انتظام فرمایا گیا۔ وہ یکایک آیہ مبارکہ۔

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ	اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہونچا دو اسکو امت پر، جو تمپر نازل
وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ	کیا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اگر تمنے نہیں کیا پس تمنے
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔	رسالت ہی نہیں پہونچائی اور خدا تمکو لوگون کے شر سے بچانیوالا ہے

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہان کوئی منزل نہین تھی لیکن اس سفر مین جناب رسالتمآب صلعم درگاہ احدیت کا یہ حکم تاکیدی اور فرمان تہدیدی سنکر اتر پڑے اور اسکی تعمیل و تبلیغ مین نہایت بلیغ کوشش فرمائی جس پہلو سے غور کیا جائے اور جس قرینہ سے دیکھا جائے یہ آیہ وافی ہدایہ ایک ایسے ہی ضروری امر کی تعمیل پر مبنی تھا۔ جس پر تکمیل اسلام کے ایسا سخت اور ضروری مسئلہ رکا ہوا تھا۔

ہمنے اس آیہ کو ایک سخت تاکیدی حکم لکھا ہے۔ چنانچہ یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع رسالت سے شعب ابی طالب مین بھی محصور رہے۔ مکہ سے مدینہ کو بھی ہجرت فرمائی۔ غزوات بدر و احد اور خندق وغیرہ جو قبل فتح مکہ واقع ہوئے اور جو خوف و اندیشے۔ دقتین اور مشکلین ان مقامات پر پیش آئین۔ وہ سب کے پیش نظر ہین لیکن ایسی سختی سے حکم کرنیوالی اور پھر خوف سے اطمینان دلانے والی آیت ابتک نازل نہین ہوئی تھی۔ جب ہم اس آیت کے ہر جملہ پر نظر ڈالتے ہین۔ تو ما انزل الیک سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو کسی امر خاص کی تعمیل کا پہلے سے حکم ہوچکا تھا۔ اور الفاظ وان لم تفعل بتلا رہے ہین کہ وہ حکم کسی واقعہ اندرونی سے متعلق ہو۔ اور فما بلغت رسالتہ سے ثابت ہے کہ وہ حکم ایسا ہی واجب التعمیل تھا کہ اس پر رسالت کی جملہ تبلیغ منحصر و موقوف تھی۔ سب سے آخر فقرہ واللہ یعصمک من الناس اس بات کا شاہد ہے کہ اس کام کے کرنے مین آنحضرت صلعم کو ضرور کوئی اندیشہ یا کھٹکا تھا اور وہی ابتک تاخیر کا باعث تھا وہ خوف و اندیشہ بھی گرد و پیش کی اندرونی مخالفت تھی اور اندرونی مخالفت ہمیشہ سخت امر اور نازک معاملہ ہوا کرتی ہے۔

اتنا تمہیداً عرض کر کے ہم شبلی صاحب کے علمائے محدثین و مفسرین کے اقوال سے اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول کو مفصلۂ ذیل عبارتوں میں علحدہ علحدہ لکھکر اپنے بیان کردہ دعویٰ کا کامل ثبوت پہونچاتے ہیں۔

امام واحدی اسباب النزول میں حافظ محمد بن یوسف کفایۃ الطالب میں امام نووی اپنی شرح میں امام ابی حاتم رازی اور حافظ ابونعیم کتاب مانزل من القرآن فی علیؑ میں لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال نزلت ہذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر۔

ابوسعید خدری رضی روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کہ اے رسول پہونچا دے اوس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تجھپر تیرے رب کی طرف سے غدیر خم کے روز نازل ہوئی ہے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد یوسف الگنجی الشافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں

ھکذا ذکرہ شیخ محی الدین النووی فقال ابوبکر النقاش انھا نزلت فی بیان ولایۃ علیؑ

ایسے ہی شیخ محی الدین نووی نے لکھا ہے اور ابوبکر نقاش کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی ولایت میں نازل ہوئی ہے۔

(۲) امام واحدی تفسیر میں امام رازی تفسیر کبیر میں نظام اعرج تفسیر نیشاپوری میں حافظ ابن کثیر شامی اپنی تفسیر میں حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیا میں علامہ عینی شرح صحیح البخاری میں ابن مردویہ مناقب میں اور امام سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود قال کنا نقرء علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس آیت کو اسطرح پڑھا کرتے تھے کہ اے رسول پہونچا دے اس چیز کو کہ تیرے رب کیطرف سے تیری طرف اتاری گئی یہ کہ علیؑ مومنین کا مولا ہے اگر تو نے نہیں کیا تو میری رسالت ہی کو نہیں پہونچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے رکھیگا۔

(۳) امام واحدی تفسیر اسباب النزول میں اور امام ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عن البراء بن عازب قال فی قولہ تعالے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ای بلغ من فضائل علی نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلعم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

براء بن عازب سے آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کے متعلق روایت ہے کہ اے رسول علیؑ کے فضائل کو پہونچا دے جب یہ غدیر خم کے روز نازل ہوئی تو حضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے حضرت عمر کہنے لگے مبارک ہو

فقال عمر بخ بخ لک یا علی اصبحت مولائی و مولی کل مومن و مومنۃ

مبارک ہو تمہیں اے علیؑ تم آج سے میرے اور کل مومن اور مومنہ کے مولا بنائے گئے ہو۔

(۴) امام شوکانی فتح القدیر میں تحریر کرتے ہیں۔

نزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہ یوم غدیر خم فی علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ

یہ آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک روز غدیر خم جناب رسول خدا صلعم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوا ہے۔

(۵) علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔

معناہ بلغ ما انزل الیک فی فضل علی ابن ابیطالب فلما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بید علی و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

آیہ یا ایھا الناس بلغ ما انزل الیک کے یہ معنی ذکر ہیں کہ اے رسول اُس حکم کو پہونچا دو جو تمہارے رب نے علی ابن ابی طالبؑ کی فضیلت میں نازل کیا ہے پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جسکا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے

(۶) علامہ نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں۔

ان ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک نزلت فی فضل علی بن ابیطالب یوم غدیر خم فاخذ رسول اللہ صلعم بیدہ و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ

ابو سعید کہتے ہیں کہ جب آیہ یا ایھا الرسول نازل ہوا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جسکا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ الٰہی تو اسکو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور تو اسکو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

(۷) مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔

عن البراء بن عازب قال کنا مع رسول اللہ فی سفر فنزلنا بغدیر خم فنادی منادی الصلوۃ جامعۃ و کسح لرسول اللہ صلعم تحت شجرتین فصلی الظہر و اخذ بید علی رضی اللہ تعالی عنہ فقال الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی

براء بن عازب سے مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسول خدا صلعم کے ہمراہ سفر میں تھے جب غدیر خم میں وارد ہوئے تو منادی نے ندا کی کہ الصلوۃ جامعۃ اور پیغمبر صاحب کے لیے درختوں کے نیچے زمین صاف کی گئی پس آنحضرت صلعم نے بعد نماز ظہر علیؑ ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے ارشاد کیا ایھا الناس کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں کیلئے انکے نفوس سے اولی ہوں سب نے کہا بیشک

اولی لکل مومن من نفسہ قالوا بلی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ قال فلقیہ عمر بن الخطاب بعد ذلک فقال لہ ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مومن ومومنۃ۔

پھر آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کیلئے اسکے نفس سے اولی ہوں سب نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہر مومن کے لئے اسکے نفس سے اولی ہیں تب آپ نے ارشاد کیا۔ کہ جس کا میں مولا ہوں اسکا علیؑ مولا ہے۔ الٰہی دوست رکھ اسکو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اسکے بعد حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے ملکر کہا کہ مبارک ہو تمکو اے فرزند ابی طالبؑ کہ آج تم ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے۔

حضرت علیؑ کے سر پر دستار امامت

اس واقعہ کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے سر پر دستار امامت باندھی۔ اصابہ میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

اخرج البغوی وقال فی کنز العمال اخرج ابن ابی شیبۃ وابی داؤد الطیالسی والبیہقی عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم غدیر خم بعمامۃ سوداء اطرف طرفیھا علی منکبی۔

ابن حجر اصابہ میں بروایت بغوی اور کنز العمال میں بروایت ابن ابی شیبہ و ابوداؤد طیالسی و بیہقی حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز غدیر خم میرے سر پر ایک عمامہ سیاہ باندھا اور اسکے دونوں کنارے میرے کاندھوں پر ڈالدیئے۔

خطیب بغدادی۔ علامہ دیلمی۔ ابوداؤد طیالسی۔ ملا علی متقی۔ ابن ابی شیبہ۔ محب الطبری اور ابن صباغ مالکی پھر اس روایت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اللہ عز وجل امدنی یوم بدر ویوم حنین بملئکۃ متعممین ھذہ العمامۃ والعمامۃ حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین قالہ لعلی لما عممہ یوم غدیر خم وسدل طرفیھا علی منکبہ

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بدر و حنین کے روز ہماری مدد رب العزت نے ایسے فرشتوں سے کی جو عمامہ پوش تھے اور عمامہ مسلمین و مشرکین کے درمیان فرق بتانیوالا ہے۔ یہ حدیث آنحضرت صلعم نے مجھسے غدیر خم کے روز ارشاد فرمائی جبکہ آنحضرت صلعم نے میرے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور اسکے دونوں سرے میرے کندھے پر لٹکا دیئے۔

اس دستار مبارک کی عظمت

اب یہ بھی ملاحظہ فرمالیا جاوے کہ یہ عمامہ مبارک کون تھا اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو کسقدر عزیز رکھتے تھے۔ علامہ علی بن برہان الدین شافعی انسان العیون

فی سیرۃ الامین والمامون میں لکھتے ہیں۔

وکان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عمامۃ تسمی السحاب کساھا علی بن ابیطالب بغدیر خم فکان ربما اطلع علیہ علی فیقول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اتاکم علی فی السحاب یعنی عمامۃ التی وھب لہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا حضرت صلعم نے وہ عمامہ بروز غدیر خم جناب امیر علیہ السلام کے سر پر باندھا تھا جب کبھی جناب امیرؑ اس عمامہ کو باندھے ہوئے حضرت کے حضور میں حاضر ہوتے تھے تو سرور عالم لوگوں سے ارشاد فرماتے تھے کہ دیکھو علیؑ سحاب میں تمہارے پاس آ رہے ہیں یعنی اسی عمامہ کو باندھے ہوئے جو انہیں خلعت ہوا تھا۔

(منقول از ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور ص ۲۲۵)

خطبہ غدیر خم

اب ہم اس خطبہ کو اپنے سلسلہ بیان میں تحریر کرتے ہیں جو خم غدیر کے موقع پر زبان رسالت سے ارشاد فرمایا گیا تھا اور جسکے جستہ جستہ فقرات آپکے علما نے اپنی اپنی مرویات میں مندرج کیے ہیں لیکن اسکی پوری نقل کرنے کی کسی کو بھی توفیق نہیں ہوئی۔

علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی مشہور کتاب توضیح الدلائل میں اس خطبہ کو تمام وکمال لکھا ہے ہم اسی کتاب سے اسکو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

الحمد للہ علی آلائہ فی نفسی وبلائہ فی عترتی و اھلبیتی استعینہ علی نکبات الدنیا وموبقات الآخرۃ واشھد ان لا الہ الا اللہ الواحد الاحد الفرد الصمد لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولا شریکا ولا عدیلا وانی عبد من عبیدہ ارسلنی برسالتہ الی جمیع خلقہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ واصطفانی علی العالمین من الاولین والآخرین واعطانی مفاتیح خزائنہ وکذا اعلی بعزائمہ واستودعنی سرہ وامرنی فانا بصرت لہ فانا الفاتح وانا الخاتم ولا قوۃ الا باللہ اتقوا اللہ

میں خدا کی حمد ان نعمتوں کیلئے ادا کرتا ہوں جو میری ذات میں اسکی طرف سے ودیعت ہوئی ہیں اور ان امتحان وبلا کیلئے بھی منت گذار ہوں جو میری عترت اور اہلبیت پر نازل ہونیوالی ہیں۔ اور دنیا کی ناگوار مصیبتوں اور روز آخرت کی ہلاک زحمتوں پر اس سے مدد مانگتا ہوں پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدائے واحد واحد کے اور کوئی خدا نہیں ہے وہ بالکل یکتا ہے اور بڑی عظمت والا ہے اسنے اپنے لئے کوئی زوجہ یا فرزند یا مددگار نہیں قرار دیا ہے اور اس کے بندوں میں سے بھی ایک بندہ ہوں لیکن اس نے اپنی پیغمبری کے لیے مجھکو تمام خلق کے اوپر بھیجا ہے تاکہ وہ لوگ جو ہلاک ہونیوالے ہیں وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہوں اور جو نجات پانیوالے ہیں وہ ایک حجت کے ساتھ نجات پائیں مجھے خدا نے تمام عالم میں کہ جنمیں اولین وآخرین بھی شامل ہیں

ایھاالناس حق تقاتہ ولا تموتن
الا وانتم مسلمون واعلموا ان اللہ
بکل شئ محیط وانہ ستکون
من بعدی اقوام یکذبون علی
فیقبل منھم ومعاذ اللہ ان
اقول علی اللہ الا الحق او انطق
بامرہ الا بالصدق وما امرکم
الا ما امرنی بہ ولا ادعوکم الا
الی اللہ وسیعلمون الذین ظلموا
ای منقلب ینقلبون فقام الیہ
عبادۃ بن الصامت فقال و
متی ذالک یارسول اللہ ومن
ھؤلاء عرفناھم لنحذرھم
قال اقوام قد استعدوا لنا من
یومھم وسیظھرون لکم اذا بلغت
النفس منی ھھنا و اشار صلی اللہ
علیہ والہ وسلم الی حلقہ فقال
عبادۃ اذا کان ذلک فالی من
فقال رسول اللہ صلعم علیکم بالسمع و
الطاعۃ السابقین من عترتی والاخذین
من نبوتی فانھم یصدونکم عن الغی و
یدعونکم الی الخیر وھم
اھل الحق ومعادن الصدق
یحیون فیکم الکتاب والسنۃ ویجنبونکم

مین برگزیدہ فرمایا ہو اور کنجیاں خزانے کی مجھے عطا فرمائی ہین اور
جو عہد کہ مجھسے فرمائے ہین اُن کا مجھسے استحکام فرمایا ہے اور
اپنا راز میرے سپرد فرمایا ہے اور میری امداد کی ہو اسوجہ سے
مجھے اسکی بصیرت حاصل ہوئی ہو پس مین آغاز کرنیوالا ہون
اور مین ہی انتہا پر پہونچانیوالا ہون سوائے ذات اقدس الٰہی
کے اور کسی ذریعہ سے قوت حاصل نہین ہوسکتی اے لوگو۔
خدا سے اتنا ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے اور نہ جنگ کرو مگر
دین اسلام پر اور یاد رکھو خدا تمام چیزون پر احاطہ کئے ہوے
ہے قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومین ہونگی وہ مجھپر تہمتین باندھینگی
اور لوگ انکے جھوٹ کو قبول کرینگے۔ مگر خدا کی پناہ اگر مین
خدا کی طرف سے سوائے امر حق کے اور کچھ زبان سے نکالون
اور سوائے سچ کے اسکے حکم سے خلاف کچھ اور بات کرون
اور سوائے اس حکم کے جو خدا نے مجھے دیا ہی مین تمہین
کوئی اور حکم کرون اور سوائے اللہ کے اور چیزون کیطرف
تمہاری دعوت کرون اور جو لوگ کہ ظالم ہین وہ بہت
جلد جان لینگے کہ کیسی بازگشت انکی ہونے والی ہے۔
(خطبہ کے اس مقام تک آپ پہونچے تھے کہ عبادہ بن صامت
کھڑے ہوگئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہ کب ہوگا اور وہ کون لوگ ہین ہمین بتادیجئے اور پہچنوا دیجئے
تاکہ ہم ان سے پرہیز کرین آنحضرتؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ
ہین جو ابتدا سے ہماری دشمنی کیلئے آمادہ ہین اور جب میری
جان یہان تک (حلق مبارک کی طرف اشارہ کرکے) پہونچیگی
اسوقت ظاہر ہونگے عبادہ نے کہا پھر ہم ایسے وقت مین
کس کی طرف رجوع کرین۔ فرمایا کہ تم ان لوگون کی پیروی

الا لحاد والبدعۃ ویقمعون	اور اطاعت کرو جو میری عترت مین سب سے زیادہ پیش قدم ہین
بالحق اھل الباطل لا یمیلون	میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہین۔ وہی تمکو گمراہی سے باز
مع الجاھل ایھا الناس خلقنی و	رکھینگے اور نیکی کی طرف دعوت کرینگے یہی اہلبیت اہل حق
خلق اھلبیتی من طینۃ لم یخلق	ہین۔صدق وراستی کے معدن ہین۔کتاب وسنت کو تم
منھا غیرھا کنا اول من ابتدا	لوگون مین زندہ رکھینگے اور الحاد و بدعت سے تمکو بچائینگے۔
من خلقہ فلما خلقنا نور بنورنا	حق کے ذریعہ سے باطل کو پست کرینگے اور کسی جاہل کی طرف
کل ظلمۃ واحیی بنا کل طینۃ	میلان نہ کرینگے۔اے لوگو۔خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت
ثم قال صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	کو ایک مٹی سے بنایا اور اس سے سوائے میرے اور میرے
ھؤلاء خیار امتی وحملۃ علمی و	اہلبیت کے کسی اور کو نہین بنایا ہم اوّل وہ لوگ ہین کہ
خزانۃ سری وسادۃ اھل	جنکی سب سے اوّل خلقت ہوئی اور جب خدا ہمکو پیدا کرچکا تو
الارض الداعون الی الحق المخبرون	ہمارے نور سے تاریکی کو روشن کردیا اور پھر ایک طینت کو
بالصدق غیر شاکین ولا مرتابین	ہمارے سبب سے زندہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ بہترین امت
ولا ناکصین ولا ناکثین	ہین۔میرے علم کے حامل ہین۔میرے اسرار کے خازن ہین
ھؤلاء الھداۃ المھتدون	سرداران اہل زمین اور حق کی طرف دعوت کرنیوالے
والائمۃ الراشدون المھتدی	ہین اور راستی کے ساتھ خبر دینے والے ہین۔ان کو کبھی
من جاء فی بطاعتھم و ولایتھم	شک نہین ہوتا۔کوئی ریب انکو عارض نہین ہوتا۔یہ کبھی راہ
والضال من	خدا سے پیچھے ہٹنے کے نہین کبھی عہد اسکے عہد کو توڑتے
عدل منھم وجاء فی عداوتھم	نہین۔یہ وہ ہادی ہین جو ہدایت یافتہ ہین۔ائمہ راشدین
حبھم ایمان وبغضھم نفاق	ہین۔جو انکی ولایت و اطاعت کو لیئے میرے پاس آئے
ھم الائمۃ الھادیۃ	وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو انکی عداوت لیکر آئے وہی گمراہ ہے
وعری الاحکام الوثقۃ	ان کی محبت ایمان ہے۔ان کا بغض نفاق ہے۔یہی ائمہ ہدایت
بھم یتم الاعمال الصالحۃ	کرنیوالے اور احکام خدا کی مضبوط رسیان ہین۔انھین کے
وھم وصیۃ اللہ فی الاولین	ذریعہ سے اعمال صالح تمام ہوتے ہین اور انھین کی محبت
والآخرین والارحام التی	کا ہمیشہ اولین اور آخرین سے عہد لیا گیا ہے اور یہی وہ ارحام ہین

اقسمکم اللہ بھا اذ یقول واتقوا اللہ
الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ
کان علیکم رقیبًا ثم یدعوکم بحبھم فقال
قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی
القربی ھم الذین اذھب اللہ عنھم
الرجس وطھرھم تطھیرا الصادقون
اذا نطقوا والعلمون اذا اسئلوا الحفظون
لما استودعوا جمعت فیھم الخصال العشر لا تجمع
الا فی عترتی واھلبیتی الحلم والعلم والنبوۃ
والنیل والسماحۃ والشجاعۃ والصدق
والطھارۃ والعفاف والحکم فھم کلمۃ
التقوی ووسیلۃ الھدی والحجۃ العظمی
والعروۃ الوثقی ھم اولیاءکم عن قول
ربکم وعن قول ربی ما امرتکم الا من
کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من
والاہ وعاد من عاداہ وانصر من
نصرہ واخذل من خذلہ اوحی
الیّ ربیّ فیہ ثلثا انہ سید
المسلمین وامام الخیرۃ المتقین و
قائد الغر المحجلین وقد بلغت
عن ربی ما امرت واستودعھم
اللہ فیکم واستغفر اللہ لی
ولکم۔

جنکی قسم خدا نے اپنے کلام مجید میں یاد دلائی ہے اور فرمایا ہے
کہ ڈرو اس خدا سے جسکے متعلق تم سے سوال کیا جائیگا اور ارحام سے خدا
تمھارا نگہبان ہے پھر دعوت دی تمکو انکی محبت کی طرف اور فرمایا کہ کہدے
محمدؐ میں تم سے اجر رسالت سوائے اسکے کچھ اور نہیں چاہتا کہ میرے اقربا
سے محبت کرو یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو
دور کرکے طیب و طاہر کیا ہے یہی لوگ ہیں جب گویا ہوتے ہیں تب نہایت
راستگو ہوتے ہیں اور جب اُن سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے اُس وقت
بڑے جاننے والے ثابت ہوتے ہیں اور جو چیز انکے پاس امانت رکھوائی
جاتی ہے اُسکی حفاظت کرتے ہیں اور میرے اہلبیت میں دس خصلتیں ایسی
ہیں کہ سوائے اُنکے اور کسی میں وہ جمع نہیں ہو سکتیں حلم علم نبوت بزرگی
شجاعت راستگوئی۔ پاکیزگی عفت یہی لوگ کلمہ تقوی ہیں یہی وسیلہ
ہدایت ہیں حجت عظمیٰ ہیں عروۃ الوثقیٰ مضبوط رسیاں ہیں یہ لوگ
بموجب ارشاد خدا تمھارے سید و سردار ہیں اور جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں
وہ میرے خدا کا حکم ہے۔ حاضرین آگاہ ہو حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد
فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ مولا ہے خدایا دوست رکھ اسکو جو
اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو اسے دشمن رکھے اور مدد کر اسکی
جو مدد کرے اُسکی اور ذلیل کر اسکو جو ذلیل کرے اسکو
حاضرین علیؑ کے بارے میں خدا نے وحی فرمائی ہے
کہ وہ سید المسلمین ہے۔ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا امام ہے
اور ان لوگوں کا پیشوا ہے جنکی پیشانیاں نورانی ہیں۔
جو کچھ خدا سبحانہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا وہ میں نے
تمھیں پہونچا دیا اب میں علیؑ کو تمھارے سپرد کرتا ہوں اور
اپنے لیئے اور تمھارے لیئے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

یہ خطبہ کتب صحاح میں بضرورت خاص مفصل اور مسلسل طریقہ سے درج نہیں ہے مگر اسکے تمام فقرات

کو جو متعدد احادیث مندرجہ صحاح ستہ کے مختلف اور متفرق مقامات مین پائے جاتے ہین ان سبکو مرحوم سید العلما جناب سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنے ایک رسالہ خاص مین کتب صحاح سے چنکر جمع کیا ہے۔ اسی خطبہ کے بعض بعض مقامات کا ترجمہ مسٹر جان ڈیونپورٹ Mr Jhon Davenport نے اپنی کتاب اپالوجیز آف محمد اینڈ ہز قرآن Appologys of Mohammad and his Quran مین بھی کیا ہی۔

تکمیل اسلام اور نزول آیہ اکملت لکم دینکم

اس خطبہ کے ارشاد اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے اعلان عام کے بعد ہی تکمیل اسلام اور تحصیل نعمت اسلام اور تنزیل رضائے خدائے انام کی بشارت بیکبار آیہ وافی ہدایہ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کے الفاظ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی وقت پہونچائی گئی چنانچہ فقیہ ابن المغازلی مناقب مین علامہ ابراہیم النطنزی کتاب خصائص العلویہ مین علامہ صالحانی اپنی کتاب المناقب مین اور علامہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل مین مجاہد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

عن مجاهد عن ابی هریرة قال من صام ثمانیة عشر من ذی الحجه کتب له صیام ستین شهرا وهو یوم غدیر خم لما اخذ النبی صلی الله علیه و آله وسلم بید علی ابن ابی طالب فقال الست اولی بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلی یا رسول الله قال من کنت مولاه فعلی مولاه فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لک یا بن ابیطالب اصبحت مولای و مولی کل مومن و مومنة فانزل الله تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

مجاہد ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص اٹھارہوین ذی الحجہ کو روزہ رکھے اسکے نامہ اعمال مین ساٹھ مہینون کے روزون کا ثواب لکھا جائیگا۔ وہ غدیر خم کا دن ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا کیا مین مومنون کے لئے انکے نفسون سے اولی نہین ہون حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ آپ بیشک اولی ہین ہمارے نفسون سے آپنے ارشاد کیا جسکا مین مولا ہون اسکے علیؑ مولا ہین عمر ابن الخطاب کہنے لگے مبارک ہو تمکو اے علی ابن ابی طالبؑ تم آج سے میرے اور کل مومنین و مومنات کے آقا قرار دیئے گئے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی آج کے دن مین نے تمھارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتون کو تم پر تمام کردیا اور تمھارے دین اسلام سے راضی و خوشنود ہوا۔

علامہ ابن واضح اپنی تاریخ یعقوبی مین تحریر فرماتے ہین۔

قد قیل انہ اٰخر ما نزل علیہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی وھی الروایۃ الصحیحۃ الثابتۃ الصریحۃ وکان نزولھا بغدیر خم۔ بروایت صحیحہ ثابتہ وصریحہ آیہ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی قرآن مجید کی آخری آیت ہے اور اس کا نزول غدیر خم میں ہوا ہے۔

ان محدثین کے علاوہ حافظ ابو نعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی اور حموینی وغیر امثالہم نے بالاتفاق نزول آیہ اکملت لکم دینکم کو خاص خم غدیر کے موقع پر بتلایا ہے۔ اب غریب شبلی صاحب اس وقت کہاں ہیں جن سے استفسار کیا جائے کہ ان اسناد متواترہ اور متکاثرہ کے مقابلہ میں اس آیہ کے موقع تنزیل میں خواہ مخواہ آپ کا ان خود غرضانہ تحریف و تبدیل سے کیا فائدہ ہوا محققین و ناظرین کتاب نے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ آپ کو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کے موقع اور شان نزول وغیرہ کے بدل دینے اور ادھر سے ادھر کر دینے میں ذرا بھی خوف نہیں ہوتا۔

بہر حال تاریخ و حدیث کے تمام ماخذوں سے ثابت ہو گیا کہ آیہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے حکم تنزیل کی حسن تعمیل حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی صورت میں واقع ہوئی اور اس حکم خداوندی کی ادا کاری کے صلہ میں خدائے سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ سے تکمیل دین۔ اتمام نعمت اور قبولیت مذہب اسلام کی بشارت آیہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے الفاظ مقدسہ میں نازل فرمائی گئی ہم اس واقعہ کے متعلق جو اہتمام خاص کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے کیا گیا تھا اوپر بیان کر چکے ہیں اور حضرت عمر کی ادائے تہنیت تک کے حالات لکھ چکے ہیں۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ میں لکھتے ہیں۔

تہنیت امہات مومنین

گویند کہ بیشتر اصحاب حتی کہ امہات مومنین امیر المومنین علی بن ابی طالب راتہنیت بجا آوردند۔ کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب یہاں تک کہ امہات مومنین نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت میں مبارکباد عرض کی۔

حسان بن ثابت کا قصیدۂ غدیریہ

جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اس تقریب سعیدی کے موقع پر دربار رسالت کے ملک الشعراء حضرت حسان بن ثابت نے ذیل کا قصیدہ انشاء فرمایا۔

جسکو امام ابوبکر ابن مردویہ نے مناقب میں۔ حافظ ابو نعیم نے ما نزل فی القرآن فی علی میں خطیب خوارزمی نے مناقب میں سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب ماز بار فیما عقدہ الشعراء من الاشعار میں اور محمد بن یوسف الگنجی الشافعی نے کفایۃ الطالب میں۔ امام حموینی نے فرائد السمطین میں اور علامہ ابراہیم النظنزی نے خصائص العلویہ میں تحریر فرمایا ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال لما قال رسول اللہ صلعم من کنت مولاہ فعلی مولاہ بغدیر خم قال حسان بن ثابت ائذن یا رسول اللہ صلعم ان اقول ابیاتا فقال رسول اللہ صلعم قل علی برکۃ اللہ فقال حسان یا معشر القریش اسمعوا شھادۃ رسول اللہ صلعم فقال

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام میں ارشاد کیا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے حضرت حسان بن ثابت عرض کرنے لگے یا رسول اللہ مجھے چند اشعار کے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی برکت بیان کرو۔ حسان بن ثابت نے کہا کہ اے قریش کے لوگو جناب رسولخدا صلعم کی گواہی کو سن رکھو۔ پھر یہ اشعار پڑھے

یناديهم يوم الغدير نبيهم
غدیر خم کے دن ان کے پیغمبر نے خم کے مقام پر پکارا

بخم واسمع بالرسول مناديا
اور جناب رسولخدا صلعم نے کیا اچھی منادی کی

وقال فمن مولاکم ووليكم
ارشاد فرمایا کہ تمہارا کون مولا اور ولی ہے

فقالوا ولم يبدوا هناك التعاميا
ان لوگوں نے جو اس مقام پر سرکشی نہیں کرتے تھے عرض کیا

الهك مولانا وانت ولينا
تیرا خدا ہمارا مولیٰ ہے اور تو ہمارا ولی ہے

ولن تجدن فی ذلك اليوم عاصيا
اور آج کے روز سے تو ہمیں نافرمان نہیں پائے گا

فقال له قم يا علی فاننی
پس حضرت نے فرمایا اے علیؑ اٹھ کھڑا ہو

رضيتك من بعدی اماما وهاديا
بے شبہہ میں نے تجھکو اپنے بعد امام و رہادی پسند کیا ہے

فمن كنت مولاه فهذا وليه
پس جس کا کہ میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے

فكونوا له انصار صدق مواليا
تم لوگ اس کے سچے مددگار بن جاؤ

هناك دعا اللهم وال وليه
وہیں آپ نے دعا کی کہ بار الہا علیؑ کے دوست کو دوست رکھ

وكن للذی عادی عليا معاديا
اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ

فخص بها دون البرية كلها
تمام لوگوں میں علیؑ کو اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص کیا

وسماه وزيرا المواخيا
اور ان کا نام وزیر اور بھائی رکھا۔

ارجح المطالب جلد اوّل صـ ۲۰۶ مطبوعہ لاہور

اسباب نزول آیہ سأل سائل بعذاب واقع

جس حسن انتظام اور اہتمام خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم خداوندی کی تعمیل فرمائی اور اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع کثیر میں کہ شاید ہی

دنیائے اسلام مین اتنے بڑے کثیر مجمع کی کسی موقع پر کوئی مثال یا نظیر بتلائی جاسکے ۔ ولایت و امامت حضرت علیؑ کا اعلان عام فرمایا گیا اور تمام حاضرین و مجتمعین نے اسکا جناب رسولخداؐ صلعم کے سامنے اقرار و اعتراف کیا ۔ وہ مرقومۂ بالا تاریخ و احادیث کے مشاہدات متواترات سے بالتفصیل بیان ہوچکا ہی اس موقع پر اہل اسلام کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ۱۲۰۰۰۰ سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار ۱۴۰۰۰۰ تک بتلائی گئی ہی علّامہ ابن اثیر تاریخ کامل مین ایک لاکھ چالیس ہزار ۱۴۰۰۰۰ کی تعداد پر اپنا مختار قائم کرتے ہین خصائص مین امام نسائی لکھتے ہین ۔

عن سعد بن ابی وقاص قال کنا مع رسول الله صلعم بطریق مکة فلما بلغ غدیر خم وقف للناس ثم رد من تبعه ولحقه من تخلف

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ہملوگ جناب رسولخدا صلعم کے ساتھ ہمسفر تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غدیر خم مین پہونچے تو آپنے لوگون کو ٹھہرنے کا حکم دیا پانچ جو لوگ آگے نکل گئے تھے واپس آئے جو پیچھے رہگئے تھے ملحق ہوگئے

یہ مہتم بالشان واقعہ من احسن الوجوہ تمام ہوگیا ۔ تو بالکل خلاف توقع ۔ باوجودیکہ اسکی قبولیت اسکا اعتراف و اقرار اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع مین ہوچکا تھا ۔ اسکی مخالفت بھی ہوگئی ۔ اور بارگاہ ایزدی سے مخالف کو فوراً ۔ ببرکت دعائے رسالت عاد من عاداہ سزا و عقوبت بھی مل گئی جسطرح ابتدا ہی سے اس واقعہ کے ہر شعبہ کی خبر نص قرآنی سے دی گئی ہے اسی طرح اسکے اس شعبۂ آخر کی بھی نص قرآنی سے خبر پہونچائی گئی ۔

ہم اسکی پوری تفصیل علّامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ خواص الامۃ ۔ علّامہ محمد بن یوسف الزرندی کی کتاب معارج الوصول ۔ ملک العلمائے دولت آبادی کی مناقب السادات ۔ علّامہ سمہودی کی جواہر العقدین محدث شیرازی کی روضۃ الاحباب ۔ علّامہ عبدالرؤف مناوی کی فیض القدیر ۔ اور علّامہ محمود بن محمد القادری کی صراط السوی ۔ اور حلبی کی انسان العیون ۔ علّامہ احمد بن فضل بن محمد کثیر کی وسیلۃ المآل اور علّامہ محمد بن اسمعیل الامیر کی روضۃ الندیہ اور حافظ محمد بن یوسف الگنجی کی کفایۃ الطالب اور امام ابواسحاق ثعلبی کی تفسیر سے ذیل مین نقل کرتے ہین ۔

قال الامام ابواسحاق الثعلبی رحمة الله علیه فی تفسیره ان سفیان بن عیینة سئل عن قوله تعالی سال سائل بعذاب واقع فیمن نزلت فقال للسائل لقد سئلتنی عن مسئلة ما سئلنی احد عنها

امام ابواسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مین نقل کرتے ہین کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آیہ سال سائل بعذاب واقع کس کے حق مین نازل ہوا ہی سفیان بن عیینہ سائل سے کہنے لگے تو مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھتا ہی

قبلك حدثني ابو جعفر محمد
عن آبائه عليهم السلام ان رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم لما كان
بغدير خم نادى الناس فاجتمعوا فاخذ
بيد علي وقال من كنت مولاه فعلي مولاه
فشاع ذلك فطار في البلاد وبلغ ذلك
الحارث بن النعمان الفهري اتى رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم على
ناقة له فاناخ راحلته ونزل عنها و
قال يا محمد امرتنا ان نشهد
ان لا اله الا الله وانك رسول الله
فقبلناه منك وامرتنا ان نصلي
خمسا فقبلناه منك وامرتنا
بالزكوة فقبلناه منك وامرتنا
بالصوم فقبلناه وامرتنا بالحج
فقبلناه منك ثم لم ترض
بهذا حتى رفعت بضبعي ابن
عمك تفضله علينا فقلت
من كنت مولاه فعلي مولاه
فهذا شيء منك ام من الله
عز وجل فقال النبي صلعم
والذي لا اله الا هو ان هذا من
عند الله فتولى الحارث يريد
راحلته وهو يقول اللهم ان كان ما يقول

کہ تجھ سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی نہیں پوچھا تھا۔ مجھ سے جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے روایتاً اپنے آبائے کرام سے بیان فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم کے مقام پر پہونچے تو لوگوں کو جمع کر کے سب کے سامنے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں۔ اس کا علی مولا ہے اور یہ بات اور لوگوں میں تمام جگہ مشہور ہوگئی تو خبر نعمان ابن حارث فہری کو بھی معلوم ہوئی تو وہ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ناقہ کو بٹھا کر اور اس سے اُتر کر آپ کے قریب پہونچا اور کہنے لگا یا محمد آپ نے ہمکو حکم دیا کہ ہم اس بات کی گواہی دیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور بیشک آپ اسکے رسول برحق ہیں ہم نے آپکا یہ حکم مان لیا پھر آپنے ہمکو پانچ وقتوں کی نماز پڑھنے کا حکم دیا وہ بھی ہمنے قبول کر لیا پھر آپنے ہم کو زکوۃ دینے کا حکم دیا۔ ہمنے وہ بھی قبول کر لیا۔ پھر آپ نے ہم کو روزہ رکھنے کے لیے کہا ہم نے وہ بھی قبول کر لیا۔ پھر آپ نے ہمکو حج کرنے کے لیے حکم دیا ہم نے وہ بھی قبول کر لیا پھر اس پر بھی آپ راضی نہ ہوے اور اپنے ابن عم کا بازو تھام کر اٹھایا اور ان کو ہم لوگوں پر فضیلت دی اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے۔ یہ بات حضور اپنی طرف سے فرماتے ہیں یا خدا کی طرف سے حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے یہ بات خدا کی طرف سے ہے۔ پس حارث یہ کہتا ہوا اپنے ناقہ کی طرف لوٹا کہ اے خدا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد احقا فامطر علينا حجارة من السماء وائتنا بعذاب اليم فلما وصل راحلته حتى رماه الله عزوجل الحجر سقط على هامته فخرج من دبره فقتله فانزل الله تعالى عزوجل سأل سائل بعذاب واقع للكافرين ليس له دافع من الله ذى المعارج

جو کچھ بیان فرماتے ہین اگر سچ ہے تو معاذ اللہ ہم پر آسمان سے پتھر برسا ہمین عذاب دردناک مین مبتلا فرما۔ وہ اپنے ناقہ کی طرف لوٹا اور ابھی اس تک پہونچا بھی نہین تھا کہ خدائے تعالیٰ نے اس پر پتھر پھینکا جو اسکے سر پر گرا اور پشت سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو کہ کافرون کے لئے ہونیوالا ہے۔ عذاب اللہ کی طرف سے ہے جو مالک ہے سیڑھیون کا" ارجح المطالب مطبوعہ لاہور جلد دوم ص ۳۰۵

استخفاف واقعات غدیر اور اسکے انکشافات

شبلی صاحب نے جب اس واقعہ کو اتنے اختصار و استخفاف کے طریقہ سے لکھنا شروع کیا ہے تو وہ اسکی تفصیلات کو لکھنا کب گوارا کر سکتے ہین اور کیسے لکھ سکتے ہین جب یہ تفصیلات و تصریحات ابتدا ہی سے شبلی صاحب کو استحفاظ عقائد اور تقلید اسلاف و تعلیم اخلاف کے استقرار کے مقابلہ مین نہ آیات قرآنی پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی حدیث سے خبر رکھنے کی حاجت ہے۔ عام اس سے کہ نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے اس واقعہ کی نسبت کیسی ہی تفصیل و تصریح نہ ثابت ہوتی ہو۔ کوئی پرواہ نہین ہے آپکے نزدیک سب کے سب مرفوع القلم ہین اور ایک بھی قابل الذکر نہین۔ دیکھئے اس واقعہ کی نسبت ایک نہین تین تین نصوص قرآنی ہم آپکے متعدد علمائے معتبرین کے اقوال و مختار سے باسناد متواترہ لکھ آئے ہین۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ ان مین سے ایک قول بھی شبلی صاحب کے ملاحظہ سے نہ گذرا ہو۔ لیکن ان مین سے ایک کو بھی آپنے نہ لکھا اور لکھنا کیسا اشارتاً اسکا ذکر بھی نہین کیا ممکن تھا کہ ذکر و نقل کے بعد اپنے مفید مطلب کوئی تاویل ہی فرما دی جاتی جیسا کہ اکثر مقامات پر تاویلات زبانی سے کام لیا گیا ہے لیکن شبلی صاحب بہت ہی ہوشیار اور محتاط ہین وہ خوب جانتے ہین کہ سیرۃ النبی صلعم مین یہی ایک واقعہ ان کے قلم کے لئے سب سے بڑا دشوار اور اہم ہے۔ اس بنا پر اسکے لفظ لفظ پر آپکو اپنا قلم روک روک کر اور سنبھل سنبھل کر نہایت احتیاط سے اٹھانا پڑا ہے۔ چونکہ ان واقعات صحیحہ اور مشاہدات صریحہ کے لئے آپ سے کوئی تاویل ممکن نہین ہوئی۔ اس ضرورت سے آپنے ان تمام نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے قطعی انکار ہی کو مفید کار سمجھا۔

اور عام اس سے کہ نصوص الٰہی ہون یا احادیث نبوی سب کو یکقلم نسیاً منسیاً فرما دیا یہی کار از تو آید و مردان چنین کنند لیکن اگر اسکے ساتھ آپنے اپنے تمام قدیم ماخذون کو بھی نذر آتش کر دیا ہوتا تو گویا ہمیشہ کے لئے یہ قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ نہ وہ قدیم ماخذ باقی رہتے۔ نہ آپ کی تحریر کے خلاف شہود و ثبوت پیش کئے جاتے مگر جبتک یہ ماخذ دنیائے اسلام مین قائم ہین آپ کی سیرۃ النبیؐ کی نقل و تحریر پر برابر تنقید و تردید ہوتی رہے گی اور کوئی پڑھا لکھا عقل و تمیز والا مسلمان آپکی اس یک طرفہ قلمکاریون پر اعتبار نہ کریگا۔

حقیقت مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس سوانح مین کوئی واقعہ اس شہرت و اعلان اور تفصیل و بیان کے ساتھ وقوع پذیر نہین ہوا اور غالباً جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ مین کسی واقعہ کے متعلق اتنے نصوص متواترہ کا نزول بھی نہین ہوا۔ کوئی مفسر کوئی محدث اور کوئی مورخ دنیائے اسلام مین ایسا نہین پایا جاتا جو ان نصوص و احادیث کے اسباب نزول کو اس واقعہ کے سوا کسی دوسرے واقعہ کے متعلق بتلاتا ہو۔ جیسا کہ آیہ بلّغ سے لیکر آیہ سال سائل تک اور حدیث ثقلین سے لیکر حدیث من کنت مولاہ کے ارشاد تک اقوال معتبرہ و متواترہ سے اوپر ثابت کر دیا گیا ہے اب اتنے شہود و ثبوت کے مقابلہ مین شبلی صاحب کا سکوت کیسا مہمل اور مضحکہ خیز ہے۔ سکوت سے تو بدرجہا یہ بہتر تھا کہ آپ ان اقوال و اخبار کو لکھکر ان کا سبب نزول اور باعث ارشاد واقعہ غدیر کے سوا اور کسی دوسرے واقعہ کے متعلق ثابت فرماتے یا کم سے کم لکھکر بتلا ہی دیتے تو یہ واقعہ اختلافی تو ہو جاتا۔ یون تو ویسا کا ویسا ہی ثابت رہ گیا لیکن چونکہ اس واقعہ پر اتنے شواہد متواترہ و متکاثرہ جمع تھے اور ایک سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار تک اسکے دیکھنے والے اور اقرار کرنے والے موجود تھے کہ آپ اس مین کسی تبدیل و تاویل پر جرأت نہ کر سکے۔

لیکن اس واقعہ کی مرقومہ بالا تمام خصوصیات کے ساتھ اسکی اس خصوصیت کا بھی ذکر کر دینا نہایت ضروری ہے کہ اسکے وقوع اور اعلان عام کے کل دو ہی برس بعد جب طمع دنیاوی اور حرص مال و دولت کی ضرورت سامنے آگئی تو پھر جس طرح اس عظیم الشان واقعہ کی نقل و یاد بھلائی گئی۔ اور اسکی حقیقت، صلیت اور واقعیت چھپائی گئی۔ گھٹائی گئی اور دنیائے اسلام سے مٹائی گئی اور اسکے خلاف خلافت کی چار دیواری بنائی گئی۔ ویسی کسی واقعہ اسلامی کی نہین۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی سے ضبط نہو سکا تو انھون نے اپنی کتاب سر العالمین مین اہل اسلام کے اس کتمان حقیقت پر عبرت و حسرت کے آنسو بہا کر حسب ذیل عبارت لکھدی۔

اجمعت الجماهير على متن الحديث فى يوم غدير	جمہور نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کر لیا ہے اور سب کا
باتفاق الجميع وهو يقول من كنت مولاه	اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جس کا مین مولا ہون

فعلی مولاہ فقال عمر بن الخطاب
بخٍ بخٍ لك یا ابا الحسن اصبحت
مولائی ومولیٰ کل مومن ومومنۃ
فھذا تسلیم و رضی و تحکیم ثم
بعد ذلك غلب الھوی بحب
الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ
وعقود البنود وخفقان الھوآء
فی قعقعۃ الرایات و
اشتباك و ازدحام الخیول
وفتح الامصار و سقاھم
کاس الھوی فحملھم الی
الخلاف فعادوا الی الخلاف
الاول فنبذوہ وراء ظھورھم
واشتروا بہٖ ثمنًا قلیلًا
فبئس ما یشترون ـ

اسکا علیؑ مولا ہے پس عمر بن خطاب نے کہا مبارک ہو مبارک ہو تمکو
اے ابوالحسن ورآنحالیکہ آپکو صبح ہوئی اور آپ ہمارے اور کل مومن
ومومنہ کے مولا ہوئے بعد اسکے امام غزالی کہتے ہین کہ ایسا کہنا
حضرت عمر کا خلافت علیؑ کو تسلیم کر لیتا ہے اور ان کے اتخلاف
پر راضی ہو جاتا ہے اور حضرت علیؑ کو حاکم سمجھ لینا ہے۔ مگر بعد اس
سمجھنے کے خواہش نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست اور
حکومت فانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست عظیمہ کا ہاتھ آنا اور خلافت
کے نشان کا ہر دیار و امصار مین گڑ جانا اور علم کے پھر پھرون کا ہوا
مین اوڑنا اور ہوا کا پھریرون سے لپٹنا اور سوارون کا دونون طرف
جلوس مین چلنا اور گھوڑون کی ٹاپون کا متصل جال کے معلوم ہونا
اور ملکون اور شہرون کا فتح ہونا ان خیالات نے ان لوگون
کو خواہش نفسانی کا جام پلا کر مخمور کر دیا اور اسی مدہوشی نے انکو
خلیفہ کر دیا اور جیسے اسلام کے قبل تھے پھر ویسے کے ویسے ہی
ہو گئے۔ اور اس عہد کو انھون نے پیچھے ڈال دیا اور اس عہد شکنی
کے ساتھ ادنی چیز کو خرید کر لیا لیکن کیا بری چیز ان لوگون نے خرید کی۔

امام غزالی کے اس قول کو خلاصہ کر کے علامہ سبط ابن جوزی نے بھی تذکرہ خواص الامۃ مین لکھا ہے۔
اس واقعہ کے نزول بشارت اور حصول قبولیت کے ساتھ ہی مخالفت اور معارضت شروع ہو گئی ۔ اور
حارث بن نعمان فہری کی کافرانہ تعریض پر عذاب الیم کی جبارانہ تنزیل نے اسی وقت اس کی حقانیت
کے مشاہدات امت اسلام کی نگاہون کے سامنے پیش کر دیے۔ گویا اسکا جوہر حقیقت یعلم الاشیاء باضدادھا
کے اصول مسلمہ کے معیار کے اوپر کامل اتر گیا اور اسکی صداقت وصحت مدارج آزمائش اور معارج امتحان مین
پوری ثابت ہو گئی ؎ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان × تا سیہ روے شود ہر کہ درو غش باشد۔
اسکی تصدیق و توثیق کا سلسلہ کچھ زمانہ رسول اللہ صلعم ہی تک محدود و موقوف نہین رہا بلکہ خلافت کے
نظم جدید کے وقت حضرت علی مرتضیٰ نے بطور احتجاج امت اسلام کے سامنے استدلالاً پیش کیا ہے لیکن
بقول امام غزالی حب خود غرضی۔ نفسانیت حصول سلطنت و ریاست جمع مال و دولت کے غیر متحمل اشتیاق و

تمنائیں سامنے آ گئیں تو پھر خدا کی کون سنتا ہے اور رسول کی کون مانتا ہے۔ چنانچہ ابتدائے اجماع اور آغاز انعقاد خلافت اور تعیین خلیفہ کے وقت خود جناب صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمۃ الزہراؑ علیہا السلام نے اپنے طولانی خطبہ میں بطور استدلال احتجاجیہ اس واقعہ کی بشارتوں کو پیش کر کے حضرت علیؑ مرتضیٰ کی حقیت خلافت ثابت فرمائی تھی۔ چنانچہ علامہ جزری صاحب حصن حصین اسنی المطالب میں اور حافظ عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن احمد المقدسی الصالحی الحنبلی مناقب میں لکھتے ہیں۔

عن بكر بن احمد القصري قال حدثتنا فاطمة بنت علي بن موسى الرضا قالت حدثتني فاطمة وزينب وام كلثوم بنات موسى بن جعفر الكاظم قلن حدثتنا فاطمة بنت جعفر بن محمد الصادق قالت حدثتني فاطمة بنت علي بن الحسينؑ زين العابدينؑ قالت حدثتني فاطمة وسكينة ابنتا الحسينؑ بن علي عن ام كلثوم بنت فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وآله وسلم عن فاطمة الزهراء بنت رسول الله صلعم ورضي الله عنها قال انسيتم قول رسول الله صلعم يوم غدير من كنت مولاه اخرجه الحافظ ابو موسى المديني في كتابه المسلسل بالاسماء وقال هذا الحديث المسلسل من وجهه وهو ان كل واحدة من الفواطم تروي عن عمة لها فهو رواية خمس بنات اخ كل واحدة منهن عن عمتها۔

بکر بن احمد قصری ناقل ہیں کہ ہم سے فاطمہ بنت علی بن موسیٰ الرضا نے بیان کیا کہ مجھ سے میری پھوپھیوں۔ فاطمہ، زینبؑ اور ام کلثوم موسیٰ بن جعفر الکاظم کی صاحبزادیوں نے بیان کیا کہ ان سے فاطمہ بنت جعفر بن محمد الصادقؑ ذکر کرتی تھیں کہ ان سے ان کی پھوپھی فاطمہ بنت علی بن الحسینؑ زین العابدین فرماتی تھیں کہ مجھ سے میری پھوپھی فاطمہ اور سکینہ جناب امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادیاں ارشاد کرتی تھیں کہ ان سے ان کی پھوپھی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ میری والدہ ماجدہ جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ نے لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد کیا کہ کیا تم لوگ جناب رسول خدا صلعم کے اس ارشاد کو بھول گئے جو غدیر خم میں فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ حافظ ابو موسیٰ المدینی نے اس حدیث کو اپنی کتاب مسلسل الاسماء میں روایت کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ایک جہت سے یہ حدیث خود بھی مسلسل ہے کیونکہ ہر ایک فاطمہ نام رکھنے والی مخدومہ نے اس حدیث کو اپنی پھوپھی سے روایت کیا ہے اور یہ ایسی پانچ بھتیجیوں کی روایت ہے کہ ہر ایک اپنی پھوپھی سے روایت کرتی ہے۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں امام حاکم مستدرک میں اور ملا علی متقی کنز العمال میں لکھتے ہیں۔

عن رفاعة بن اياس الضبي عن ابيه عن جده

رفاعہ بن ایاس الضبی اپنے والد سے اور وہ اسکے دادا سے

قال كنت مع على فى الجمل فبعث الى طلحة ان القنى فلقتيه فقال. انشدك الله اسمعت رسول اللهؐ يقول من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه قال نعم فقال فلم تقاتلنى قال فانصرف طلحة بن عبيد الله ارجح المطالب ص۳۵ جلد

ناقل میں کہ میں جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ہمراہیوں میں تھا جناب امیرؑ نے طلحہ کو بلا بھیجا کہ مجھ سے ملاقات کریں طلحہ آپ کے پاس حاضر ہوئے جناب امیر علیہ السّلام نے ان سے فرمایا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے جناب رسالتمآب صلعم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اے میرے پروردگار اسکو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور تو اسکو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے. طلحہ نے کہا ہاں سنا ہے جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا پھر تم کیوں میرے ساتھ جنگ کرتے ہو طلحہ اسی وقت جنگ کرنے سے لوٹ گئے.

علامہ ابن عقدہ ۔ حافظ محمد بن حبان لبستی ۔ علامہ محب الدین طبری ۔ ابن عساکر اور امام سمہودی جواہر العقدین میں لکھتے ہیں ۔

عن ابى الطفيل ان عليا قام فحمد الله ثم قال انشد بالله من شهد يوم غدير ان يقوم ولا يقم رجل يقول نبئت او بلغنى الا رجل سمعت اذناه ووعاه قلبه فقام سبعة عشر رجلاً منهم خزيمة بن ثابت وسهل بن سعد وعدى بن حاتم وعقبة بن عامر و ابو ايوب الانصارى و ابوليلى والهيثم بن التيهان وابوسعيد الخدرى وشريح الخزاعى وابو قدامة الانصارى ورجال من قريش فقال على هاتوا ماسمعتم فقالوا انشهد انا اقبلنا مع رسول الله صلى الله عليه واله وسلم من حجة الوداع حتى اذا كان الظهر خرج رسول الله صلعم فامر بشجرات فشذبن والقى عليهن ثوبة ثم نادى بالصلوٰة

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام نے خطبہ میں خدا کی حمد کے بعد فرمایا ہے خدا کی قسم دیکر اس شخص کو جو غدیر خم کے روز حاضر ہوا ہے کھڑا ہو جائے اور وہ شخص کھڑا ہو جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے یا خبر دی گئی ہے بلکہ وہ شخص بیان کرے کہ جسکے کانوں نے سنا ہو اور دل نے یاد رکھا ہو پس سترہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں خزیمہ بن ثابت سہل بن سعد۔ عدی بن حاتم عقبہ بن عامر ابوایوب انصاری۔ ابولیلی۔ ابوالہیثم بن تیہان ۔ ابوسعید خدری۔ شریح۔ ابو قدامۃ الانصاری رضی اللہ عنہم اور نیز قریش کے اور آدمی موجود تھے ۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا۔ بیان کرو تم نے کیا سنا ہے وہ کہنے لگے ہم حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب باسعادت میں مکہ سے واپس آرہے تھے کہ ظہر کے وقت حضرت باہر تشریف لائے اور درختوں کی کانٹ چھانٹ کا حکم دیا اور انپر کپڑا ڈالدیا گیا پھر نماز کے لئے منادی کرائی گئی

فنزحنا وصلينا ثم قام فحمد الله واثنى عليه ثم قال ايها الناس ما انتم قائلون قالوا قد بلغت قال اللهم اشهد ثلاث مرات فقال انى اوشك ان ادعى فاجيب انى مسئول وانتم مسئولون ثم قال الا ان دمائكم واموالكم حرام كحرمة يومكم هذا وحرمة شهركم هذا اوصيكم بالنساء واوصيكم بالجار واوصيكم بالمماليك واوصيكم بالعدل والاحسان ثم قال ايها الناس انى تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى اهلبيتى فانهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض نبأنى بذالك اللطيف الخبير ثم اخذ بيد على فقال من كنت مولاه فعلى مولاه فقال على صدقتم وانا على ذلك من الشاهدين

ہم لوگ اپنے اپنے خیموں سے نماز کے لئے باہر نکلے۔ آنحضرت صلعم نے کھڑے ہوکر خطبہ میں خدا کی صفت وثنا کے بعد بیان کیا اے لوگو تم کیا کہتے ہو حاضرین نے عرض کی آنحضرت نے خدا کا پیغام پہونچا دیا اس بات کو تین مرتبہ فرما کر آپنے کہا اے خدا گواہ رہیو۔ پھر ارشاد کیا میرا گمان ہے کہ میں بلایا جاؤنگا اور تم بھی پوچھے جاؤگے بےشبہ تمہارا خون تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہوگیا ہے جیسا کہ یہ تمہارا آج کا دن اور یہ تمہارا مہینہ حرمت والا ہے۔ تمکو وصیت کرتا ہوں تمہاری عورتوں کے لیے تمہارے ہمسایوں کیلئے اور تمہارے لونڈی غلاموں کیلئے اور تمکو وصیت کرتا ہوں عدل واحسان کی پھر فرمایا ایہا الناس میں تم میں دو چیزیں بزرگ چھوڑے جاتا ہوں خدا کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلبیت یہ دونو جدا نہ ہونگے یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں یہ مجھے خبر دی ہے خدائے لطیف وخبیر نے پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جسکا میں مولا ہوں پس علیؑ اسکے مولی ہیں پس حضرت علیؑ نے فرمایا تم لوگ سچ کہتے ہو اور میں بھی اسکی گواہی دیتا ہوں -

اس مناشدہ مقدسہ کی فوری حقانیت کے ثبوت بھی مفصلہ ذیل عبارات احادیث میں ملاحظہ فرمائے جائیں -

صحابہ اور رسالات غدیر کی شہادت سے خاموشی - اسکی پاداش

امام ابو الحسن احمد بن یحیی البلاذری - کتاب انساب الاشراف میں تحریر فرماتے ہیں -

عن عمير بن سعد قال قال على على منبر انشد رجلا سمع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم غدير خم من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه ان يقوم ويشهد وتحت المنبر انس بن مالك وبراء بن عازب وجرير بن عبدالله البجلى فاعادها فلم يجبه احد فقال اللهم من كتم هذه الشهادة وهو يعرفها فلا تخرجه من الدنيا حتى تجعل به آية يعرف بها قال

عمیر بن سعد ناقل ہیں کہ حضرت علیؑ نے منبر پر چڑھکر لوگوں کو قسم دی کہ جس شخص نے غدیر خم کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بیان کردے پس لوگوں نے گواہی دی اور منبر کے نیچے انس بن مالک براء بن عازب اور جریر بن عبداللہ البجلی بھی بیٹھے ہوئے تھے جناب امیر نے لوگوں سے مکرر فرمایا مگر انہوں سے کسی ایک نے بھی کچھ نہ کہا جناب امیر نے فرمایا بار الہا جس شخص نے اس شہادت کو چھپایا باوجودیکہ وہ جانتا ہے اس شخص کو موت نہ دینا جبتک کہ تو اسکے لئے کوئی نشان مقرر کردے کہ وہ اس سے دنیا میں

فبرص انس وعمی البراء و رجع جریرا اعرابیاً بعد هجرته فاتی السراة فمات فی بیت امه

پہچان لئے جا رہیں۔ عمیر بن سعد کہتے ہیں کہ انس تو مبروص ہو گئے براء بن عازب اندھے ہو گئے۔ اور جریر لوٹ کے ہو کر واپس آئے اور بکواس کرنے لگے یہانتک کہ اپنی ماں کے گھر میں (بند رکھ کر) دنیا سے انتقال کر گئے۔

اسی روایت کو حافظ ابونعیم اور علامہ ابن مردویہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

عن طلحة بن عمر قال شهدت علیا علی المنبر ناشدا اصحاب رسول الله صلعم وفیهم ابو سعید وابوهریرة وانس وهم حول المنبر وعلی علی المنبر وحوله اثنا عشر بدریا من الانصار والمهاجرین فقال علی انشدکم هل سمعتم رسول الله یقول من کنت مولاه فعلی مولاه فقاموا کلهم وانس بن مالک فی القوم ما شهد فقال له امیر المومنین ما منعک یا انس ان تشهد وقد سمعت ما سمعوا قال یا امیر المومنین کبرت ونسیت فقال امیر المومنین اللهم ان کان کاذبا فاضربه ببیاض او بوضح لا تواریه العمامة فقال طلحة بن عمر فاشهد بالله لقد رایته بیضاً بین عینیه

طلحہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام کو منبر پر دیکھا کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے اصحاب کو قسم دیے جاتے تھے۔ ان میں ابوسعید۔ ابوہریرہ اور انس بن مالک بھی منبر کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور جناب امیرؑ منبر پر تشریف رکھتے تھے اور منبر کے ارد گرد مہاجرین و انصار بیٹھے تھے جن میں بارہ بزرگوار بدری تھے۔ جناب امیرؑ نے ان سے کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے ارشاد کو سنا ہے۔ پس جب سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ انس بن مالک بھی انہی لوگوں میں موجود تھے انہوں نے گواہی نہیں دی جناب امیرؑ نے ان سے فرمایا کہ تم کو شہادت دینے سے کس امر نے روکا ہے باوجودیکہ تم نے بھی سنا تھا جو کچھ کہ ان لوگوں نے سنا ہے۔ انس کہنے لگے امیر المومنین میں بڑھا ہو گیا ہوں مجھے یہ بات بھول گئی۔ جناب امیرؑ نے دعا کی اے پروردگار اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہو تو اسے برص کے مرض میں مبتلا کر دے کہ اسے یہ اپنے عمامہ سے چھپا نہ سکے۔ طلحہ بن عمر کہتا ہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے انس بن مالک کی پیشانی پر وہ سفید دھبا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

حافظ جلال الدین فضل اللہ شیرازی المدعو بہ محدث شیرازی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں

عن زر بن حبیش قال خرج علی من القصر

زر بن حبیش ناقل ہیں کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام قصر سے

فاستقبله ركبان متقلدي السيوف عليهم العمائم حديثي عهد بسفر فقالوا السلام عليك يا مولانا فقال علي بعد ما رد السلام عليهم من ههنا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فقال اثنا عشر رجلا منهم خالد بن زيد وابو ايوب الانصاري وخزيمة بن ثابت ذو الشهادتين وثابت بن قيس بن شماس وعمار بن ياسر وابو الهيثم بن التيهان وهاشم بن عتبة وسعد بن وقاص وحبيب بن بديل بن ورقاء فشهدوا انهم سمعوا رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يوم غدير خم من كنت مولاه فعلي مولاه فقال علي لانس بن مالك والبراء بن عازب ما منعكما ان تقوما فتشهدا فقد سمعتما كما سمع القوم فقال اللهم ان كتماها معاندة فابلهما فاما البراء فعمي وكان يسئله عن منزله فيقول كيف يرشد من ادركته الدعوة واما انس فقد برصت قدماه وقيل لما استشهد على قول النبي صلى الله عليه واله وسلم من كنت مولاه فعلي مولاه اعتذر بالنسيان فقال علي اللهم ان كان كاذبا فاضربه ببياض او بوضح لا تواريه العمامة فبرص وجهه

برآمد ہوئے انکے سامنے عمامہ پوش سوار تلوارین لٹکائے ہوئے آئے جنکے چہرون سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی سفر سے آئے ہین انھون نے جناب امیرؑ سے کہا کہ السلام علیک یا مولانا۔ جناب امیرؑ نے انکو جواب سلام دیکر فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ مین سے کون کون اس مقام پر موجود ہین۔ بارہ آدمی حاضر تھے جن مین خالد بن زید ابو ایوب انصاری خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین ثابت بن قیس بن شماس۔ عمار بن یاسر۔ ابو الہیثم بن التیہان۔ ہاشم بن عتبہ۔ سعد بن وقاص و حبیب بن بدیل بن ورقا رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اٹھ کر گواہی دینے لگے کہ ہمنے جناب رسولخدا صلعم سے سُنا ہے کہ جسکا مین مولا ہون اس کا علیؑ مولا ہے جناب امیرؑ نے انس بن مالک اور براء بن عازب سے کہا تمھین اٹھکر گواہی دینے سے کس نے منع کیا ہے تمنے بھی وہی سُنا تھا جو کچھ کہ لوگون نے سُنا تھا پس جناب امیر علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگارا اگر انھون نے گواہی کو عناد کی وجہ سے چھپایا ہے تو انکو ناگہانی بلا مین مبتلا کرین براء ابن عازب اندھے ہوگئے یہان تک کہ اپنے گھر کا راستہ پوچھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے بھلا وہ شخص کیونکر راستہ دیکھ سکتا ہے جسکو بد دعا لگ گئی ہو اور انس بن مالک کا یہ حال ہوا کہ انکے پاؤن پر برص پیدا ہوگیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ پر لوگون سے گواہی طلب کی۔ اسوقت انس بن مالک نے نسیان کا عذر پیش کیا جناب امیرؑ نے دعا کی کہ اگر یہ شخص جھوٹ کہتا ہو تو اسے برص کے مرض مین مبتلا کر جسے کہ عمامہ سے نہ چھپ سکے پس انس نے

فندل بعد ذلك برقعا على وجهه

منہ کے برص کو برقع میں چھپائے رکھتے تھے ارجح المطالب ج ۲ ص ۲۱۶

حافظ ابن کثیر شامی اور امام دارقطنی لکھتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال خطب علی فقال انشد الله امرا نشدة الاسلام سمع رسول الله صلعم یوم غدیر خم اخذ بید علیؑ یقول الست اولیٰ بکم یا معشر المسلمین من انفسکم قالوا بلیٰ یا رسول الله قال من کنت مولاه فعلی مولاه اللھم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله ان یقوم ویشهد فقام بضعة عشر رجلا فشهدوا وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتیٰ عموا او برصوا

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں اس مرد خدا کو جس نے اسلام قبول کیا ہے قسم دیتا ہوں اور آنحضرت صلعم کے اس ارشاد سے کہ علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر غدیر خم کے روز کہا تھا پوچھتا ہوں کہ جس شخص نے آنحضرت صلعم سے حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه اللھم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله کی حدیث کو سنا ہو وہ اٹھ کر اسکی شہادت بیان کرے پس دس آدمیوں سے چند زاید آدمیوں نے کھڑے ہوکر گواہی دی اور ایک گروہ صحابہ نے اس شہادت کو چھپایا پس وہ لوگ اس وقت تک دنیا سے عالم آخرت کو نہیں گئے جب تک کہ وہ لوگ اندھے اور مبروص نہیں ہو گئے۔

حافظ ابو موسیٰ اور علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

عن ابن اسحٰق قال حدثنی من لا احصی ان علیاً نشد الناس فی الرحبة من سمع رسول الله من کنت مولاه فعلی مولاه اللھم وال من والاه وعاد من عاداه فقام نفر فشهدوا انهم سمعوا ذلك من رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتیٰ عموا او برصوا واصابتهم آفة منهم یزید بن ودیعة و عبد الرحمٰن بن مدلج

ابن اسحاق ناقل ہیں کہ مجھ سے بہت سے آدمیوں نے بیان کیا جن کا شمار مشکل ہے کہ جناب امیر نے رحبہ میں لوگوں کو قسم دیکر پوچھا کہ جس کسی نے من کنت مولاه فعلی مولاه اللھم وال من والاه و عاد من عاداه کی حدیث کو آنحضرت صلعم سے سنا ہو بیان کرے پس چند آدمیوں نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ انھوں نے اس حدیث کو آنحضرت صلعم کی زبانی سنا ہے اور ایک گروہ نے اس حدیث کو چھپایا وہ لوگ جبتک کہ اندھے یا مبروص یا کسی اور بلا میں مبتلا نہ ہولئے دنیا سے آخرت کو نہ سدھارے چنانچہ یزید بن ودیعہ اور عبد الرحمٰن بن مدلج بھی انھیں میں تھے۔

اتنے طول وطویل اور بہ تفصیل مشاہدات ثبوت کے بعد بھی کیا کوئی صحیح الدماغ شخص کہہ سکتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت قبولیت اور تصدیق و توثیق سے خیر القرون کا کوئی زمانہ خالی گذرا ہے خلفائے راشدین حضرات

عشرہ مبشرہ۔ اصحاب حل وعقد اور صحابۂ سابقین کے ممتاز طبقات مین ممتازین ومعززین صحابہ نے اس واقعہ کا صاف صاف اقرار واعتراف فرمایا ہے اور اسکی حقیقت کو حلفاً بیان کیا ہی۔ اور حارث بن نعمان فہری کی طرح ان مین سے انکار کرنیوالون نے عذاب ومصیبت کی سزا بھی پائی ہی۔ لیکن باینہمہ۔ پھر کیا ہوا؟ دنیا پرستی اور زر پرستی ایسی بڑی بلا ہے کہ وہ نہ خدا کی سننے دیتی ہے اور نہ رسولؐ کی۔ اسی پیش آنیوالے منظر کو مد نظر رکھکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متواتر تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا۔

لا ادری ما تحدثون بعدی — نہین معلوم تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے۔ (موطا مالک)

فرمود بلی شما اصحاب من اید لیکن ندانم کہ شما بعد از من چہ کنید۔ (مدارج النبوۃ محدث دہلوی) — ارشاد ہوا تم میرے اصحاب تو ہو مگر مجھے معلوم نہین کہ میرے بعد تم لوگ کیا کیا کروگے۔

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا تھا۔

مجھکو تمھارے مشرک یا کافر ہوجانے کا اندیشہ نہین ہی۔ لیکن خوف ہے تو یہ کہ تم کہین دنیا مین نہ پھنس جاؤ" وہی ہوکر رہا۔ صدقت یا رسول اللہ بابی انت وامی فداہ

اس واقعہ مین حکم خدا اور رسولؐ کے تفصیلی حالات وقت وقوع سے لیکر وفات رسول مقبول تک اسناد صحیحہ ومتواترہ سے مستنبط کرکے لکھدیے گئے ہین۔ ان تمام واقعات کو ان حالات سے مقابل کیا جائے جو وفات رسولؐ کے بعد اس حکم الٰہی اور ارشاد حضرت رسالت پناہی کے خلاف عمل مین لائے گئے تو جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورۂ بالا پیشین گوئیون کی جو اسکی خلاف ورزی کے متعلق ارشاد فرمائی گئی تھین۔ پوری اور کامل تصدیق ہوجاتی ہی۔

جب دینداری دنیاداری سے بدل گئی اور اوامر واحکام دین ملکی آئین اور سیاسی قوانین کے محکوم اور زیر اثر آگئے تو استحفاظ حکم وحکومت اور استقرار خلیفہ وخلافت کی غرض وغایت سے ان احکام الٰہی کے مقاصد اور فرمان رسالت پناہی کے مطالب بدل دیے گئے۔ انکی حقیقت اور واقعیت کچھ سے کچھ کردی گئی۔ اصلی معانی ومطالب تو ذکر ونقل سے متروک وممنوع کردیے گئے۔ قیاسی اور موہوم تاویلات مہملہ ان کی جگہون پر قائم کردی گئین۔

انھین ضرورتون کو مد نظر رکھکر آغاز خلافت سے لیکر آخر خلافت راشدہ تک جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے تمام صحابہ کبار سے متواتر موقعون اور مختلف مقامون پر اسکے اعتراف کرائے اور کھڑے کھڑے اقرار لیئے حالانکہ چالیس برسون سے اسکے خلاف مسلمانون کا عملدرآمد چلا آتا تھا لیکن جناب

علی مرتضیٰ علیہ السّلام کا استحقاق فی الخلافت کسی وقت و زمانہ مین مسلمانون کی خلاف ورزی سے یا سوء عملی اور بدعہدی سے زائل یا باطل ہونیوالا نہین تھا یہ وہ ابدی نعمت تھی اور ازلی دولت جو خدائے لازوال کی بارگاہ سے مخبر صادق علیہ السّلام کی معرفت آپ کو مرحمت ہوئی تھی۔ اور جسکو سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد آپنے ان الفاظ مین تمام ارباب اسلام اور اصحاب حل وعقد کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ علّامہ ابن اثیر اسدالغابہ مین لکھتے ہین۔

عن علی قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انت بمنزلۃ الکعبۃ توتی ولا تاتی فان اتاک ھؤلآء القوم وسلموھا الیک یعنی الخلافۃ فاقبل منھم وان لم یاتوک فلا تاتھم حتی یاتوک

حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ جناب رسولخدا صلعم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے علی تو بمنزلہ کعبہ کے ہے کہ اسکے حضور مین سب حاضر ہوتے ہین اور وہ کسی کے پاس نہین جاتا۔ پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر بیعت خلافت کرے تو تم قبول کر لینا ورنہ تم خود اس غرض سے ان کے پاس نہ جانا۔ (ارجح المطالب ج ۲ ص۲۱۶)

خلافت راشدہ تک اگرچہ اس حدیث پر عملدرآمد نہوا۔ مگر اسکی حقیقت اور واقعیت سے کسی کو انکار کی جرأت کبھی نہین ہوئی اور ہر منا شدہ و مستفسرہ کے موقع پر اسکی شہادت دی گئی اور اقرار کیا گیا اسلئے کہ بدیہیات سے انکار ناممکن تھا۔ اور اس وقت اسکے دیکھنے والے سیکڑون سے لیکر ہزارون اور لاکھون کی تعداد مین موجود تھے۔ اب رہا عملدرآمد۔ وہ حصول سلطنت۔ وصول مال و دولت کے سیاسی اصول اور ملکی ضرورتون پر مبنی تھا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ منتظمین خلافت اور اہل حل وعقد نے خدا اور رسول کے نصوص متعددہ و متواترہ کو اپنے احکام مجوزہ کے مقابلہ مین کالعدم کر دیا تھا خیر القرون یا خلافت راشدہ کے زمانہ تک تو یہ کیفیت رہی خلافت راشدہ کی مدت تمام ہونے کے بعد جب ملکیت عضوضہ کا زمانہ آیا اور حکومت امویہ وعباسیہ کا دور شروع ہوا جسمین بقول شبلی صاحب سیکڑون ہزارون حدیثین امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل مین بن گئین۔ عباسیون کے زمانہ مین تو ایک ایک خلیفہ کی نام بنام پیشین گوئیان حدیثون مین داخل ہوگئین (سیرۃ النبی ج اول ص ۴۹ دیباچہ) تو حدیث غدیر کے متعلق سلطنت کے محدثین وظیفہ خوار اور حکومت کے مفسرین فرمانبردار نے جب انکار کی صورت نہین دیکھی تو اس حدیث صحیحہ و متواترہ کے معنون مین نزاع لفظی پیدا کی اور لفظ مولا کے مختلف المعنی ہونیکی وجہ سے غیر موقع اور محض بیجا فائدہ اٹھانا چاہا

لفظ مولا پر نزاع لفظی

بعض نے ولایت جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام سے انکار کرکے بریدہ کی رفع شکایت اور حضرت علیؑ کے اظہار منقبت کو اس حدیث کے ارشاد کا باعث بتلایا۔ یہ دونون تاویلین جیسی مہمل ہین

وہ عقل سلیم اور شعور کامل رکھنے والے حضرات پر ظاہر ہیں۔ اسی طرح مولا کے کسی معنی کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف اور کھلے الفاظ میں پہلے اپنی نسبت من کنت مولاہ فرما کر۔ پھر حضرت علیؑ کی نسبت وہی الفاظ فعلی مولاہ بتلا کر مساوات و مماثلت بالمعنی خود دکھلا دی ہے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ مولا کے جس معنی میں خود جناب رسول اللہؐ سمجھے جائیں گے بعینہ اُسی معنی میں حضرت علی مرتضیٰ بھی۔ تو پھر اب اسکے معنی میں نزاع کیسی اور اختلاف کیا۔

بریدہ والی شکایت کی حل تاویل اور مولوی شبلی صاحب

اب رہا بریدہ والی شکایت کا معاملہ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

احادیث میں یہ تصریح نہیں کہ ان الفاظ کے (من کنت مولاہ) کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ بخاری میں ہے کہ حضرت علی اس زمانہ میں یمن بھیجے گئے تھے۔ جہاں سے واپس آکر وہ حج میں شامل ہوئے تھے۔ یمن میں اُنھوں نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو اسکے بعض ہمراہیوں نے پسند نہیں کیا۔ ان میں سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپنے فرمایا علیؑ کو اس سے زیادہ حق تھا۔ عجب نہیں کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لئے اس موقع پر آپنے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۳۲

قاضی محمد سلیمان صاحب صاحب رحمۃ العلمین

صاحب رحمۃ العلمین بھی شبلی صاحب کے ہم آہنگ ہیں۔ انکی عبارت حسب ذیل ہے۔ راہ میں بریدہ اسلمی نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمع مبارک تک پہونچائی۔ شکایات کا تعلق حضرت علیؑ کے چند افعال سے تھا جو حکومت یمن میں جناب علیؑ مرتضیٰ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔ درحقیقت شکایت کی بنیاد بُریدہ کے فہم کا قصور تھا۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا اور اسی خطبہ میں اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی شان منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ جسکا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے۔ اسی خطبہ کے بعد حضرت عمر فاروق نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی اور بریدہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ کی محبت و متابعت کو پورا کیا بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے[1]۔ رحمۃ مطبوعہ امرتسر صفحہ ۲۶۳

مولوی عبید اللہ صاحب صاحب ارجح المطالب

صاحب ارجح المطالب بھی انھیں دونوں صاحبوں کے ہم رنگ ہیں۔

[1] جب جنگ جمل میں بریدہ کا فائز بدرجہ شہادت ہونا آپکو تسلیم ہے تو طرف مخالف کو انکے ناحق شہید کرنیکے جرم میں کیا فرمایا جائیگا فافہم وتدبر (المؤلف)

آپ مولی کے معنی اولی بالنفس قرار دیتے ہین اور اپنی استدلال کی طولانی بحث کے آخر مین تحریر فرماتے ہین۔
یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ اسکے بعد حضرت صلعم نے حج نہین کیا اس واقعہ کے بعد حضرت اسی یا نوے روز بقید حیات رہے۔ تمام اہل سیر متفق ہین کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت نے جناب امیرؑ کو ایک لشکر کا سردار بنا کر یمن کی طرف روانہ کیا تھا اور خالد بن ولید کو بھی دوسرے لشکر کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا تھا اور وقت روانہ کرنے دونون لشکرون کے فرمادیا تھا کہ جناب امیر علیہ السّلام ہی امیر سمجھے جائینگے اور خالد بن ولید آپکی ماتحتی مین کارروائی کرینگے۔ چنانچہ دونون لشکر یمن مین مقام زبید پر جا ملے اور بنی زبید سے لڑائی ہوئی اور لشکر اسلام ظفریاب ہوا۔ اور کفار کے زن و بچہ اسیر ہوئے۔ ان مین ایک لونڈی نہایت خوبصورت تھی۔ جناب امیرؑ اسکو اپنے تصرف مین لائے۔ یہ امر بعض لوگون کو شاق گذرا جب دونون لشکر حضرت کی خدمت مین پہونچے اور حجۃ الوداع مین شریک ہوئے۔ چند آدمیون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جناب امیرؑ کی شکایت کی حضرت صلعم نے بعض لوگون کو اُسی وقت جواب دیا کہ تم علیؑ کے پیچھے نہ پڑو علیؑ میرا ہے اور مین علیؑ کا ہون اور وہ میرے بعد تمھارا اولی ہے پھر جب حضرتؐ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مقام جحفہ مین پہونچے تو حضرت نے باقی لوگون کے شکوک رفع کرنے کے لئے خطبہ مین جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد کیا جسکا مین مولا ہون اسکا علیؑ مولا ہے یعنی تملوگ جو اس کنیز مین تصرف کرنیکی نسبت شکایت کرتے ہو۔ وہ تو میری طرح مومنون کے ہر ایک امر مین اولی بالتصرف ہے کتب سیر و رجال اور تاریخ و احادیث مین اس واقعہ کی شہادت ملتی ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ مین اس حدیث کے ارشاد کی یہی وجہ بتلائی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہین۔

فسبب ذلك كما نقله الحافظ شمس الدين محمد بن محمد الجزرى عن ابن اسحٰق ان عليًّا تكلم فيه بعض من كان معه فى اليمن فلمّا قضى صلى الله عليه واٰله وسلم حجه خطبها تنبيهًا على قدره و ردًّا على من تكلم فيه كبريدة	اس حدیث کے ارشاد ہونیکا سبب یہ ہے کہ جسکا ذکر حافظ شمس الدین محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسنی المطالب مین سیرۃ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگون نے جو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ یمن مین گئے ہوئے تھے واپس آکر جناب امیرؑ کی شکایت کی جب آنحضرت صلعم حج سے فارغ ہو کر واپس آئے تو لوگون کو جناب امیر علیہ السلام کی شان و منزلت پر مطلع کرنے کیلئے اور ان سب کے رد کرنے کیلئے آپنے خطبہ ارشاد کیا اور جو لوگ آپکی شکایت کرتے تھے مثل بریدہ وغیرہ

كما في البخاري ان كان يبغضه فسبب ذالك ما صححه الذهبي انه خرج معه اليمن فرأى منه جفوة فقصه للنبي صلى الله عليه وآله وسلم فجعل يتغير وجهه ويقول يا بريدة الست اولى بالمومنين من انفسهم قال بلى يا رسول الله صلعم قال من كنت مولاه فعليؑ مولاه

جن کا ذکر امام بخاری نے بھی کیا ہے کہ بریدہ رضہ ابتدا مین جناب امیر سے بغض رکھا کرتے تھے اور بغض کی وجہ یہ ہے کہ جسکی صحت حافظ ذہبی نے کی ہے کہ بریدہ رض جناب امیرؑ کے ساتھ یمن کو گئے تھے۔ راہ مین باہم کچھ شکر رنجی ہوگئی تھی اس وجہ سے بریدہ جناب رسولخدا صلعم کے حضور مین جناب امیر علیہ السلام کی شکایت کرنے لگے جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اور آپنے فرمایا۔ بریدہ کیا مین مومنون کے لئے انکی جان سے اولی نہین ہون۔ بریدہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم حضور بیشک اولی ہین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا مین مولا ہون اس کا علیؑ مولا ہے۔

بعض محدثین نے اس حدیث کا سبب ارشاد یہ بیان کیا ہے۔

كان سبب ذلك ان اسامة بن زيد قال لعلي لست مولائي انما مولائي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال رسول الله صلعم من كنت مولاه فعلي مولاه (نقله شمس الدين مظفر الخلخالي في المفاتيح شرح المصابيح)

اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ اسامہ بن زید رضہ نے جناب امیرؑ سے کہا تھا کہ آپ میرے مولا نہین ہین میرے مولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین جب یہ بات آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ جسکا مین مولا ہون اسکا علیؑ مولا ہے (اسکو شمس الدین مظفر الخلخالی نے مفاتیح شرح مصابیح مین نقل کیا ہے)

لیکن وجہ اوّل زیادہ تر صحیح معلوم ہوتی ہے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوے ہون اور دوبارہ بریدہ اسلمی رضہ کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد علی رؤس الاشہاد بیان کیا ہو۔

بہرحال یہ کہنا کہ حضرت امیر علیہ السلام حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے۔ یا یہ حدیث متواتر نہین ہے یا مولی کے معنی متعین کرنے مین چون وچرا کرنا بالکل سفسطہ اور خبط ہے جو اکثر تعصب کے بڑھ جانیسے

پیدا ہوجاتا ہے واولوالارحام بعضہم اولی ببعض میں لفظ اولی بغیر من کے مستعمل ہوا ہے۔ اس قسم کی تاویلات سے لوگوں کو فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ کرنا نہ چاہیئے۔ ارجح المطالب جلد دوم ص ۴۳۵

ہم نے زمانہ حال کے تینوں مصنفین کی جدا جدا رائیں لکھدی ہیں۔ ان تاویلات بے محلات کے موجد اوّل وہی بخاری صاحب ہیں جن سے پہلے کسی کے دماغ میں اس تاویل دور از عقلی کی تخئیل کا خیال بھی نہیں تھا۔ یہ تاویلات ایسی مہمل ہیں جو کسی طرح نہ معیار نقل کے موافق اترتی ہیں اور نہ شعار عقل کے مطابق۔

معیار نقل کے مخالف ومعارض تو یوں ہیں کہ ان تینوں مصنفین میں سے کوئی صاحب، بریدہ کے واقعہ کو اسکے سبب ارشاد قرار دینے میں یقین کامل نہیں رکھتے۔ صرف احتمال ہی کی حد تک بتلاتے ہیں شبلی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

عجب نہیں کہ اس قسم کے شکوک رفع کرنے کے لئے اس موقع پر آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔"

قاضی محمد سلیمان صاحب۔ صاحب رحمۃ العالمین کے بھی یہی الفاظ بیان ہیں۔

خواجہ عبید اللہ صاحب مصنف کتاب ارجح المطالب نے بریدہ کے ساتھ اسامہ بن زید کا واقعہ بھی لکھا ہے اور دونوں واقعات کو لکھکر تحریر فرمایا ہے۔

لیکن وجہ اوّل صحیح تر ہے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو۔ ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوں۔ دوسری دفعہ بریدہ اسلمی کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ ارشاد علی رؤس الاشہاد فرمایا ہو۔

یہ بیان بھی مشکوک۔ نامستحکم اور بالکل مبہم ہے۔ ان دونوں توجیہوں میں وجہ اوّل صحیح تر بتلائی جاتی ہے لیکن وجہ دوم کی تردید وتکذیب پر جرأت بھی نہیں کی جاتی۔ اسلئے محض وہم وقیاس کی بنا پر دونوں روایتوں میں تجمیع کی ترکیب بھی داخل کی جاتی ہے نقل وبیان کی یہ شان بالکل خلاف تحقیق ہے۔

مخالف نقل ہونے کی یہ صورت ہے۔ اب اسکی عقلی حیثیت ملاحظہ ہو۔ تو کوئی محدث۔ کوئی مفسر۔ کوئی مورخ۔ یہاں تک کہ خود بخاری صاحب بھی واقعہ غدیر اور اس ارشاد حدیث کی ذیل میں بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو یاد نہیں کرتے اور نہ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طولانی خطبہ سے جسکو ہم نے توضیح الدلائل سے نقل کیا ہے۔ یا ان تمام خطبہائے مبارک کے کسی لفظ وحرف سے جسکا شبلی صاحب نے حجۃ الوداع کے ذکر میں مکہ معظمہ کے مختلف مقامات میں ارشاد ہونا

نقل فرمایا ہے اور ان کو تمام کتب صحاح سے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ چن چن کر لکھا ہے۔ ان میں بھی کہیں بریدہ والی شکایت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہم ان تمام خطبات کو انکے خاص خاص مقامات پر نقل کر چکے ہیں۔ ان سب میں زیادہ تر دینیات و اخلاقیات کے احکام ہیں۔ یا اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی تاکیدیں فرمائی ہیں۔ مکہ معظمہ سے لیکر جحفہ کے قیام تک حرمت خون مسلمین۔ احترام شہرہائے حرام عظمت بیت الحرام۔ ادائے حقوق نسوان وغیرہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ حدیث ثقلین۔ اوصیکم فی اھلبیتی۔ اذکروانی اھلبیتی۔ فانظروا کیف تخلفونی فیھما کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی وغیرذالک الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے خاص طور پر جناب علی مرتضیٰ کی خاص منقبت کا نہ کوئی اعلان پایا جاتا ہے اور نہ بریدہ اسلمی والی شکایت کا کوئی نام و نشان۔

اب اتنے شواہد صحیحہ و صریحہ کے مخالف ایک بے سر و پا اور محض خبر بے بنیاد کی تاویل کو اس ارشاد کا باعث بتلایا گیا ہے۔ جسکو نہ عین موقع پر ارشاد فرمانیوالے نے اپنے کسی خطبہ میں اشارتاً و کنایتہً بتلایا اور نہ ایک لاکھ چالیس ہزار سننے والوں میں سے کسی فرد واحد نے اسکی سماعت کا اظہار کیا۔ ہاں۔ وقت وقوع سے تقریباً سو دو سو برس بعد۔ جب بدقسمتی اسلام کے اخبار و آثار تمام تر سیاسی نقطہ نظر سے قلمبند اور اصول شعائر بھی حکومت کی ضرورت استحکام کو مدنظر رکھکر مرتب ہونے لگے۔ اور احکام دینیات فرامین سیاسیات میں جذب کر لئے گئے اور علمائے متکلم پرور نے السنۃ قاضیۃ علی الکتاب سنت قرآن پر حاکم ہے کے اصول موضوعہ تمام معتقدات و مسلمات اسلامیہ میں قائم کرائے تو اس وقت ان تمام مشاہدات اسلامی کی حقیقت اور اصلیت بدل گئی۔ ان کے حقیقی مدعا و مقاصد پر انواع و اقسام کے موضوعات سے نقاب پوشی کی گئی اصل واقعات حقیقت مٹائے گئے۔ گھٹائے گئے اور چھپائے گئے۔ اور جب یہ کوئی صورتیں ممکن نہ ہوسکیں تو ان کے مفہوم بدلے گئے۔ اصل مطالب کچھ سے کچھ کر دیئے گئے یہ بھی امکان سے باہر دیکھا گیا تو تاویلات رکیکہ سے کام لیا گیا۔ انھیں موضوعات کثیرہ میں سے بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو حدیث غدیر کے ارشاد کا باعث بتلانا بھی داخل ہے۔

ہم نے واقعات غدیر کی ابتدائی تفصیل میں پہلے قرآن مجید کی نص صریح کو معتمد محدثین و مفسرین کے اقوال متواترہ سے لکھدیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ ان نصوص اور آیات مخصوص کا نزول خم غدیر کے خاص موقع پر ہوا ہے۔ پھر ہم نے ان احکامات الٰہیہ میں نصوص احادیث درج کئے ہیں۔ اس تفصیل و تصریح کے ساتھ کہ حکم خدا پاتے ہی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام خاص سے ایک لاکھ چالیس ہزار

مسلمانون کو جمع فرماکر آگے چلے جانے والون کو واپس بلواکر اور پیچھے رہ جانیوالون کے پہونچ جانے تک کا انتظار کرکے، ایک طولانی خطبہ مین حدیث غدیر ارشاد فرمائی۔ اسکے بعد محدثین مفسرین و مورخین کے متعدد اقوال و آثار سے اس واقعہ کا متواتر ہونا ثابت کردیا ہے۔ اور بتلادیا ہے کہ حکم قدرت کے مطابق شہنشاہ رسالت کے مین اہتمام انتظام کا مدعائے خاص جناب علی مرتضیٰ کی ولایت و امامت کا اعلان تھا۔

اب انصاف پسند اور حقیقت بین ناظرین ولایت و امامت کی اہمیت و ضرورت کو ایک طرف رکھیں اور بریدہ اسلمی کی شکایت والے معمولی واقعہ کی مقدار حیثیت کو ایک طرف۔ دونون کے معائنہ کے بعد خود تجویز فرمالیں اور تصفیہ کرلیں کہ آنحضرت صلعم کا اتنا بڑا عظیم الشان اہتمام بمقام خم کے ایسے ویران ریگستان اور محض غیر معروف بیابان مین دفعۃً آپ کا قیام۔ ایک معمولی شخص کی رفع شکایت کی غرض و غایت کے ساتھ منطبق ہوتا ہے یا اپنے بعد اپنے مقرب ترین عزیز کو اپنا قائم مقام اور جانشین مقرر فرمانے کی ضرورت و اشاعت کے ساتھ موزون ہوتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی تصفیہ کرلیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کا خطاب تہنیت بخ بخ لک یا اباالحسن اصبحت مولائی و مولی کل مومن و مومنۃ بریدہ کے واقعہ شکایت کے ساتھ چسپان ہوتا ہے۔ یا جناب امیر علیہ السلام کی امامت و امارت کے ساتھ موزون ہوتا ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ تنہا اسی تاویل قیاسی پر اکتفا نہیں کی گئی ہے بلکہ اس واقعہ کی حقیقت چھپانے اور مٹانے مین کوئی امکانی قوت اٹھا نہین رکھی گئی۔ بعض تھی مغزون نے سرے سے اس واقعہ کے وجود ہی سے یہ کہکر انکار کردیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ حجۃ الوداع مین شریک ہی نہیں تھے۔ پھر امامت اور امارت کیسی؟ بعض نافہمون نے صورت واقعہ اور مقام وقوع ہی کو بدل دیا ہے۔ اور بریدہ اسلمی کے واقعات شکایت کی مقدار سے بھی گھٹا کر۔ اسامہ بن زید کی نزاع لفظی کو اسکا باعث ٹھہرایا ہے۔ بعض کج بحثون نے مولا کے معنی بتلانے مین ذہن و دماغ خالی کرکے عربی ادب کو بھی بدنام کردیا ہے۔ بعض کوتہ بینون نے من کنت مولاہ مین حرف من کے استعمال کو قرآن مجید کی ترکیب زبان کے خلاف ٹھہرایا ہے اور آیہ اولوالارحام بعضکم اولی ببعض کو استدلال پیش فرمایا ہے تو کار زمین را نکو ساختی ٭ کہ بر آسمان نیز پرداختی۔ گویا۔ افصح العرب والعجم کے ادبی کمال کو ناقص بتلایا ہے۔ اعوذ باللہ من ہذہ الہفوات۔

لیکن خیریت تھی کہ صاحب ارجح المطالب نے خود ان تمام توہمات باطلہ کی ایسی تردید کردی ہے کہ مجھکو مزید تنقید کی ضرورت نہین رہی۔ ان کی عبارت حسب ذیل ہے۔

بہرحال یہ کہنا کہ جناب امیر علیہ السلام حجۃ الوداع مین شریک ہی نہیں تھے یا یہ حدیث متواتر نہین ہے

یا مولی کے معنی مین چون وچرا کرنا بالکل سفسطہ اور جنون ہے جو اکثر تعصب کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہے
یا اولوا الارحام بعضکم اولی ببعض مین اولی بغیر من کے استعمال ہو۔ ایسی تسویلات سے لوگون کو
فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ نہ کرنا چاہیئے۔

کر گئے احمد غدیر خم مین حیدر کو امام
لوگ مانین یا نہ مانین بات ہے مانی ہوئی (مولف عفی عنہ)

وفات جناب سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوات

۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول سنہ ہجری
(آغاز سال یازدہم ہجری)

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ

(تمام چیزین فنا ہو جانے والی ہین صرف ذات اقدس ذوالجلال الاکرام باقی رہجانے والی ہے)

وفات جناب سرور کائنات ۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول سنہ

اسلام نے جس طرح ذات الٰہی کی توحید وتفرید کے شعبون کو تمام داخلی اور خارجی آمیزشون اور آلائشون سے پاک وصاف کردیا تھا اسی طرح مسئلہ فنا وبقا کے متعلق بھی حدوث وقدم اور ازلیت وعارضیت کی حقیقت کا بھی انکشاف فرمادیا تھا اور بتلادیا تھا کہ قدم وازلیت ذات الوہیت کے ساتھ مخصوص ہین اور حدوث وعارضیت نفوس مخلوقات کے ساتھ ضروری اور لازمی۔ اسی بنا پر انك میت وانھم میتون (تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی) کے حکم محکم۔ کل شیءٍ ھالك الا وجھه (سوائے ذات خدا کے سب ہلاک ہونیوالے ہین) کے امر مسلم کل من علیھا فان (سب فانی ہونے والے ہین) کے لازمی فرمان بطور عام بحیثیت حاکم قضا وقدر نے خاص طور پر بتلا دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس اور سراپا نورانی ہستی بھی ایک دن ضرور فانی ہونے والی ہے۔ وہ دن آگئے تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی اس امر ناگزیر کی خبر ہو چکی تھی اسی امر کی تعمیل وبجاآوری کی غرض سے حجۃ الوداع کے اہتمام بالشان انتظامات مرتب ومکمل فرمائے گئے تھے۔ اور اس حج کو خاص کر حج آخر بتلا کر اسکے تمام مناسکات مین دینیات واخلاقیات کی تفصیل وتصریح کے متعلق مختلف اور متعدد مقامات مین خطبات ارشاد فرمائے گئے تھے اور ان کے بیانات مین دنیا سے مفارقت فرمانے کی طرف کھلے الفاظ مین تلمیح واشارت فرمادی گئی تھی اور خم غدیر کے مشہور موقع تک پہونچکر دینیات

واخلاقیات کی تعلیمی ضروریات کو پورا فرما کر سیاسیات اور نظم بلاد و رعایائے اسلامی کی نسبت بھی وہ تمام لازم و مراسم بتلا دیے گئے اور خود عملی طور سے ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کے مجمع عام کی دونوں آنکھوں کے سامنے دکھلا دیے گئے۔ جو ایک ناشر شریعت اور حاکم حکومت اپنے بعد اپنے نظم و نسق ملکی کے آئندہ انتظام و قیام کی نسبت اختیار کرتا ہے۔ اعلان وفات کی ان ضرورتوں کے ساتھ بہت بڑا حقیقی اور اصلی مدّعا اس امر کی تعلیم دنیا اور اس بات کا یقین کرانا تھا کہ باوجود مرتبۂ رسالت کے۔ ذات نبوت بھی ایک فانی ہونے والی ہستی تھی۔ نہ عیسائیوں کے گمراہانہ اور کافرانہ یقین و اعتماد کی طرح الوہیت میں شامل اور ازلیت میں داخل ہونے والی۔

ان ضرورتوں کے علاوہ فرائض منصبی جو قدرت کی طرف سے اس متمم رسالت کو خاص طور پر سپرد فرمائے گئے تھے وہ من احسن الوجوہ تعمیل و تکمیل پا چکے تھے۔ توحید خالص کی تعلیم کامل ہو چکی تھی۔ خدا پرستی۔ خوف الٰہی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے دستور جاری ہو چکے تھے۔ اخلاق۔ تمدن اور معاشرت کی ترتیب و درستی۔ کردار و اطوار کی شائستگی کے احکام و قوانین مرتب ہو چکے تھے۔ ملک و قوم میں امن و امان اور آرام و اطمینان قائم ہو چکے تھے۔ ہر قرینہ اور ہر طریقہ سے اس آخر رسالت اور خاتم نبوت سے جو مدعائے قدرت تھا اور منشائے مشیت۔ وہ بھی پورا ہو چکا تھا۔ اب رضائے الٰہی کو زیادہ تکلیف دہی منظور نہیں تھی۔ بلکہ اپنی محنت و ریاضت شاقہ کے بعد اپنے رسولؐ کو بار فرائض سے سبکدوش کر کے نعمہائے قدس سے بہرہ اندوز فرمانا مقصود تھا۔

سورۂ فتح میں اس تقدیر الٰہی کی طرف اشارت ہو چکی تھی اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے صاف الفاظ میں اس کا حکم صریح نازل ہو چکا تھا (بخاری باب التفسیر طبری۔ ابن خزیمہ۔ ابن مردویہ) اس بنا پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر و عبادت معمول سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ ہر سال رمضان المبارک کے آخر عشرہ میں اعتکاف کیا جاتا تھا۔ امسال دس روز کی جگہ بیس روز تک مسجد میں اعتکاف فرمایا گیا ہر سال ماہ صیام میں ایک بار پورا قرآن روح الامین کی زبانی سن لیا جاتا تھا۔ اس سال دوبار قرآن مجید کی سماعت روح القدس سے فرمائی گئی پھر آخر سال میں حجۃ الوداع کے موقع پر تو آنحضرت صلعم نے اس ارادۂ الٰہی کو۔ اپنے ان الفاظ میں صاف صاف بیان کر دیا کہ۔

مجھے امید نہیں ہے کہ آئندہ سال پھر میں اس مقام پر تم لوگوں سے مل سکوں۔

بعض روایتوں میں آپکے الفاظ اطلاعی یہ تھے۔

شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کرسکوں۔

زیارت شہدائے احد

حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ میں تشریف لائے۔ تو جنت البقیع میں شہدائے احد کے مزاروں پر تشریف لے گئے یہ مصیبت نصیب غریب وہی مظلوم تھے جو ابتک نماز جنازہ سے محروم تھے۔ اور اسلامی غزوات میں ایک ہی معرکہ جنگ ایسا ثابت ہوتا ہے جس میں مسلمانوں نے بڑی مصیبت اور غربت سے اپنی جانیں خدا کی نذر کردی تھیں انکے رفقا و مددگار بھی اُسی بلا و مصیبت میں ایسے گرفتار تھے کہ ان کی اس آخری خدمتوں کو بھی انجام نہ دیسکے۔ اسکی یاد۔ اسکی حسرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل دردمند میں ہر وقت نشتر زن تھی۔ مدینہ میں آکر خاطر قدسی آثر میں یہ آیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تو قریب قریب تمام اہل اسلام کو آخری بار دیکھ لیا۔ اور الوداعی ملاقات کرلی۔ شہدائے احد وہاں کہاں تھے۔ کہ ان سے بھی لقائے ظاہری کئے جاتے لیکن چونکہ شہدائے احد بحکم بل ھم احیاء دلیکن وہ تو زندہ ہیں، زندہ جاوید ہیں اسلئے اون سے مل لینا بھی ضروری ہے۔ اس لقائے روحانی کے اشارے سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعیت صحابہ کے ساتھ جنت البقیع کا قصد فرمایا۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

چنانچہ اسی زمانہ میں آپ اُن کی (شہدائے احد) قبر پر تشریف لے گئے اور اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی اور اس رقت انگیز طریقہ سے اون کو رخصت کیا جس طرح ایک مرنیوالا اپنے زندہ عزیزوں کو وداع کرتا ہے۔ اسکے بعد ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا میں تم سے پہلے حوض پر جا رہا ہوں۔ اُسکی وسعت اتنی ہے جتنی ایلہ سے حجفہ تک مجھکو تمام دنیا کے خزانوں کی کنجی دی گئی ہے۔ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کروگے۔ لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔ اور باہم آپس میں کشت و خون نہ کرو تو پھر اوسی طرح تم بھی ہلاک ہو جاؤ۔ جس طرح تم سے پہلے قومیں ہلاک ہوئیں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ آخری دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا ہے۔

سیرۃ النبی ص ۱۳۴ جلد دوم

اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہدائے احد کی یہ خدمت کچھ ایک ہی بار پر موقوف نہیں رکھی گئی بلکہ اس وقت سے لیکر زمانۂ وفات تک کئی بار جنت البقیع میں تشریف لیجا کر شہدائے احد کی یاد فرمائی اور عزت افزائی کی گئی۔

جیش اسامہ کا حکم اول

سنہ ۱۱ ہجری کا محرم تمام ہو کر صفر کا مہینہ بھی نصف سے زائد گذر چکا تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اُن غداروں اور خونخوار عربون کی سزا دہی اور گوشمالی کا قصد فرمایا جنھون نے زید بن حارثہ کو حدود شام مین محض بقصور وبیگناہ قتل کر ڈالا تھا۔ فرامین ومکتوبات رسالت کے باب مین حدود شام کی سفارت اور زید کی شہادت کے تفصیلی حالات قلمبند ہو چکے ہین۔ شبلی صاحب اس موقع پر صرف اتنا ہی لکھتے ہین۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپنے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لیکر (اہل شام کی طرف) جائین اور ان شریرون سے اپنے باپ کا انتقام لین۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ مین آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانون کا قبرستان تھا) تشریف لائے۔ وہان سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۵۳

افسوس ہے کہ شبلی صاحب ایسا اختصار فرما دیتے ہین کہ ان کے اصلی موضوع تالیف مین ابہام پیدا ہوجاتا ہے ابھی ابھی شہدائے احد کے حالات مین اخلاق نبویہ کے مفصّل بیان خود تحریر فرما چکے ہین اس بنا پر ضرور تھا کہ مومنین مدفونین جنت البقیع کے لئے دعا ومناجات مین جو کلمات ارشاد فرمائے گئے تھے وہ لکھدیے جاتے کہ اون کے شرف ووقار خاص اور اون کے ساتھ آپکے اشفاق واخلاق مزید کا کامل اظہار ہوجاتا بہرحال ہم اسکی تفصیل کو محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

از عائشہ مروی ست کہ گفت شبی از خواب برآمدم ورسول صلعم را در جامہ خواب نیافتم از عقب آن سرور بیرون رفتم دیدم کہ در بقیع درآمد وگفت السلام علیکم دار قوم مومنین انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون اللهمّ لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم اللهمّ اغفر لاهل البقیع الغرقد ودر روایتی آنکہ عائشہ گفت در اول شبی بود کہ آنحضرت صلعم از جامہ خواب برجست وروان شد گفتم پدر ومادرم فدای تو باد بکجا می روی گفت مامور گشتیم باستغفار برای اہل گورستان بقیع و

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک بار رات کو میری آنکھ کھلی تو مین نے جناب رسولخدا صلعم کو فرش خواب پر نہ پایا مین اٹھی اور آپکی تلاش مین باہر نکلی یہانتک کہ مین نے دیکھا کہ آپ جنت البقیع مین تشریف رکھتے ہین اور فرماتے ہین۔ سلام ہو تم پر مومنین کے گھر والو تم اس وقت ہم سے جدا ہو لیکن ہم تم سے بہت جلد آکر ملنے والے ہین۔ پروردگار تو ان کے ثوابون سے ہمکو محروم نہ رکھنا۔ پروردگارا بقیع غرقد کے مدفونین کی آمرزش کرنا اور ایک روایت مین حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ ایک رات کو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفعۃً فرش خواب سے اٹھکر باہر جانے لگے تو مین نے عرض کی میرے مان باپ آپ پر قربان ہون حضور اسوقت کہان تشریف لیئے جاتے ہین ارشاد ہوا کہ بقیع غرقد کے مدفونین کی طلب آمرزش کے لیئے خدا کی

ابو رافع و بروایتے ابو مویہبہ و بروایتے
ہر دو کہ آزاد کردہ وے بودند با خود
ببرد۔ ابو مویہبہ گوید آمد بہ بقیع
و بجہت اہل آن مقبرہ زمانے طویل
استغفار نمود و چندان دعائے خیر
کرد برایشان کہ آرزو کردم کہ کاشکے من
ہم از اہل آن گورستان بودمے تا شرف
آن دعا را یافتمے۔ آنگاہ فرمود گوارا باد
تا آن نعیم کہ در آید۔ و دور آید از آن
فتنہا کہ مردم در آنند۔ نجات دادہ است
خداوند تعالی شما را از آنکہ رو بمردم دارد
و فتنہا ہمچون قطعہائے شب تاریک اند
آخر آن باول ان متصل است۔
آخر آن فتنہا بدتر است از اول۔ بعد ازان
رو بمن کرد۔ و گفت اے ابو مویہبہ خزائن دنیا
را بر من عرض کردند و مرا مخیر ساختند
میان آنکہ در دنیا باقی باشم و بعد از آن
بہشت را اختیار کنم میان لقائے پروردگار
خود و بعد از ان بہ بہشت گفتم یا رسول اللہ پدر و
مادرم فدائے تو باد خزائن دنیا و بقائے آن
و بعد از ان بہشت را اختیار کن فرمود بتحقیق کہ لقائے
پروردگار خویش و بہشت را اختیار کردم و چون از انجا باز
گشت مریض شد۔ و منقولست از عطاء بن یسار کہ گفت
رسول اللہ را شبے گفتند بروبہ بقیع و بجہت اہل آن مقبرہ

طرف سے مجھے حکم ہوا ہے اسکے بعد ایک روایت کے مطابق ابو رافع
یا ابو مویہبہ اور دوسری روایت کے موافق دونون کو جو آپکے
غلام تھے آزاد کردہ ہمراہ لیکر بقیع کی طرف روانہ ہوے۔ ابو مویہبہ
کا بیان ہے کہ آپ بقیع مین تشریف لاکر بڑی دیر تک وہان کے مدفونین
کے لیے استغفار و طلب آمرزش فرماتے رہے اور انکے لیے اتنی دعاے
خیر کرتے رہے کہ مجھکو بڑی حسرت آئی کہ کاش مین بھی ان مردون
مین ہوتا تو اسوقت آپکی اس دعا و مناجات کی شرفیابی کا مستحق
ہوتا۔ دعا کے بعد آپنے مدفونین جنت البقیع سے خطاب کرکے کہا
خوشا حال تمہارا اگر تم لوگ خدا کی نعمتون پر فائز ہو اور اُن تمام فتنہ
و فساد سے دور اور علیحدہ ہو جس مین اہل دنیا مبتلا اور گرفتار ہین
تملوگ وہ ہو خدا انجات دیچکا ہے اور اب تمکو کسی سے امید لگانے
کی کوئی ضرورت نہین ہے دنیا کے فتنہ و فسادرات کی تاریکی کی
مثل ہین اول حصہ آخر حصہ سے ملا ہوا ہے اور آخر حصہ ان کا
اول سے بھی بدتر ہے ابو مویہبہ کا بیان ہے کہ یہ ارشاد فرماکر آنحضرت
صلعم مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے اے ابو مویہبہ۔ خداوند عالم
نے مجھے دولت دنیا پر فائز ہو کر داخل بہشت ہونے اور لقائے
پروردگار پر فائز ہو کر داخل جنت ہونیکی حالتہائے شرطیہ مین اختیار
دیا ہے اور استفسار کیا ہے کہ مین جس شرط کو چاہون اختیار کرون
ابو مویہبہ کہتے ہین مین نے عرض کی کہ آپ دولت دنیا پر فائز
ہوکر داخل بہشت ہونے والی شرط کو اختیار فرمائین آپنے
فرمایا نہین مین تو حاضری بارگاہ الٰہی کی شرط کو قبول کرچکا
اور عطاء بن یسار سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کو رات کے وقت حکم آیا کہ جنت البقیع کے مردون
کے لئے دعا کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلعم وہان تشریف لے گئے

استغفار کن حضرت رفت و استغفار نمود و بازگشت و در خواب شد باز بادے گفتند برو و برائے اہل بقیع استغفار کن باز رفت و طلب آمرزش نمود و بازگشت و باستراحت مشغول شد باز بادی گفتند برو و برائے شہدائے احد دعائے خیر تقدیم رسان حضرت صلعم بکوہ احد رفت و در شان شہدائے احد دعائے خیر تقدیم رسانید و مر آن حضرت را صداع گشتہ و سر خود را بعصابہ بربستہ بود

روضۃ الاحباب صفحہ ۵۴۵

اور حسب حکم اُن کے لیے طلب آمرزش و دعائے استغفار فرمائی اور واپس آکر سو رہے پھر حکم آیا کہ بار دیگر جاؤ اور اہل بقیع کے لئے دعائے آمرزش کرو۔ حسب حکم آپ فوراً اٹھے اور دعائے مغفرت کی اور واپس پہنچے اور استراحت فرمائی پھر حکم آیا کہ جاؤ کوہ احد پر اور شہدائے احد کیلئے دعائے خیر کرو آپ پھر کوہ احد پر تشریف لیگئے اور شہدائے احد کیلئے دعائے خیر اور طلب آمرزش فرما کر واپس تشریف لائے آپ اسی وقت سے درد سر میں مبتلا ہوئے۔ ۱؎

ابتدائے مرض اور حضرت عائشہ سے اظہار مرض

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دعا و مناجات سے مدعا کیا تھا۔ وہی جو ہم اوپر بتلا آئے ہیں۔ ان بزرگوارون کے احوال و محاسن خدمات پر مزید اشفاق و اخلاق کا اظہار۔ ان کی قدر و عظمت کا اعلان۔ اور بالکل زندون کی طرح ان مردون رضی اللہ عنہم سے سلام الوداع اور پیام الفراق۔

تمام محدثین و مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہی سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا رات کو یہ واقعہ گذرا۔ صبح کو اٹھے تو سر مین شدید درد تھا۔ شدت درد سے آپنے رومال سے سر باندھ لیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ خود بیان فرماتی ہین۔

ابتدائے مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خانہ میمونہ بود و در روز نوبت او از انجا بخانہ من آمد و از اتفاق مرا نیز صداع طاری گشتہ بود و می گفتم وا راساہ۔ فرمود چہ ضرر بود ترا اے حمیرا کہ پیش من از دنیا بروی و من تجہیز و تکفین تو نمایم و بر تو نماز گزارم عائشہ گوید از روئے غیرت

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کی ابتدا میمونہ کے گھر سے ہوئی وہ انھین کی باری کا دن تھا حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ اس دن میمونہ کے گھر سے ہو کر میرے گھر مین آئے۔ اتفاق سے مجھے بھی اُس دن درد سر تھا اور مین بھی سر پکڑے کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی ہائے میرا سر آپ بھی درد سر کی اسی حالت مین تشریف لائے بیٹھے اور مجھ سے فرمانے لگے اے عائشہ۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم میرے سامنے دنیا سے گذر جاتین

۱؎ نجدی تو دور ہین لیکن ہندوستان مین نجدیون کے ہمنوا دہم ہو ابھرے پڑے ہین دس واقعہ مین جو تمام محدثین و مورخین کا مختار متفقہ ہے حکم خدا اور عمل جناب رسولخدا صلعم ملاحظہ فرمائین وہی بقیع ہے اور وہی بقیع کے مظلومین مدفونین جنکی زیارت جنکے لئے دعائے آمرزش اور طلب مغفرت کی غرض سے آنحضرت بار بار جگائے جاتے ہین۔ اور اس مقبرے مین بھجوائے جاتے ہین۔ خدا کا سچا رسول انکے فضائل مناقب بیان کرتا ہے تحیات مغفرت کی بشارت دیتا ہے حکم خدا کے مطابق انکی آمرزش کی دعا کرتا ہے اور چلا آتا ہے چودہ سو برسون کے بعد عرب کا اسلام نما خونخوار اس مقبرہ کو مسمار کرتا ہے اور اپنے مسلمانون نے کا دم بھرتا ہے فیا تبرا ۱۲ مولف عفی عنہ

گفتم یا رسول اللہؐ تو این معنی را نخواہی و گمان من
انیست کہ در ہمان روز کہ از دفن من فارغ بشوی
با زن دیگر در خانۂ من عروسی کنی حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم متبسم شد و فرمود بل انا وارأساہ یعنی اے
عائشہ درد سر تو بر می شود ولکن درد سر من دردیست
کہ خلاصی از ان مشکل است۔ و در آن سخن اشارتے
بود برآنکہ در آن مرض از عالم خواہد رفت۔

تو مین تمہاری تجہیز و تکفین کرکے تم پر نماز پڑھتا عائشہ کا بیان ہے
کہ مین نے ازراہ غیرت کہا کہ یا رسول اللہ شاید اس سے آپکی
یہ خواہش ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ آپ مجھے دفن کرکے اسی
روز ایک نئی عورت سے میرے ہی گھر مین بیاہ کرلینگے۔ یہ سنکر آپ
متبسم ہوئے اور فرمایا لیکن افسوس ہے میرے سر کا درد وہ
درد ہے جس سے نجات مشکل ہے۔ آپکے اس کلمہ مین صاف اشارہ
تھا کہ آپ اسی مرض مین انتقال فرمائینگے۔ روضۃ الاحباب ص۵۴۲

تاریخ ابوالفدا مین اس واقعہ کے یہ الفاظ ہین۔

عن عائشۃ قالت جاء رسول
اللہ صلعم وبی صداع وانا اقول وارأساہ و
قال بل انا واللہ یا عائشۃ ثم قال ما
ضرک لو مت قبلی فقمت علیک و
کفنتک وصلیت علیک ودفنتک
فقلت کانی بک واللہ لو فعلت
ذالک فرجعت الی
بیتی فعرست
ببعض نسائک

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ بعد ازان جناب رسولخدا صلعم میرے
یہان تشریف لائے اسوقت مین درد سر کی شدت سے وارأساہ
کہکر کراہتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھکر
فرمایا واللہ اے عائشہ مین خود درد سر مین مبتلا ہون اسکے بعد حضرت
نے فرمایا اے عائشہ اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ تو تمکو کیا ضرر ہے مین
تمھاری تجہیز و تکفین کا کفیل ہونگا کفن دیکر اور نماز پڑھکر تمکو دفن
کردونگا۔ یہ سنکر مین نے کہا واللہ میرا گمان تو یہ ہے کہ میری تجہیز و
تکفین سے فارغ ہوتے ہی آپ میرے ہی گھر مین کسی دوسری
بی بی سے ہم صحبت ہونگے۔ احمدی ص۹۲

بیماری اور حضرت عائشہ کے گھر تیمارداری

شبلی صاحب کی تحقیق مین۔ یہ صفر ۱۱ھ کی انتیسوین تاریخ تھی اور چہارشنبہ کا دن۔
مورخ ابوالفدا لکھتے ہین۔

وابتداء برسول اللہ صلعم مرضہ
فی اواخر الصفر

جناب رسولخدا صلعم کے مرض کا آغاز صفر کی اخیر تاریخون
مین ہوا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

حضرت عائشہ سے مرقومہ بالا گفتگو ہونے کے بعد پھر آپ حضرت میمونہ کے گھر واپس گئے اسلیئے کہ وہ
دن انکہین کی باری کا تھا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

آپ اسی حالت (مرض) مین بھی از راہ عدل وکرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ مین تشریف لے جاتے رہے۔ دوشنبہ کے دن (۲۴ صفر) مرض مین شدت ہوئی۔ ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ حضرت عائشہ کے گھر مین قیام فرمائین خلق عظیم کی بنا پر اجازت بھی صاف اور علانیہ نہین تھی بلکہ پوچھا کہ کل مین کسکے گھر رہونگا۔ دوسرا دن دوشنبہ حضرت عائشہ کے یہان قیام فرمانے کا تھا۔ ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی آپ جہان چاہین قیام فرمائین ضعف اسقدر ہو گیا تھا کہ چلا نہین جاتا تھا حضرت علیؑ اور عباس دونون بازو تھا کر بمشکل حضرت عائشہ کے حجرہ مین لائے۔ سیرۃ النبی جلد دوم

شبلی صاحب کی بڑی مہربانی کہ آپنے آزادی سے اس واقعہ مین حضرت علی کا ذکر کر دیا ورنہ حضرت عائشہ تو اس واقعہ مین حضرت علی کا نام لینا بھی نہین چاہتی تھین۔ ملاحظہ ہون طبری کے الفاظ۔

عن عبید اللہ بن عباس عن عائشہ قالت فخرج رسول اللہ صلعم بین رجلین من احدھما الفضل بن عباس و رجل آخر تخط قدماہ الارض عاصبا راسہ حتی دخل بیتی قال عبید اللہ حدثت ھذا الحدیث عبد اللہ ابن عبّاس فقال ھل تدری من الرجل قلت لا قال علی ابن ابی طالب ولکنھا لا تقدر علی ان تذکرہ بخیر	عبید اللہ بن عباس سے حضرت عائشہ کی زبانی مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم اسی حالت (مرض) مین فضل بن عباس اور ایک دوسرے مرد کے سہارے سے باین صورت میرے گھر مین تشریف لائے کہ سر مبارک رومال سے بندھا ہوا تھا اور چلتے ہین دونون پاؤن کی رگڑ کا نشان زمین پر پڑتا جاتا تھا عبید اللہ کہتے ہین کہ مین نے اس حدیث کا ذکر عبد اللہ بن عباس سے کیا تو انھون نے کہا تم جانتے ہو وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا نام عائشہ نے نہین لیا مین نے کہا نہین، ابن عباس بولے کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ لیکن عائشہ اسپر قادر نہین تھین کہ علیؑ کا ذکر خیر کے ساتھ کرین۔

بہر حال شبلی صاحب لکھتے ہین۔

آمد و رفت کی قوت جبتک رہی آپ مسجد مین نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے آخری نماز جو پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ ج ۲ ص ۱۳۶

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان مین بے ربطی

یہان سے شبلی صاحب کے سلسلہ بیان مین بے ربطی پیدا ہو گئی ہے اسلیئے کہ آپ حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی تصدیق کی دُھن مین اور اسکی تعیین وقت کے خیال مین ایسے وارفتہ ہو گئے ہین کہ تقدیم و تاخیر واقعات کی بھی خبر نہین۔ پیشنمازی کے بعد واقعہ قرطاس کو فوراً بیان کر دیا ہے

اس عجلت کی غرض و غایت یہ ہے کہ جلدی سے رسالت ختم ہو جائے اور خلافت مل جائے۔ واقعہ قرطاس کے لکھدینے سے دوسری غرض خاص یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ جمعرات کا واقعہ قرار پاتا ہے۔ اس طرح مدت بیماری بھی بڑھ جاتی ہے جو آپکا خاص مقصد ہے۔ اور محض بیکار دیجاتی ہے۔ ان سے کام چلیگا اور نہ چلا ہے۔ یہ ترتیب آپ کی محض خود غرضانہ ہے اور غیر مستند بھی ہے۔ نہ واقعات اس سلسلہ و ترتیب سے واقع ہوئے اور نہ آجتک کسی مورخ یا اہل سیر نے اس ترتیب سے اس کو لکھا۔ اس لئے مجھکو شبلی صاحب کی تقلید خود غرضی کی ضرورت نہیں ہے جو ترتیب و ترکیب متقدمین اہل سیرت و تاریخ نے قائم کی ہے۔ میں اسی کی نقل کو کافی سمجھتا ہوں۔

شدت مرض اور صبر و سکون آنحضرت صلعم

مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ابتک صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ آپ کو صرف درد سر کی شکایت پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ تپ شدید میں مبتلا ہو گئی چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب حضرت ابن مسعود کی اسناد سے یہ لکھتے ہیں۔

بہ ثبوت پیوستہ کہ عبد اللہ بن مسعود گفت در آمدم نزد آنحضرت صلعم را دیدم تپ شدید داشت دست بر وے مالیدم چنان گرم بود کہ دستم تحمل آن حرارت نہ داشت و از ابوسعید خدری منقول است کہ گفت در آمدم نزد آنحضرت صلعم قطیفہ بر خود پوشیدہ بود حرارت تپ وے از بالائے قطیفہ در می یافتم دست تاب آن نہ داشت کہ دست بے واسطہ بر بدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برسانم از روئے تعجب سبحان اللہ فرمود ہیچ احدے را بلائے سخت تر از انبیا نیست و چندانکہ بلائے ایشان مضاعف است اجر ایشان نیز مضاعف است و بعضے از ایشان را حق تعالی مبتلا ساختہ بفقر و درویشی تا بحدے کہ از ملبوس قادر

بسند صحیح عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ میں ایام علالت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کو گیا۔ دیکھا کہ آپکو شدید بخار لاحق ہے۔ میں نے جسم مبارک پر ہاتھ رکھا تو اتنا گرم پایا کہ مجھکو اس حرارت کی برداشت کا تحمل نہیں رہا۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں جب آپکی عیادت کو گیا تو آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور بخار کی حرارت بالاپوش کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی اور اتنی شدید حرارت تھی کہ میں بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر اپنا ہاتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں نے یہ حال دیکھکر استعجاباً سبحان اللہ کہا۔ فرمایا کہ بنی انسان میں کسی فرد واحد پر انبیاء سے زیادہ تکلیف و بلا نہیں ہوتی جتنی انکی بلا و مصیبت زیادہ ہوتی ہے اتنے ہی اسکے اجر و ثواب بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ انبیاء کے گروہ میں بعض حضرات انبیاء کو فقر و افلاس کی ایسی حالت میں مبتلا فرمایا گیا ہے کہ تمام عمر انکے پاس سوائے ایک عبا کے

نبودے پیغمبر را یک عبا کہ شب و روز ہمان پوشیدے و فرح بعضے از انبیا زیادہ بود از فرح شما بعطا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۵۴۲

دوسری عبا پہننے کے لیے میسر نہین تھی لیکن انبیا اس مصیبت وبلا مین اس سے زیادہ مسرور الحال ہوتے ہین جیسا کہ تم حصول عطا و نعمت کے وقت مسرور ہوتے ہو۔

اشتداد مرض اور اسکی ایذا و تکلیف کو آپ باعث اجر و ثواب ہمیشہ بتلاتے رہے اور درد و مصیبت مین صبر و سکون۔ رضا و تسلیم کی روحانی تعلیم و ہدایت فرماتے ہے چنانچہ روضۃ الاحباب مین حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

از عائشہ صدیقہ منقول است کہ گفت رسول اللہ صلعم در مرض موت بسیار اضطراب می نمود و بر فرش خویش منقلب می شد گفتم یا رسول اللہ اگر مثل این حالت از کدام ما در وجود آید ہر آئینہ کہ بر وے غضب نمائی فرمود اے عائشہ مرض من بغایت صعب است و بدرستی کہ خدائے تعالیٰ بلا بر مومنان و صالحان بسیار صعب و شدید می فرستد و ہیچ مومن نباشد کہ بوے بلا و ایذا برسد حتی کہ خارے کہ در پاے وے برود الا آنکہ حق تعالیٰ بآن سبب درجہ برائے آن بلند گرداند و خطیئہ وے کم کند۔

حضرت عائشہ سے مروی ہو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مرض مین سخت بے چینی تھی اور شدت مرض سے فرش علالت پر آپ برابر کروٹین بدلا کرتے تھے مین نے خدمت مبارک مین عرض کی کہ یہ حالت اگر ہم لوگون پر طاری ہوتی اور ہم سے ایسی بے چینی جاری ہوتی حضور ہم پر ضرور عتاب فرماتے ارشاد ہوا کہ خداوند عالم بندگان مومنین و صالحین پر سخت مصیبتین نازل فرماتا ہے کوئی بندۂ مومن ایسا نہین ہوتا کہ اسکو کوئی نہ کوئی ایذا نہ پہونچتی ہو۔ یہانتک کہ اگر ایک کانٹا بھی پاؤن مین گڑ جائے تو اسکے لیے بھی اسکے مدارج مین اضافہ ہوگا اور خطا و گناہ مین ازالہ۔

انصار کے متعلق مہاجرین کو اور مہاجرین کی نسبت انصار کو اتحاد و سلوک کی وصیت

مرض مین شدت ہوتی اور تکلیف روز بروز بڑھتی گئی جسم مبارک کی طاقت گھٹتی گئی یہان تک کہ نشست و برخاست بھی مشکل ہوگئی۔ لیکن اس ضعف و اضمحلال شدت مرض اور نقاہت جسم کی خاص حالتون مین بھی۔ وہ ہادی دو جہان۔ وہ رہبر عالم فرائض رسالت۔ لازم نبوت۔ ہدایت مومنین اور وصیت مسلمین کو نہ بھولا چہارشنبہ کا دن بھر مرض کی خاص شدت مین گذرا اور پنجشنبہ صبح تک اس مین کوئی کمی محسوس نہین ہوتی تھی یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سات مشکون سے غسل فرمایا غسل فرمانے سے حرارت مین کسیقدر کمی آئی۔ اور طبیعت مین قدرے سکون ہوا۔ تو آپ حضرت علی اور حضرت عباس کے سہارے سے مسجد مین تشریف لائے حافظ جمال الدین محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

جناب رسول خدا صلعم از خانہ بیرون آمد و امام نماز

جناب رسالتمآب صلعم قریب نصف النہار باہر تشریف لائے جماعت

گذارد و خطبه خواند و بعد از حمد و ثنای خداوند تعالی و استغفار برای شهدای احد فرمود. بدرستیکه انصار خاصهٔ من و محل اسرار من اند با ایشان هجرت کردم و مرا جای دادند نیکان ایشان را گرامی دارید و از بد ایشان درگذرانید مگر حدی از حدود الله و در روایتی آنکه فرموده است گروه مردمان بدرستیکه شما زیادی گردید و انصار کم خواهند شد بآن خدائیکه نفس من بید قدرت اوست که من ایشان را دوست میدارم آنچه بر ایشان بود بتقدیم رسانیدند و حق مواسات و جوانمردی بجا آوردند و اکنون آنچه ایشان راست باقی مانده پس با نیکان ایشان نیکوئی بکنید و از بد ایشان عفو نمائید و در روایتی آنکه چون انصار دیدند که مرض حضرت روز بروز زیاده میگردد و در خانهٔ خویش صبر و آرام نداشتند حیران و سراسیمه گرد مسجد نبوی می گشتند عباس بن عبد المطلب در آمد و حضرت را از حال انصار اعلام کرد و باز فضل بن عباس آمد و حال انصار را بعرض رسانید پس علی بن ابی طالب بیامد و مثل آن اعلام نمود و حضرت دست خود

کے ساتھ نماز پڑھی اور خطبہ ارشاد فرمایا حمد و ثنائے الٰہی کے بعد شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت فرما کر ارشاد کیا کہ انصار میرے نزدیک میرے مخصوصین میں ہیں اور میرے رازدار ہیں میں نے اُن کے لیے ہجرت کی انھوں نے مجھے رہنے کی جگہ دی۔ اُن کے نیک لوگوں کی قدر و منزلت کیا کرو اور اُنکے بُرے لوگوں کو معاف کردیا کرو سوائے ان قصوروں کے جو خدا کے نزدیک واجب الحد قرار پاچکے ہیں اسکے بعد ایک روایت میں یوں آیا ہے آپنے ارشاد فرمایا ایہا الناس ایک دن وہ آنیوالا ہے کہ تم لوگ زیادہ ہو جاؤ گے اور انصار کم رہ جائینگے۔ اس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں انصار کو دوست رکھتا ہوں جو کچھ میرا حق اُن پر تھا وہ ان لوگوں نے پورا کردیا اور رفاقت اور میری امداد ہمت کی خدمات بجا لائے۔ اور اب اُن لوگوں کے حقوق تم لوگوں کے ذمہ باقی ہیں۔ انکے نیک لوگوں کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے بد لوگوں کو معاف کردو اور ایک دوسری روایت کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض روز بروز بڑھتا جاتا ہے تو وہ لوگ فرط قلق و اضطراب سے بیقرار گھروں سے نکل پڑے اور پریشان و حیران سراسیمہ و سرگردان مسجد نبوی کے چاروں طرف پھرنے لگے حضرت عباس ابن عبد المطلب نے ان کی یہ کیفیت خدمت رسالت میں عرض کی پھر انکی یہی حالت فضل ابن عباس نے بھی گزارش کی فضل کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب بھی باہر سے آئے تو وہی انصار کی کیفیت دہرانے لگے حضرت نے فضل

برداشت حضرت را مدد داد تا نشست
و فرمود انصار چہ گویند علیؑ گفت
می گویند می ترسیم کہ پیغمبر از دنیا نقل
بکند و نمیدانیم کہ حال ما بعد از وے
چہ خواہد شد پس سید عالم برخاست و دستے
بر دوش علی و دست دیگر بر دوش فضل انداخت
و پاہاے او بر زمین می کشید و عباس پیش آن
سرور می رفت تا بمسجد درآمد و بر پایہ اوّل از
منبر نشست و عصابہ بر سر مبارک بستہ
بود۔ مردم بروے جمع شدند و بعد از حمد و ثناے
خداوند تعالیٰ فرمود اے گروہ مردم بمن رسیدہ
کہ شما از موت می ترسید گویا منکر موت اید و
بچہ جہت انکار موت پیغمبر خود مینمائید۔ شما را نہ خبر داد
کردہ اند از مرگ من و از مرگ شما۔ ہانا این سخن اشارت
نمود بآیت کریمہ انک میّت و انہم میّتون و
فرمود کہ ہیچ پیغمبر در میان قوم خود جاوید
ماندہ تا من در میان شما جاوید بمانم۔ بدانید و آگاہ
باشید کہ بازگشت من و شما بخدا است وصیت میکنم
شما را کہ با مہاجرین اوّلین نیکوئی بجا آرید و وصیت میکنم
مہاجرین را کہ با یکدیگر نیکی کنند حق تعالیٰ فرمود والعصر
ان الانسان لفی خسر تا آخر سورہ بخواند آنگاہ
فرمود جریان امور باذن خدا است باید کہ باعث
نشود بر شمردن امرے شما را بر استعجال آن۔ زیرا کہ
خداوند تعالیٰ بتعجیل نمیکند در ہیچ کارے برائے

کیفیت سنکر اور ہاتھ اٹھاکر اشارہ کیا کہ مجھے بٹھا دو حاضرین
موجود تھے انھین کے سہارے سے آپ اٹھکر فرش پر
بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے انصار کیا کہتے ہین۔ حضرت علیؑ نے
عرض کی وہ کہتے ہین کہ ہمین خوف ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے بعد ہمارا کیا حال
ہوگا۔ یہ سنکر آپ اٹھے۔ اپنا ایک ہاتھ علیؑ کے دوش پر اور
دوسرا فضل کے دوش پر رکھا اور پاے اقدس کو زمین پر
کھینچتے ہوے مسجد تک تشریف لائے۔ لوگون کا ہجوم تھا حضرت
عباسؓ آپکے آگے سے لوگون کو ہٹاتے جاتے تھے آپ مسجد مین تشریف
لاکر منبر کے اول زینہ پر بیٹھ گئے۔ سر اقدس پر رومال باندھے تھے
جب سب لوگ جمع ہو گئے تو خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا
ایہا الناس مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ میری موت سے ڈرتے
ہو گویا میری موت کا انکار کرتے ہو نہین معلوم تم کس وجہ سے
اپنے پیغمبر کی موت کا انکار کرتے ہو۔ تمکو تو میری اور تمھاری موت
کی خبر پہونچ چکی ہے اور اس کلمہ سے آنحضرت صلعم کی مراد اس
آیہ سے تھی کہ اے پیغمبر تم بھی مرنیوالے ہو اور یہ لوگ بھی پھر
آپنے ارشاد فرمایا کہ کوئی پیغمبر اپنی امت کے درمیان ہمیشہ
زندہ نہین رہا اور یہ سمجھ لو کہ ہماری اور تمھاری بازگشت خدا کی
طرف ہونیوالی ہے۔ مین تمھین وصیت کرتا ہون کہ مہاجرین
اولین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اسکے بعد آپنے سورۂ والعصر
آخر تک پڑھا اور فرمایا کہ جملہ امور کی اجرا خدا تعالیٰ کی طرف سے
ہوتی ہے اسلیئے تمکو چاہیئے کہ اپنے امور کے صدور مین اپنی
طرف سے جلدی نہ کرو۔ کیونکہ عادت الٰہی عجلت پسند نہین
ہے اور ہر امر اور ایسا شخص جو کسی کام مین اسلیئے جلدی کرے
کہ حکم خدا پر غالب آجائیگا خراب ہو جائیگا اور وہ شخص حکم خدا سے

تبدیل احدے وہر کس کہ درصدد آن درآید تا بالا
قضاے حق غالب بشود ومغلوب بگردد وہر کس کہ
باخدا وند تعالیٰ مخادعہ نماید خود فریفتہ ومنکوب شود وایں
آیت را بخواند ھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا
فی الارض وتقطعوا ارحامکم بعد ازاں فرمود
اے گروہ مہاجران شما را وصیت می کنم درشاں
انصار چہ ایشاں کسانے اند کہ مستعد وآمادہ
داشتند براے ہجرت یعنی مدینہ را براے شما
وسبقت گرفتند با ایمان پیش از آنکہ شما ہجرت
با ایشان کنید وشما را میوہاے بستان خود
را با شما مناصفہ کردند ودر منازل خود شما را
جا دادند وباوجود آنکہ خود محتاج بودند شما را
بر نفس خود ایثار کردند وہر کس کہ از شما
بر ایشان حاکم شود باید کہ از محسن ایشان
قبول کند واز مسئی ایشان تجاوز نماید
وبر ایشان کسے اختیار نکند براے انصار
بعد از من جماعتے را بر شما ایثار خواہند
کرد وبر شما ترجیح خواہند نمود انصار گفتند
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با ایشان چہ
کنیم فرمود صبر کنید تا زمانیکہ در لب
حوض کوثر بمن برسید عباس گفت یا رسول
اللہ در شان قریش پسندہ مردم را
وصیت فرمائی. فرمود وصیت میکنم

... ہوکر رہیگا اور جو شخص کہ حکم خدا سے مخالفت و
... کریگا وہ ضرور رہی نادم وپشیمان ہوگا پھر آپنے
... تلاوت فرمائی جسکے معنی یہ ہین . پھر لیا امکانات تم
خدا کی راہ سے منحرف ہوگئے اور تم نے دنیا مین فساد برپا
کئے اور اپنے قریبی لوگون سے صلہ رحم قطع کرڈالے یہ فرماکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین سے مخاطب ہوئے
اور ارشاد کیا کہ مین گروہ انصار کے حق مین تم سے وصیت
کرتا ہون اسلیے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انھون نے ہجرت اور
غربت کے عالم مین خاص ہلوگون کے لیے مکان تیار کرکھے
اور قبول اسلام مین تم پر سبقت کی اور اپنے تمام نخلستان کے
میوے اور پھل تمکو اپنی طرف سے دیدئے اور ہجرت کے
زمانہ مین تم لوگون کو اپنے مکانون مین اتارا اور آرام دیا
اور باوجودیکہ وہ خود نادار تھے لیکن انھون نے اپنے
نفوس پر تمھارے نفوس کو ترجیح دیکر تم پر لطف وایثار کیا
اس لیے جو شخص تم سے اُن پر حکمران ہو جائے چاہیئے کہ انکو اپنا
محسن قبول کرے اور اُن کی فروگذاشتون کو معفو فرمائے
اور کسی کو اُن پر ترجیح نہ دے یہ کہکر آپ انصار کی طرف
مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے گروہ انصار میرے بعد
ایک قوم تمپر غالب آجائیگی وہ تم پر دوسرون کو ترجیح دیگی
انصار نے عرض کی یا رسول اللہ ہم ایسے وقت مین کیا
کرین جواب مین ارشاد ہوا صبر کرنا یہان تک کہ مجھسے
حوض کوثر پر آکر مل جانا . وسی اثنا مین حضرت عباس ابن
عبد المطلب نے اٹھکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم . قریش کے لیے[1] -

[1] قریش سے مقصود بنی ہاشم ہین کیونکہ مہاجرین وانصار کی نسبت وصیت ہوچکی تھی فافہم فتدبر . المؤلف عفی عنہ -

یاین امر یعنی خلافت مر قریش را زیرا کہ مردمان پیروان قریش اند نیکوکار ایشان تابع نیکوکار ایشان و بدکار ایشان تابع بدکار ایشان. اے قریش قبول کنید وصیت مرا در شان مردم بہ نیکوئی و با ایشان تا نیکی بجا آرید اے گروہ مردم بدرستیکہ گناہ سبب تغیر نعم و واسطہ تبدل قسم است چون مردم نیکوکار باشند حاکمان و والیان ایشان با ایشان نیکی بجا آرند و چون بدکار باشند با ایشان بدی کنند و حق تعالٰی فرمود وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون و باین طریق بعضے از ظالمین ظالمان دیگر را بر خواہند گماشت برائے آنکہ ایشان عمل نمودہ اند۔

حق میں بھی کچھ وصیت فرمایئے یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمکو قریش کی وصیت کرتا ہون اور بتلائے دیتا ہون کہ امارت و خلافت قریش مین مستحق کیونکہ تمام لوگ قریش کے پیرو اور مطیع ہین نیک لوگ قریش کے قریش کے نیک لوگون کے ساتھ اور بد لوگ قریش کے بد لوگون کے ساتھ ہین اور اے قوم قریش کے لوگو میری وصیت کو سنو اور اسکو قبول کرو اور وہ یہ ہے کہ تمام لوگون کے ساتھ بطریق مساوات نیکی کے ساتھ پیش آؤ اور نیکی کرو اور یاد رکھو کہ صرف گناہ کی وجہ سے تمام دولت و نعمت متغیر اور تبدیل ہوجاتی ہے جب رعایا نیکوکار ہوگی تو ان کے حاکمان و والیان بھی انکے ساتھ نیکی کرینگے۔ اور جب وہ بدکردار ہونگے تو انکے حکام بھی بدکردار ہونگے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ ان مین سے بعض بعض منحرف ہوکر ظالم ہوگئے اور اب وہ اسی کی جزا پائینگے۔ سلہ۔

خطبہ ہدایت عام اور ادائے مطالبات

اسکے بعد عصر کا وقت ہوگیا تو بقول محدث شیرازی ایک موعظت عام اور ہدایت اہل اسلام کا خاص اہتمام کیا گیا۔ بلال کو حکم ہوا۔ وہ مدینہ کی تمام گلی کوچون مین اعلان کر آئے اور الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا دے آئے۔ نبوت ختم ہورہی تھی اور دنیا کی بدقسمتی سے خاتم النبیین خود ختم ہونے والا تھا۔ اگرچہ نبوت و رسالت کے فرائض تمام شعائب وصوائب کے ساتھ تمام ہوچکے تھے۔ انکی تکمیل کی تصدیق و تعلیم کی بشارت بھی خدا کی طرف سے نازل ہوچکی تھی لیکن باینہمہ اتمام حجت بھی حضرت ختم المرسلین کی تبلیغ کا آخر تدمہ تھا اسکی تبلیغ آخر بھی رسالت کے فرائضات مین داخل تھی۔ اس بناپر بارگاہ رسالت سے اس سب کے نفاذ و اجرا کا خاص طور پر اہتمام فرمایا گیا۔ محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین۔

سلہ مؤیدین خلافت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان ہدایتون اور وصیتون کو خلافت کے طرز عمل سے ملاکر خود سمجھ لین کہ ان اخلاقی محاسن کے قائم رکھنے مین وصیت رسول صلعم کی کہانتک تعمیل و تقلید کی گئی ۱۲۔ المولف عفی عنہ۔

فضل بن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایکبار ایام مرض مین میرا ہاتھ پکڑ کر بیت الشرف سے باہر آئے اور منبر پر تشریف لیگئے رومال سر مبارک پر باندے تھے۔ بلال کو پاس بلا یا اور کہا تمام مدینہ مین منادی کر دو کہ لوگ مسجد مین جمع ہون اسلیئے کہ خدا کا رسول انھین اپنی وصیت کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حسب الحکم بلال نے اعلان عام کیا اور مدینہ کے تمام لوگ اپنے گھر کے دروازے اور دوکانین کھلی چھوڑ کر فوراً مسجد نبوی مین جمع ہو گئے یہانتک کہ عورتین اور نا کتخدا لڑکیان بھی رسول مقبول صلعم کی آخری وصیت سننے کے لیے دوڑی آئین مسجد نبوی مین اسقدر اژدہام ہو گیا کہ بیٹھنے کی گنجائش نہین رہی۔ یہ کثرت دیکھ کر آپ فرماتے جاتے تھے۔ اپنے پیچھے آنیوالون کے لئے جگہ کشادہ کر دو۔

اسکے بعد آپنے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد کیا کہ اب تم لوگون کے درمیان سے میرے جانے کا وقت قریب آگیا ہے جس شخص کو مین نے بے قصور مارا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور مجھ سے قصاص لیلے اگر مین نے کسی کو برا کہا ہو یا اسکی ذات کے ساتھ کوئی قصور کیا ہو تو میری ذات اسکے سامنے حاضر ہے وہ مجھ سے معاوضہ لیلے۔ اگر مین نے بلا استحقاق کسی شخص کا مال لے لیا ہو تو میرا مال حاضر ہے مناسب ہے کہ اس مین سے اپنا حق لے لے اور اپنے دل مین ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اگر تم معاوضہ لوگے تو رسول اللہ صلعم میرے ساتھ خلش اور عداوت پیدا کرینگے سمجھ رکھو کہ خلش اور عداوت میری طبیعت مین نہین ہے اور مین ان سے بہت دور رہون مین تمکو یقین دلاتا ہون کہ تم مین سے میرے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو شخص اپنا حق مجھ سے لیلے یا مجھپر اسکو حلال کر دے تا کہ مین پاک و پاکیزہ ہو کر قربت الٰہی کے شرف پر فائز ہون میرا خیال ہے کہ میرا یہ ایکبار کہدینا تمھارے لیے کافی نہوگا۔ اسلیئے مین بے تکرار بیان کرونگا کہ جس حقدار کا حق میرے ذمہ رہگیا ہو وہ بطیب خاطر مجھ سے لیلے۔

فضل بن عباس بیان کرتے ہین کہ اس اثنا مین نماز عصر کا وقت آگیا۔ آپ منبر سے نیچے تشریف لائے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لائے اور انھین کلمات کا اعادہ فرمایا۔ آپ کا ارشاد کرنا تھا کہ ایک شخص مجمع سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ حضور کے اوپر میرے تین درہم باقی آتے ہین آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ مین تمھین جھٹلاتا نہین ہون اور نہ مین تمھارے دعوی پر قسم و حلف دیتا ہون صرف اتنا پوچھتا ہون کہ آیا تم مجھے بتلا سکتے ہو کہ مین نے یہ تین درہم تمسے کیون لیے تھے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ایک روز ایک سائل مستحق حضور کے پاس آیا۔ مین حاضر خدمت تھا مجھ سے ارشاد ہوا کہ اسے تین درہم دیدو۔

ہین سنے فوراً دیدیئے۔ یہ سنکر آپ نے فضل بن عباس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اسے تین درہم دیدو۔ انھون نے فوراً دیدیے۔

اسکے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح میرا حق اگر کسی کے پاس رہ گیا ہو تو اسکے لیے بھی واجب ہے کہ وہ اپنی گردن کو اسکے بارے ہلکا کرلے اور اپنے دلمین یہ وہم وگمان نہ کرے کہ ایسے اقرار سے بھرے مجمع مین میری فضیحت ہوگی کیونکہ سمجھ رکھو کہ دنیا کی فضیحت عقبیٰ کی فضیحت سے کہین زیادہ آسان ہے دفعتاً ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مین نے مال غنیمت سے تین درم کی خیانت کرلی ہے اور وہ آجتک میرے ذمہ باقی ہین۔ رحمت عالم نے پوچھا خیانت کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ اس نے عرض کی کہ اس دن مجھے تین درمون کی سخت ضرورت لاحق ہوئی تھی آپ نے فضل بن عباس کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ ان سے تین درم لے لو۔

امت کیلئے دعائے نیکی اخلاق وسیرت

پھر آپ نے لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جس شخص مین کوئی بُری عادت پڑگئی ہو اور وہ اسکی بُرائی اور رسوائی کا باعث ہوتی ہو تو کھڑا ہوجائے مجھ سے بیان کرے تو مین اسکے دفعیہ کے لیے خدا سے دعا کرون۔ یہ سنکر ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ مین جھوٹا ہون اور فحش بکتا ہون اور بہت سویا کرتا ہون۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے لیے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو اسکو صدق زبانی عطا فرما۔ فحش سے اور جاگنے کی ضرورت کے وقت سونے سے اسکو محفوظ رکھ اسکے بعد ایک دوسرا شخص مجمع سے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مین تو جھوٹا بھی ہون اور منافق بھی اور کوئی برائی ایسی نہین ہے جو مجھ سے وجود مین نہ آئی ہو۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم تو عجیب آدمی ہو۔ بھرے مجمع مین خواہ مخواہ اپنے آپ کو رسوا و بدنام کررہے ہو۔ اجی چپ بھی رہو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی فضیحت عقبیٰ کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ پھر دست مبارک اٹھاکر اس شخص کے حق مین یہ دعا فرمائی۔ پروردگار تو اسکو ثبات ایمان عطا فرما۔ اسکے دل کو برائیون سے دور اور نیکی کی طرف مائل کردے۔

جناب سید المرسلین حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کی یہ ہدایتین اور وصیتین ایسی ہین جو اُمت اسلامیہ کے تمام موجودہ اور آئندہ دینی اور دنیوی فوائد پر شامل ہین اور ایسی جامع اور کامل ہین کہ پھر اسکے مقابل کسی معلم یا مبلغ کی ضرورت نہین۔ ان وصایا وہدایا سے آنحضرت صلعم کے ان جذبات قلبی کا بھی پورا پتا چل جاتا ہے جو آپ کو امت اسلامیہ کی محبت والفت سے متعلق ہمیشہ دلنشین رہے۔ گو یہ سلسلہ پند وموعظت حجۃ الوداع کے زمانہ ہی سے عموماً شروع تھا۔ لیکن یہ

مواعظ و نصائح بالخصوص عام مسلمانون کی بہی خواہی - فلاح دارین اور فوائد دین و دنیا پر حاوی ہین اس ارشاد کے الفاظ و مضامین مین دینیات و اخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم کے علاوہ مسلمانون کے آیندہ ملکی قومی اور سیاسی مصالح اور منافع بھی مشتمل ہین جن سے اُنکی سبق آموزی اور عبرت پذیری مقصود تھی. باعتبار اسناد کے ان مواعظ و وصایا کو قریب قریب تمام تاریخ و سیر اور اصحاب حدیث نے بکم و کاست نقل کیا ہی - لیکن ہمارے شبلی صاحب کا قلم ان واقعات کو نظری سے کیسے جاتا ہے -

مرض مین بار دیگر شدت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتمام حجت کے مرقومہ بالا فرائض تمام کرکے بیت الشرف مین تشریف لائے تو مرض پہلے سے زیادہ شدید ہوگیا ہے گویا چہارشنبہ کا دن تمام ہوکر پنجشنبہ کی رات تھی معمول پسند اور ظاہر بین تو یہی کہینگے کہ خلاف معمول محنت کی گئی جسمانی اور دماغی قوت صرف کی گئی یہی اضمحلال طبیعت اور غلبہ مرض کا باعث ہوا - لیکن حقیقت شناس درحقیقت مین خوب جانتے ہین کہ ایک معلم ربانی - موسس عالم اور مجاہد فی سبیل اللہ اپنے فرائض منصبی کے مقابل جان و مال کی پروا نہین کرتا مقدرات کا مطیع و منقاد ہوتا ہے مرض کی شدت اور اُسکی خاص حالت کی تصریح مین جو کچھ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا گیا تھا وہ اوپر حضرت عائشہ کی زبانی نقل ہوچکا ہے. اس اشدِ شدت مرض کے خاص عالم مین بھی آپ ہمہ تن راضی برضائے الٰہی تھے. اور مقدرات پر متوکل. پھر اس استقلال و استحکام اور ثبات و قرار سے کہ نہ مرض کی شکایت ہے اور نہ اُسکی شدت کا کوئی شکوہ - نہ فکر علاج تھی نہ خیال دوا ؎

اگرم خلاص گوئی اگرم ہلاک خواہی ... سر بندگی بخدمت نہم کہ پادشاہی

ثبات علی مقدر رضا برضائے الٰہی

محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سکینہ الٰہی کے متعلق تحریر فرماتے ہین -

درصحاح احادیث آوردہ شدہ کہ عائشہ گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماران را تعویذ می کرد باین کلمات اذھب الباس برب الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما دروا سپین آنکہ حضرت مریض شد سے خود تعوذ کردے بر نفس خود را باین کلمات و دست مبارک خویش بر بدن اطہر بمالیدے - چون

احادیث صحیحہ مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمارون کو ان الفاظ مین لکھکر تعویذ دیا کرتے تھے - اے انسانون کے پروردگار خوف کو دور کر شفا عنایت فرما - اسلیے کہ تو شفا دینے والا ہے - تیری ہی شفا اصل شفا ہے - ایسی شفا عنایت فرما جو مرض کو بالکلیہ دور کرے - اور جب کبھی آپ کا مزاج خود ناساز ہوتا تھا تو یہی دعا پڑھکر دستہائے مبارک کو جسم اطہر پر پھیر لیتے تھے لیکن جب

مریض شد بمرض موت وثقیل گشت من آن دعا خواندم
وخواستم کہ دست او را بر پیشش بمالم دست
خود را برکشید از من وگفت رب اغفر لی
والحقنی بالرفیق الاعلیٰ ودر روایتے آنکہ
فرمود اللّٰھم اجعل جنۃ الخلد
ودر روایتے آنکہ فرمود این تعویذ پیشتر از این مرا نفع می
رسانید اکنون اینہا ہیچ سود نمید ہد شعر

فغان ونالہ زار وسرشک لعل چہ سود
چو دادنی ہمہ دادند بود نی ہمہ بود

ومروی است کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
در ہمہ مرضہاے خود از خدا وند تعالیٰ عافیت
وشفا خواستے، مگر در مرض موت کہ دعائے شفا
نکردے وگفتے۔ اے نفس چہ بودہ است
ترا کہ پناہ بہر جا ومادامی جوئی ونیز از عائشہ
صدیقہ مروی ست کہ گفت در ایام صحت
از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدہ بودم
کہ ہیچ پیغمبر از دنیا نرود الا آنکہ قبل از ان مخیر
گردانند او را درمیان دنیا وآخرت وچون
مریض شد بمرض موت او را سرفہ گرفت می
گفت۔ مع الذین انعمت علیہم
من النبیین والصدیقین و
والشہداء والصالحین و
حسن اولٰئک رفیقا آنگاہ فرمود
مع الرفیق الاعلیٰ۔

مرض الموت میں آپ مریض ہوئے اور صاحب فراش ہو گئے
تو حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے یہی دعا پڑھکر چاہا کہ آپکا
دست مبارک آپکے جسم اطہر پر پھیردوں۔ تو آپنے اپنا ہاتھ فوراً کھینچ
لیا۔ اور مجھکو مخاطب کرکے یہ دعا پڑھی۔ پروردگار تو مجھے بخشدے
اور رفیق اعلیٰ سے ملا دے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے
کہ حضرت عائشہ سے یہ بھی فرمایا کہ یہ تعویذ مجھے پہلے نفع کرتا تھا
لیکن اب اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ (شعر فارسی کا ترجمہ)

فغان ونالہ اور اشک خونیں سے اب کیا فائدہ
جو کچھ دینا تھا وہ دیدیا گیا اور جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا

ایک روایت میں منقول ہے کہ طبع مبارک کی ناسازی کے
وقت آپ ہمیشہ خدا سے شفا وصحت کی دعا فرماتے تھے لیکن
جب مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو ایکدن بھی آپنے شافی
برحق اور حکیم مطلق سے حصول صحت کے لیئے دعا نہیں مانگی
بلکہ ارشاد فرمایا کہ اے نفس تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو ادھر ادھر
مامن اور جائے پناہ ڈھونڈھتا پھرتا ہے حضرت عائشہ بیان
کرتی ہیں کہ ایام صحت میں میں نے آنحضرت صلعم کی زبانی سنا
تھا کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں گذرا ہے جسے اسکی حیات
وممات اختیار کرنے کے لیے اس سے نہ استفسار فرمایا گیا ہو
اور اسکو دونوں میں سے ایک شے کے قبول کرنے کا اختیار
نہ دے دیا گیا ہو جب مرض الموت میں آپ مبتلا ہوئے تو
آپکو کھانسی آتی تھی تو آپ فرماتے تھے ان لوگوں کے ساتھ جن پر
تو نے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں وہ انبیاء صدیق اور شہداء ہیں اور
بندگان نیکوکار ہیں۔ اور وہی رفیق ہیں یہ کہکر آپ فرماتے تھے
ان سب کے ساتھ اور برادرانے رفیق کے ساتھ حضرت عائشہ

کہتی ہیں کہ یہ کلمات سنتے ہی مجھے یقین ہوگیا کہ آپ نے حیات پر وفات کو اختیار فرمالیا ہے۔

ان روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنج وبلا، درد و دائد اسکے موقع پر صبر و تحمل تسلیم و رضا و استقلال و استحکام باقصی المرام ثابت ہوگیا اور اس بات میں بھی کوئی کلام نہیں کہ سوائے فطرت صالحہ کے طبیعت عامہ سے انکا اظہار دشوار ہے اسلئے عام طبیعت والے انکو آزار سمجھتے ہیں اور فطرت صالحہ والے اسے شیوہ راحت و آرام۔ امراض جسمانی ان کے آگے الطاف ربانی کا مرادف ہے اسلئے کہ وہ امراض و آزار جسمانی کے تحمل و برداشت کو اپنے لیئے تمغہ ہائے الٰہی اور ترقیہائے لامتناہی کا حصول باعث قرار دیتے ہیں۔ اور بحکم محکم لا یشرک بعبادۃ ربہ احداً اپنے رب کی عبادت میں کسی فرد واحد کو کبھی شریک نہ کرکے حالت مرض میں بھی کسی غیر کی خدمت اور ملازمت کے احسان ظاہر کو بھی گوارا نہیں فرماتے محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

گویند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آمد و گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می خواہم کہ در ایام خستگی تیمارداری تو بجا آرم و شرف خدمت تقدیم رسانم۔ فرمود اے ابوبکر من در این تیمارداری و معالجہ خود را اگر غیر دختران و زنان خویش بفرمایم مصیبت ایشان زیادہ عظیم گردد و تحقیق کہ اجر تو بر خدا تعالیٰ است روضۃ ۵۴۶

حالت مرض میں حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے میری تمنا ہے کہ میں موجودہ علالت کی حالت میں آپکی خدمت میں حاضر رہکر خدمت تیمارداری بجا لاؤں آپ نے جواب ارشاد فرمایا اے ابوبکر بات یہ ہے کہ اگر میں اپنی علالت میں اپنی لڑکیوں اور بیویوں سے تیمارداری کی خدمت نہ لوں کروں اور کسی غیر کے حوالہ کردوں تو ان کی مصیبت اور زیادہ عظیم ہو جائے گی لیکن تمہارا ثواب خدا پر ہے۔

واقعۂ قرطاس
پنجشنبہ سنہ ۱۱ھ

چہارشنبہ تک کی حالت اور مرض کی شدت اوپر بیان ہوچکی ہے پنجشنبہ کی صبح سے علالت اور زیادہ بڑھ گئی ضعف و نقاہت کا اسقدر غلبہ ہوا کہ فرش علالت سے نقل و حرکت دشوار ہوگئی ضعف و اضمحلال کی یہانتک نوبت پہنچی کہ بار بار غشی طاری ہونے لگی حرارت و یبوست اتنی بڑھ گئی کہ طشت میں پانی بھروا کر پاس رکھوا لیا گیا تھا پانی میں ہاتھ ڈال کر ترکرکے سر اور منہ پر بار بار پونچھا جاتا تھا تاہم تسکین نہیں ہوتی تھی۔ دوپہر قریب تھی شدت مرض کی خبر سنکر تمام مکان میں صحابہ کا مجمع تھا۔ اہلبیت و ازواج مطہرات پردہ میں تھیں۔ تمام حجرۂ علالت بھرا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہی حالت تھی۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن عبید اللہ بن عباس قال لما حضر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وفی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب
قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ھلم اکتب لکم کتاباً لا تضلون بعدہ
فقال عمر ان رسول اللہ ص قد غلب علیہ
الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ
فاختلف اھل البیت فاختصموا منہم
من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ
کتاباً لن تضلوا بعدہ ومنہم من یقول ما قال
عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند رسول اللہ
قال رسول اللہ قوموا عنی قال عبید اللہ فکان
ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال
بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبین
ان یکتب لہم ذلک الکتاب من اختلافہم ولغطہم

عبید اللہ بن عباس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت احتضار قریب ہوا تو دولت کدۂ نبوت میں حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اصحاب مجتمع تھے رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لیے کچھ لکھ دوں کہ جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں قرآن ہمارے لیے کافی ہے اس بات پر تمام جلسہ میں اختلاف ہوا بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم جو کچھ چاہیں ہمارے لیے تحریر فرما دیں اور بعض حضرت عمر کے ہمزبان تھے جب اس بات پر بہت شور و اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ صلعم کے ارادۂ کتابت میں حائل ہوئی اور جسکی وجہ سے آنحضرت صلعم کچھ نہ لکھ سکے۔

صحیح بخاری میں ہے ۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ
عنہما انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم
بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد
برسول اللہ صلعم وجعہ یوم الخمیس فقال
ائتونی بکتاب اکتب لکم کتاباً
لن تضلوا بعدہ ابداً

تاریخ احمدی ص ۳۷

بروایت سعید ابن جبیر حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ روز پنجشنبہ کیا دن تھا اور یہ کہکر اس قدر روئے کہ جو سنگریزے اس جگہ پڑے ہوئے تھے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے بعد ازاں کہنے لگے کہ جب روز پنجشنبہ رسول اللہ صلعم پر مرض کی شدت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے کتابت کا سامان دو تاکہ میں تمہارے لیے کچھ لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو

نسبت تعلق واقعہ قرطاس ۔ شبلی صاحب حاشیہ میں (اس واقعہ کی نسبت) لکھتے ہیں ۔
یہ روایت صحیح بخاری میں موقع وفات کی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث مختلف ابواب میں مذکور ہے اور ہر جگہ الفاظ میں کچھ نہ کچھ ۔

فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا هجر رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم۔

اس بات پر لوگوں میں نزاع و اختلاف ہوا اور کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہذیان پر مبنی ہے۔ حالانکہ نبی کریم کے حضور میں تنازع مناسب نہ تھا۔

علامہ طبرانی اس واقعہ کو مفصلہ ذیل الفاظ میں خاص حضرت عمر کی زبانی لکھتے ہیں۔

عن عمر قال لما مرض رسول الله صلعم قال ادعوا لی بصحیفة و دواة اکتب کتاباً لا تضلوا بعده ابداً فقال النسوة من وراء الستر الا تسمعوا ما یقول رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول الله صلعم عصرتن اعینکن و اذا صح رکبتن عنقه فقال رسول الله صلعم دعوهن فانهن خیر منکم۔

حضرت عمر سے منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض میں ارشاد کیا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ سامان کتابت لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ مخدرات عصمت نے پردہ کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کرکے کہا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلعم کا ارشاد نہیں سنتے ہو۔ حضرت عمر نے ان بیبیوں کو جواب دیا کہ تمہاری مثال حضرت یوسف کی بیبیوں کی سی ہے پیغمبر صاحب کی بیماری میں تو روتی ہو اور بوقت صحت انکی گردن پر سوار ہو جاتی ہو۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے فرمایا ان عورتوں سے تعرض نہ کرو۔ یہ تم سے بدرجہا بہتر ہیں۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۶ - اختلاف ہے صحیح مسلم کتاب الوصیۃ میں یہ روایتیں یکجا ہیں جن صحابی نے قلم دوات لانے میں گفتگو کی بخاری میں انکا نام نہیں لیکن حدیث کی اور کتابوں میں مثلاً صحیح مسلم میں تصریح حضرت عمر کا نام ہے انکے الفاظ یہ ہیں۔ قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن وحسبنا کتاب الله آپکو مرض کی شدت ہے۔ تمہارے پاس قرآن موجود ہے خدا کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم کی دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں فقالوا ان رسول الله یهجر لوگوں نے کہا رسول اللہ بدحواسی کی باتیں کرتے ہیں فقالوا اهجر استفهموه لوگوں نے کہا کیا آپ بدحواسی کی باتیں کرتے ہیں آپ سے خود پوچھو۔ اس بنا پر شیعہ و سنی کا یہ روایت بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ بن گئی ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے سنی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو وقتی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ تبلیغ دین کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا خود قرآن مجید میں آیت الیوم اکملت نازل ہو چکی تھی اسلئے حضرت عمر نے آپکو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر کوئی ضروری حکم ہوتا تو آنحضرت صلعم کسی کے روکنے سے کیونکر رک سکتے تھے اس وقت نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا۔ اور یہ کیونکر معلوم ہوا آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے بخاری میں ہے کہ آپ نے عبداللہ بن ابی بکر کو بلا کر حضرت

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم سیل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانھا نظام اللؤلؤ قال رسول اللہ صلعم ائتونی بالکتف والدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ صلعم یھجر۔

سعید ابن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ ابن عباس نے کہا کہ روز پنجشنبہ کیا دن تھا۔ یہ کہکر اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح آنسو جاری ہوگئے۔ بعد ازان کہا پنجشنبہ وہ دن تھا کہ جب جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے سامان کتابت لادو کہ مین تمہارے لیے ایک تحریر لکھدون کہ اسکے بعد تم گمراہ نہو۔ مگر افسوس لوگون نے کہدیا کہ آنحضرت صلعم ہذیان بک رہے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۲ ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے پھر آپنے ضروری نہین سمجھا اور فرمایا کہ خود خدا اور اہل اسلام ابوبکر کے سوا کسی اور کو نہ پسند کرینگے۔ اس اختلاف کے بعد آپنے لوگونکو زبانی وصیتین فرمائین۔ جو ضروریات آپ لکھوانا چاہتے تھے ممکن ہے وہ یہی ہون۔ یا وہ اگر ان کے علاوہ تھین تو آپ انکو ان عام وصیتونکے ساتھ زبانی بھی فرماسکتے تھے اسکے بعد مجمع عام مین جو خطبہ دیا اس مین بھی اسکا اظہار فرماسکتے تھے۔ (س) مجھکو احتیاط کرنا چاہیئے کہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے نکلکر علم کلام کے دائرے مین نہ آجائے۔ تاہم جو میری تحقیق ہے مین الفاروق مین لکھ چکا ہون۔

جلد دوم سیرۃ النبی ۱۳۸

اول تو یہ عبارت صاف طور سے معلوم نہین ہوتی کہ شبلی صاحب مولف سیرۃ النبی کے قلم کی لکھی ہوئی ہے یا سید سلیمان صاحب ندوی جامع سیرۃ النبی کی تحریر کردہ ہے۔ مین اسکو ابتداءً ندوی صاحب کی تحریر سمجھتا تھا اسلیئے کہ خاتمہ عبارت سے دو سطر پہلے (س) لکھکر اپنے نام کا اشارہ فرما دیا گیا ہے لیکن پھر آخر مین یہ لکھکر کہ جو میری ذاتی رائے ہے وہ مین الفاروق مین لکھ چکا ہون۔ دیکھکر مجھکو شبہ ہوتا ہے کہ وہ عبارت بھی تو شبلی صاحب کی نہین، خیر کسی صاحب کی ہو مجھکو اسکی حقیقت کا انکشاف ضروری ہے۔

اس عبارت مین پہلے تو یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عمر کا نام چھپ جائے اور اس بنا پر لکھا گیا ہے کہ بخاری مین ان کا نام نہین لیکن پھر صحیح مسلم کی روایت سے تصریح انکا نام ہونا ثابت بھی کردیا گیا ہے اور اعتراف تحریری بھی کر لیا گیا ہے تو پھر یہ کیسی مضحکہ خیز کوشش ثابت ہوتی ہے اور صرف اسی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت عمر سے یہ ایسی خطائے فاحش عمل مین آئی ہے کہ بالآخر ان کے معتقدین و مخلصین کو بھی تحریری حیلون سے اسکو چھپانا پڑا! یہ بالکل شبلی صاحب کا یہ دعوی کہ حضرت عمر کا نام بخاری کی کسی حدیث مین نہین ہے صریح مغالطہ دہی ہے اور بالکل سفید جھوٹ ہے بخاری نے حدیث قرطاس

قلمدانی عالم بالامعلوم شد۔ رسالت کی زبان صداقت ترجمان۔ اور ہذیان سبحانہ ما اعظم شانہ۔
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضرین کی خلوص وعقیدت کا پورا اندازہ ہوگیا۔ بالآخر۔ جیسا کہ
الفاظ مرویات بتلا رہے ہیں سب کو پاس سے ہٹوا دیا گیا اور سکوت اختیار فرما لیا گیا۔ یہ تھی تیر اندازگستاخانہ
شور وشغب کا اثر اسلام اور اسکے معاملات پر کیا پڑا وہ علامہ شہرستانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قال الشہرستانی فی الملل والنحل ول تنازع فی مرضہ علیہ السلام فیما رواہ محمد بن اسمعیل البخاری باسنادہ عن عبد اللہ بن عباس قال لما اشتد برسول اللہ صلعم مرضہ الذی

علامہ شہرستانی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا تنازع اور اختلاف جو رسول مقبول صلعم کے زمانہ مرض میں واقع ہوا وہ تھا کہ جسکو بخاری نے کتاب صحیح میں اپنے اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تو آنحضرت صلعم نے

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۸ کو اپنی صحیح کے سات مختلف مقامات پر لکھا ہے تفصیل یہ ہے کہ (۱) کتاب العلم باب کتابۃ
العلم میں (۲) کتاب الجہاد باب ہل یستشفع الی اہل الذمۃ ومعاملتہم وجوائز الوفد میں (۳) کتاب الخمس باب اخراج
الیہود من جزیرۃ العرب میں (۴) باب مرض النبی ووفاتہ (۵) باب ایضاً (۶) کتاب المرضی باب قول المریض قوموا عنی
(۷) کتاب الاعتصام باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ و باب الکراہۃ الخلافۃ میں پہلی روایت کتاب العلم باب کتابۃ العلم کی یہ ہے
اور اسکے الفاظ یہ ہیں۔ حدثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وہب قال اخبرنی یونس
عن ابن شہاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ ابن عباس قال لما اشتد بالنبی وجعہ قال ائتونی بکتاب
اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ
حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ
کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم وبین کتابہ یحیی ابن سلیمان ابن وہب سے ابن وہب یونس
سے۔ یونس شہاب سے۔ شہاب عبید اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم پر مرض اور اسکی تکلیف
کی شدت ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قلم دوات کاغذ دو کہ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھدوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو حضرت
عمر نے کہا کہ حضرت پر مرض کی شدت ہے ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس امر پر اختلاف
اور شور ہونے لگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس اختلاف وتنازع ذکر نہیں چاہیئے سب
لوگ اٹھکر چلے گئے حضرت ابن عباس فرماتے تھے سب سے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو رسول اللہ صلعم اور انکی
کتابت کے درمیان حائل ہوئی۔ دوسری روایت کتاب المرضی باب قول المریض قوموا عنی میں ہے اسکے الفاظ یہ ہیں

مات فیہ قال ائتونی بدواۃ و قرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی فقال عمران رسول اللہ صلعم قد غلب الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فقال النبی صلعم قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباس رض الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بیننا و بین کتاب رسول اللہ صلعم۔

فرمایا مجھے سامان کتابت لا دو تاکہ میں تمہارے لیئے کچھ لکھدوں جسکی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ یہ سنکر حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر صاحب غلبہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں۔ ہمارے لیئے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ اس بات پر شور وغل ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں کو لازم نہیں ہے کہ میرے سامنے تنازع اور اختلاف کرو۔ اسی پر عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف جس نے ہمارے اور پیغمبر صاحب کی تحریر میں حائل ہوکر آنحضرت صلعم کو کتابت سراپا ہدایت سے باز رکھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ ۴۳۹۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلعم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمران النبی قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ واختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم النبی کتابا لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند النبی قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم و بین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم و لغطھم۔

عبید اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو لوگ آپکے پاس گھر میں موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے۔ آپنے ارشاد فرمایا مجھے قلم دوات دو کہ میں تملوگوں کو ایک تحریر لکھدوں کہ پھر تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ آپکے اوپر مرض کی شدت ہے اس وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہملوگوں کے پاس قرآن موجود ہے اور ہمارے لیئے خدا کی کتاب کافی ہے پس موجودہ لوگوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ جناب رسولخدا صلعم کو سامان کتابت دیدیا جائے کہ وہ ہملوگوں کے لئے ایک تحریر لکھدیں کہ ہم لوگ گمراہ نہوں اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر کہہ چکے تھے پس جب لوگوں میں شور اور اختلاف کثیر ہوا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ تم سب کے سب میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ سب سے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو رسول اللہ صلعم کے کتابت لکھنے میں لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اور شور مچانے کے باعث سے حائل ہوئی تیسری

حضرت علیؑ کی طلبی

آنحضرت صلعم کے پاس سے سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ تخلیہ ہو گیا۔ تو آپنے سر اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ تاریخ طبری مین ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم ابعثوا الی علیا فادعوہ فقالت عائشۃ لو بعثت الی ابی بکر و قالت حفصۃ لو بعثت الی عمر فاجتمعوا عندہ جمیعا فقال رسول الله صلعم انصرفوا فان تک لی حاجۃ ابعث الیکم انصرفوا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اسی بیماری کی حالت مین ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا کاش ابوبکر کو بلایا ہوتا حضرت حفصہ نے کہا کاش عمر کو بلایا ہوتا اتنے مین یہ حضرات وہان جمع ہوگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ واپس جاؤ۔ اگر تمھاری ضرورت ہوگی تو مین خود تم لوگو نکو بلا لونگا۔ یہ سنکر وہ لوگ چلے گئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۱۴۳۔ روایت کتاب الاعتصام کے باب کراہۃ بالخلافۃ مین ہے اسکے الفاظ یہ ہین عن ابن عباس قال حضر النبی صلعم و فی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب فقال ھلم اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی صلعم غلبہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو بہت سے لوگ آپکے پاس گھر مین حاضر تھے آپنے ارشاد فرمایا مجھے سامان کتابت لادو کہ مین تمھارے لیئے ایک تحریر لکھدون کہ تم میرے بعد گمراہ نہو حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم پر مرض نے غلبہ کیا ہی ہملوگونکے پاس قرآن موجود ہی اور ہمارے لیے خدا کی کتاب کافی ہی۔ (ماخوذ از کتاب تشئید المطاعن جلد دوم صفحہ ۲۶۳ مطبوعہ لودھیانہ)

اب شبلی صاحب بخاری کے ان الفاظ کو اپنے ان خاص الفاظ سے کہ بخاری مین انکار حضرت عمر کا نام نہین ہے ملائین اور سمجھ لین کہ کھلی کھلی مغالطہ دہی، صاف صاف سفید جھوٹ اور فریب دہی کیا کہلاتی ہی۔ ناحق کوشی حق فراموشی اور حقیقت پوشی اسی کا نام ہی۔ انصاف پسند محققین جانتے ہین کہ اصول استدلالیہ اور ثبوت کلامیہ کے مطابق جب عنوان استدلال ہی غلط ٹھہرا تو اس جرم و الزام سے حضرت عمر کی برارت کا وہم وخیال کب صحیح ٹھہر سکتا ہی۔ یہ ناحق جنبہ داری کا نتیجہ ہی۔ تمہید استدلال تو یون پامال ہوئی۔ اب آپکی آیندہ عبارت استدلالیہ یہ ہی۔

اس بنا پر یہ روایت شیعہ وسنی کا بڑا معرکۃ الآرا میدان بن گئی ہی شیعہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔

اسلیئے کہ حجۃ الوداع کے واقعہ کی زبانی حکم وتاکید کا صحابہ کی موجودہ رفتار وکردار سے جو نتیجہ ہونیوالا تھا۔

حضرت علیؑ کو بلا کر اس موقع پر کیا ارشاد کیا گیا۔ اسکی تفصیل محدث شیرازی کے الفاظ مین حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فرمود بخوانید برادر من علیؑ را علیؑ بیامد و بر بالین وے نشست حضرت سر خود را از بستر برداشت امیر در شیب بغل وے در آمد و سر مبارکش را با بازوے خویش بنہاد۔ آن سرور فرمود اے علیؑ فلان یہودی پیش من چندین مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم زنہار کہ وے را از ذمہ من ادا کنی و اے علیؑ تو اول کسے خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن رسی و بعد از من بسیار امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق صبر پیش گیری و چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی

فرمایا کہ میرے بھائی علی کو بلاؤ حضرت علیؑ آئے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا سر اٹھا کر انکے بازو پر رکھ دیا اور حضرت امیرؑ کو اپنی بغل مین لے لیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ فلان یہودی سے مین نے لشکر اسامہ کے سامان کے لیئے اسقدر قرض لیا ہے خبردار اسکو میری طرف سے ادا کر دینا۔ اور اے علیؑ۔ تم وہ شخص ہو جو سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہو گے اور میرے بعد تمکو بہت سے مکروہ امور پیش آئینگے۔ انکو بطریق صبر برداشت کرنا اور جب دیکھنا کہ لوگون نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

بقیہ عبارت حاشیہ ۴۴۴۔ وہ آپکے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اس زبانی حکم کو تحریری فرمانین لانیکی ضرورت تھی۔ اسکے بعد کی عبارت یہ ہے ۔

سنی کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین رہا خود قرآن مجید مین آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی اسلیئے حضرت عمرؓ نے آپکو تکلیف دینا مناسب نہین سمجھا

سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لن تضلوا بعدہ فرما کر امت کے لیئے ابتک ارشاد و ہدایت کی ضرورت سمجھین اور امت کے لوگ رسول اللہ سے بھی عقل و فہم اور ادراک و احساس مین بڑھ گئے کہ انکو اسکی ضرورت نہین معلوم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جو معنی شبلی صاحب اسوقت بغرض تاویل لگاتے ہین وہ تو ناسمجھ سے ناسمجھ آدمی بھی سمجھ نہین سکتا۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد حضرت عمرؓ کے خود غرضانہ مقاصد و مطالب کے بالکل خلاف تھا اسلیئے کہ اگر یہ کتابت لکھ دی جاتی تو تئیس[23] چوبیس[24] برسون کی لگی ہوئی تمناؤن کا خون ہو جاتا واقعات غدیر کی زبانی تاکیدین پتھر کی لکیر ہو جاتین پھر مٹائے نہ مٹتین اسی لیئے رسول اللہ صلعم پر غلبہ مرض، ہذیان اور بدحواسی کی باتون کا مغالطہ دیکر تعمیل تحریر کو روک دیا نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر معمولی مریضون کی طرح آپکی یہ بحرانی تقریر ہوتی تو آپ بھی اسکے بعد طبائع مرضا کے اصول معمول کے موافق خاموش یا پھر بیہوش ہو جاتے یا پھر اپنی اسی بحرانی کیفیت مین کسی غیر مربوط سلسلہ سے تقریر فرماتے نہین صحابہ کے منکرانہ شور و غل کو سنکر آپنے فوراً ارشاد فرمایا قوموا عنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم ابتدائے تقریر سے اسوقت تک صحیح ہوش و حواس اور سالم عقل و ادراک سے کار فرما تھے

حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی مقدار حقیقت

جمعہ اور سنیچر کے دن بھی مرض کی اسی شدت مین گذر گئے انتداد مرض کے ساتھ ضعف و اضمحلال بھی زیادہ ہوتا جاتا تھا پے درپے بیہوشی در خاموشی طاری ہوتی جاتی تھی۔ اتوار کے دن تو صبح سے اس قیامت کی ناتوانی تھی کہ بستر سے سر اٹھانا اور پہلو بدلنا مشکل تھا۔ آپ اسی حالت مین تھے کہ بلال نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ نماز کا وقت ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین ہے۔

فقال علیہ السلام لا استطیع الصلوۃ خارجا ومر عمر بن الخطاب فلیصل بالناس فخرج بلال وھو یبکی فقال لہ المسلمون ماوراءک فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لایستطیع الصلوۃ خارجا فبکوا وقال لعمر ائت

بلال نے خدمت نبوی مین آکر عرض کی یا رسول اللہ صلعم نماز کا وقت آگیا آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اسوقت مجھ مین اتنی قوت نہین ہے کہ نماز کے لیے باہر نکل سکون۔ تم عمر ابن الخطاب کے پاس جاکر کہو وہ لوگون کو جاکر نماز پڑھائین۔ بلال روتے ہوئے باہر نکلے۔ لوگون نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بلال نے کہا آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف نہین لاسکتے یہ سنکر سب رونے لگے بلال نے جاکر حضرت عمر سے کہا کہ رسول

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۲ اور صحابہ کی رفتار و کردار کے جادہ بیجا طریقہ کو پورے طور سے مفہوم فرما رہے تھے۔ تو پھر حضرت عمر کا غلبہ مرض کا حکم صریح اتہام تھا یا نہین"

اب شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین رہا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ تبلیغ و تعلیم شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین تھا لیکن شریعت مین احداثات و مخترعات کا شوشہ تو ضرور باقی رہگیا تھا جسکی نسبت اکثر موقعون پر فرمایا جاتا تھا لاتعلم ما احدثوا بعدی بہین معلوم تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے۔ آیت اکملت لکم تکمیل شریعت کی بشارت تو ضرور ہے لیکن صحابہ تو ابھی سے اسکی شان نزول کے اصلی مقصود ہی کو غائب کرنا چاہتے ہین اور اس تحریر مین اسی کے اصل مقصود کو لکھکر بتلادینا منظور رسالت تھا۔ اسکے آگے لکھا جاتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ چار دن تک زندہ رہے۔ اُسوقت نہ سہی بعد کو لکھوادیا ہوتا"

سیرۃ النبیؐ کے موضوع مین جلدون کی جلدین سیاہ کرڈالی گئین لیکن شبلی صاحب کو ابتک سیرت نبویؐ کی معرفت نہ ہوئی جس طرح حضرت عمر آنحضرت صلعم کے اصلی مقصود کو سمجھ گئے تھے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت عمر اور تمام صحابہ کے مقصود ہی کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ اسلیئے اصرار بیکار تھا کیونکہ صحابہ کی خود غرضی اور دنیا پرستی سے جو نتیجہ نکلنے والا تھا وہ آپکے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اخلاق مصطفوی اور غیرت نبوی سے یہ کبھی ممکن نہین تھا کہ مخاطب کے اقرار الیقینی کو بلاحظہ فرمانے کے بعد بھی اپنے ارشاد پر اصرار فرمائین اسلیئے تو مدا عنی کہکر مجمع کے مجمع کو برخاست کردیا اور یہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یامرک ان تصلی بالناس فقال عمر رضی اللہ عنہ ماکنت لا تقدم بین یدی ابابکر ابدا فادخل علی نبی اللہ صلعم فاخبرہ ان ابابکر علی الباب فدخل علیہ صلعم بلال فاخبرہ بذلک فقال نعم ما رای عمر اذہب ابابکر فلیصل بالناس فخرج الی ابی بکر فامرہ ان یصلی بالناس فصلی بالناس۔

صلعم نے آپکو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے حضرت عمر بولے حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے مین ہرگز نماز نہین پڑھا سکتا تم جاکر رسول صلعم سے کہو کہ ابوبکر یہان موجود ہین بلال نے واپس آکر آنحضرت صلعم سے یہ حال بیان کیا۔ آنحضرت صلعم نے کہا کہ عمر کی رائے بہتر ہے۔ تم ابوبکر کے پاس جاکر کہو کہ لوگون کو نماز پڑھائین۔ بلال نے حضرت ابوبکر کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ آپکو نماز پڑھانے کا حکم ہوا ہے پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی

دوسری روایت روضۃ الاحباب مین ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے۔

عائشہ صدیقہ گفت چون مرض پیغمبر خدا صلعم سنگین شد یاران نماز خفتنی بود کہ در مسجد منتظر آن سرور بودند فرمود آیا مردم نماز گذاردند گفتم نے یا رسول اللہ صلعم

عائشہ صدیقہ کہتی ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض سنگین ہو گیا اور وہ وقت نماز عشا کا تھا لوگ مسجد مین بیٹھے ہوئے آنحضرت صلعم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپنے پوچھا کیا لوگ

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۳ صحابہ کی طرف سے پورے طور سے مایوس ہو کر آپ حضرت علیؑ کو صبر و تحمل کی وصیت فرما گئے۔ جو اوپر نقل ہو چکی ہے۔ آپ کا یہ فقرہ کہ کسی کے روکنے سے آپ کب رک سکتے تھے عجیب مضحکہ انگیز ہے۔ جو ایا عرض ہے کہ جسطرح رسول کسی دوسرے کے روکنے سے کب رک سکتے تھے بالکل اسی طرح آپ اپنی خود غرضی کے سامنے رسولؐ کے کہنے سے کب مان سکتے تھے۔ حجۃ الوداع کا وہ حکم جو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے سامنے بالاعلان نافذ فرمایا گیا تھا کب مانا گیا جو بستر علالت کی ہدایت پر اسوقت خیال کیا جاتا۔ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر تحریر وصیت پر رسالت کا اصرار باقی رہتا تو ہم نہیں کہہ سکتے ہین کہ صاحبان اخلاق و آداب آج اسکے کمال عقل و ادراک پر کہان تک عیوب و نقائص کے الزام لگاتے۔ اسکے بعد لکھا گیا ہے۔

اور یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے بخاری مین ہے کہ آپ عبداللہ بن ابوبکر سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے"۔ یہ لکھنا تو پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ اسکا جواب صرف یہی ہے کہ جسطرح آپکو اور آپکے امام بخاری کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابوبکر سے خلافت ابوبکر کی سند لکھوانا چاہتے تھے اسیطرح شیعون کو بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے آپ حضرت علیؑ کی خلافت و امامت کا فرمان تحریر کرانا چاہتے تھے۔ پھر اسمین استبعاد کیا ہے۔ لیکن گذارش یہ ہے کہ حضرت علی کی امارت و خلافت کے متعلق تو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کی متعدد اور متواتر اسناد کثیر موجود ہین لیکن خلافت حضرت ابوبکر کی تحریر کی نسبت تو سوائے اس روایت موضوعہ کے جسکے راوی خود انکے

انتظار تو می کشند گفت آب برائے من در مخصب نمائید. چنان کردیم. آن سرور آن آب را برخود ریخت و بدن خود را بشست آنگاہ خواست کہ برخیزد. بیہوش شد. تا سہ نوبت آن صورت متحقق گشت و ہر بار کہ بہوش می آمدی پرسید کہ مردم نماز گذاردند می گفتیم نہ انتظار تو می کشند و در کرت سوم کسے را فرستاد بہ نزد ابوبکر کہ با مردم نماز گذارد و فرستادہ آنحضرت صلعم رفت و پیغام با ابوبکر رسانید. ابوبکر مردے بود رقیق القلب گفت یا عمر تو با مردم نماز گذارد

نماز پڑھ چکے. عرض کی گئی نہین سبلوگ آپکا انتظار کر رہے ہین. آپنے فرمایا میرے لئے طشت مین پانی بھر د. چنانچہ پانی بھر اگیا آپنے جسم مطہر کو دھو کر چاہا کہ اٹھین مگر بیہوشی طاری ہوگئی جب ہوش آیا تو پوچھا لوگ نماز پڑھ چکے. عرض کی گئی نہین بلکہ سب آپ کا انتظار کر رہے ہین فرمایا طشت مین پانی بھر د. پانی بھر اگیا. آپنے پھر تمام بدن پر پانی ڈالا اور جسم مطہر کو دھویا مگر پھر غش آگیا. تین بار پے در پے یہی صورت ہوئی. ہر بار جب ہوش آتا تھا تو آپ پوچھتے تھے نماز ہوگئی کہا جاتا تھا نہین سب آپ کا انتظار کر رہے ہین تیسری بار آپنے کسی کو بھیجکر حضرت ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ نماز پڑھا دو. اس آدمی نے آکر حضرت ابوبکر کو آنحضرت صلعم کا حکم سنایا حضرت ابوبکر

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۴ صاحبزادے عبداللہ ہین. اور کوئی معلوم نہین ہوتی! اب نہین معلوم کہ اصول شہادت کے مطابق باپ کے لیے بیٹے کی گواہی یہان بھی قابل اعتماد سمجھی جائیگی یا نہین کیونکہ واقعہ فدک مین حضرت ابوبکر خود اسی اصول کی بنا پر حضرت فاطمہؑ کے حق مین حضرات حسنین علیہم السلام کی شہادتین رد فرما چکے ہین جب حقیقت حال یہ ہے تو شبلی صاحب یا ان کے تلمیذ رشید سلیمان صاحب ندوی ایسی مجہول و برخلاف اصول سند والی روایت سے اپنا استدلال کیسے قائم کرسکتے ہین. اب آپ کا یہ لکھنا کہ۔

اس اختلاف کے بعد آپنے تین وصیتین فرمائین. جو ضروری بات آپ کاغذ پر لکھوانا چاہتے تھے ممکن ہے کہ یہی ہون. یا اگر وہ ان کے علاوہ تھین تو آپ اسکو ان عام وصیتون کے ساتھ بھی بیان فرماسکتے تھے اسکے بعد مجمع عام مین جو خطبہ دیا اس مین بھی اسکا اظہار فرماسکتے تھے۔ (سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۱۳۵. حاشیہ ا)

آپ کا یہ بیان بھی مغویانہ ہے. اوّل تو ان واقعات کے اوقات خاص طور پر کسی روایت مین معین نہین ہین. سب آپنے قیاس ہی قیاس سے کام لیا ہے. دوسرے یہ کہ اسکی صحت. اسکا وقت اور موقع خاص بھی تسلیم کرلیا جائے تاہم ہم کہینگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اخلاق و آداب اور حفظ مراتب کے خیال سے خاموش رہ گئے اور آزمودہ را آزمودن کے اصول اخلاق پر عمل پیرا ہوئے اور اسی وجہ سے آپنے اسکا ذکر نہ فرمایا. مگر آپنے اس روایت مین بھی تحریف صریح کی ہے. حالانکہ اصل الفاظ روایت مین ہو کہ اصل راوی حدیث کو تیسری وصیت

عمر با وے گفت تو احقی از من درین
امر۔ پس ابوبکر نماز با مردم بگذارد
و بعد از آن پیغمبر خدا صلعم را
خفتے از مرض حاصل شد روز
دیگر ابوبکر با مردم نماز پیشین میگذارد
کہ آن سرور درمیان دو مرد کہ یکے
ازان عباس بود بیرون رفت و با ایشان گفت
مرا بہ پہلوے ابوبکر بنشانید چنان کردند چون ابوبکر
دانست کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد خواست
کہ متاخر بشود حضرتؐ اشارت نمود کہ در مقام خویش باش
آنسرور در نشستہ نماز گذارد و ابوبکر مقتدی شد بوے
و مردمان مقتدی با ابوبکر بودند یعنی بواسطہ تکبیر نسبت
بر افعال و انتقالات پیغمبر وقوف می یافتند۔

چونکہ رقیق القلب بزرگ تھے حضرت عمر سے کہنے لگے آپ نماز
پڑھا دین حضرت عمر بولے آپ اس امر کے لیے مجھسے زیادہ مستحق
ہین۔ دوسرے دن آنحضرت صلعم کے مرض مین کچھ تخفیف ہوئی۔
دوسرے دن حضرت ابوبکر نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ آنحضرت صلعم
دو آدمیون کے سہارے جن مین ایک عباس تھے مسجد مین تشریف
لائے اور پھر ان دونون سے کہا کہ مجھکو ابوبکر کے پاس بٹھا دو۔
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ آنحضرت
صلعم آگئے تو انھون نے پیچھے ہٹ جانے کا قصد کیا آنحضرت صلعم
نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رہو۔ آپ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی۔
حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم کی اقتدا کی اور لوگون نے
حضرت ابوبکر کی اقتدا کی۔ اس طرح کہ حضرت ابوبکر کی
آواز تکبیر سنکر صحابہ آنحضرت صلعم کے ارکان و سکنات
نماز سے واقف و مطلع ہوتے تھے۔

بقیہ عبارت حاشیہ ص ۴۴۵ یاد ہی نہین رہی۔ صحیح مسلم مین حدیث قرطاس کے آخر حصہ مین ہی عن ابن عباس
قال دعونی فالذی انا فیہ خیرا وصیکم بثلث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب اجیزوا
الوفد بنحو ما کنت اجیزہم قال وسکت عن الثالثۃ او قالہا فانسیتہا ابن عباس سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھ سے اُن وصیتون کو سن لو کہ تمھارے حق مین بہتر ہوگا وہ تین وصیتین یہ تھین۔ ایک تو
مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو اور وفود جسطرح ہم بھیجا کرتے تھے اسیطرح تم بھی بھیجتے رہو۔ پھر تیسری وصیت
کے متعلق آپ خاموش ہو گئے۔ یا راوی کا بیان ہے کہ آپنے اسکو بھی کہا لیکن مین بھول گیا مشکوۃ شریف مین بھی یہ روایت
باب الکرامات کے بعد باب مناقب الصحابہ مین بیک لفظ مندرج ہی (تشئید المطاعن ۳۶۹) اب اس راوی کے
بیان سے ظاہر ہوا کہ وہ تیسری وصیت بھول گیا۔ اور وہ عجب نہین کہ وہ ولایت و خلافت علیؑ کے متعلق ہو جسے وہ
حقیقتاً بھول گیا۔ یا مظالم خلافت کے خوف سے جسکی وجہ سے علیؑ کا نام لینا علیؑ کے نام پر نام رکھنا اور علیؑ کا
ذکر کرنا۔ ناقابل عفو جرم تھا۔ راوی مذکور نہ بیان کر سکا ہو۔
آخر مین آپکی یہ تاویل کہ اسکے بعد جو خطبہ دیا اس مین اسکا اظہار فرما سکتے تھے صریح مغالطہ دہی ہی۔ ذرا الفاظ

اسی روضۃ الاحباب مین تیسری روایت یون مرقوم ہے۔

چون مؤذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را اعلام کرد از وقت نماز عصر عبداللہ بن زمعہ پیش آن سرور بود۔ با وے گفت بگو مردم را کہ نماز بگذارند عبداللہ بن زمعہ بیرون آمد وبعمر رسید وگفت با مردم نماز گذار عمر پیش رفت ونماز گذارد وقرأت بجہر کرد۔ سید عالم از حجرۂ خود آواز قرأت عمر شنید گفت آیا این آواز عمر نیست گفتند آرے۔ فرمود تابی اللہ ذالک والمؤمنون سر از دریچہ خانہ بیرون کرد وگفت نے نے باید کہ ابوبکر با مردم نماز بگذارد۔ عمر منصرف شد وباعبداللہ

جب مؤذن نے نماز کا اعلان کیا تو عبداللہ بن زمعہ اس وقت آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپنے ان سے ارشاد کیا کہ جاکر لوگون سے کہدو کہ نماز پڑھ لین عبداللہ بن زمعہ باہر آئے تو انھین حضرت عمر مل گئے۔ عبداللہ نے کہا آپ لوگون کو نماز پڑھادین حضرت عمر آگے کھڑے ہوگئے اور نماز پڑھانے لگے اور نماز مین زور زور سے قرأت کرنے لگے جناب سرورکائنات نے اپنے حجرہ مین اُن کی آواز سنی تو پوچھا کیا عمر کی آواز نہین ہے۔ لوگون نے عرض کی جی ہان آپنے ارشاد فرمایا۔ نہ یہ خدا ہی کو پسند ہے اور نہ مومنین کو آپنے اپنا سر دریچہ سے باہر نکالا اور فرمایا نہین نہین۔ ابوبکر لوگون کو نماز پڑھائین چنانچہ عمر وہان سے چلے آئے اور عبداللہ بن زمعہ

بقیہ عبارت حاشیہ ص ۴۴۶ حدیث پر بھی نظر رہا کرے۔ اصل حدیث مین لفظ حضر آیا ہے جسکے معنی حالت احتضار کے ہین۔ تو جب الفاظ حدیث اس بیان کے موقع کو حالت احتضار کے ساتھ مخصوص بتلاتے ہین تو پھر کون کوئی ہوگی عقل والا اور بگڑا ہوا دماغ والا ایسا ہوگا جو یقین کریگا کہ اس حالت احتضار کے بعد بھی آنحضرت صلعم نے مجمع عام مین کوئی خطبہ یا ع بریں عقل و دانش بباید گریست

اب ہم ناظرین کے اطمینان اور اپنی حقیقت بیان کے ثبوت مین علامہ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کے فارسی ترجمہ دو واقعات خاص حضرت عمر کی زبانی نقل کرتے ہین جن سے حضرت عمر کے مقصود دلی کا خود انکی زبان سے اظہار و اقرار ہوجاتا ہے وہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہین۔

از ابن عباس منقول است کہ گفت من در راہ شام با عمر بودم دیدم کہ بر شتر خود سوار است وتنہا میرود من از پے او رفتم گفت اے پسر عباس من شکایت میکنم بتو از پسر عمت یعنے علیؑ۔ سوال کردم از او کہ با من بیاید قبول نکرد وہمیشہ او را با خود غضبناک می یابم تو

ابن عباس سے منقول ہے کہ مین شام کی راہ مین حضرت عمر کے ہمراہ تھا ایکدن مین نے انکو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر اکیلے سوار ہین اور چلے جاتے ہین مین انکے پیچھے ہو لیا۔ مجھ سے کہنے لگے اے پسر عباس مین تم سے تمھارے ابن عم یعنی علی کی شکایت کرتا ہون۔ مین نے اُن سے درخواست کی کہ وہ میرے ہمراہ چلین مگر انھون نے قبول نہین کیا۔

بن زمعہ گفت حضرت تر انگفتہ بود کہ با مردم نماز بگزار و عبد اللہ جواب داد ہیچکس را معین نہ کردہ بود ولیکن چون ابوبکر را در میان مردم اصحاب ندیدم تر ا گفتم کہ با مردم نماز گذار چہ نزد من کسے از حاضران اولےٰ از تو نہ بود ۔ عمر گفت من ندانستم کہ چنین است والا امام مردم نمی شدم ۔

سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے نہین کہدیا تھا کہ کون شخص نماز پڑھائیگا عبد اللہ نے کہا مجھ سے تو کسی شخص خاص کا تعیّن نہین کیا تھا۔ لیکن چونکہ مین نے اُس وقت لوگون مین حضرت ابوبکر کو نہ پایا مین نے تمکو نماز پڑھانے کے لیئے کہا اسلیئے کہ حاضرین مین میرے نزدیک تم سے بہتر کوئی شخص اس وقت موجود نہین تھا حضرت عمر بولے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو مین کبھی لوگون کا امام نہ بنتا ۔

اسی روایت کو امام عبد البر نے استیعاب مین ۔ بذیل ذکر مناقب ابوبکر ان الفاظ مین لکھا ہے ۔

روی الزھری عن عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن بن اُمیۃ عن ابیہ عن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود قال کنت عند رسول اللہ ھو

زہری عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن بن امیہ سے اور وہ اپنے باپ سے اور اسکا باپ عبد اللہ بن زمعہ بن اسود کی زبانی بیان کرتے ہین کہ عبد اللہ بن زمعہ کا بیان ہے کہ مین جناب رسالتمآب صلعم

بقیہ عبارت حاشیہ ص ۴۴۷ چہ گمان داری غضب وخشم او از چیست گفتم تو ہم سببش را میدانی گمان می کنم کہ غضب او برائے فوت خلافت است او گفت بیش ہمین است او چنین می داند کہ جناب رسولخدا صلعم خلافت را از برائے او میخواست ہرگاہ خدا نخواست کہ باو برسد خواستہ جناب پیغمبرؐ چہ فائدہ کرد ۔ رسولؐ امرے خواست و خدا غیر آن خواست مگر ہرچہ پیغمبرؐ میخواست می شد حضرت رسولخدا میخواست کہ عم او ابی طالب مسلمان بشود چون خدا نخواست نشد ۔

اور مین تو ہمیشہ انکو ایسے ہی غضبناک پاتا ہون تم کیا خیال کرتے ہو مجھ سے انکے غضبناک رہنے کا کیا باعث ہے مین نے کہا اسکے سبب کو تو آپ بھی جانتے ہین ۔ اُنکا عتاب خلافت نہ ملنے کی وجہ سے ہے ۔ حضرت عمر بولے ۔ ہان زیادہ یہی باعث ہے کیونکہ انکا خیال ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اُنکے لیئے خلافت چاہتے تھے ۔ جب خدا کی یہ خواہش نہین تھی کہ خلافت اُنکو پہونچے تو پیغمبر کی خواہش سے کیا فائدہ ہوا ۔ رسولؐ جو چاہین وہ ہوتا بھی نہین تھا ۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے چاہا کہ انکے چچا ابو طالب مسلمان ہو جائین ۔ مگر چونکہ خدا نہین چاہتا تھا وہ نہین ہوئے ۔

دوسری نقل ابن ابی الحدید نے یہ لکھی ہے ۔

در روایت دیگر چنین است کہ عمر گفت کہ حضرت رسولخدا صلعم خواست کہ در مرض موت خود از برائے خلافت او ذکر کند پس مانع شدم او را از ترس فتنہ و از خوف آنکہ

دوسری روایت مین یون منقول ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسولخدا صلعم نے چاہا کہ اپنے مرض موت مین اُنکی خلافت کا ذکر کرین لیکن مین نے منع کیا اس خوف سے کہ فتنہ برپا ہو جائیگا اور اسلام

عليل فدعاه بلال الى الصلوٰة فقال
لما مروا من يصلي للناس فقال فخرجت
فاذا عمر في الناس وكان ابوبكر غائبا فقال
قم يا عمر فصل بالناس فقام عمر فلما كبّر
سمع رسول الله صلعم صوته وكان مجهرا
فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
اين ابوبكر يابى الله ذلك والمسلمون فبعث
الى ابى بكر فجاء بعد ان صلى عمر تلك الصلوٰة
فصلى بالناس طول علته حتى قبض رسول
الله صلعم

کی خدمت میں انکی علالت کے زمانہ میں حاضر تھا کہ بلال نے نماز کیلئے
اذان دی آپ نے مجھسے ارشاد کیا کہ لوگوں سے کہدو کہ نماز پڑھ لیں
یہ سنکر میں باہر آیا اور میں نے حضرت عمر کو لوگوں میں پایا حضرت
ابوبکر اسوقت وہاں نہیں تھے میں نے حضرت عمر سے کہا آپ نماز
پڑھا دیں حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہی آنحضرت صلعم نے انکی
تکبیر بلند کی آواز سنی تو پوچھا ابوبکر کہاں ہیں یہ خدا اور مسلمانوں کو
پسند نہیں ہے لوگ حضرت ابوبکر کو بلا لائے لیکن وہ اسوقت آئے
جب وہ نماز پڑھا چکے تھے پھر ابوبکر آپکی وفات کے وقت تک
نماز پڑھاتے رہے۔

(تشئید المطاعن صفحہ ۶۴۴)

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۸ اسلام پراگندہ شود پس حضرت
رسول خدا دانست آنچہ در نفس من بود و نگفت و خدا آنچہ مقدر
کردہ بود شد۔ و نیز روایت کردہ اند از ابن عباس کہ گفت کہ من
داخل شدم بر عمر در اول خلافتش از برائے او یک صاع خرما
بر حصیرے ریختہ بود مرا او بخوردن مرا تکلیف کرد۔ یکدانہ
برداشتم ہمہ را خورد و سبوئے آبے پیش او گذاشتہ
بود برداشت و بیاشامید و تکیہ کرد بر بالش و
حمد خدا بجا آورد پس گفت از کجا می آئی اے
عبد اللہ گفتم از مسجد گفت پسر عمت را بچہ
حال گذاشتی۔ گمان کردم کہ عبد اللہ بن جعفر را می گوید
گفتم کہ با ہمسالان خود بازی میکند۔ گفت او را نمی گویم
بزرگ شما اہلبیت را میگویم گفتم او در بستان مشغول آب کشیدن بود و تلاوت
قرآن می نمود گفت اے عبد اللہ ترا سوگند میدہم
کہ خونہائے شتر بر تو لازم باشد کہ کتمان کنی کہ آیا

پراگندہ ہو جائیگا۔ پس رسولخدا میرے نفس مطلب کو سمجھ گئے اور پھر اسکا
ذکر نہیں کیا۔ اور خدا جو کچھ مقدر کر چکا تھا وہی ہوا اور ایک دوسری
روایت میں ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ میں عمر کی اول خلافت
میں انکے پاس گیا۔ انکے سامنے چٹائی پر ایک صاع (۲ مثقال) خرمے
رکھے ہوئے تھے اور وہیں وہ کھاتے جاتے تھے مجھے بھی کھانے
کیلئے کہا میں نے صرف ایک دانہ لیا تھا اسی اثنا میں وہ سب کھجوریں
کھا گئے ایک پانی کا گھڑا رکھا تھا اسے اٹھا کر پی گئے پھر تکیہ لگا کر بیٹھ
گئے اور خدا کا حمد و شکر بجا لائے پھر مجھسے پوچھنے لگے اے عبد اللہ
اسوقت کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے۔ پوچھا اپنے ابن عم
کو کس حال میں چھوڑ آئے میں سمجھا کہ عبد اللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں جو ابھی
وہ اپنے ہمسنوں کے ساتھ کھیلتے ہیں کہا نہیں ہم تمہارے بزرگ
اہلبیت کو دریافت کرتے ہیں میں نے کہا کہ اپنے باغ کو سیراب کر رہے
ہیں اور قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں کہنے لگے اے عبد اللہ میں
تمھیں قسم دیکر پوچھتا ہوں اب بھی انکے دل میں خلافت کی

امامت حضرت ابوبکر کی نسبت اتنا اختلاف ہے جسکا تصفیہ دشوار ہے۔ ہمنے صرف تین روایتین مختلف بیانات کے ساتھ لکھدی ہین جن سے اُسکے اختلاف بیانات پر کافی روشنی پڑتی ہی شبلی صاحبنے اوّل روایت کو بیان کیا ہے اور باقی دو روایتون کا ذرا بھی ذکر نہین کیا ہی۔ حاشیہ کی عبارت مین کسیقدر ان اختلافات کا ذکر کیا ہی جو حسب ذیل نقل کیا جاتا ہے:۔

کسی روایت مین یہ مذکور نہین ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپکی زندگی مین کے دن تک نماز پڑھائی ابن سعد نے واقدی سے دو روایتین نقل کی ہین۔ ایک یہ ہے کہ ۱۷ وقتونکی نماز پڑھائی دوسری یہ کہ تین دن تک امامت کی شب جمعہ کی عشا سے دوشنبہ کی صبح تک جسدن آپنے وفات پائی حساب لگایا جاوے تو ۱۷ نمازین ہوتی ہین اور جمعہ سنیچر۔ اتوار تین دن ہوتے ہین لیکن اصولاً یہ دونون روایتین نہایت کمزور ہین"۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحبنے اس اختلاف کو بہت چھپا کر اور گھٹا کر دکھلایا ہی اور صرف تعداد نماز کے اختلاف پر روشنی ڈالی ہی۔ حالانکہ اسمین اور بھی کثیر اختلافات موجود ہین جنکو آپ بالکل مرفوع القلم فرما گئے ہین ہم انکو فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مفصلہ ذیل الفاظ مین نقل کرتے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ ۴۴۹۔ در نفس وی از ادعائے خلافت چیزے ماندہ است گفتم بلے دز یاد براین گویم از پدرم پرسیدند از انچہ او دعوی میکند پدرم گفت راست می گو پدر عمر گفت از حضرت رسولخدا صلعم شنیدم کہ در امراو گاہے سخنے چند صادر می شد کہ اثبات نمی کرد و قطع عذرے نمی نمود یعنی صریح نبود و گاہے از جہت سبجتے کہ با او داشت میخواست کہ میل از حق بسوے باطل در باب او بکند و در مرض موت خواست کہ تصریح اسم او بکند من منع کردم اورا ازاین معنی از برائے شفقت بر امت ومحبت اسلام وبحق خانہ کعبہ کہ قریش ہرگز براو اتفاق نخواہند کرد واگر خلافت رابگیرد قریش براو در اطراف زمین شورش خواہند کرد پس رسولخدا دانست

کوئی ہوس باقی ہی۔ مین نے کہا ہان۔ بلکہ اس پر مین اتنا زیادہ کرتا ہون کہ لوگون نے انکے اس دعوی کی نسبت میرے باپ (عباس ابن عبد المطلب) سے پوچھا تو انھون نے کہا کہ جو دعوی کرتے ہین سچ ہی حضرت عمر نے کہا کہ حضرت رسول صلعم سے اکثر انکی نسبت ایسی باتین صادر ہوتی تھین جو ثبوت مین نہین ہوتی تھین اور تمام عذرون کی قاطع نہین تھین یعنی حکم صریح نہین تھین اور کبھی کبھی آپ اپنی غایت محبت و الفت کی وجہ سے جو آپکو انکے ساتھ تھی۔ چاہتے تھے کہ امر حق کو باطل کی طرف پھیر دین (نعوذ باللہ) چنانچہ اپنی بیماری مین آپنے چاہا کہ اسکے خاص نام کی تصریح فرمادین لیکن مین نے آپکو محبت اسلام اور شفقت امت یاد دلا کر منع کر دیا۔ خانہ کعبہ کی قسم کہ قریش کبھی ان پر اتفاق نکرینگے اور اگر خلافت انھین مل بھی جائے تو قریش چارون طرف ملک مین شورش پھیلا دینگے پس آنحضرت صلعم میرے مدعا کو سمجھ گئے

ورواية هذه وصلها البزار قال حدثنا ابو موسى محمد بن المثنى حدثنا داؤد به ولفظه كان رسول الله صلعم المقدم بين يدي ابي بكر كذا رواه مختصرا وهو موافق لقصة حديث الباب لكن رواه ابن خزيمة في صحيحه من محمد بن بشار عن ابي داؤد بسنده هذا عن عائشة قالت من الناس من يقول كان ابو بكر المقدم بين يدي رسول الله في الصف ومنهم من يقول كان النبي المقدم ورواه مسلم بن ابراهيم عن شعبة بلفظ ان النبي صلى الله عليه وسلم خلف ابو بكر اخرجه ابن المنذر وهذا عكس رواية ابي موسى وهو اختلاف شديد ووقع في رواية مسروق عنها ايضا اختلاف فاخرجه ابن حبان من رواية عاصم عن شقيق عنه بلفظ ان النبي صلى الله عليه وسلم

اس روایت کے متعلق بزار کی یہ روایت ہے کہ ابوموسیٰ محمدؐ بن مثنی نے اور ان سے ابوداؤد نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم حضرت ابوبکر سے مقدم تھے جیسا کہ مختصراً روایت ہوا اور یہ اس حدیث کے قصہ مندرجہ باب کے موافق ہے لیکن ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں محمد بن بشار سے۔ اس نے ابوداؤد سے حضرت عائشہ کے اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صف نماز میں آنحضرت صلعم سے مقدم تھے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر سے مقدم تھے اور مسلم ابن ابراہیم نے شعبہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ابن منذر نے لکھا ہے اور یہ روایت ابوموسیٰ کے برعکس ہے اور یہ اختلاف شدید ہے اور مسروق کی روایت میں بھی جو حضرت عائشہ سے مروی ہے سخت اختلاف ہے اور ابن حبان نے عاصم بن شقیق کی اسناد سے جو روایت لکھی ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ابوبکر آنحضرت

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۵۰ کہ من یافتم کہ آنچہ در خاطر داشت ساکت شد و تصریح باسم او جاری نکرد و خدا جاری کرد آنچہ مقدر شدہ بود

کہ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اسکو یہ جان گئے۔ یہ سمجھ کر آپ خاموش رہ گئے۔ اور خدا نے جو مقدر کیا تھا وہ ہوگیا

اب اس سے بڑھکر حدیث قرطاس کے تمام جزئیات کی اور کیا انکشافات تنقیدی ہو سکتے ہیں؟ اس تفصیل پر بھی کسی کا

اطمینان نہو تو پھر عیون لا یبصرون بھا و قلوب لا یفقھون بھا کی تلاوت کرنا چاہیے۔

ابن ابی الحدید نے ان واقعات کو تاریخ بغداد مصنفہ علامہ احمد بن ابی طاہر سے نقل کیا ہے انکی توثیق کشف الظنون کی منقولہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قیل اول من صنف اخبار بغداد) تاریخا احمد بن ابی طاھر البغدادی ثم تلاہ الامام الحافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی المتوفی سنۃ ثلث وستین واربعمائۃ جلد اول مطبوعہ مصر باب الثانی ص۱۔

(ماخوذ از کتاب تشئید المطاعن) (۴۶۳)

خلف ابي بكر وظاهر رواية محمد
بن بشار ان عائشة لم تشاهد
الهيئة المذكورة لكن تظاهرت
الروايات عنها بالجزم بما يدل
ان النبي كان هو الامام في
تلك الصلوة منها رواية موسى
ابن ابي عائشة التي اشرنا
اليها ففيها فجعل ابوبكر
يصلي بصلوة النبي والناس
بصلوة ابي بكر وهذا رواية
زائدة بن قدامة عن موسى
وخالفه شعبة ايضا فرواه
عن موسى بلفظ ان ابا بكر صلى
بالناس ورسول الله صلعم في
الصف خلفه ومن العلماء من
سلك الترجيح فقدم الرواية
التي فيها ان ابا بكر كان
ماموما للجزم بها ولان ابا
معاوية احفظ في حديث الاعمش
من غيره ومنهم من عكس ذلك
ورجح انه كان اماما وتمسك
بقول ابي بكر الآتي في باب من
دخل ليؤم الناس حيث قال ما كان لابن ابي
قحافة ان يتقدم بين يدي رسول الله صلى الله عليه وآله

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی اقتدا کرتے تھے اور ترمذی
نسائی اور ابن خزیمہ میں شعبہ عن نعیم بن ابی بکر عن زید عن شقیق
کے سلسلہ سے جو روایت لکھی ہے اسکے یہ لفظ ہیں کہ آنحضرت صلعم
نے ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اور محمدؐ بن بشار کی روایت سے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے اس واقعہ کو حقیقتاً
اپنی آنکھوں سے اس صورت میں نہیں دیکھا تھا لیکن ان تمام
روایات کی تتبع سے علی الظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز
میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے جیسا کہ پہلے
موسیٰ بن ابی عائشہ کی روایت لکھکر اشارہ کیا ہے اور اسمیں
یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی تقلید کرتے تھے اور
تمام لوگ حضرت ابوبکر کی تقلید کرتے تھے یہ اور وہ روایت ہے
جو زائدہ بن قدامہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے نقل
کی ہے اسکی مخالف شعبہ کی روایت ہے جس میں ان
الفاظ سے مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھاتے
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف میں اُن کے
پیچھے تھے۔ اُن علماء نے جو ترجیح کے قائل ہیں انھوں نے ان روایا تکو
ترجیح دی ہے جسمیں تحقیق کے ساتھ یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر
ماموم تھے لیکن ابو معاویہ نے اعمش سے اسکی نسبت جو کچھ سنا ہے وہ اسکے
خلاف ہے اور بالکل برعکس۔ اس میں بیان مرجح ہے کہ حضرت
ابوبکر امام تھے اور اس کے ثبوت میں خود ابوبکر
کا قول نقل کیا ہے جو باب امامت بالناس میں مفصل
مذکور ہے اور اس وجہ سے وہ لکھتے ہیں کہ کون شخص ابن
ابو قحافہ کے برابر ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے
آگے کھڑے ہوئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

یہ واقعہ پیشنمازی کی حالت ہے جسکے ہر ہر جزئیات مین اختلاف واقع ہے۔ اوقات نماز۔ تعداد نماز اذن نماز اور سب سے آخر مین امام نماز کی شخصیت کی نسبت بھی اختلافات کی وہی کثرت ہے۔ کوئی کہتا ہے رسول امام تھے کوئی کہتا ہے ابوبکر۔ اس پر جو طول وطویل بحثین علما مین ہوئین اور انھین اختلافات کی بنا پر ان علما مین جو فرقہ بندیان ہوئین اور جیسے جیسے موضوعات ومصنوعات مرویات اپنے اپنے استدلال کے استحکام مین طرفین سے پیش ہوئے وہ ابن حجر کے الفاظ سے ظاہر ہوئے۔ بڑا افسوس تو ان علمائے اسلام کی ذہانت اور قوت حافظہ پر یہ ہے کہ اپنے اپنے ان اقوال وآرا کے استحکام مین ان لوگون نے اتنا شور وغل مچایا لیکن اپنے اس شور وشغف مین کسی کے منھ سے اتنی آواز نہ پھوٹی کہ رسولؐ تبع اور امام ماموم اور فاضل مفضول ہوا جاتا ہے جو عقلاً اور نقلاً قطعاً محال ہے۔ یہ صحابیت کی مجنونانہ وارفتگی کا نتیجہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

پیشنمازی سے خلافت کا خواب غلط ہے۔

انھین روایت موضوعہ کی بنا پر اسی امامت نماز سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا مضمون تراشا گیا ہے۔ اول تو اصول حدیث کے رو سے جب ان مرویات امامت نماز مین اتنے اختلافات کثیر واقع ہین تو اصولاً وہ ساقط از اعتبار اور ناقابل الاستناد ہین۔ دوسرے یہ کہ اگر اسکو استخلاف کی نص صریح مان بھی لی جائے تو حضرت عمر کی یہ متفقہ اور مسلمہ مفصلہ ذیل حدیث متواتر بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہو جائیگی صحیح بخاری ومسلم مین ہے۔

قال عمر ان لم استخلف فان رسول اللہ صلعم لم یستخلف وان استخلف فان ابابکر استخلف وھذا تصریح منہ بعدم استخلاف النبی صلعم

حضرت عمر نے کہا کہ اگر مین نے کسی کو اپنے بعد وصی نہین کیا تو رسول اللہ صلعم نے بھی کسیکو وصی نہین کیا اور اگر مین وصی مقرر کرجاؤن تو ابوبکر بھی وصی مقرر کرچکے ہین اور یہ آنحضرت صلعم کے کسیکو نہ وصی کرنے پر دلیل صریح ہے۔

قاضی عبدالجبار کتاب مغنی مین لکھتے ہین۔

ان ابابکر نص علی عمر وترك التاسی بالرسول لانہ لم یستخلف۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر پر نص کیا اور یہ اتباع وتقلید رسول صلعم کے بالکل خلاف تھا اسلیئے کہ رسولؐ نے کسیکو اپنا خلیفہ مقرر نہین کیا تھا

ابن حجر بھی صواعق محرقہ کے پہلے باب چوتھی فصل کی اسی بحث مین کہ خلافت کیلئے کسی پر نص نہین فرمائی گئی تحریر کرتے ہین۔

اخرجہ الشیخان عن عمر انہ قال حین طعن ان استخلف فقد استخلف من

شیخین بخاری ومسلم نے حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا ہے جب ان پر طعن کی گئی کہ مین نے اگر استخلاف کیا تو مجھسے پہلے وہ شخص استخلاف

هو خير مني يعني ابو بكر وان اتركم فقد تركم من هو خير مني يعني رسول الله صلعم۔ — کرچکا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر اور اگر مین نے ترک استخلاف کیا تب بھی اس شخص نے ترک استخلاف کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شاہ ولی اللہ صاحب رسالۃ تفضیل الشیخین مین حضرت عمرؓ کے ان اقوال کو لکھکر تحریر فرماتے ہین

فعرف الناس ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لم يستخلف احدا وكان عمر متهم على ابى بكر — جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہین مقرر کیا اسلیئے حضرت عمرؓ پر حضرت ابوبکر کی مخالفت کا الزام عاید ہو سکتا ہے

یہان رسول اللہ صلعم کا اصل امر استخلاف ہی ثابت نہین ہوتا تو پیشنمازی کو دلیل استخلاف بناکر پیش کرنا کسقدر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالون پر عتاب

پیش نمازی کی بحث تنقیدی کو تمام کرکے ہم پھر اپنے گذشتہ سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آغاز علالت سے ایک دن پہلے جیش اُسامہ کی تیاری اور تمام صحابہ کو باستثنائے حضرت علی مرتضیٰ ہمراہی لشکر کا حکم دیدیا گیا تھا شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھ چکے ہین۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپنے اسامہ بن زید کو حکم دیا کہ وہ فوج لیکر جائین اور ان شریرون سے جنھون نے انکے باپ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام مین قتل کرڈالا تھا اپنے باپ کا انتقام لین۔ صحابہ مین اسکے متعلق چہ میگوئیان ہوتی رہین۔

اور انھین چہ میگوئیون مین تقریبًا ایک ہفتہ گذر گیا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوئی تو حالت علالت مین اور ملالت خاطر بڑھ گئی شبلی صاحب پھر لکھتے ہین۔

اوپر گذرچکا ہے کہ رومیون کی طرف جس فوج کا بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز کیا تھا اسکی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض فرمائی تھی اسپر بعض لوگون نے (ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ وہ منافقین تھے۔ شکایت کی کہ بڑون کے ہوتے ہوئے نوجوانون کو یہ منصب کیون عطا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کی نسبت ارشاد کیا کہ اگر اسکی یعنی اسامہ کی سرداری پر تمھین اعتراض ہے تو اسکے باپ (زید) کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا۔ اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اسکے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔

شبلی صاحب تو ایسے ایسے موقع پر واقعات کو لب و دہن تک کھینچنگے جہانتک انکے مفید مطلب ہوگا اسکے بعد چاہے وہ کیسا ہی نامکمل غیر مفصل مبہم اور مہمل ہی کیون نہ ہوجائے پھر اسکا ایک حرف نہین لکھنے کے۔ اگرچہ

آپ نے اپنے ان مختصرات کو بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ لکھا ہے اور جب کچھ نہیں چلی ہے تو صحابہ کی تعریف خاص ابن سعد کی سند منفردہ سے منافقین کے سر باندھی ہے لیکن با ایں ہمہ بیان ویسا ہی کا ویسا مبہم اور ریتا دیسا ہی کا ویسا بے خبر رکھا ہے۔ یہ کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلعم کی اس تاکید و تہدید کے بعد صحابہ کرام لشکر اسامہ کے ساتھ گئے بھی یا نہیں۔ اگر گئے تو کوئی عذر و کلام نہیں۔ نہیں گئے تو پھر کیا ہوا؟ شبلی صاحب نے سطحی طور پر واقعہ کا خلاصہ تو لکھ دیا نتیجہ کچھ نہ نکالا۔ اسلئے کہ آپکے مدعا کے خلاف تھا۔

اب ہم اس واقعہ کی شروع سے آخر تک پوری تفصیل ابن حجر کی زبانی مفصلہ ذیل الفاظ میں نقل کرتے ہیں

بعث النبی صلعم اسامۃ بن زید فی مرضہ	جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مرض کی حالت
الذی توفی فیہ انما آخر المص (کتاب	میں جس میں آپکا انتقال ہوا آپنے اسامہ کو لشکر کے ساتھ جانیکا
الغزوات) ھذہ الترجمۃ لما جاء انہ	حکم دیا اور آپکے اس حکم و ارادہ کی ابتدا آغاز مرض کے قبل سے ہو چکی
کان تجھیز اسامۃ یوم السبت قبل موت	تھی۔ اور آپنے تمام لوگوں کو غزوہ روم کا حکم آخر ماہ صفر میں دیا تھا
النبی بیومین وکان ابتداء ذلک قبل	اس طرح کہ اسامہ بن زید کو اپنی خدمت میں بلا کر ارشاد فرمایا کہ اپنے
مرض النبی صلعم فندب الناس لغزو الروم	باپ کی قتل گاہ کی طرف جاؤ۔ لشکر کو جمع کر دیئے تمکو اس لشکر
فی آخر صفر ودعا اسامۃ فقال سر الی موضع	کا امیر مقرر کیا۔ جلد چلا جا تاخیر کا باعث ہوتا ہے۔ خدا ذرعا لمکو
مقتل ابیک فاوطئھم الخیل فقد ولیتک	ان پر فتحیاب فرمائے اور انکی جماعت کو قلیل کرے۔ پھر منگل
ھذا الجیش واغز صباحا وحرق علیھم	کے دن آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو آپنے اُسامہ کیلئے اپنے ہاتھ
واسرع السیر تسبق الخبر فان ظفرک اللہ بھم	سے ایک علم آراستہ کیا۔ اسامہ نے اسے اٹھا لیا اور بریدہ کو دیدیا
فاقلل اللبث فیھم فبدی برسول اللہ وجعہ	مقام جرف کو اپنی لشکر گاہ بنایا اور تمام اکابر مہاجرین و انصار
فی الیوم الثالث فعقد لاسامۃ لواء بیدہ	کو اُسامہ کی ہمراہی کا حکم دیا۔ جن میں ابوبکر۔ عمر۔ ابو عبیدہ۔ سعد
سامیا فاخذہ اسامۃ ودفعہ الی بریدۃ	ابن ابی وقاص۔ سعید ابن العاص۔ قتادہ بن نعمان اور سلمہ
وعسکر بجرف وکان انتدب مع اسامۃ	بن اسلم شامل تھے۔ اس امر میں لوگوں نے کلام کیا جن میں
کبار المھاجرین والانصار منھم ابوبکر وعمر و	عیاش بن ربیعہ مخزومی بھی تھے حضرت عمر نے عیاش کے
ابو عبیدۃ وسعد بن ابی وقاص) وسعید	اس اعتراض کی تردید کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بن العاص) وقتادۃ بن النعمان وسلمۃ بن	کو اسکی خبر کر دی اس پر آپنے تمام لوگوں کو بلا کر خطبہ دیا جو اس
اسلم فتکلم قوم فی ذلک منھم عیاش بن ربیعۃ	حدیث میں مذکور ہے اسکے بعد آنحضرت صلعم کے مرض میں شدت

المخزومی فردّ علیہ عمر واخبر النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فخطب مما ذکر فی ہذا
الحدیث ثم اشتدّ برسول اللہ وجعہ فقال
انفذوا بعث اسامۃ فجہزہ ابوبکر بعد
ان استخلف فی الجہۃ التی امر بہا فسار عشرین
لیلۃ وقتل قاتل ابیہ ورجع بالجیش سالمًا
وقد غنموا وقد قصّ اصحاب المغازی قصّۃ
مطولۃ فلخصتہا وکانت آخر سریّۃ جہزہا
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واول شئ
جہزہ ابوبکر وقد انکر ابن تیمیّۃ فی کتاب
الردّ علی ابن المطہر ان یکون ابوبکر وعمر کانا
فی بعث اسامۃ ومستند من ذکرہ اخرجہ الواقدی
باسنادہ فی المغازی وذکرہ ابن سعد فی اواخر
الترجمۃ النبویۃ بغیر اسناد وذکرہ ابن اسحاق
فی سیرۃ الصغری المشہورۃ ولفظہ بدئ رسول
اللہ صلعم وجعہ یوم الاربعاء فاصبح یوم الخمیس
فعقد لاسامۃ وقال اغز فی سبیل اللہ وسر الی
موضع مقتل ابیک فقد ولیتک علی ہذا الجیش
فذکر القصۃ وفیہا لم یبق احد من المہاجرین
والانصار الا انتدب فی تلک الغزوۃ
منہم ابوبکر وعمر ولما جہزہ ابوبکر
ان یاذن لہ باقامتہ فاذن ذکر
ذلک فی المنتظم جاز بابہ

ہوگئی اور اسامہ کی روانگی رک گئی پھر حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے
کے بعد ابوبکر نے اسامہ کو اسطرف بھیجا اور وہ بیس شبانہ روز میں پہونچے
اور اپنے باپ کے قاتل کو لڑ کر مارا اور صحیح وسالم لشکر کے ہمراہ واپس
آئے اور مال غنیمت لائے اصحاب مغازی نے اس قصہ کو طولانی
طریقہ سے لکھا ہے ہمنے صرف اسکا خلاصہ درج کیا ہے اور یہ
آنحضرت کا آخر سریہ تھا جسکو جناب رسالتمآب صلعم نے روانہ فرمایا
تھا پہلی لشکر کشی جسکی تیاری حضرت ابوبکر نے اپنی خلافت کے
زمانہ میں کی اور ابن تیمیہ نے ابن مطہر علامہ حلی علیہ الرحمہ پر اس
مسئلہ میں اعتراض کیا ہے کہ ابوبکر و عمر جیش اسامہ کے ساتھ کیسے
جا سکتے تھے لیکن مستند وہی امر ہے جو ذکر اوپر ہو چکا ہے اور
جسکو واقدی نے اپنے اسناد کے ساتھ لکھا ہے اور ابن سعد نے
بغیر سند کے لکھا ہے آنحضرت صلعم کے آخر حال میں۔ اور
ابن اسحق نے سیرۃ صغری میں لکھا ہے اور اسکے الفاظ
یہ ہیں کہ بدھ کے روز آنحضرت صلعم پر مرض کی شدت ہوئی
اور صبح ہوئی تو جمعرات کے دن آپنے اسامہ بن زید کے لیئے
لشکر کشی کا انتظام کیا اور ارشاد فرمایا جاؤ خدا کی راہ میں جہاد کرو
اور اپنے باپ کے مقتل کی طرف جاؤ ہمنے تمکو اس لشکر پر امیر
کیا۔ پھر اسکے بعد تمام قصہ کا ذکر کیا ہے۔ یہانتک کہ مہاجرین
وانصار کے طبقہ میں کوئی متنفس ایسا نہیں بچا جو اس لشکر کے ہمراہ
نہ بھیجا گیا ہو۔ انھیں میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی تھے اور
جب حضرت ابوبکر نے اپنے وقت میں اس لشکر کو بھیجا تو اسامہ سے
اپنے رہ جانے کی اجازت چاہی اور انھوں نے اجازت دیدی
ان تمام باتوں کو ابن جوزی نے کتاب منتظم کے ایک علیحدہ
باب میں لکھا ہے۔

اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ معترضین خاص منافقین نہین تھے بلکہ مہاجرین ہی کی ایک جماعت تھی جسکے نمائندے عیاش تھے۔ اور اسی لیئے حضرت عمر نے اُن پر اعتراض بھی کیا تھا اور اُنکے اس اعتراض کی خبر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچا دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بڑے شوق و ذوق سے اُسامہ اور اُنکے باپ کی امارت کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپکا یہ شوق و جوش۔ آپکی یہ پُرجوشی اور حلقہ بگوشی صرف آنحضرت صلعم کے سامنے ہی تک تھی جب آپکی آنکھین بند ہوگئین تو یہ اطاعت و متابعت صریح مخالفت و منافرت سے تبدیل ہوگئی۔ جیسا کہ بہت جلد تفصیل سے بیان ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کی جانبداری مین ابن تیمیہ نے جو ان حضرات کی عدم شرکت کی تاویل کی تھی وہ کیسی بے اصل و مہمل تھی جسکی تفصیل ہم اور وضاحت سے آئندہ کرینگے۔ بااین ہمہ اس عبارت سے بھی اصل واقعہ کا نتیجہ نہین معلوم ہوا۔ اسلیئے ہم محدث دہلوی شاہ عبد الحق صاحب کی اصل عبارت سے جو اُنکی کتاب مدارج النبوۃ مین مندرج ہے حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

حکم عالی چنان صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذو النورین و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدۃ الجراح وغیرہم الا علی مرتضیٰ کہ ہمراہ نگردد۔ در آن لشکر اُسامہ ہمراہ باشند و در مجالس سخنان ازین جماعت درین باب بظہور می آمد و ورود می یافت این اخبار چون بسمع شریف رسید خاطر مبارکش رنجیدہ شد و بغضب در آمد و با وجود تپ و درد سر از خانہ سر مبارک بعصابہ بستہ بیرون آمد و بر سر منبر رفت و خطبہ خواند و گفت اے معشر الناس این چہ سخن است کہ در باب امیر ساختن من اسامہ را از شما بر می زند و در باب امارت پدرش در غزوۂ موتہ نیز سخن میکردید بخدا سوگند کہ اسامہ سزاوار امارت است و پدرش نیز سزاوار امارت بود و اسامہ از دوست ترین مردم است نزد من بعد از پدر وے و ہر دو مظنۂ خیر اند اکنون وصیت من در شان وے

حکم عالی یون صادر ہوا کہ تمام اکابر مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان ذو النورین سعد ابن ابی وقاص ابو عبیدہ جراح وغیرہم سوائے علی مرتضیٰ کے کہ وہ ہمراہ نہ جائین سب لشکر اسامہ بن زید کے ساتھ جائین تو لوگون نے اُسامہ کی امارت لشکر کے باب مین گفتگو شروع کی جب یہ خبرین آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچین تو باوجود بخار اور درد سر کے سر مبارک کو رومال سے باندھ کر آپ باہر تشریف لائے منبر پر گئے اور ارشاد فرمایا لوگو۔ یہ کیا باتین ہین جو تم اُسامہ کے امیر بنانے کی نسبت کہا کرتے ہو ایسے ہی لوگ غزوہ موتہ کے موقع پر بھی اسکے باپ زید کی امارت کے متعلق باتین کیا کرتے تھے۔ خدا کی قسم۔ اُسامہ بھی امارت کے قابل ہے اور اسکا باپ بھی امارت کے قابل تھا اور میرے نزدیک دونون خیر سے ذکر کیئے جانے کے قابل ہین اب اُنکے بارے مین میری وصیت نیکی کے ساتھ

بہ نیکی قبول کنید کہ وے از جملۂ اخیار شماست پس از منبر فرود آمد و بخانہ درون رفت و اسامہ بنابر فرمودۂ حضرت صلعم بہ لشکرگاہ معاودت نمود و فرمان داد تا لشکر کوچ کنند و چون خواست کہ خود سوار شود مادرش ام ایمن پیغام فرستاد کہ رسول خدا صلعم در نزع است اسامہ بازگشت و اشراف صحابہ نیز مراجعت نمودند۔

قبول کرتے جاؤ کیونکہ یہ تمھارے اخیار لوگون مین سے ہے یہ کہکر آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور دولتسرا مین تشریف لیگئے اور اسامہ حسب الحکم لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہان جاکر انھون نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور خود جا رہے تھے کہ سوار ہون کہ اتنے مین انکی مان ام ایمن نے اسکے پاس کہلا بھیجا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت نزع طاری ہے۔ یہ سنکر اسامہ واپس آئے اور ممیزین صحابہ بھی واپس آئے۔

مرقومۂ بالا عبارت سے ثابت ہوگیا کہ باستثنائے حضرت علی مرتضی تمام مہاجرین وانصار کو معیت لشکر اور تبعیت اسامہ کا حکم تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین۔ جناب شاہ صاحب نے واقعہ کو نتیجہ تک تو ضرور پہونچا دیا لیکن شرف صحابیت کی رعایت سے جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالے حضرات اور ان پر آنحضرت صلعم کے عتابانہ خطابات کو بالکل مرفوع القلم فرما دیا لیکن۔ ع۔ کجا باشد نہان رازے کزو سازند محفلہا اب باقی تفصیل بھی محدث شیرازی کی مفصلۂ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔ روضۃ الاحباب مین آنحضرت صلعم کی آخر امامت نماز کے بعد مرقوم ہے۔

آنحضرت صلعم ابوبکر و عمر و جماعتے از مسلمانان را طلبید و فرمود کہ نہ گفتم با لشکر اسامہ بیرون روید گفتند بلے یا رسول اللہ گفتی۔ فرمود پس چرا امر مرا اطاعت نکردید ابوبکر گفت من بیرون رفتم و برگشتم براے آنکہ عہد ترا تازہ بکنم و عمر گفت یا رسول اللہ من بیرون رفتم و برگشتم براے آنکہ نخواستم کہ خبر بیماری ترا از دیگران پرسم پس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ روان کنید لشکر اسامہ را و بیرون روید با لشکر اسامہ خدا لعنت کند کسے را

ابوبکر و عمر اور مسلمانون کی ایک جماعت کو آنحضرت صلعم نے بلایا اور فرمایا کہ کیا مین نے تملوگون سے نہین کہا تھا کہ لشکر اسامہ کے ساتھ باہر چلے جاؤ سب نے کہا ہان آپنے کہا تھا فرمایا پھر تم لوگون نے میرے حکم کی کیون تعمیل نہین کی حضرت ابوبکر نے کہا کہ مین باہر گیا اور پھر واپس چلا آیا اسلیے کہ آپکے ساتھ عہد وپیمان کو پھر تازہ کرون حضرت عمر نے عرض کی مین باہر گیا اور پھر لوٹ آیا اسلیے کہ مین نے نہین چاہا کہ آپکی بیماری کی خبر دوسرون کی زبانی سنون یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے ارشاد فرمایا کہ اسامہ کا لشکر روانہ کرو اور سب کے سب اسکے ساتھ چلے جاؤ خدا اُن لوگون پر

کہ تخلف نماید از لشکر اسامہ سہ مرتبہ این سخن را فرمود و مدہوش شد — لعنت کرے جو اسامہ کے لشکر سے تخلف کریں یہ فرما کر آپ بیہوش ہو گئے

حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب کے الفاظ سے معلوم ہو گیا کہ نہایت سخت و شدید الفاظ میں معیت و شرکت لشکر اسامہ کی تاکید فرمائی گئی اور لشکر سے پیچھے رہجانیوالے نفرین الٰہی کے مستحق ٹھہرائے گئے جب نوبت یہ صحابیت اور معتقدین خلافت عموماً اور امام المتکلمین ملت جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی سے اس واقعہ کی تردید میں کچھ نہ چلی تو آپنے حافظ جمال الدین محدث شیرازی سے ایسے معتبر اور مستند بزرگ کو جنکو وہ خود اور انکے والد بزرگوار اپنے سلسلہ اجازت میں داخل ہونیکا اقرار فرما چکے ہیں۔ فارسی نویس لکھکر غیر ثقہ اور غیر معتبر قرار دیدیا ہی افسوس ہی کہ امام ملت حضرت ابو حنیفہ تو ارکان نماز میں عبارات قرآنی کو زبان فارسی میں ترجمہ کرکے پڑھنے کی عام طور سے اجازت دیں اور آپ بہ معانی حدیث کو فارسی میں ترجمہ ہونیکے باعث غیر معتبر اور ناقابل الاستناد قرار دیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

بہتر۔ اگر عربی عبارات ہی کے ثبوت پر اصرار ہے تو وہ بھی تیار ہے۔ علامہ ابوبکر جوہری لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر
فی مرض موتہ اسامۃ بن زید بن حارثۃ علی جیش
فیہ اجلۃ المہاجرین والانصار منہم ابوبکر وعمر
وابو عبیدۃ بن الجراح وعبد الرحمان بن عوف
وطلحۃ والزبیر وامرہ ان یغزو اعلی موتہ حیث
قتل ابوہ زید وان یغزوا وادی فلسطین فتثاقل
اسامۃ وتثاقل الجیش بتثاقلہ وجعل رسول
اللہ صلعم فی مرضہ یثقل ویخف ویؤکد
القول فی تنفید ذلک البعث حتی قال لہ
اسامۃ بابی انت وامی اتاذن لی ان امکث
ایاما حتی یشفیک اللہ فقال اخرج وسر
علی برکۃ اللہ فقال یا رسول اللہ ان خرجت
وانت علی ہذہ الحال خرجت وفی قلبی منک قرحۃ
فقال سر علی النصر والعافیۃ فقال یا رسول اللہ
انی اکرہ ان اسال عنک الرکبان

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض موت میں اسامہ بن زید
بن حارثہ کو لشکر کے ساتھ جانیکا حکم فرمایا جسمیں اکابر مہاجرین و انصار مثل
حضرت ابوبکر عمر و ابو عبیدہ جراح عبد الرحمن ابن عوف طلحہ زبیر داخل
تھے اور اسامہ کو حکم دیا کہ لشکر لیکر جاؤ اور مقام موتہ میں پہونچکر جہاد کرو
جس طرح کہ انھوں نے تمھارے باپ کو وہاں قتل کر ڈالا ہی اور
وادی فلسطین تک جہاد کرو آپنے اوس لشکر پر اسامہ کو امیر بنایا اور
لشکر سنگین جمع ہو گیا لیکن آنحضرت صلعم کا مرض بھی سنگین اور گرانبار
ہو گیا آپنے اسی شدت مرض میں لشکر اسامہ کی روانگی کی نسبت
تاکید فرمائی اسامہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھکو اتنے
دن یہاں رہجانیکی اجازت دی جائے کہ خداوند عالم حضور کو
اس مرض سے شفا دے ارشاد فرمایا جاؤ اور خدا کی برکت پر روانہ ہو
اسامہ نے بار دیگر عرض کی کہ اگر میں آپکو اس حالت میں چھوڑ کر باہر چلا گیا
تو آپکی علالت کی وجہ سے میرا دل ہمیشہ دو نیم رہا کریگا ارشاد ہوا کہ
خدا کی اعانت و سلامتی پر یقین کر کے چلے جاؤ اسامہ نے پھر عرض کی
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اہل لشکر کی موجودہ حالت عرض کرنے

فقال انفذ لما امرتك ثم اغمي على رسول
الله صلعم وقام اسامة فتجهز للخروج فلما
افاق رسول الله صلعم سأل عن اسامة والبعث
فاخبر انهم يتجهزون فجعل يقول انفذوا
بعث اسامة لعن الله من تخلف عنه ويكرر
ذلك فخرج اسامة واللواء على راسه والصحابة
بين يديه حتى اذا كان بالجرف نزل ومعه
ابوبكر وعمر واكثر المهاجرين ومن الانصار
اسيد بن حضير وبشر بن سعد وغيرهما من
الوجوه فجاء رسول ام ايمن يقول له ادخل
فان رسول الله يموت فقام من فوره فدخل المدينة
واللواء على اسه فجاء به حتى ركزه في باب رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم وقد مات في تلك الساعة
قال فما كان ابوبكر وعمر يخاطبان اسامة الى ان ماتا الا بالامير

کراہت کرتا ہون. فرمایا. جاؤ جیسا مین حکم دیتا ہون. اسکے بعد آپ پر
پھر غشی طاری ہوگئی اور اُسامہ تہیۂ سفر کرنے لگے جب آپکو بیہوشی سے افاقہ
ہوا تو آپنے اُسامہ اور انکے لشکر کی روانگی کی نسبت استفسار فرمایا تو کہا گیا
کہ لوگ تہیۂ سفر کرتے ہین ارشاد ہوا سب کہدو کہ اُسامہ کے ساتھ چلے
جائین خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اُسامہ سے پیچھے رہجائے اور اس کلمہ کو
آپنے دوبارا ارشاد فرمایا اُسامہ نکلے انکے سر پر علم لشکر سایہ فگن تھا اور
صحابہ ساتھ ساتھ تھے یہانتک کہ وہ مقام جُرف مین پہونچکر منزل
گزین ہوئے ان کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہم تھے مہاجرین سے
اور انصار سے اُسید بن حضیر اور بشر بن سعد وغیرہم ہمرکاب تھے اس
اثنا مین اُم ایمن اسامہ کی ماں نے آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ واپس چلے آؤ
رسول اللہ صلعم نے قضا کی یہ سنکر اسامہ واپس ہوکر داخل مدینہ ہوئے اس
طرح کہ انکے سر پر علم تھا اُسامہ نے رسول صلعم کے دروازے پر علم کو گاڑ دیا
آنحضرت صلعم نے اسی وقت انتقال فرمایا تھا. کہا جاتا ہے کہ جبتک
حضرت ابوبکر و عمر زندہ رہے اسامہ کو برابر امیر کہکر خطاب فرماتے رہے

علامہ ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم الشافعی تاریخ مظفری مین لکھتے ہین -

ثم دخلت سنة احدى عشر وفيها مضى صلى الله
عليه وآله وسلم بعث الى الشام وامر عليهم اسامة بن
زيد وامره ان يوطئ خيل تخوم البلقاء والداروم
فبيناهم يتهيئون للسفر وجد ابرسول الله صلعم الوجع
فاشتغلوا به فقال لهم رسول الله جهزوا جيش
اسامة لعن الله من تخلف عنها فوقع بينهما الخلاف
فقال بعضهم يمتثل قول النبي صلعم والمسير للغزو
قال بعضهم لا تطيب قلوبنا الفرقة وهو
مريض فنصبر حتى يبصر ما يكون

پھر سنہ ۱۱ہجری داخل ہوا اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
لشکر شام کی طرف بھیجنے کا حکم کیا اور اُسامہ بن زید کو اسکا امیر مقرر کیا اور
اسکو حکم دیا کہ تا بلقا اور دارم تک چلے جاؤ. لوگ تہیۂ سفر کر رہے تھے
کہ آنحضرت کی تکلیف مرض بڑھ گئی اور تمام لوگ اسمین مشغول ہوگئے یہ
دیکھکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے ان پر جو لشکر اسامہ سے
تخلف اختیار کرین. لوگون مین اختلاف کثیر واقع ہوا بعض حکم رسول
صلعم کی تعمیل کرنا چاہتے تھے اور بعض جہاد پر روانہ ہونے پر اصرار کرتے
بعض کہتے تھے ہمارے قلب اس وقت آپ سے جدائی کی حالت
کو برداشت نہین کرسکتے. کیونکہ آپ مریض ہین اسلیئے ہم اس وقت تک

من الامر۔ توقف کرنا چاہیے کہ آپکے مرض کا نتیجہ دیکھ لیں ۔ ؎۱

؎۱ توثیق علامہ ابراہیم الشافعی صاحب تاریخ مظفری ۔ علّامہ تقی الدین ابوبکر بن احمد بن قنیبۃ الاسدی الدمشقی اپنی کتاب طبقات الفقہآ الشافعیہ میں لکھتے ہیں ۔

ابراھیم بن عبد اللّٰہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الھمدانی باسکان المیم الحموی المعروف بابن ابی الدم ولد بحماۃ سنۃ ثلث و ثلاثین وخمسمائۃ ووصل الی بغداد فتفقہ بھا وسمع وحدث بالقاھرۃ وکثیر من بلاد الشام وولی قضاء بلدہ وکان اماماً فی المذھب وعالماً بالتاریخ والنظم والنثر توفی بحماۃ شہر جمادی الاخریٰ سنۃ اثنین واربعین وستمائۃ ومن تصانیفہ شرح مشکل الوسیط و ھو نحو الوسیط مرّتین فیہ اعمال کثیرۃ وفوائد غریبۃ وادب القضاء المجلد فیہ فوائد و کتاب فی التاریخ فی الفرق الاسلامیۃ وقال الذھبی لہ التاریخ الکبیر المظفری ۔ ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الہمدانی بسکون میم ، الحموی المعروف بابن ابی الدم ۵۸۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے اور بغداد میں آکر علم فقہ کی تحصیل کی اور شہر قاہرہ میں علم حدیث کی سماعت کی اور نیز ملک شام کے بہت سے شہروں میں استماع حدیث کی پھر اپنے شہر حماۃ میں قاضی ہو گئے وہ اپنے مذہب کے امام تھے اور تاریخ کے عالم تھے اور نظم و نثر کے مصنف تھے جمادی الآخر ۶۴۲ھ میں قضا کر گئے انکی تصانیف سے شرح مشکل الوسیط ہے یہ شرح دو جلدوں میں ہے جسمیں اعمال کثیرہ اور فوائد غریبہ شامل ہیں اور ادب قضا میں بھی انکی ایک جلد خاص ہے اور اسمیں بھی فوائد داخل ہیں اور تاریخ میں بھی ایک کتاب ہے جسمیں تمام فرق ہائے اسلامیہ کا ذکر ہے اور علّامہ ذہبی کہتے ہیں کہ انکی تصانیف سے تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے۔

صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی تاریخ وافی بالوفیات میں لکھتے ہیں ۔

ابراھیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الہمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن ابی الدم قاضی حماۃ ولد بھا سنۃ ثلث وثمانین وخمسمائۃ ورحل وسمع ببغداد وحدث بحماۃ وقاھرۃ وحلب ولہ نظم ونثر ولہ تاریخ الکبیر المظفری فی الفرق الاسلامیۃ توفی سنۃ اثنین واربعین وستمائۃ ابراہیم بن عبد اللہ ابن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الہمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن ابی الدم ۵۸۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے بغداد جا کر استماع حدیث کیا اور شہر حماۃ قاہرہ اور حلب میں علم حدیث کی تعلیم و تدریس کی نظم و نثر کے مصنف تھے فرق ہائے اسلام کے بیان میں انکی تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے ۶۴۲ھ میں وفات پائی

کشف الظنون میں ہے ۔

التاریخ المظفری للقاضی شہاب الدین ابراھیم بن عبد اللہ ابن ابی الدم الحموی المتوفی سنۃ ۶۴۲ھ ستۃ مجلدات یختص بالملل الاسلامیۃ فی مجلدات تاریخ مظفری قاضی شہاب الدین ابراہیم بن عبد اللہ ابی الدم الحموی متوفی ۶۴۲ھ کی تصنیف ہے اسمیں مخصوص فرقہائے اسلامیہ کا بیان ہے اور وہ چھ جلدوں میں ہے۔ المؤلف عفی عنہ ۔

علامہ آمدی اپنی شرح کی فصل رابع قاعدہ سابعہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

واختلافهم بعد ذلك فی التخلف عن جیش اسامة وقد قال النبی صلی الله علیه و آله وسلم جهزوا جیش اسامة لعن الله من تخلف عنه قال قوم بوجوب الاتباع وقال قوم بالتخلف انتظاراً لما یکون رسول الله فی مرضه۔

پھر اختلاف جیشِ اُسامہ کی نسبت واقع ہوا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے متعلق فرما چکے تھے اس پر خدا کی لعنت ہو جو جیش اسامہ سے تخلف کرے اس حکم کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہوا بعض اسکو واجب الاتباع سمجھتے تھے بعض اسکے خلاف تھے۔ کہتے تھے کہ ہمکو مرض رسول اللہ صلعم کے نتیجہ تک ضرور انتظار کرنا چاہیئے۔

علامہ عبدالرحمن بن عبدالرسول بن قاسم کتاب مرآۃ الاسرار میں لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہ روز پیش از وفات نماز بامامت ابوبکر صدیق امر فرمود و اسامہ بن زید بن حارثہ را کہ پیشتر امیر کردہ نامزد شام ساختہ بود و دو روز پیش از وفات کہ روز شنبہ دہم ربیع الاول بود باوجود مرض بدست مبارک خود لوائے عقد نمودہ باسامہ سپرد فرمودہ و دعائے خیر در شان او کردہ رخصت فرمودہ اسامہ لوائے گرفتہ بیرون رفتہ در جرف منزل ساخت تا لشکر جمع شود پس اعیان انصار مہاجر مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان بن عفان وسعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ جراح و غیرہم مامور گشتند تا ہمراہ لشکر اسامہ باشند این تصور بر بعضی از مردم دشوار نمود بسبیل طعن گفتند کہ این غلام را آنحضرت بر مہاجرین امیر میگرداند این مقالہ بسمع آنحضرت صلعم رسید بسیار غضب نمودہ فرمود من تخلف جیش اسامہ فہو ملعون پس لاچار جملہ صحابہ ہمراہی اسامہ اختیار کردند غیر از بنی ہاشم و اہلبیت کسے دیگر ہیچکس نزد آنحضرت صلعم نماندہ بود چند جمیع صحابہ ہمراہ اسامہ بجرف بودند وے امر فرمود یکو چ و مے خواستند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے تین روز پہلے حضرت ابوبکر کو نماز کی امامت عنایت فرمائی اور اسامہ بن زید کو غزوہ شام کیطرف نامزد فرما چکے تھے دو روز وفات سے پہلے کہ دسویں ربیع الاول روز شنبہ تھا۔ باوجود مرض شدید کے ایک علم خاص آراستہ فرما کر اسکے حق میں دعاء خیر کی اور اسامہ کو شام کیطرف رخصت فرمایا اسامہ علم لیکر باہر نکلے اور مقام جرف میں منزل کی سلیئے کہ لشکر وہاں جمع ہو جائے پس تمام مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان بن عفان سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ جراح وغیرہم کے لشکر اسامہ کی ہمراہی پر مامور ہوئے یہ صورت بعض لوگوں کو ناگوار معلوم ہوئی وہ طعن کی راہ سے کہنے لگے کہ آنحضرت صلعم نے اس غلام کو ہمارے اوپر امیر مقرر کیا۔ اُن لوگوں کے یہ کلام آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئے تو آنحضرت صلعم کو سخت غصہ آیا اور ارشاد فرمایا جس نے لشکر اسامہ سے تخلف اختیار کیا وہ ملعون ہے پس تمام مہاجر و انصار نے مجبور ہو کر اسامہ کی ہمراہی اختیار کی اور سوائے بنی ہاشم اور اہلبیت کے کوئی دوسرا شخص آنحضرت صلعم کے پاس باقی نہ رہا کیونکہ تمام صحابہ ہمراہی لشکر اسامہ مقام جرف میں

لے توثیق علامہ عبدالرحمان صاحب مرآۃ الاسرار شیخ الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں کہ در مرآۃ الاسرار مذکور است کہ حضرت گنج شکر در راحۃ القلوب میفرماید کہ من میخواستم کہ نعمت سجادہ ملک ہندوستان را کسے دیگر دہم ہاتف غیب آواز داد کہ شیخ نظام الدین در راہ است بدار تا وے برسد (کمافی التشئید صفحہ ۲۲۱) المولف عفی عنہ

تا سوار شوند کہ ام ایمن مادر وے کسے را فرستاد
کہ آنحضرت صلعم در نزع است اسامہ بازگشت
و اکابر صحابہ کہ بیرون رفتہ بودند بنا برین خبر
ایشان نیز مراجعت نمودند۔

چلے گئے تھے اسامہ نے کوچ کا حکم دیدیا تھا اور لوگ سوار ہو کر
چلنے کو تھے کہ اسامہ کی ماں ام ایمن نے کسی کو بھیجکر کہلا بھیجا
کہ آنحضرت صلعم حالت نزع مین ہین اسامہ لوٹ آئے اور تمام صحابہ
بھی واپس چلے آئے۔

جیش اسامہ کے متعلق صحابہ کے تساہل اور تامل کے باعث سے جو نتیجہ آخر مین ظاہر ہوا وہ معتبر اور متواتر اسناد سے اوپر مذکور ہو چکا صحابہ کرام کا یہ طرز عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی و سخت کبیدگی خاطر کا باعث ہوا ویسا ہی جیسا قرطاس والا واقعہ ان دونون واقعات کی مذکورہ بالا تفصیل پڑھکر تحقیق کے مشتاق ناظرین پورے طور سے صحابہ کرام کے طرز عمل کے موجودہ تغیرات کو سمجھ جائینگے۔ بلکہ تعجب کرینگے کہ ایسے اخلاص مند ایسے عقیدت کیش اور فرمانبردار اصحاب در حکم رسالت۔ فرمان نبوت مین اتنا تامل ایسا تساہل دراس درجہ کا مفرط تغافل سہ خوشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔ اس واقعہ مین حضرت عمر کے تلونکی زندہ مثال نہایت تعجب خیز ہے۔ یہ وہی بزرگوار ہین جو بقول شبلی صاحب واقعہ ایلا مین اجازت باریابی نہ ملنے کے باعث حضرت حفصہ۔ اپنی صاحبزادی کے سر کاٹنے پر تیار تھے اور پھر اسی واقعہ جیش اسامہ مین نتظرین کی انتظار کرنیوالی رائے کے سخت مخالف اور خدمت نبوی مین امارت اسامہ پر معترضین کی تعریض کی خبر پہونچانے والے بھی یہی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے جب جیش اسامہ کو بھیجنا چاہا تو آپنے سخت مخالفت کی کنز العمال مین اس واقعہ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائی جاوے

عن سیف بن عمر عن ابی حمزة وابو عمرو غیرہما عن
الحسن بن الحسن قال ضرب رسول اللہ صلعم بعثا
قبل وفاتہ علی اھل المدینة ومن حولھم وفیھم عمر
بن خطاب وامر علیھم اسامة بن زید فلم یجاوز آخرھم
الخندق حتی قبض رسول اللہ صلعم فوقف اسامة بن
زید بالناس ثم قال لعمر ارجع الی خلیفة رسول اللہ
فاستاذنہ لی فارجع بالناس فان معی وجوہ الناس فلا آمن
علی خلیفة رسول اللہ واثقال المسلمین ان یتخطفھم المشرکون
وقالت الانصار فان ابی الا ان تمضی فابلغہ عنا واطلب

سیف بن عمر نے ابی حمزہ اور ابو عمرو غیرہما اور انھون نے حسن بن حسن
کی سند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ اور
حوالی مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا جسمین عمر بن خطاب بھی داخل تھے اور اسامہ
بن زید کو اس لشکر کا امیر قرار دیا یہ لوگ مقام خندق سے آگے نہین بڑھے
تھے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے رحلت فرمائی اسامہ لشکر کے ساتھ رک گئے اور حضرت
عمر کو بلا کر کہا کہ خلیفہ رسول سے جا کر میرے لیے لشکر کے ساتھ واپس جانے کی اجازت
مانگیے کیونکہ میرے ہمراہی ایسے بھی لوگ ہین جو خلیفہ رسول پر اور اثقال رسول
و مسلمین پر کہ مشرکین متاصل کردیے جائین تعرض نہین کرتے اور انصار نے
کہا کہ آپ ہماری طرف سے ان سے جا کر کہدیجئے کہ اسامہ سے اوپر

ان یولی امرنا رجلا اقدم سنا من اسامۃ	ایسے شخص کو امیر لشکر بنائیں جو اسامہ سے سن میں زیادہ ہو حضرت
فخرج عمر بامر اسامۃ فاتی ابا بکر فاخبرہ بما	عمر وہاں سے چلے اور حضرت ابوبکر کی خدمت میں آئے اور پہلے
قال اسامۃ فقال ابوبکر لو اختطفنی الکلاب	جو کچھ اسامہ نے کہلا بھیجا تھا اُن سے کہدیا حضرت ابوبکر بولے
والذیاب لم ارد قضاء رسول اللہ صلی اللہ	خدا کی قسم اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے کھا جائیں تب بھی میں حکم رسول
علیہ وآلہ وسلم قال فان الانصار امرونی	سے عدول نہیں کرسکتا اسکے بعد حضرت عمر نے کہا کہ انصار نے
ان ابلغک انھم یطلبون الیک ان تولی	آپکو یہ پیام دیا ہے کہ آپ اسامہ سے زیادہ سن والے کسی شخص کو
امرھم رجلا اقدم سنا من اسامۃ فوثب	اُن پر امیر مقرر فرمائیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر بیٹھے سے اُٹھ
ابوبکر وکان جالسا فاخذ بلحیۃ عمر وقال	کھڑے ہوگئے اور حضرت عمر کی داڑھی پکڑ کر کہنے لگے کہ تیری
ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب	ماں تیرے سوگ میں روئے اور تو تمام ہوجائے اے ابن خطاب
استعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ	تم جانتے ہو کہ انکو رسول اللہ صلعم نے امیر مقرر کیا ہے یہ جانکر
وسلم وتامرنی ان انزعہ فخرج عمر الی	تم مجھسے کہتے ہو کہ میں اُسے معزول کردوں۔ یہ سنکر حضرت عمر
الناس فقالوا اللھم ما صنعت فقال	لشکر میں واپس آئے اور جو کچھ گذرا تھا بیان کردیا اور اُن سے
امضوا ثکلتکم امھاتکم ما لقیت	کہا کہ تمھاری مائیں تمھارے سوگ میں روئیں کہ میں نے
من سببکم الیوم من خلیفۃ رسول	تمھارے باعث خلیفہ رسولؐ کے ہاتھوں یہ سب کچھ اٹھایا۔
اللہ صلعم	(تشئید المطاعن ص۶۵)

یہ واقعہ حضرت عمر کے طرز عمل میں اُنکے تغیر و تبدل رائے کا کافی ثبوت ہے اور سیاسی نقطۂ خیال کے اعتبار سے ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی دارد کی عملی تدابیر پر مبنی ہی۔ آنحضرت صلعم کی حیات میں اسکی کچھ اور مصلحت تھی اور وفات کے بعد اب اسکی صورت و ضرورت کچھ اور ہوگئی۔ جدھر ہوا کا رخ ہوا اودھر تنکے اوڑے۔

قریب وفات کے حالات — مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام میں واقعہ قرطاس، تجہیز جیش اسامہ پیشنا زی حضرت ابوبکر کے تمام جزوی و کلی حالات و واقعات کے کامل انکشافات کرکے ہم اب کچھ قریب وفات کے حالات مفصل اور مسلسل قلمبند کرتے ہیں۔

مرقومہ بالا حالات و واقعات صاف صاف ثابت کررہے ہیں کہ مرض رسول اللہ صلعم کی شدت اور روز بروز آپکی حالت نازک دیکھکر آنحضرت صلعم کے کسی حکم و فرمان کی آپکے مدعا و ایما کے موافق تعمیل نہیں کی گئی اور قریب قریب تمام گروہ مسلمین کے خیالات و جذبات میں انقلاب عظیم پیدا ہوگیا تھا جو حکم رسولؐ کی تعمیل نہ اجراء میں ہر فرد وا

اطاعت خلوص اور متابعت کی جگہ اپنی جگہ قوت اجتہادیہ سے کام لینے لگا۔ اور جیسے جیسے اس نفس قدسی برکت کے فیوض روحانی کم ہوتے گئے۔ اسلام میں خودغرضی اور خواہشات نفسانی بڑھتی گئیں۔ اس عالم ناتوانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سوائے خاموشی کے اور چارہ ہی کیا تھا۔

یکشنبہ کی دوپہر سے آپکی حالت بالکل تغیر ہوگئی تھی۔ آجتک مریض سالت کو کوئی دوا نہیں دی گئی تھی یکشنبہ کے دن حالت خراب دیکھکر امہات مومنین نے بیہوشی کی حالت میں آپکو دوا پلادی جب افاقہ ہوا تو آپکو دوا کا ذائقہ محسوس ہوا۔ چونکہ آپ اس مرض کو مرض الموت یقین کرچکے تھے کسی مداوا کو ضروری نہیں سمجھتے تھے اس بنا پر دوا کا پلایا جانا کسیقدر ناگوار طبع ہوا۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

وفات سے ایکدن پہلے اتوار کو، لوگون نے دوا پلانی چاہی چونکہ گوارا نہ تھا آپ نے انکار کیا۔ اس حالت مین غشی طاری ہوگئی۔ لوگون نے منھ کھول کر پلادی افاقہ کے بعد آپکو احساس ہوا۔ تو فرمایا سبکو دوا پلوائی جائے معلوم ہوا جن لوگون نے زبردستی دوا پلائی تھی ان مین حضرت عباس شامل نہ تھے اسلیئے وہ اس حکم سے مستثنیٰ رہے محدثین اس واقعہ کو لکھکر کہتے ہین کہ یہ بشریت کا اقتضاء تھا یعنی جس طرح بیمارون مین نازک مزاجی آجاتی ہے آپنے بھی اوسی طرح یہ حکم دیا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک تو یہ تنک مزاجی نہیں۔ بلکہ لطف طبع تھا۔

ہمکو نہ شبلی صاحب کی رائے سے اتفاق ہے اور نہ اُنکے محدثین کے مختار سے۔ اسلیئے کہ شدت مرض کا موجودہ عالم اضطراب ہرگز نزاکت یا لطافت طبع کا مقتضی نہین تھا۔ بلکہ اُن لوگون کو دوا پلوانیکی ترکیب مین اُس حکیم الٰہی کو اس امر کی تنبیہ وتعلیم منظور تھی جسکو ہم اوپرا متناع مداوا کے ذکر مین لکھ آئے ہین یعنی دوا پلوانے والونکو دوا پلوا کر بتلا دیا گیا کہ جس طرح اس دوا پینے سے تملوگون کو کوئی نفع وضرر نہیں ہوگا اوسی طرح مجھکو بھی اس سے کوئی نقصان یا فائدہ نہوگا اسلیئے کہ یہ مرض میرا مرض الموت قرار پاچکا ہے۔ اور موت کا مرض کسی دوا سے نہیں جاسکتا۔ اسلیئے دوا کی کوشش بیکار ہے۔

اشرفیون کا تصدق

شبلی صاحب لکھتے ہین۔

مرض کی کرب وبیچینی مین ایکدن یاد آیا کہ حضرت عائشہ کے پاس کچھ اشرفیان رکھوائی تھین دریافت فرمایا عائشہ وہ اشرفیان کہان ہین۔ محمد خدا سے بدگمان ہوکر نہ ملیگا۔ جاؤ انکو خدا کی راہ مین خیرات کردو۔

لیکن محدث شیرازی اس واقعہ کو ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین۔

بصحت پیوستہ کہ برائے آن سرور صلعم چند دینار زر سرخ از جائے آوردہ بودند ہمہ را بالفقرا قسمت فرمودہ الا شش	روایت صحیح مین مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس کہین سے اشرفیان آئی تھین وہ سب آپنے تقسیم کردی تھین اشرفیان بچ رہی

یا ہفت دینار کہ بعائشہ سپرد بعد ازان وی را در مرض اغمائے حاصل شد سر بر سینۂ عائشہ نہادہ بود۔ چون بہوش آمد فرمود اے عائشہ آن دنانیر را چہ کردی گفت پیش من است فرمود بر فقرا تصدق کن و بیہوش شد و چون بہوش باز آمد فرمود اے عائشہ انفاق کردی آن را یا نہ گفت نہ یا رسول اللہ صلعم۔ و ہمانا کہ تاخیر در انفاق آن بسبب آن واقع شدہ بود کہ عائشہ بہ تیمارداری و خدمت آن سرور مشغول بود فرمود تا آن را بیاورد۔ و آورد و حضرت آن دنانیر را بر کف دست مبارک نہاد و بشمرد و آنگاہ فرمود چہ گمان بود محمد را بہ پروردگار خود اگر بخدا رسد و این دنانیر نزد وے باشد پس آنہا را بہ پیش علی ابن ابی طالبؑ فرستاد تا بر فقرا قسمت کرد و فرمود این وقت استراحت یافتم۔

یا سات بچ گئی تھین۔ آپنے حضرت عائشہ کے پاس رکھوا دی تھین ایکبار بیماری کی اس حالت بیہوشی مین کہ آپکا سر حضرت عائشہ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔ ہوش آیا تو آپ کو وہ اشرفیان یاد آئین۔ فوراً عائشہ سے پوچھا کہ تمنے وہ اشرفیان کیا کین۔ فرمایا رکھی ہوئی ہین ارشاد ہوا انھین فوراً تصدق کردو۔ یہ کہکر آپ پھر بیہوش ہوگئے۔ ہوش آیا تو پوچھا وہ اشرفیان تصدق کردین حضرت عائشہ نے کہا نہین تاخیر انفاق کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ آپکی تیمارداری مین مصروف تھین آپنے ارشاد فرمایا کہ ان اشرفیون کو لے آؤ۔ وہ لے آئین۔ آپنے اُن کو ہتھیلی پر رکھکر شمار کیا پھر فرمایا کہ محمدؐ کی نسبت پروردگار کا کیا گمان ہوتا اگر ایسی حالت مین کہ وہ اسکے دربار مین حاضر ہو اور اسکے پاس یہ اشرفیان باقی اور موجود ہون۔ یہ فرماکر آپنے ان اشرفیون کو حضرت علی بن ابی طالب کے پاس بھجوا دیا کہ فقرا پر تقسیم کردی جائین وہ تقسیم کردی گئین جب یہ خبر آپکو ملی تو فرمایا اب مجھے اطمینان ہوگیا۔ روضۃ الاحباب ص ۵۵۶

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ سے گفتگو

دوشنبہ کا دن غضب کا روز اور قیامت کی صبح تھی۔ وہ دن تھا کہ خاتم نبوت گھنٹہ دو گھنٹون مین ختم اور متمم رسالت مرض الموت کے تیرہ ۱۳ یا چودہ ۱۴ دن پورے کرکے تمام ہونیوالا تھا آفتاب ہدایت و ارشاد لب بام تھا اور کفر و اسلام و نفاق و اخلاص کا قصہ تمام۔ شمع ارشاد و انجاد خاموش ہونیوالی تھی ظلمت کفر و الحاد فضاے عالم مین چھانیوالی تھی۔ وحی الٰہی اور برکات لامتناہی مسدود ہو رہی تھی اور اسلام کے پیکر روحانیت مین۔ خود غرضی۔ نفسانیت اور تباہی موجود ہونیوالی تھی۔ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو طبیعت مین بخلاف اور دنون کے سکون تھا۔ مگر یہ سکون وقفۃ الموت تھا جو بشریت کا لازمہ فطرت ہے اسی عالم سکون مین اپنے دست مبارک سے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھایا۔ مسجد مین نماز صبح کی جماعت دیکھکر اظہار مسرت فرمایا اور پھر حجاب گرا دیا۔ گویا مسجد و جماعت کا یہ آخری معائنہ اور خصوصی مواجہہ تھا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین ۔ ۔

عبد اللہ بن عباس روایت میکند کہ علی ابن ابی طالب از نزد آنحضرت صلعم بیرون آمد مردم گفتند اے ابو الحسن رسولؐ امروز چون است فرمود الحمد للہ نیکو است و افاقہ ویرا حاصل شد عباس دست ویرا گرفتہ و بطریق خفیہ از روئے گفت کہ رسولؐ بعد از سہ روز دیگر از دنیا نقل میکند و تو ماموراً مر دیگرے خواہی شد و من علامتی در روئے فرزندان عبد المطلب میدانم کہ حین حاصل میشود و آن علامت امروز در روئے آن سرور مشاہدہ کردم بیا تا نزد وے رویم و پرسیم کہ امر خلافت بعد از وے از آن کیست اگر از آن ماست بدانیم و اگر از آن غیر ماست معلوم کنیم کہ کیست و از وے التماس نمائیم تا برائے ما با وصیت فرماید علیؓ در جواب گفت بخدا سوگند کہ اگر سوال کنیم از وے خلافت را و ما را از وے منع نہ کنند مردم بعد از وے بما نخواہند داد و اللہ کہ من از رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم این سوال نکنم و دنیا نطلبم۔ روضۃ الاحباب صـ۵۵۵

عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب آپکی خدمت سے اٹھکر باہر آئے تو لوگون نے پوچھا کہ آج رسول صلعم کا مزاج کیسا ہے۔ بولے الحمد للہ آج کچھ افاقہ ہے حضرت عباس نے ان کا ہاتھ تھا مکر بطور خفیہ ان سے کہا کہ رسول اللہ صلعم تین روز کے بعد انتقال کر جائینگے اور تم دوسرون کے محکوم ہو جاؤ گے اور مین اولاد عبد المطلب کی آن علامتون کو خوب پہچانتا ہون جو وقت موت ان پر طاری ہوتی ہین آؤ ہم لوگ ان کے پاس چلین اور دریافت کرین کہ آپ کے بعد خلافت کسکو ہونے والی ہے۔ اگر ہم لوگون کو ہونیوالی ہے تو ہمین معلوم ہو جائے اور اگر دوسرون کو ملنے والی ہو تو ہم لوگ پھر آپ سے درخواست کرین کہ ان سے ہمارے حق مین وصیت فرما دی جائے حضرت علی مرتضیٰ نے جواب مین ارشاد کیا خدا کی قسم اگر ہم خلافت کے لیے ہم آپ سے درخواست بھی کرین اور آپ ہمکو اس سے منع بھی نہ کرین یعنی دے بھی دین تاہم لوگ بعد آپکے اسکو ہمکو نہ دینگے اور واللہ مین جناب رسول خدا صلعم سے ایسا سوال کبھی نہ کرونگا اور دنیا نہ مانگونگا۔

عام اس سے کہ یہ روایت اصولاً قابل اعتبار و احتجاج ہو یا نہو لیکن اس سے حقیقت کے متلاشی۔ اصلیت کے مستدعی حضرت عباسؓ کی عمومیت اور حضرت علیؓ کی خصوصیت طبع کو کامل طور سے اندازہ کر لینگے۔ کہ دنیاوی امارت و ثروت کی طرف مائل و راغب کون تھا اور ان خواہشات و تعلقات سے تائب کون فیضی مرحوم ؎

اما مے کہ روز وفات پیمبر خلافت گذارد بماتم نشیند

حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام سے الوداع

جون جون دن بڑھتا جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیہوشی خاموشی اور پے در پے غشی بڑھتی جاتی تھی۔ ہوش آتا تھا تو چشم مبارک کھول دیتے تھے۔ پھر بند کر لیتے تھے اسی عالم مین ایک بار آنکھ کھلی تو جناب سیدہ کو سرھانے روتا دیکھا۔ ارشاد ہوا۔ فاطمہؑ۔ بچون کو بلاؤ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در وقت احتضار
با فاطمہؑ فرمود پسرانت را بیشتر آر د فاطمہ حسن و حسین را علیہم
التحیۃ والرضوان بنزدیک آنحضرت صلعم آورد و بے سلام
کردند و در برابر جد بزرگوار نشستند و چون اورا باآن حال
دیدند گریہ آغاز نہادند و چنان زار زار بگریستند کہ از گریہ شان ہر کہ
در آن خانہ بودند بگریست حسنؑ روئے خویش را بر روئے مبارک
آنحضرت و حسینؑ سر را بر سینہ پر سکینہ آن سرور نہاد و آنحضرت
صلعم چشمان نرگسین کشاد و در ایشان از سر لطف و شفقت
نظر کرد ایشان را بوسید و بوئید و در باب تعظیم و احترام
و محبت ایشان وصیت فرمود و در روایتے آنکہ
بعضے از خواص اصحاب بر در حجرہ حضرت
حاضر بودند و از گریہ حسنؑ و حسینؑ بگریستند
چنانکہ آواز گریہ ایشان بگوش
پُر ہوش آن سرور رسید وے نیز در این
حالت بگریست۔

عالم احتضار میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت
فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں کو بلاؤ حضرت فاطمہ حسنین علیہما السلام
کو خدمت مبارک میں لے آئیں۔ انھوں نے سلام کئے اور اپنے جد
بزرگوار کے پاس بیٹھ گئے۔ اور دونوں آپکی یہ حالت زار دیکھکر پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگے اُن کے رونے سے تمام حاضرین رونے لگے
حسن علیہ السلام نے بے اختیار ہوکر اپنا منھ آنحضرت صلعم کے روئے مبارک
پہ رکھدیا اور حسین علیہ السلام نے اپنا سر سینہ اقدس پہ آنحضرت صلعم
نے آنکھیں کھول کر دونوں بچوں کے منھ کو حسرت کی نگاہ سے
دیکھا۔ دونوں کے بوسے لیے۔ دونوں کے گیسو سونگھے اور
پھر تمام حاضرین کو ان دونوں کی تعظیم احترام اور محبت کے
متعلق وصیت فرمائی اور ایک روایت میں یوں منقول ہے
کہ بعض خواص صحابہ کی جماعت باہر دروازے پر جمع تھی وہ
لوگ بھی ان بچوں کی گریہ وزاری سنکر دھاڑیں مار کر رونے
لگے یہاں تک کہ ان لوگوں کی صدائے گریہ سنکر آنحضرت صلعم
بھی رونے لگے۔

حضرت علیؑ سے آخری رخصت اور وصیت

امام فخر الدین رازی اور امام دار قطنی لکھتے ہیں۔

عن ام المومنین عائشۃ رض قالت لما حضر رسول
اللہ الموت قال ادعوا لی حبیبی فدعوت
لہ ابا بکر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوا لی
حبیبی فدعوت لہ عمر فنظر الیہ ثم وضع
راسہ فقال ادعوا لی حبیبی فقلت ویلکم
ادعوا لہ علی ابن ابی طالب فواللہ
ما یرید غیرہ فلما راٰہ اخرج
الثوب الذی کان علیہ

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب جناب رسولخدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ فرمایا میرے
حبیب کو بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا وہ جب آئے تو حضرت نے
سر اٹھا کر انکو دیکھا اور پھر تکیہ پہ سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ
میں نے جناب عمرؓ کو بلا بھیجا آپ نے سر اٹھا کر انکو بھی دیکھا اور تکیہ پر
سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب میں نے لوگوں سے
کہا افسوس ہے تم پر حضرت علی ابن ابی طالب کو بلاؤ جب
حضرت صلعم نے علی بن ابی طالب کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے

ثم ادخلہ فیہ فلم یزل محتضنہ حتی قبض   ہوئے تھے۔ آپنے اٹھا دیا اور علی کو اپنے سینے سے لیا اور علی سے
ودیٰ علیہ   ارجح المطالب ص ۳۲۲ ج ۲   بغلگیر رہے۔ یہان تک کہ حضرت کا انتقال ہوگیا لہ

مرقومہ بالا روایت سے ثابت ہوگیا کہ ایام مرض مین شدت مرض کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجبوریان دقتین اور مشکلین اتنی سخت اور دشوار ہوگئی تھین کہ سوائے اخلاق رسول کے عام طبائع انسانی انکی تحمل و برداشت کی قوت نہین رکھتی تھین تجویز رسالت اور صحابہ کی قوت اجتہاد دو متضاد صورتین متصادم تھین۔ رسول اللہ صلعم کی موجودہ حالت۔ مرض کی شدت ضعف و ضمحلال، تکلیف و مجبوری بیماری و بے یاری جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔

لہ تعصب اور نفسانیت نے اس خلوص کی عادت و قربت کو بھی بیداغ نہ چھوڑا اور تمام ایسے ایسے دوسرے واقعات و حالات کی طرح دار الصناعت خلافت نے اس معاملہ مین بھی حضرت علیؑ کا مقابل کھڑا کر دیا۔ وہ کون حضرت عائشہ۔ کیسے؟ اس طرح کہ آنحضرت صلعم نے ان کے دو سینون کے درمیان انتقال فرمایا حضرت علیؑ کے زانو یا آغوش مین آپنے انتقال نہین فرمایا۔ یہ بحث بھی دوسری بحثون کی طرح ایک معرکۃ الآرا بحث بن گئی ہی شیعہ تو ابھی کنارے ہین خود سواد اعظم اہلسنت مین دو فرقے بن گئے ہین۔ ایک حضرت عائشہ کے مؤید ہین۔ دوسرے حضرت علیؑ کے مدد و معاون۔ امام رازی اور امام دارقطنی خود حضرت عائشہ کی زبانی حضرت علیؑ سے بغلگیر ہونیکی حالت ہی مین آپکے انتقال فرمانیکو لکھتے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہی لیکن شبلی صاحب باوجودیکہ امام دارقطنی کے پایہ استناد کو بیہقی وغیرہ ارباب حدیث سے کہین مرجح و مرتفع بتلا چکے ہین۔ مگر اسوقت انکی روایت اعتبار نہین فرماتے اور حضرت عائشہ والی روایت کی تقلید و تائید مین لکھتے ہین۔

وفات سے ذرا پہلے۔ حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبد الرحمٰن خدمت اقدس مین آئے آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے عبد الرحمٰن کے ہاتھ مین مسواک تھی مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا حضرت عائشہ سمجھین کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہین عبد الرحمٰن سے مسواک لیکر دانتون سے نرم کی اور خدمت اقدس مین پیش کی۔ آپنے بالکل تندرستونکی طرح مسواک کی۔ آپکا وقت وفات قریب آیا تھا۔ سہ پہر تھی سینہ مین گھرگھراہٹ محسوس ہوتی تھی اتنے مین لب مبارک ہلے تو لوگون نے یہ الفاظ سُنے الصّلوۃ وماملکت ایمانکم پاس پانی کی لگن تھی۔ اسمین بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرے پر ملتے تھے۔ چادر کبھی مُنھ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے اتنے مین ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا بل الرفیق الاعلی "اب کوئی نہین بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہی" یہی کہتے تھے ہاتھ لٹک آئے۔ آنکھین پھٹ کر چھت سے لگ گئین اور روح پاک عالم قدس مین پہونچ گئی۔ اللھم صل علیہ وآلہ صلواۃ واصحابہ کثیراً کثیراً۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان مجمل و مبہم ہی لیکن تاہم آپکے ابتدائے بیان ہی مین اس لکھدینے سے کہ آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹتے تھے۔ صاف طور سے مترشح ہوتا ہی کہ اسی حالت وعالم مین آپنے انتقال فرمایا قرن اولی و خیر القرون ہی کے وقت

سوائے سکوت اور خاموشی کے اور کیا کر سکتی تھی۔ رسول الثقلینؐ بستر مرگ پر وصیت نہیں کر سکتا۔ شہنشاہ کونین اپنے خاص عزیز سے مرتے دم رخصت نہیں ہو سکتا۔ وہ آخری وصیت کے لیے اپنے حبیب خاص اپنے قریب مخصوص کو بلاتا ہے پیش کیے جاتے ہیں دوسرے لوگ۔ وہ صورت دیکھتا ہے اور مدعا کے خلاف پا کر خموشی سے پھر بالش علالت پر سر رکھ دیتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے کہیں جا کر تیسری مرتبہ اسکی خواہش پوری کی جاتی ہے وہ اپنے حبیب اور قریب خاص کو دیکھکر اپنے ہاتھ اسکی گردن میں ڈالدیتا ہے جو عموماً ہر ملک و قوم میں رخصت ہونے کا دستور رہا ہے۔ ردائے مبارک اٹھا کر اسکو اپنی ردا میں لے لیتا ہے اور مرتے وقت جو کچھ وصیت آخری کی صورت میں کہنا ہوتا ہے۔ کہدیتا ہے۔ اسی خلوت خاص کے عالم میں

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسکی بحث صحابہ میں چھڑ گئی۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں عن علی بن الحسین قال قبض رسول اللہ صلعم و راسہ فی حجر علی و فیہ ایضاً عن ابی غطفان قال سألت ابن عباس ارأیت رسول اللہ توفی و راسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم وهو المستند الی صدر علی قلت فان عروۃ حدثنی عن عائشۃ انها قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری و نحری فقال ابن عباس تعقل واللہ لتوفی رسول اللہ وهو مستند الی صدر علی وهو الذی غسله

حضرت علی بن الحسینؑ سے منقول ہے کہ جس وقت جناب رسول خدا صلعم نے انتقال کیا تو آنحضرت صلعم کا سر علیؑ کی گود میں تھا اور اسی کتاب میں ابو غطفان سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپنے دیکھا تھا کہ وقت وفات آنحضرت صلعم کا سر کسکی گود میں تھا ابن عباس نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر مبارک علی بن ابیطالب کے سینہ سے لگا ہوا تھا میں نے کہا عروہ تو مجھسے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا تو آنحضرت صلعم انکی گود میں تھے۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کچھ سمجھتے بھی ہو خدا کی قسم جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو وہ علیؑ کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور علیؑ ہی نے انھیں غسل دیا امام نسائی خصائص میں لکھتے ہیں عن ام سلمۃ قالت والذی تحلف بہ ام سلمۃ ان اقرب الناس عهداً برسول اللہ علی قالت لما کان غدوۃ قبض رسول اللہ فارسل الیہ رسول اللہ صلعم قالت واظنه کان بعثه فی حاجة فجعل یقول جاء علی ثلاث مرات فجاء قبل طلوع الشمس فلما ان جاء عرفنا ان له الیه حاجة فخرجنا من البیت وکنا عند رسول اللہ صلعم یومئذ فی بیت عائشۃ وکنت فی آخر من خرج من البیت ثم جلست من وراء الباب فکنت ادناهم الی الباب فاکب علیه علی فکان آخر الناس به عهداً فجعل یساره و یناجیه و اللفظ حدیث المستدرک فجعل یساره و یناجیه ثم قبض صلعم

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ قسم خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات سرور کائنات علی ابن ابی طالب ہیں یعنی جس دن آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اسکی صبح کو آپنے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ میں تخمین شاید کسی کام کے لیے باہر بھیجا تھا اور جبتک وہ نہیں آئے کئی بار دریافت کیا کہ علیؑ آئے یا نہیں اتنے میں علیؑ آگئے آپس میں ہم لوگ یہ گمان کر کے کہ غالباً علیؑ سے رسول اللہ کو کوئی خاص حاجت ہے۔ خانہ عائشہ سے باہر نکل آئے اور میں سب کے بعد نکل کر دوسری عورتوں کی نسبت دروازہ سے بالکل قریب بیٹھی تھی چنانچہ میں نے دیکھا کہ علیؑ نے اپنا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب جھکا دیا اور آنحضرت صلعم

بحکم کل نفس ذائقۃ الموت وقت پورا ہو جاتا ہے خدا کی بارگاہ سے طلبی آجاتی ہے اور وہ بکمال سکون و اطمینان الرفیق الاعلیٰ کہتا ہوا الصلوۃ وما ملکت ایمانکم کی آخری وصیت فرماتا ہوا خارستان دنیا سے چمنستان عقبیٰ کی طرف تشریف لے جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انک میت و انھم میتون اللھم صل وبارک وسلم علی محمد سید المرسلین و الہ الطیبین صلوۃ وسلاما کثیرا کثیرا

وفات رسولؐ پر گریہ و بکا

شبلی صاحب نے ذکر وفات کے بعد اہلبیت اور ازواج مطہرات کے حزن و ملال اور گریہ و زاری کے حالات جو لازمۂ فطرت انسانی ہیں۔ غالباً اس وجہ سے نہیں لکھے ہیں کہ انکو تاریخی واقعات سے تعلق نہیں یا اس سے جواز گریہ کی ایک خواہ مخواہ صورت قائم ہو جائیگی۔ جو آگے چلکر امتناع بکا ر علی الحسینؑ کی مخالف ثابت ہوگی

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اُن سے بطور سرگوشی باتیں کرتے رہے پس علیؑ ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبولؐ کے پاس آخر وقت تک رہے۔ نیز مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلعم وقت وفات تک حضرت علیؑ سے رازکے امور ارشاد کرتے رہے۔ حضرت عمر کو بھی اسکا اقرار ہے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں از جابر بن عبداللہ انصاری منقول است کہ گفت در زمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار بنزد وے آمد و گفت یا امیر المومنین آخر کلمہ کہ رسول اللہ صلعم بآن تکلم نمود چہ بود عمر گفت از علی بپرسید امیر فرمود الصلوۃ الصلوۃ۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے ایام خلافت میں کعب الاحبار نے اُن سے پوچھا کہ رسول اللہ صلعم نے وقت وفات سب سے آخر کون کلمہ ارشاد فرمایا تھا حضرت عمر نے کہا حضرت علیؑ سے پوچھو علیؑ بیٹھے تھے کہنے لگے الصلوۃ نماز الصلوۃ نماز (بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۸۱)

خود جناب علی مرتضیٰ نے اپنے اس اعزاز خاص سے احتجاج فرمایا ہے۔ راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں عن ابی الطفیل قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات فسمعت علیا یقول بایع الناس ابو بکر فانا واللہ باولی منہ واحق بہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا او نبکم احد غیری غمض رسول اللہ حین وضعہ فی حفرتہ ابو الطفیلؓ سے مروی ہے کہ میں شوریٰ کے دن دروازے پر بیٹھا تھا پس لوگوں میں شور برپا ہوا میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی حالانکہ میں واللہ امر خلافت میں ان سے اولیٰ اور احق تھا پس میں نے سنا اور تسلیم کر لیا کہ مبادا لوگ کافر ہو جائیں کیا تم میں میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کے بعد حضرت سے جدا ہوا ہو اور جس نے آپکو قبر میں اتارا ہو۔

شبلی صاحب اور تاریخ وفات رسول کی تحقیق

شبلی صاحب نے بڑی جانکاہی سے وفات رسولؐ کی اصل تاریخ جو تحقیق فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائے مرض کے دن۔ مدت علالت اور تاریخ وفات کے تعین میں روایات مختلف ہیں امر مختلف فیہ سے پہلے ان امور کو بتلا دینا چاہیئے جن پر تمام روایات کا اتفاق ہے اور جن پر گویا تمام محدثین اور ارباب سیر کا اجماع عام ہے اور وہ یہ ہیں (۱) سال وفات ۱۱ ہجری ہے (۲) مہینہ ربیع الاول کا تھا (۳) ۱۲ تاریخ سے بارہ تک کوئی تاریخ تھی (۴) دوشنبہ کا دن تھا۔ (صحیح بخاری ذکر وفات کتاب الجنائز) زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے اس بنا پر

شبلی صاحب کی مآل اندیشی نتیجہ شناسی اور باریک بینی کی ہم ہمیشہ داد دیتے آئے ہین۔ اور اس وقت بھی ہم آپکی اس حزم و احتیاط کی ضرور داد دینگے۔ مگر افسوس ہی کہ ہم اس مقام پر آپکی تائید نہین کرسکتے اسلیئے کہ لازمۂ فطرت اور خاصہ طبیعت انسانی سے علیحدہ ہو جانا پڑیگا۔ اس ضرورت سے آپکی ترتیب خاص کے خلاف ہم اپنے سلسلۂ بیان مین وہی سلسلۂ تفصیل ضرور قائم رکھینگے جو تمام حدیث و تاریخ کے مؤلفین متقدمین و متاخرین نے قائم رکھا ہی۔

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپنے کس تاریخ کو وفات فرمائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کی جاسکتی ہے حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح ۸ روز (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہین وفات فرمائی اسلیئے ایام علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہی۔ عام روایت کے روسے پانچ دن اور رہے ہین۔ اور یہ قرائن سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اسلیئے ۱۳ دن مدت علالت صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپنے دوسری ازواج کے حجرون مین بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہارشنبہ سے ہوتا ہے۔ تاریخ وفات کی تعیین مین راویون کا اختلاف ہے۔ کتب حدیث کا تمام دفتر چھان ڈالنے کے بعد بھی تاریخ وفات کی کوئی روایت مجکو حدیث مین نہین مل سکی۔ (یہین سے شبلی صاحب سمجھ جائین کہ سیرت نگاری کی تالیفی ضرورت مین حدیث کو سیر و تاریخ پر ترجیح دینا کیسا مضحکہ خیز خیال ہے۔ مؤلف) ارباب سیر کے ہان تین روایتین ہین یکم ربیع الاول، دوم ربیع الاول ور ۱۲ (دوازدہم) ربیع الاول ان روایتون مین ترجیح دینے کے لیئے روایت و درایت سے کام لینا ہے۔ روایت دوم ربیع الاول کی روایت ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابو مخنف کے واسطہ سے مروی ہی (طبری صفحہ ۱۸۱۵) اس روایت کو اکثر قدیم مورخون نے (مثلاً یعقوبی و مسعودی وغیرہ نے) قبول کیا ہے لیکن محدثین کے نزدیک یہ دونون مورخ مشہور دروغگو اور غیر معتبر ہین۔ یہ روایت واقدی سے طبری اور ابن سعد نے نقل کی ہی (خبر وفات) لیکن واقدی کی مشہور ترین روایت جسکو اسنے متعدد اشخاص سے نقل کیا ہی وہ ۱۲ ربیع الاول ہے البتہ بیہقی نے دلائل مین بسند صحیح سلیمان التیمی سے دوسری ربیع الاول کی روایت نقل کی ہی (نور النبراس) لیکن یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہی (فتح الباری) امام سہیلی نے روض الانف مین اس روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے (جلد دوم ذکر وفات) اور سب سے پہلے امام مذکور ہی نے اس نکتہ کو دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ دو باتین یقینی طور پر ثابت ہین۔ روز وفات دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی حجہ سنہ ۱۰ھ کی نوین تاریخ کو جمعہ کا دن تھا۔ (صحاح قصۂ حجۃ الوداع صحیح بخاری تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم) ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ روز جمعہ سے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ تک حساب لگاؤ۔ ذی حجہ۔ محرم صفر ان تین مہینون کو خواہ ۲۹۔ ۲۹ کے خواہ ۳۰۔ ۳۰ خواہ بعض ۲۹ بعض ۳۰ کسی حالت اور تشکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہین پڑسکتا اسلیئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے۔ دوم ربیع الاول کو حساب سے اسوقت دوشنبہ ہوسکتا ہی جب تینون مہینے ۲۹ کے ہون جب یہی دونون صورتین صحیح نہین ہین تو اب صرف تیسری صورت رہگئی جو کثیر الوقوع ہی یعنی ۲ مہینے ۲۹ کے اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیا جائے

فراق پدر مین جناب فاطمہؑ کی گریہ و زاری

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں بند ہوتے ہی گھر مین کہرام مچ گیا اہلبیت علیہم السلام اور جمیع بنی ہاشم کی گریہ وزاری عموماً اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی بیتابی وبیقراری بالکل ناقابل بیان ہے۔ ہر فرد خاص کی تفصیل مصائب کی پوری کتاب تیار کردیگی۔ اس وجہ سے صرف جناب سیدہؑ کے قلق و اضطراب کی تفصیل محدث شیرازی کے مفصلہ ذیل الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

بصحت پیوستہ کہ چون آن سرور ازین عالم انتقال نمود فاطمہ زہراؑ بنیاد ندبہ وزاری کرد وگفت یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ من الی جبرئیل ننعاہ و گویند بعد از پیغمبر صلعم ہرگز فاطمہ را کسے خندان ندید۔

روایت صحیحہ مین منقول ہی کہ جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو جناب فاطمہ زہراؑ فرط گریہ وزاری مین فرمانے لگین اے پدر بزرگوار آپنے خداوند عالم کی دعوت قبول فرمائی اور جنت الفردوس مین منزل گزین ہوئے۔ اے پدر عالیقدار کون ہے جو آپکی وفات کی خبر جبرئیل کو پہونچادے منقول ہی کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کسی نے پھر جناب فاطمہؑ زہرا کو ہنستے نہین دیکھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اس حالت مین یکم ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن واقع ہوگا۔ اور یہی ثقہ اشخاص کی روایت ہے۔ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ اگر ۹ ذی الحجہ کو جمعہ ہو تو اوائل ربیع الاول مین اس حساب سے دوشنبہ کس کس دن واقع ہوسکتا ہے۔

صورت مفروضہ	دوشنبہ	دوشنبہ	دوشنبہ
(۱) ذیحجہ ۳۰ محرم ۳۰ اور صفر سب ۳۰ کے ہون تو	۶	۱۳	•
(۲) ذیحجہ ۲۹ محرم ۲۹ اور صفر سب ۲۹ کے ہون	۲	۹	۱۶
(۳) ذیحجہ ۲۹ محرم ۲۹ اور صفر ۳۰ کا ہو تو	۱	۸	۱۵
(۴) ذیحجہ ۳۰ محرم ۲۹ اور صفر ۲۹ کا ہو تو	۱	۸	۱۵
(۵) ذیحجہ ۲۹ محرم ۳۰ صفر ۲۹ کا ہو تو	۱	۸	۱۵
(۶) ذیحجہ ۳۰ محرم ۲۹ اور صفر ۳۰ کا ہو	۷	۱۴	•
(۷) ذیحجہ ۳۰ محرم ۳۰ اور صفر ۲۹ کا ہو	۷	۱۴	•
(۸) ذیحجہ ۲۹ محرم ۳۰ اور صفر ۳۰ کا ہو	۷	۱۴	•

ان مفروضہ تاریخون مین سے ۶، ۷، ۸، ۱۳، ۹، ۱۴، ۱۵، تو خارج از بحث ہین کہ علاوہ اور وجوہ کے انکی تائید مین کوئی روایت نہین۔ یکم اور دوم تاریخین دوم تاریخ صرف ایک صورت مین ہوسکتی ہی جو خلاف اصول ہے یکم تاریخ تین صورتون مین واقع ہوسکتی ہی۔ اور یہ صورتین کثیر الوقوع ہین اور رواۃ ثقات انکی تائید مین ہین۔ اسلئے وفات نبویؐ کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری ہی اگر

محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوت میں ان کلمات کے ساتھ اتنا اضافہ اور فرماتے ہیں۔

وا ابتاہ۔ بعد از تو وحی برکہ فرود آید خداوندا روح فاطمہ را بروح او رسان۔ بار خدایا مرا بہ رسول خویش قرین گزار۔ بار خدایا مرا از ثواب حبیب خویش بے نصیب مدار و در روز قیامت از شفاعت او محروم مگزار۔

ہائے پدر نامدار۔ بعد آپکے وحی اب کس پر نازل ہوگی خدایا تو فاطمہ کی روح کو اسکی روح کے پاس پہونچا دے۔ بار خدایا مجھکو اسپنے رسول سے قریب کر دے۔ بار خدایا مجھے اپنے حبیب کے ثواب سے محروم نہ رکھ۔ اور قیامت میں اسکی شفاعت سے محروم نہ چھوڑیو۔

حضرت عائشہ کی گریہ وزاری

حضرت عائشہ کی اُسی کتاب میں یہ گریہ وزاری منقول ہے۔

مرویست کہ عائشہ صدیقہ زاری میکرد و میگفت وریغ پیغمبرے کہ فقر بر غنا اختیار کرد و آن دین پرورے کہ از غم گناہان امت ہیچ شب تمام در بستر راحت باستراحت مشغول نشد و ہرگز از میدان صبر و تحمل از محاربہ بنفس فرار ننمودہ و چشمان او ہرگز بمنہیات التفات نہ فرمودہ و باوجود کثرت ایذا و احتراز کفار و اہل ضلال گرد بر روے با اقبال وے ننشست و در انعام و افضال بروے ہیچ فقیرے نوال نبست و دندان دُرّ مثال وے بضرب سنگ دشمن شکستہ و سر وے بعصا بہ حوادث روزگار بستہ شد و شکم وے در روز متتابع از نان جو سیر نشد۔

حضرت عائشہ رو رو کر کہنے لگیں آہ۔ وہ پیغمبر کہ جس نے ناداری مالداری پر اختیار کی۔ وہ دین پرور جو امت کے گناہوں کے غم سے کبھی رات بھر بآرام نہ سویا اور نفس کے مقابلہ میں میدان صبر و تحمل سے کبھی نہ ہٹا اور ضروریات دنیا کی طرف کبھی اسکی آنکھیں ملوث نہوئیں اور باوجود اتنی ایذا و جبر کفار کے۔ کبھی آپکے روئے مبارک پر گرد ملال نہ بیٹھی جسکے عطا و جود کا دروازہ کسی فقیر بینوا کے لئے کبھی بند نہوا۔ اسکے موتی کے ایسے دانت توڑ گئے۔ اسکے سر پر درد مصائب کی وجہ سے رومال بندھے اس کا شکم مطہر کبھی علی الاتصال دو دن بھی نان جو سے سیر نہوا۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ اس حساب میں فقط رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے جس پر اسلامی قمری مہینوں کی بنیاد ہے اصول فلکی سے ممکن ہے کہ اس پر شبہات وارد ہو سکتے ہوں کتب تفسیر میں تحت آیت الیوم اکملت لکم دینکم حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کے یوم نزول (۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ) سے روز وفات تک ۸۱ دن ہوتے ہیں (دیکھو ابن جریر۔ ابن کثیر اور بغوی وغیرہ) ہمارے حساب سے ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری سے لیکر یکم ربیع الاول دو ۲۹ اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیکر جو ہماری مفروضہ صورت ہے پورے ۸۱ دن ہو جانا چاہیے ہیں۔ ابو نعیم نے بھی دلائل میں بسند صحیح یکم ربیع الاول تاریخ وفات نقل کی ہے۔ ج دوم صفحہ ۱۴۶ س

شبلی صاحب کی موجودہ تحقیق اتنی ایک حد تک ضرور قابل قدر و تعریف ہے اور تاریخ ولادت کی تحقیق سے زیادہ معتبر لیکن اتنی جانکاہ کوشش کے بعد آپ یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات قرار دیتے ہیں۔ یہ آپکی سہو النظری ہے یا تقلید اسلاف کی دوڑ تھی۔ یکم ربیع الاول وفات کی تاریخ نہیں ہے بلکہ دفن کی تاریخ ہے۔ وفات کی اصلی تاریخ وہی ہے جو علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے اور وہ ۲۸ صفر ہے۔

تعزیت اہلبیت | اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔

چون آن واقعہ ہائلہ روی نمود مردان اہل بیت درآمدند پردہ در میان زنان و مردان بستند و از ناحیۂ خانہ آوازے شنیدند و ہیچ گوئندہ را نمی دیدند کہ می گفت السلام علیکم یا اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ بدانید کہ ہر مصیبتے را نزد خداوند تعالےٰ تسلیۃ و ہر فوت شدہ را خلفی است پس بخداوند تعالیٰ واثق باشید و باو بازگردید و جزع نہ نمائید کہ بحقیقت مصیبت رسیدہ کسے است کہ از ثواب محروم باشد والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علی کرم اللہ وجہہ

جب یہ واقعہ عظیمہ رونما ہوا تو اہلبیت کے مردوں نے گھر میں آکر فوراً مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ کھینچ دیا اور اطراف خانہ سے یہ آواز سنائی دی مگر آواز دینے والا نہ دکھلائی دیا وہ ندا یہ تھی کہ اے اہل بیت سلام ہو تم پر اور خدا کی رحمت و برکت۔ ہر جاندار شے موت سے لذت پذیر ہونیوالی ہے اور تم لوگ بروز قیامت اپنے اجر پانیوالے ہو۔ یہ سمجھ لو کہ ہر مصیبت کے لئے ایک تسکین و تسلی ہے اور ہر مصیبت رسیدہ کے واسطے ایک عالم خاص ہے۔ خداوند عالم کے وعدہ و اقرار کے ساتھ سچے رہو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ آہ و نالہ نکرو حقیقتاً مصیبت زدہ تو وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہجاوے۔ سلام ہو اوپر تمہارے اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ آپ اپنی کتاب میں برابر اور تمامتر اپنی سناتے چلے آئے۔ کبھی کبھی دوسروں کی بھی سن لیا کیجئے۔

آپ خود آغاز حالات مرض میں لکھ چکے ہیں ۱۸ یا ۱۹ صفر سنہ ۱۱ ہجری میں آدھی رات کو آپ جنۃ البقیع میں (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لیگئے وہاں سے تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ یہ حضرت میمونہ کی باری کا دن تھا اور روز چہارشنبہ تھا۔ پانچ دن تک آپ اسی حالت میں رہے اور از راہ عدل و کرم ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لیجاتے رہے سیرۃ صفحہ ۱۳۴ پھر اسی عبارت کے زیر حاشیہ مرقوم ہے زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے اس بنا پر اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپنے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کیجا سکتی ہے حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح ۸ روز تک (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہیں وفات فرمائی۔ علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے۔ عام روایت کی رو سے پانچ دن اور چاہئیں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلئے مدت علالت ۱۳ دن صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپنے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر کئے اس حساب سے علالت کا آغاز چہارشنبہ سے ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۳۵)

لیکن اصل کتاب کی اصل عبارت میں آپنے مدت علالت کل ۹ دن کی ویسی کی ویسی ہی چھوڑ دی کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں صفحہ ۱۳۴ کی آخر سطر میں ۱۸ یا ۱۹ صفر کی آدھی رات کو آپکا جنۃ البقیع میں تشریف لیجانا اور وہاں سے واپسی پر آغاز علالت بتلایا گیا ہے تو اگر ۱۸ کا اعتبار کرکے ۱۹ سے آغاز علالت کا حساب کیا جائے تو بھی یکم ربیع الاول تک گیارہ دن تمام ہو کر بارہواں دن یوم وفات قرار پاتا ہے۔ اور اگر ۱۹ صفر سے ایام علالت قرار دیئے جاتے ہیں تو ۱۱ دن ختم ہو کر گیارہواں دن یوم الوصال ثابت ہوتا ہے۔ غرض دونوں

فرمود ہیچ می دانید کہ این گوئندہ کہ بود گفتند نہ فرمود کہ خضر بود کہ تعزیت بما رسانیدہ۔ روضہ ص ۵۶۳

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کچھ جانتے ہو کہ یہ ندا کرنیوالا کون شخص تھا۔ لوگوں نے کہا نہیں فرمایا۔ یہ خضر تھے۔ جو ہمکو تعزیت دینے آئے تھے۔

شبلی صاحب تجہیز و تکفین کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن سہ شنبہ ۲ ربیع الاول کو شروع ہوا۔ اس تاخیر کے متعدد اسباب تھے (۱) عقیدتمندون کو یقین نہ آتا تھا کہ حضور نے اس دنیا کو الوداع کیا۔ (کی) چنانچہ حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی کہ جو کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اُسکا سر اڑا دونگا لیکن جب حضرت ابوبکرؓ آئے اور اُنھوں نے تمام صحابہ کے سامنے خطبہ دیا کہ حضور کا اس جہان سے تشریف لیجانا یقینی تھا اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا۔ (۲) اسکے بعد اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ غروب آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہوسکے (۳) قبر کنی کا کام غسل و کفن کے بعد شروع ہوا۔ اسلیئے دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ (۴) جس حجرے میں آپنے وفات پائی تھی وہین لوگ علی الترتیب تھوڑے تھوڑے کرکے جاتے اور نماز جنازہ ادا کرتے تھے پہلے بھی دیر لگی ورنہ سہ شنبہ کا دن تمام ہوکر رات کو فراغت ملی

شبلی صاحب کے رقم کردہ وجوہات تاخیر تدفین کے انکشافات

حقیقت حال پر شبلی صاحب کی نقاب افگنی کا تو یہ خاص الخاص مقام ہے۔ اور ہمارے انکشافات کا بھی خاص موقع۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حساب سے کسی طرح تیرھوان دن آپکے انتقال کا روز نہیں پایا جاتا۔ ۱۳ دن علالت کے صحیح ہیں۔ لیکن یہ حساب اسوقت صحیح ہوگا جب علالت کی ابتداء ۱۵ صفر سے قرار دیجائیگی اور مطابق مرویات اہلبیت علیہم السّلام بالاتفاق ۲۸ صفر روز انتقال ٹھہرایا جائیگا تو اول سے آخر تک۔ تمام مرویات کے بیانات صحیح اور ٹھیک ٹھیک اترجائینگے اس طرح کہ ۱۵ صفر سے لیکر ۲۸ صفر تک ۱۳ دن علالت کے بھی صحیح اوتر جائینگے اور ۲۸ اور ۲۹ صفر دو دن اور بیت ۲۹ کی جیسا کہ آپ خود صورت مفروضہ نمبر ۵ عبارت حاشیہ صفحہ ۱۳۵ میں لکھ چکے ہیں بقول آپکے تجہیز و تکفین کے اہتمام یا انتظام سقیفہ سے صحابہ کی واپسی کے انتظار میں صرف ہوکر۔ آنحضرت صلعم یکم ربیع الاوّل کو مدفون ہوئے۔ ہم اوپر لکھکر بتلا چکے ہیں کہ یکم ربیع الاوّل یوم انتقال اور روز وصال نہیں ہے۔ بلکہ یوم الدفن ہے۔

اسلیئے جبتک کہ مرویات اہل بیت علیہم السّلام کی متابعت نہ کیجائیگی۔ اصل تاریخ و روز وفات نہ آجتک معلوم ہوا ہے اور نہ قیامت تک معلوم ہوسکتا ہے۔ آپ ایک حساب کیا ہزاروں حساب بنائیے۔ زائچوں پر زائچے کھنچوائیے بلکہ آسمان و زمین کے قلابے ملائیے۔ کوئی حساب نہ ٹھیک اترا ہے اور نہ اتریگا۔ ولادت کی تعیین روز و تاریخ میں بھی شبلی صاحب نے اپنی تحقیق کی ایسی ہی جدّت دکھائی ہے اور آسمان سے لیکر زمین تک کی خبر لے ڈالی ہے۔ مگر سب جنتری کے منطقون اور غیر موزون۔ وہان بھی ہم لکھکر بتلا آئے ہیں کہ ۱۷ تاریخ یوم ولادت قرار دینے سے۔ جو خاص مرویات اہلبیت علیہم السّلام اور جسکو صاحب تاریخ الخمیس غیر امامیہ نے بالآخر مجبور ہوکر نقل کیا ہے سب حساب ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ ورنہ تمام قیاسی شمار اور مفروضہ طومار۔ ایک سے ہزار تک۔ بالکل بیکار ہیں۔ فافہم فتدبر۔ المؤلف عفی عنہ

ہاں شبلی صاحب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی تاخیر کے متعلق جتنے اسباب جاریہ ظاہری تھے وہ آپنے لکھکر دکھلا دیئے۔ مسلمانوں کو عموماً اور حضرت عمر کو خصوصاً آپکی وفات کا یقین نہ آتا تھا حضرت ابوبکر آئے حضرت عمر کو سمجھایا۔ اسی سمجھوتے میں دیر لگی۔ شبلی صاحب آپ بیکار کیوں تمام مسلمانوں کو سمیٹتے ہیں۔ اس اوہام و قیاس کے پھیلانے والے۔ اس مخالف فطرت انسانی معارض احکام ربانی عقیدے کے بتلانے والے تو حضرت عمر ہی ثابت ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت۔

توفی رسول اللہ و ابو بکر بالسنح و عمر حاضر فلما توفی رسول اللہ قام عمر ابن الخطاب فقال ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ توفی و ان رسول اللہ ما مات۔

رسول مقبول صلعم کی وفات کے وقت حضرت عمر موجود تھے مگر حضرت ابوبکر موضع سنح میں تھے جب آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ رسول اللہ صلعم فوت ہو گئے۔ مگر خدا کی قسم۔ آنحضرت صلعم فوت نہیں ہوئے۔

علامہ شہرستانی۔ کتاب ملل و نحل میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال عمر ابن الخطاب من قال ان محمداً مات قتلتہ بسیفی ھذا

حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ جو شخص کہیگا کہ رسول کا انتقال ہو گیا۔ میں اسکو اپنی اس تلوار سے قتل کر ڈالونگا۔

محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

مردم بواسطہ سخن عمر در شک افتادند در موت آنحضرت صلعم و در آں ساعت ابوبکر صدیق در منزل خویش در محلہ سنح بود کسے را فرستادند تا وے را خبر دار گردانید پس ابوبکر بتعجیل سوار شد و میگفت وا محمداہ و میگریست تا بمسجد رسول در آمد و دید کہ مردم متفرق الحال اند۔

حضرت عمر کے اس قول کو سنکر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا یا نہیں۔ اسوقت حضرت ابوبکر اپنے مکان واقع محلہ سنح میں تھے۔ انکو رسول اللہ صلعم کے انتقال کی خبر دی گئی تو فوراً سوار ہو کر روتے ہوئے اور وا محمداہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی میں آکر دیکھا کہ لوگ مختلف الحال ہو رہے ہیں۔

قصور کریں حضرت عمر۔ بگڑے جائیں سب مسلمان۔ اب تو شبلی صاحب اور انکے مؤیدین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر ہی اس خیال کے بانی اور موجد تھے۔ سیدھے سادھے مسلمان انہیں کی شخصیت سے مرعوب ہو گئے۔ کر اب اسکی تمام کیفیت اسی روضۃ الاحباب کی باقی عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ کی جائے جس سے ثابت ہو جائیگا کہ آپکے اسباب اربعہ میں سے ایک بھی تاخیر تکفین و تدفین آنحضرت صلعم کا اصلی سبب نہیں تھا۔ بلکہ جو حقیقی وجہ تاخیر تھی وہ اس عبارت سے بکمال وضاحت معلوم ہو جائیگی۔

پس ابوبکر صدیق از خانہ بیرون آمد و عمر در میان غلبہ ازدحام

حضرت ابوبکر جسد رسول کی زیارت سے مشرف ہو کر باہر نکلے تو لوگوں کے

سخن میکرد و می گفت پیغمبر وفات نیافتہ صدیق سہ نوبت باوے گفت بنشین وہر بار عمر ابا نمود پس ابوبکر گفت ایّہا الرجل بدرستیکہ رسول خدا وفات یافتہ نشنیدہ کہ حق تعالیٰ درکتاب خویش باوے این خطاب فرمود انک میت وانھم میتون فرمود وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد فان مت فھم الخالدون۔ آنگاہ بر منبر رسول برآمدہ مردم ہمہ عمر را گذاشتند و با بوبکر متوجہ شدند صدیق خطبہ خواند مشتمل بر حمد و ثنائے خدا وند تعالیٰ و درود بر محمد مصطفیٰ وگفت من کان یعبد محمدا فان محمدًا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وایت وما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم تا آخر آیہ خواند عمر گوید پائے من لرزید و بیفتادم و گوئیا من این آیت را نشنیدہ بودم و ہمہ مردم آن دو آیت را از ابوبکر فرا گرفتند و می خواندند و ابن عمر گوید گوئیا بر روئے ما پردہ بود و بواسطہ ابوبکر برداشتہ شد پس اہالی مدینہ

ہجوم میں حضرت عمر کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ پیغمبر خدا نے وفات نہیں پائی ہے حضرت صدیق نے تین بار پکار کر ان سے کہا کہ بیٹھ جاؤ لیکن ہر بار حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا تب حضرت صدیق نے ڈانٹ کر ان سے کہا کہ مرد خدا رسول اللہ صلعم نے یقیناً وفات پائی ہے کیا تم نے آجتک نہیں سنا ہو کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں اُن سے خطاب کر کے کہا ہے تم بھی مرنیوالے ہو اور تم سے پہلے بھی لوگ (انبیائے متقدمین) مر چکے ہیں۔ پھر ارشاد باری یہ بھی ہے کہ ہمنے کسیکو ابدی زندگانی نہیں دی ہے ہاں جب وہ مرینگے تب ابدی زندگانی پائینگے۔ یہ فرما کر حضرت ابوبکر منبر کی طرف بڑھے تمام لوگ اسی وقت حضرت عمر کا ساتھ چھوڑ کر حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوگئے حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لیگئے اور حمد وثنائے الٰہی میں ایک خطبہ پڑھا اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ جو محمدؐ کی (نعوذ باللہ معبود سمجھکر) عبادت کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ محمدؐ نے انتقال کیا اور جو شخص کہ خالص خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے وہ یقین کرے کہ خدائے بزرگ و واحد ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور کبھی مرنیوالا نہیں۔ اسکے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی کہ محمد صلعم ایک رسول ہیں۔ اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم دین سے الٹے پاؤں پھر جاؤگے۔ اس آیہ کو آخر فقرہ۔ تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی مرنیوالے تھے۔ تک تلاوت فرمایا۔ حضرت عمر کا بیان ہو کہ یہ سنکر میرے پاؤں کانپنے لگے اور میں کھڑے کھڑے گر پڑا۔ گویا کہ میں نے ابتک اس آیت کو سنا ہی نہیں تھا تمام لوگوں نے اس آیت کو حضرت ابوبکر سے سنکر یاد کر لیا اور پڑھنے لگے۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ گویا اسوقت تک ہماری آنکھوں پر پردہ پڑا تھا اور حضرت ابوبکر کے وسیلہ سے وہ حجاب اسوقت

واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دل بر فوت آنحضرت صلعم نہادند انا للہ وانا الیہ راجعون گفتند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تعزیت وتسلیۂ اہلبیت بجا آورد وگفت مہم غسل وتجہیز وتکفین آنحضرت تعلق بشما دارد وخود با اکابر مہاجر وانصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت قرار دہد۔ ص۵۶۳

سامنے سے اٹھ گیا بس باشندگان مدینہ ونیز تمامی صحابہ رسول مقبول صلعم کو اسوقت سے آنحضرت صلعم کی وفات کا یقین ہوگیا۔ تب سب لوگوں نے آیہ ترجیع انا للہ وانا الیہ راجعون کو پڑھا اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق اہلبیت علیہم السلام کی خدمت میں جا کر رسم تعزیت وتسلیہ بجا لائے اور فرمایا آپ حضرات سے جناب رسالتمآب صلعم کے غسل وتجہیز وتکفین کی ضروریات متعلق ہیں آپ انھیں انجام دیں اور خود تمام بزرگان مہاجرین وانصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے گئے کہ امر خلافت کو قرار دیں۔

مرقومہ بالا عبارت سے اصل وجہ تاخیر کا راز سربستہ کھل گیا کہ اس تمام التواد تاخیر کا اصلی باعث اور حقیقی سبب سقیفہ کی پنچایت اور خلافت کا دنگل تھا جب یہ پنچایت اٹھ گئی اور یہ دنگل برخاست ہوگیا۔ تو رسول اللہؐ کی نعش مبارک دفن کی گئی صحابہ کرام کے اس خاص طرز عمل میں آجتک یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے ؎

چون صحابہ حب دنیا داشتند مصطفےٰؐ را بے کفن بگذاشتند

فاضل عباسی گورکھپوری نے اس موقع کی روئداد حاضرہ کی نسبت اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں نہایت معقول اور پُر واقع رائے قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ سلاطین کے مردے دفن نہیں کئے جاتے ہیں جبتک کہ ولیعہد کی تخت نشینی کا مسئلہ طے نہیں پالیتا ہے۔ افسوس ہے کہ خانۂ رسالت بھی اس دستور سے خالی نہ رہ سکا جبتک کہ خلافت کا مسئلہ طے نہ پالیا رسول اللہ صلعم کی نعش مبارک دفن نہیں کی گئی۔

فاضل مورخ کا استعجاب نہایت صحیح ہے لیکن اس استعجاب سے پہلے ہمارے فاضل محقق کو سمجھ لینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم کی آنکھ بند ہوتے ہی احکام شریعت اور قوانین رسالت سب رخصت ہوگئے اور انکی جگہ نظام حکومت وسیاست قائم ہوگئے زمانۂ رسالت میں سیاست شریعت کی تبع تھی اور اب شریعت سیاست کا ایک ماتحتی شعبہ قرار دیدی گئی جسکے نزدیک رسول اللہ صلعم کی مقدار ذات ایک ملکی حاکم اور قومی سردار سے زیادہ نہیں بڑھتی۔ اس بنا پر وفات رسولؐ کے بعد بھی عموماً وہی کیا گیا جو عام حاکمان ملکی اور سرداران قومی کے مرنیکے بعد ملک وقوم میں کیا جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بنی ہاشم کو تاخیر کرنیکی کیا مجبوری تھی ان میں سے تو ایک متنفس بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں شریک نہ تھا۔ جواب یہ ہے کہ اول تو بنی ہاشم میں اسوقت تک کل چھ آدمی مرد تھے ہی۔ اور باقی سب بچے اگر یہ کل چھ آدمی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی لاش مطہر کو بلا انتظار مہاجر وانصار دفن فرما دیتے تو جو فساد اور

مصیبتین انکو وفات رسول کے بعد معرکہائے جمل و صفین سے لیکر واقعہ کربلا تک پیش آئین۔ وہ اسی وقت نو ر اسا منے آجاتین اسکے علاوہ ازواج مطہرات خصوصًا امہات المومنین حضرت عائشہ و حفصہ و دیگر خواتین جنکے اعزا و اقارب ارباب سقیفہ اور اصحاب حل و عقد تھے۔ کب بلا مشارکت اپنے عزیزوں کے لاش رسول کو دفن ہونے دیتین۔ اسلیئے حضرات اہلبیت علیہم السلام اور بزرگان بنی ہاشم مراسم تجہیز و تکفین سے فراغت کرکے لاش مطہر رسول اللہ صلعم کو سلیئے بیٹھے رہے اور اسلام کی نئی دنیا کے انقلاب کو بچشم حسرت و عبرت مشاہدہ فرماتے رہے۔

یہ سب شبلی صاحب اور انکے اسلاف کی موضوعہ تاویلین ہین کہ اس وجہ سے دفن مین دیر ہوئی اس باعث سے قبر کنی مین تاخیر ہوئی۔ اور اس سبب سے آپس مین اختلاف رائے ہوا۔ اختلاف ہوا تو کیسے۔ اختلاف تو جب ہوتا ہی جب متعدد آدمی ہوتے ہین۔ وہان سب لوگ تو سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع تھے یہان سوائے بنی ہاشم کے تھا ہی کون جسکی اختلاف رائے ہوتا حقیقت اتنی ہی کہ قبر مطہر کھد گئی غسل و کفن بھی ہوگیا نعش مبارک بھی تیار ہوگئی۔ یہ صاحب آئین وہ بزرگ تشریف لائین۔ اسی انتظار نے ایک دن کا دو دن کردیا۔ بات بھی تو اتنی ہی۔ اب جتنا جی چاہے بڑھا لیجئے۔

روضۃ الاحباب کے مرقومہ بالا روایت سے علاوہ حقیقت حال کے مفصلہ ذیل حالات پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔

اول یہ (۱) تمام صحابہ کرام کو عمومًا اور حضرت عمر بن الخطاب کو خصوصًا ان آیات قرآنیہ کا جنکو حضرت ابوبکر نے تلاوت فرمایا ابتک کوئی علم و اطلاع نہین تھی۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ صحابہ کرام مین سے کسیکو بھی پورا قرآن یاد نہین تھا اور ان مین سر نمبر حضرت عمر قرار پاتے ہین۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوگیا کہ با وجود انا بشر مثلکم کے یقین کامل کے تمام صحابہ کرام علی الخصوص حضرت عمر بن الخطاب جناب رسالتمآب کے وجود ذیجود کو آجتک فنا پذیر نہین سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر وہ رسول اللہ صلعم کی موت سے انکار فرماتے تھے اور اس امر مین اپنی پوری قوت اجتہاد یہ سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ کنز العمال مین ہے۔

عن ابن عباس ان عمر بن الخطاب قال لہ ما حملہ علی مقالتہ التی قال حین توفی رسول اللہ صلعم قال کنت اتاول ہذہ الایۃ وکذلک جعلنکم امۃ وسطًا لتکونوا شہداء علی الناس فواللہ ان کنت لاظن انہ سیبقی فی امتہ حتی یشہد علیہا باخر اعمالہا وانہ الذی حملنی ان قلت ما قلت (اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)	ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے اُن سے ذکر کیا کہ مجھکو جناب رسول خدا صلعم کی وفات مین اس آیت نے تامل لادیا تھا اور آیت یہ ہے کہ مین نے تمکو امت وسطی (درمیان) قرار دیا ہے تاکہ تم لوگون کا شاہد حالات کیا کرو۔ اسوجہ سے مین نے خیال کیا کہ آپ اپنی امت مین باقی رہکر انکے آخر اعمال تک کا مشاہدہ فرمائینگے اور یہی وجہ تھی کہ جس سے اسوقت جو کہنے کی بات تھی کہہ رہی تھی۔ (بیہقی فی الدلائل) منقول از کنز العمال

حضرت عمر کا یہ اجتہاد کسقدر معارض اصول توحید تھا اور مخالف قرآن مجید وہ محققین کے فیصلہ پر موقوف ہے

(۳) جب اتنے مسلمان ایک خاص شخص کو۔ چاہے وہ ارتقائے نظرت کے نقطۂ انتہا تک کیون نہ پہنچا ہو۔ فانی نہین سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنے خیال مین باقی اور ابدی سمجھتے تھے۔ تو وہ کیسے اصول اسلام کے موافق کامل الاسلام اور خالص الایمان کہے جائینگے کیونکہ۔ ہم دیکھتے ہین عموم صحابہ کے علاوہ خود حضرت عبداللہ بن عمر سا متشرع بزرگ بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ ہماری آنکھون پر اتبک پردے پڑے ہوئے تھے۔ جو حضرت ابو بکر کی تصریحات آیات نے سامنے سے اُٹھا دیے۔ ان کے اقرار کے علاوہ۔ خاص حضرت عمر کا اعتراف ہے جو حضرت ابو بکر کے استدلال آیات قرآنیہ سے آپ پر مستولی ہوا تھا۔ شاہد صادق ہے۔

(۴) اتنی مدت تاک یہ حضرات جو اس عقیدہ پر قائم رہے وہ اصولاً عقاید اسلامی کے متمسک تھے یا نہین۔

(۵) تدفین رسول ص اور تعیین خلیفہ کی اہمیت اور فرق مابہ الامتیاز بھی پورے طور سے ثابت ہو گیا۔

(۶) اسی کے ساتھ۔ بنی ہاشم اور اہلبیت رسول صلعم کے ساتھ تمام اہل اسلام کے موجودہ اور آیندہ طرز عمل بھی معلوم ہو گئے اور اسیوقت سے معلوم ہو گیا کہ ملکی تنظیم سیاسیات مین بنی ہاشم اور اہلبیت علیہم السلام کا ان تمام لوگون کے نزدیک کوئی حق و حصہ نہین تھا۔ اور نہ ان مین اسکی کوئی صلاحیت و قابلیت تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابو بکر نے ان بزرگوارون کو تجہیز و تدفین رسول ص کے موجودہ کامون کے لئے مخصوص طور پر علیحدہ کر دیا اور خود تمام مہاجر و انصار کے ساتھ نظام حکومت اور استحکام امارت کے لئے سقیفہ مین تشریف لے گئے۔ بقولیکہ ؎ از صحن خانہ تالب بام از آن من + و ز سقف خانہ تا بہ ثریا از آن تو۔ یا سمجھنے والے یون سمجھ لین کہ جس کا مردہ ہو وہ گاڑے۔ ہم کیون ہاتھ لگانے جائین۔

تجہیز و تکفین آنحضرت صلعم

شبلی صاحب اسکی تفصیل مین لکھتے ہین۔

تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزا و اقارب نے انجام دی فضل ابن عباس اور اسامہ نے پردہ کیا اور حضرت علی ؑ نے غسل دیا حضرت عباس بھی موقع پر حاضر تھے اور بعض روایتون مین ہے کہ انھین نے پردہ کیا تھا چونکہ اس شرف مین ہر شخص شریک ہونا چاہتا تھا۔ اسلئے حضرت علی ؑ نے اندر سے کواڑ بند کر لئے تھے۔ انصار نے دروازے پر آواز دی کہ خدا کے لئے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت گذاری مین ہمارا بھی حصہ ہے۔ حضرت ابو بکر نے جیسا کہ واقدی کا بیان ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم مین کسی کا حق نہین ہے اسلئے اگر سب کو اجازت دیجئے تو کام رہجائیگا۔ لیکن انصار کے اصرار پر حضرت علی ؑ نے اوس بن خولی انصاری کو۔ جو اصحاب بدر مین تھے اندر بلا لیا وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علی ؑ نے جسم مبارک کو سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباس اور ان کے دونون صاحبزادے قثم اور فضل جسم مبارک کی کروٹین بدلتے تھے اور اسامہ بن زید اوپر سے

پانی ڈالتے تھے۔

شبلی صاحب نے حقیقت حال تو لکھدی لیکن عادت اور ضرورت سے مجبور تھے حضرت ابو بکر کی شرکت کو داخل ہی کر دیا۔ حالانکہ روضۃ الاحباب کی مرقومہ بالا عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابو بکر خود تجہیز وتکفین رسولؐ کیخدمت بنی ہاشم اور اہلبیت علیہم السلام کو سپرد فرما کر سقیفہ مین تشریف لیگئے تھے۔ پھر آپ موجود کہان تھے جن سے انصار شمول خدمت کی اجازت لیتے۔ یہ تو بالکل خلاف واقع ہے۔ تجہیز وتکفین رسول اللہ صلعم سے حضرت ابو بکر وغیرہم کی غیر حاضری محدثین مورخین اور جملہ اسلامی مؤلفین کا اتفاقی مسئلہ۔ آپ خود بھی لکھکر اقرار کر چکے ہین کہ تجہیز وتکفین کیخدمت خاص اعزا واقارب نے انجام دی۔" بڑی تلاش اور سخت کد وکاوش کے بعد آپکو واقدی کے ایک قول سے تجہیز وتکفین رسول اللہ صلعم مین حضرت ابو بکر کی شرکت معلوم ہوئی اور آپ نے اوسکو لکھ مارا۔ چونکہ اسوقت اپنے مطلب کی ہے اسلئے واقدی کی تحریر پر نقد وتبصرہ کی کوئی ضرورت نہین اور نیز اوسکی مجہولیت وموضوعیت کی شہرت خاص سے کوئی بحث نہین۔ وہ تو اسوقت امامین بخاری ومسلم کے برابر قوی الاسناد مین لیکن ہم آپکو تبلائے دیتے ہین کہ واقدی وہی بزرگ ہین جنکی نسبت آپ خود لکھ چکے ہین کہ واقدی کی مجہولیت کا مسئلہ عام ہے" پھر ایسے مجہول خاص بھی نہین مجہول عام سے آپ حضرت ابو بکر کی خصوصیت کی سند پیش کرین تو سوائے آپکی خوش فہمی کے اور کیا کہا جائے۔

بہرحال۔ اب تجہیز وتکفین رسول اللہ صلعم مین حضرت ابو بکر کی مشارکت کے واقعہ کو حسب ذیل محدثین ومورخین کی عبارت مین ملاحظہ فرما کر تبلایا جاوے کہ ان حضرات کی مرویات مین۔ حضرت ابو بکر کی مشارکت کا کہین ذکر و مذکور بھی ہے۔

محدث شیرازی لکھتے ہین۔

عباس وعلیؑ وفضل وقثم پسران عباس و اسامہ بن زید وصالح حبشی کہ آزاد کردۂ رسولؐ بود و شقران لقب داشت آن سرور را بر داشتہ در اندرون کلبۂ آوردند وبغسل مشغول شدند و عباس فرمود تا در را بر روے مردم بستند ودر غسل آنسرور بغیر ازان شش مرد کہ مذکور شد ہیچکس در نیامد دروایتے آنکہ انصار بیرون فریاد بر آوردند کہ اے اہلبیت ما اخوان آنحضرت ایم و حق قرابت و خدمت ما باوے ہمہ را معلوم است و صدق و اخلاص ما در اسلام بر ہمہ روشن است۔ یک کس باید کہ از ما پیش شما باشد

حضرت عباس حضرت علیؑ۔ فضل وقثم پسران عباس اسامہ بن زید صالح حبشی جو آنحضرت صلعم کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور جس کا لقب شقران تھا۔ آپکو اٹھا کر حجرہ مین لے آئے اور غسل مین مصروف ہوئے حضرت عباس نے کہا کواڑے بند کر دو اور غسل مین سوائے ان چھ آدمیون کے اور کوئی دوسرا موجود نہین تھا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ باہر سے انصار نے فریاد کی کہ اے اہلبیت رسولؐ ہم بھی جناب رسولخدا صلعم کے بھائی ہین اور ہماری قرابت و خدمت آنحضرت صلعم کے ساتھ سب کو معلوم ہے اور اسلام مین ہمارا اخلاص اور صداقت بھی سب پر روشن ہے۔ اس بنا پر

تا باراشرف حاصل شود واز دولت تعهد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محروم نہ
مانیم درروایتے آنکہ اوس بن خولی خزرجی انصاری
گفت اے علیؑ بن ابی طالب سوگند
میدہم ترا بخدا کہ مرا اجازت دہ تاکہ درآیم امیرؑ
ویرا دستوری داد کہ آید۔ فاما درغسل ہیچ مدخل
نداشت درروایتے است کہ ازچاہ سعد بن خیثمہ
آب می کشید ومی آورد واہل بیت غسل
میدادند۔ اسامہ وشقران آب می ریختند
وفضل پیراہن راازبدن وے جدا نگاہ می داشت
تا علی علیہ السلام بآسانی جسد اطہر آن سرور رامی شست
وعباس وقثم درگردانیدن ویرا از طرفے بطرفے
اعانت وامداد حضرت علیؑ می نمودند سہ
نوبت بہ آب ورق کنار وآب خالص آنحضرت
صلعم راشستند صـ ۵۶۴

لازم ہے کہ ہم لوگوں میں سے بھی ایک آدمی آپ کی خدمت
غسل میں شریک کر لیا جاوے کہ ہم کو بھی یہ شرف حاصل ہو اور ہم
بھی خدمت رسولؐ سے محروم نہ رہجائیں۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ اوس بن خولی خزرجی انصاری نے چلا کر کہا اے علی ابن ابی
طالب۔ آپ کو میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے اندر آنے کی اجازت
دیجائے۔ حضرت امیرؑ نے اوسکو اندر آنے کی اجازت عنایت فرمائی
اور وہ اندر آیا لیکن اوس نے غسل میں کوئی مداخلت نہیں کی
ایک روایت میں ہے کہ اوس چاہ سعد بن خیثمہ سے صرف پانی
لاتے تھے اور آپکے اہلبیت آپکو غسل دیتے تھے۔ حضرت علیؑ
قبلہ رو آپ کی میت کو غسل دیتے تھے اور عباس وقثم آپ کے
جسم مطہر کو ایکطرف سے دوسریطرف بدلتے تھے۔ فضل آپ کے کپڑوں
کی حفاظت کرتے تھے۔ اور اسامہ وشقران پانی ڈالتے تھے حضرت
علیؑ آپکو آہستگی اور بجمیع خاطر غسل دیتے تھے۔ تین مرتبہ
بیری کی پتیوں کے اور ٹالے ہوئے پانی سے اور اتنی ہی مرتبہ آب
خالص سے آپکو غسل دیا گیا۔ اور اسطرح غسل کا کام انجام پایا۔

کہیں حضرت ابوبکر کی شرکت یا موجودگی وقت غسل کا ذکر نہیں ہے۔

مورخ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں

تولی غسلہ علی والعباس والفضل وقثم ابنا
العباس واسامۃ بن زید وشقران مولی النبی
صلعم وکان العباس وابناءہ یقلبونہ و
اسامۃ وشقران یصبان الماء
وعلی یغسلہ۔

رسول اللہ صلعم کے غسل کے متولی حضرت عباس علی فضل قثم
ابنائے عباس اسامہ بن زید وشقران مولی رسول اللہ صلعم تھے
عباس اور ان کے صاحبزادے میت مبارک کو اس طرف
اسطرف پھیرتے تھے۔ اسامہ وشقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت
علیؑ غسل دیتے تھے۔

اس میں بھی حضرت ابوبکر کی موجودگی کا ذکر نہیں۔

تاریخ خمیس دیار بکری میں ہے۔

وکان العبّاس والفضل یقلبونه وکان اسامة وشقران یصبّ الماء واعینهم معصوبة

عباس اور فضل آپ کے جسد اطہر کو ادھر ادھر پلٹتے جاتے تھے اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے اور سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی تھیں

اس میں بھی حضرت ابوبکر کی حاضری کا نام نہیں۔

حضرت علیؑ کی غسل رسول کیلئے خصوصیت

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لا یغسله احد غیری فانه لا یری عورتی احد الا طمیت عیناه

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کو غسل نہ دے اس لئے کہ جو کوئی آپ کی عورتین کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائیگا۔

سوائے حضرت علیؑ مرتضیٰ کے اور سب کی آنکھوں پر پٹی بندھنے کی یہ وجہ تھی۔

تاریخ ابن ہشام میں یہ عبارت مرقوم ہے۔

حدثنی عبد الله بن ابی بکر وحسین بن عبد الله وغیرهما من اصحابنا ان علی بن ابی طالب والعباس بن عبد المطلب والفضل بن العباس وقثم بن العباس واسامة بن زید وشقران مولی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم هم الذین ولوا غسله وان اوس بن خولی احد بنی عوف بن الخزرج قال لعلی بن ابی طالب انشدك الله یا علی وحظنا من رسول الله صلعم وکان اوس من اصحاب رسول اللهؐ و اهل بدر قال ادخل فدخل المجلس وحضر غسل رسول الله صلعم فاسنده علی ابن ابی طالب علیه السلام الی صدره وکان العباس والفضل وقثم یقلبونه معه وکان اسامة بن زید وشقران مولاها اللذان یصبان الماء علیه وعلی یغسله۔

عبد اللہ بن ابوبکر اور حسین بن عبد اللہ وغیرہما ہمارے اصحاب رواۃ نے بیان کیا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب۔ عباس بن عبد المطلب اور فضل بن عباس اور قثم بن عباس۔ اسامہ بن زید اور شقران آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ یہ وہ بزرگوار تھے جو غسل و کفن رسول اللہ صلعم کے مہتمم خاص تھے اور اوس بن خولی نے جو بنی عوف بن خزرج کے قبیلہ انصار میں سے رسول اللہ صلعم کے صحابی اور شرکاء بدر میں تھے۔ چلا کر کہا اے علیؑ بن ابی طالب میں آپکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہمکو بھی خدمت رسولؐ سے سرفراز فرمایئے۔ آپ نے ان کو اجازت دیدی اور وہ اندر آکر حاضر خدمت غسل ہوئے۔ عباس۔ فضل اور قثم آپکو غسل دینے میں اس کروٹ سے اوس کروٹ کرتے تھے حضرت علیؑ سینہ سے لگائے تھے۔ اسامہ بن زید اور شقران آپ کے غلام آپ پر پانی ڈالتے تھے اور علی بن ابی طالب میت مبارک کو غسل دیتے تھے۔ جلد سوم صفحہ ۶۰۳ مصر

اب شبلی صاحب اور ان کے مؤیدین سمجھیں کہ آپ کے واقدی ایسے مجہول السند شخص کا قول موضوعہ و منفردہ اتنے علمائے محدثین و مورخین کے اقوال متواترہ و متکاثرہ کے مقابلہ میں کیسے قابل تسلیم سمجھا جائیگا۔ آپ نے حضرت ابوبکر کی

ہوا خواہی ہیں یہ جبر اور ڈاڈی جو سراپا خلاف واقعیت اور معارض اصلیت ہے پہلے آپ اسوقت حضرت ابوبکر کی ہاں موجودگی ثابت کر لیں پھر اوس بن خولی کو اجازت دینا نہ دینا بیان کرینگے۔ آپکے امام واقدی کی ایک روایت مجہول و موضوع کے مقابلہ میں حدیث و تاریخ کے اتنے اسناد قوی الاعتماد و الاستناد لکھدیئے گئے ہیں جو پوری طور سے ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہ اسوقت موجود تھے نہ اوس نے آپ سے اجازت مانگی اور نہ آپنے دی بلکہ اوس بزرگ محترم نے اوس بن خولی کی استدعا پر اوسے خدمت غسل میں صرف حاضر باشی کا شرف خاص عنایت فرمایا۔ جو منجانب الرسولؐ آپکے غسل و تکفین کے لئے قبل سے مامور ہو چکا تھا ھذا افضل اللہ یوتیہ من یشاء ان اللہ ذوالفضل العظیم

غسل کے بعد تکفین کی تفصیل یون فرمائی گئی ہے۔

کفن کے لئے جو کپڑا تجویز کیا گیا تھا وہ حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبداللہ کی یمن کی لائی ہوئی چادر تھی۔ لیکن بعد کو اوتار لی گئی۔ اور تین سوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے۔ کفن میں دیے گئے۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہین تھا۔ سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۴۴

جب آپ لکھکر خود اقرار کرتے ہین کہ عبداللہ بن ابوبکر کی لائی ہوئی چادر با رچہائے کفن میں استعمال نہین ہوئی بلکہ اوتار لیگئی۔ تو پھر اسکے بیان و نقل کی کیا ضرورت تھی۔ وہی حضرت ابوبکر کی ہوا خواہی۔ اگرچہ بالکل واہی و زبوں ہوا خواہی سہی۔ ایک تو امام مسلم صاحب ہی کی خوش فہمی ہے جنھوں نے خود اپنے منسوخ اور انکاری واقعہ کو لکھا اور سپر آپکا طریقہ استخراج و استنباط اور مستزاد ہے کہ آپنے ایسے ناقابل الذکر واقعہ کو سمجھکر بھی نقل کر دیا لیکن آپ یا مسلم صاحب کیا کرین مطلب دونوں کا ایک مدعا مساوی اور غرض مشترک۔

افسوس تو اس پر ہے کہ حضرت ابوبکر کے ساتھ تو خلوص عقیدت کی یہ پرجوشی تھی لیکن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و منزلت کیطرف سے بالکل بیخبری اور گران گوشی۔ اتنا بھی خیال نہ آیا کہ آخر وہ عبداللہ کی چادر کیوں اوتار لی گئی اسلئے کہ عموماً تمام منتطبع مسلمان مردون کیلئے مکان غسل۔ آب غسالہ ملبوس کفن اور مقام قبر اوسکی ملکیت خاص ہونا چاہیئے۔ ان میں سے کسی شے کے لئے اوسکو دوسرونکا زیر بار احسان نہین ہونا چاہیئے جب عام مردون کے لئے خدا اور رسولؐ نے شرائط قائم فرما دیے ہین تو پھر رسول اللہؐ کی میت کیونکر مال غیر کے احسان کی زیر بار کیجاتی اس لئے حضرات اہلبیت اور بزرگان بنی ہاشم نے ایک منٹ کے لئے بھی اسے گوارا نہ کیا اور عبداللہ کی دی ہوئی چادر فوراً اتار لی

اگر شبلی صاحب اس واقعہ کیساتھ یہ توجیہ بھی قلمبند فرما دیتے تو اصل حقیقت بھی معلوم ہو جاتی اور بنی ہاشم کی غیرت و حمیت۔ مگر آپ کیسے لکھتے۔ یہ تو اوصاف بنی ہاشم کی تفضیل ہو جاتی۔ جو ہمیشہ سے ناگوار طبع لطیف ہے۔ جتنی تاریخ و حدیث کی کتابیں میرے پیش نظر ہین۔ انمین عبداللہ کی چادر کا کہین ذکر نہین ہے۔ اسلئے کہ جب وہ پارچہائے کفن

سے خارج کر دی گئی تو پھر اوسکے نقل کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ سمجھکر کسی نے بھی اوسے نہ لکھا۔ ابن ہشام تکفین کے متعلق صرف اتنی عبارت لکھکر تمام کر دیتے ہین۔

قال ابن اسحٰق فلما فرغ من غسل رسول اللہ صلعم کفن فی ثلاثۃ اثواب ثوبین صحاریین و بردۃ حیرۃ	جب آنحضرت صلعم کے غسل سے فراغت ہو گئی۔ تو تین پارچون مین آپ کو کفن دیا گیا جس مین دو موٹے کپڑے تھے اور ایک حیرہ کی چادر تھی۔

روضۃ الاحباب مین یہ تصریح ہے۔

آنگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در سہ جامہ سفید سحولی کہ در ہیچ کدام از انہا قمیص و عمامہ نبود۔ کفن کردند۔	پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین پارچہائے سحولی جن مین عمامہ اور قمیص نہ تھی کفن پہنایا۔

کوئی شخص عبد اللہ کی چادر کا حال نہین لکھتا۔ مگر شبلی صاحب لکھتے ہین۔ اور پھر لکھنے کے بعد یہ بھی لکھتے ہین کہ وہ چادر اوتار لیگئی۔ پھر لکھنے سے فائدہ؟ اس راز کو صرف شبلی صاحب تبلائین گے؟

اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

و در روایتے آنکہ کفن وے دو جامہ سفید و یک برد یمانی بود و مشک و حنوط بر کفن و سجدہ گاہ وے پاشیدند و چون از این امور فارغ گشتند وے را بر سریر بجز ابانیدند چنانکہ وصیت فرمودہ بود۔ صفحہ ۵۶۴	اور ایک روایت مین منقول ہے کہ دو جامہ سفید اور ایک بردیمانی کا آپ کو کفن دیا گیا اور مشک و حنوط کفن مبارک و سجدہ کی جگہون پر مل دیا گیا جب ان امور سے فراغت ہو گئی تو آپ کے جنازے کو چارپائی پر آپ کی وصیت کے مطابق رکھدیا۔

تدفین رسول صلعم تدفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

مدینہ مین دو صاحب قبر کھودنے مین ماہر تھے۔ حضرت ابو عبیدہ جراح اور ابو طلحہ انصاری۔ حضرت ابو عبیدہ اہل مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودتے تھے۔ اور ابو طلحہ مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی۔ لوگون مین اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اختلاف مناسب نہین۔ دونو آدمیون کو بلا بھیجنا چاہیئے۔ جو پہلے آجائے لوگون نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ حضرت عباسؓ نے دونون صاحبون کے پاس آدمی بھیجے۔ اتفاق یہ کہ ابو عبیدہ گھر موجود نہ تھے ابو طلحہ آئے اور ان ہی نے مدینہ کی رواج کے مطابق قبر کھودی جو لحدی تھی یعنی بغلی نہین تھی۔ زمین چونکہ نم تھی اسلیئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی وہ قبر مین بچھا دیا گیا۔

شبلی صاحب کی موقع شناسی کبھی چوکنے والی نہین۔ وفات کے حالات مین آپ کن کن قلمکاریون سے شیخین کی متفقہ اور مسلمہ غیر حاضری اور عدم موجودگی کیخلاف ہر واقعہ مین خواہمخواہ اینچ تان کر اونکی مشارکت اور مداخلت تو کہان کم سے کم

حاضری اور موجودگی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان حالات کے آغاز ہی میں لکھ آئے ہیں اور اقوال متواترہ سے ثابت کر آئے ہیں کہ حضرات شیخین غسل و کفن و دفن رسول اللہؐ میں شریک نہیں تھے پھر ان میں سے کسی صاحب کی اسکی طرف نسبت یا اشارت کرنا کسقدر خلاف واقعیت اور معارض حقیقت ہے۔ مگر نہیں شبلی صاحب کے اکثر سلف صالحین نے اس داغ کے مٹانیکی کوشش کی ہے شبلی صاحب بھی انہیں کی تقلید میں اپنے حسن عقیدت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور ابن ماجہ کے اس موضوعہ اضافہ کی اسناد سے جو محض حضرت عمر کی خیر خواہی کے لئے تیار کیا گیا ہے لکھتے ہیں

"لوگوں میں (بغلی اور لحادی کھودی جانے کے متعلق) اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمر نے کہا اختلاف مناسب نہیں۔ دونوں آدمیوں کے پاس آدمی بھیجا جاوے جو پہلے آجاوے "

جب یہ مسلم ہو چکا ہے کہ حضرات شیخین وفات رسولؐ کے بعد تجہیز و تکفین وغیرہ کا اہتمام حضرات اہلبیت و بزرگان بنی ہاشم سے متعلق کر کے خود مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف نظم خلافت کی غرض سے تشریف لیگئے جیسا کہ محدث شیرازی خود حضرت ابوبکر کی زبانی نقل فرماتے ہیں۔

ابوبکر صدیق تعزیتہ و تسلیۂ اہلبیت بجا آورد و گفت ہم غسل و تجہیز و تکفین آن سرور تعلق بشما دارد و خود با اکابر مہاجر و انصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت را قرار دہد و اہل بیت کار سازی غسل می کردند۔

حضرت ابوبکر آئے اور رسم تعزیت و تسلی بجا لا کر اہلبیت سے کہنے لگے کہ غسل و تجہیز و تکفین رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا انتظام آپلوگ کریں۔ یہ فرما کر خود اکابر مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہو گئے کہ امر خلافت کو قرار دیں۔ ص ۵۶۳

حضرات اہل بیتؑ آنحضرت صلعم کے غسل و کفن میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ابوبکر نے غسل و تکفین وغیرہ کی خدمت اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ کیوں مخصوص کر دی تھی؟ اس میں بھی خاص مجبوری تھی۔ اسلئے کہ خود مخبر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث ان کے پیش نظر تھی۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لایغسله احد غیری فانه لایری عورتی احد الاطمست عیناه

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجھسے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آنحضرت کو غسل دے تو آپکی عورتین دیکھیگا وہ اندھا ہو جائیگا

بہر حال جب ثابت ہو چکا ہے کہ تجہیز و تکفین کے آغاز ہی سے حضرات شیخین تنہا بھی نہیں بلکہ تمام اکابر مہاجر و انصار کو لیکر سقیفہ بنی ساعدہ کیطرف تشریف لیگئے تھے تو پھر ان امور کی انجام دہی کیوقت یہ حضرات یا ان میں سے کوئی حضرت عمر کے ایسا فرد واحد موجود کہاں تھا جو ان کو مشورہ دیتا یا ہدایت کرتا کسی حدیث و تاریخ کے عنوان بیان سے یہ بھی تو ظاہر نہیں ہوا کہ حضرات بیک وقت دونوں کام انجام دیتے تھے سقیفہ میں امور امامت و خلافت بھی سنبھالتے تھے اور وہاں سے بار بار آکر جسد رسولؐ پر پانی بھی ڈالتے تھے اور کفن بھی پہناتے تھے اور اگر کوئی صاحب اپنی خدمت کے اظہار سے اس کا

اعتبار فرمائیں۔ تو مسلمہ جمہور کے مخالف ہونے کے علاوہ۔ خود حضرت ابوبکر صدیق کے اُس قول و حکم کے معارض ثابت ہوگا جو خاص طور پر ان امور کی نسبت حضرات اہلبیت و سائر بنی ہاشم کو دے چکے تھے شبلی صاحب تو اپنے مفید مطالب ذرا سا شوشہ بھی پاکر بلا خیال پس و پیش لکھ مارتے ہیں اور ذرا بھی خیال نہیں فرماتے کہ کین رہ کہ میروی بترکستان است۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے موقعوں کے لیے آپ کی سیر صحاح کے مجلدات ہیں جو پہلی تو آپ کے عقاید کی کتابیں ہیں پھر اُس کے بعد ہر قسم کے موضوعات و غیر موضوعات مرویات کے ذخیرے۔ اگر وہ قابل تسلیم ہونگی تو آپ کے نزدیک دوسرے فقہائے اسلامی اُن پر کیوں اعتبار کرنے لگے۔ آپ نے اپنے دیباچہ کتاب میں ترجیح حدیث علی التاریخ کا جو طلسم باندہا تھا اور جس کا تار تار تبصرہ اسوۃ الرسول جلد اول میں جدا جدا کر دیا گیا ہے۔ وہ اسی غرض و غایت سے تو تھا ہی اب محققین ناظرین خود تصفیہ فرمالیں کہ ان واقعات کی تفصیل و تصریح علم حدیث کا موضوع صحیح قرار پاتی ہے یا علم سیر و تاریخ کا اصلی مقصود۔ اگر انکی عقل سلیم ہے اور سیر و تاریخ کی سیر کا مذاق صحیح ہے تو وہ ان واقعات کی تفصیل و تشریح کو کبھی احادیث کا موضوع نہیں بتلا سکتے۔ بلکہ صرف سیر و تاریخ ہی کو ان کا ماخذ خاص قرار دیں گے جب ان واقعات کی حقیقی ماخذ کتب تاریخ ہی قرار پائیں گی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ عرب کی سب سے قدیم کتاب تاریخ ابن ہشام کی کیا صورت حال پائی جاتی ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں مرقوم ہے۔

حدثنی حسین بن عبد اللہ عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما ارادوا ان یحفروا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان ابوعبیدۃ بن جراح یحفر لحفر اھل مکۃ وکان ابوطلحۃ زید بن سہل ھو الذی یحفر لاھل المدینۃ فکان یلحد فدعا العباس رجلین فقال لاحدھما اذھب الی ابی عبیدۃ بن الجراح وللآخر اذھب الی ابی طلحۃ اللھم خر لرسول اللہ صلعم فوجد صاحب ابوطلحۃ فجاء بہ فلحد لرسول اللہ صلعم	حسین بن عبد اللہ نے عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی قبر کھودنے کا انتظام ہونے لگا تو ابو عبیدہ بن جراح اہل مکہ کے دستور کے مطابق قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ جن کا نام زید بن سہل تھا وہ اہل مدینہ کے رواج کیموافق قبر کھودتے تھے اور وہ لحدی ہوتی تھی حضرت عباس نے دو آدمی بلائے اور اُن میں سے ایک کو ابو عبیدہ بن جراح کے پاس بھیجا اور دوسرے کو ابو طلحہ کے پاس اور فرمایا خدایا اپنے رسول صلعم کے لئے ان میں سے کسی کو بھیجدے۔ اتفاق سے ابو طلحہ کے پاس فرستادہ آدمی ابو طلحہ کو مل گیا اور وہ اس کے ساتھ چلے آئے اور انھیں نے آنحضرت صلعم کی قبر کھودی۔

ص ۱۰۲ ج ۳ مطبوعہ مصر

لیجئے اس میں بھی نہ معارضہ ہے اور نہ حضرت عمر کا محاکمہ۔ نہ سوائے مخصوصین بنی ہاشم کے لوگوں کا اجماع ہے اور نہ آپس میں نزاع۔ کچھ بھی نہیں۔ یہ سب سامان تو صرف حضرت عمر کی حاضری اور موجودگی ظاہر کرنے کے لئے

مہیا کئے گئے تھے۔ سب سے سوا اس سراپا موضوع واقعہ کی خوبی تو یہ ہے کہ ابتدائی حالات تو دونون عبارتون مین لفظاً لفظاً ایک ہی پائے جاتے ہین حضرت عمرؓ کے ذکر سے جو اصل جوڑ لگایا گیا ہے اُس کے الفاظ صاف صاف مصنوعی ہونے کا فرق بتلا رہے ہین۔ چنانچہ شبلی صاحب بھی اپنی عبارت مین حضرت عمرؓ کا محاکمہ لکھکر اصل و موضوع کا یون مُنھ ملاتے ہین کہ "چنانچہ" کے لفظ کو خطوط ہلالی (برائیکٹ) کے اندر رکھکر لکھتے ہین۔ حضرت عباسؓ نے دونو صاحبون کے پاس آدمی بھیجے حضرت عباسؓ کون بھیجنے والے۔ خود صاحبون نے کیون نہ بھیجے۔ کیا حضرت عباسؓ صرف آدمیون پر حکم چلانے والے تھے۔ اُنکے تنازعات کے تصفیہ فرمانے پر قادر نہین تھے۔ جو حضرت عمرؓ کو سقیفہ سے۔ اتنی دور سے اس معمولی بات کے تصفیہ و محاکمہ کے لیے زحمت دی گئی۔ حقیقت حال یہی ہے جو تاریخ ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوئی اور اسکے قبل اور علمائے محدثین و مؤرخین کے اقوال سے ثابت ہو چکی کہ اس اختلاف رائے کا تصفیہ خود حضرت عباسؓ نے اُسی صورت مین فرمالیا جس طرح تاریخ و حدیث کی متعدد کتابون سے نقل کرکے دکھلا دیا گیا ہے شبلی صاحب۔ انھین موضوعہ اضافات کو تحقیقات واقعات اور انھین جوڑ بندیون کو اپنی قلمکاری اور کمال واقعہ نگاری سمجھتے ہین۔ جسکے نقل کرنے یا لکھنے سے کیا۔ اسکے ذکر کرنے تک سے صاحبان تحقیق احتیاط و احتراز کرتے ہین۔

اسکے بعد شبلی صاحب لکھتے ہین۔

زمین چونکہ نم تھی۔ اسلیئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی۔ وہ قبر مین بچھا دیا گیا۔

قبر مین فرش پر میت کا دفن کرنا تمام اہل اسلام کے دستور عام کے خلاف ہے۔ اور خیرالقرون کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک امت اسلامیہ کے کسی اعلیٰ یا ادنیٰ طبقہ کی میت کے ساتھ یہ طرز عمل کبھی پایا گیا۔ نہ سُنا گیا۔ شبلی صاحب کو تو اسکی توجیہ و تصریح کی ضرورت نہین اور نہ آپ اسکے ذمہ دار ہین۔ ہان اگر صحابہ کرام یا حضرات شیخین کی نسبت اسکا تعلق ہوتا تو آپ اسکی توجیہ و تصریح کا انبار لگا دیتے۔ حالانکہ اصلی ماخذون مین اسکی توجیہ بھی موجود ہے اور تصریح بھی لکھکر بتلا دیا گیا ہے کہ یہ جسد مطہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی خصوصیت ہے۔ جو بعد آپکے پھر کسی مسلم میت کے ساتھ جائز نہین ہوسکتی۔ ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام کی مفصلہ ذیل عبارت۔

قد کان مولاہ شقران حین وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حفرتہ وبنی علیہ قد اخذ قطیفۃ قد کان رسول اللہ صلعم یلبسھا ویفترشھا فدفنھا	آپکے غلام شقران نے جب جسد مطہر کو قبر کے پاس لا کر رکھا تو وہ چادر جو آپ اوڑھتے ہوئے تھے اُتار کر قبر مین بچھا دی اور کہا کہ آپکے بعد کوئی دوسرا قیامت تک اسے نہین اوڑھ سکتا پس وہ چادر بھی

فی القبر وقال واللہ لا یلبسہا احد بعدک ابدا فدفنت مع رسول اللہ صلعم — قبر منور میں جسد مطہر رسول اللہ صلعم کے ساتھ دفن کر دی گئی۔ ص۱۰۱ - جلد سوم مصر

اصل ماخذ کی عبارت میں تو تھی - رطوبت یا کسی خارجی وجہ ضرورت کا نام تک نہیں - پھر آپ کا یہ قیاس نہیں تو کیا اگر آپکے قیاس کے موافق - زمین قبر کے نم ہونیکی وجہ سے قبر مطہر میں فرش کر دیا گیا تھا تو اسوقت بھی قبروں میں نمی کیا اکثر پانی نکل آتا ہی۔ مگر فرش تو نہیں کیا جاتا اور ہر وہ فرش پر تو نہیں لٹایا جاتا - اس بنا پر آپکا یہ قیاس بالکل غلط ہی حقیقت اور واقعیت وہی ہی - جو ابن ہشام نے لکھی ہے - یہ صرف جسد مطہر کی خصوصیت اور ردائے مبارک کے استعمال کی ضرورت تھی۔ اور کچھ نہیں - چنانچہ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں اسکو لکھ کر بتلا دیا ہی۔

علما گفتہ اند کہ این از جملہ خصوصیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است ص۵۶۵ — علما نے بتلایا ہے کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔

رسول کی نماز جنازہ

اسکے بعد نماز جنازہ کے متعلق لکھا جاتا ہے۔

جنازہ تیار ہو گیا۔ تو لوگ نماز کو ٹوٹے۔ جنازہ حجرے کے اندر تھا۔ باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے۔ پھر بچوں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہیں تھا"

کب جنازہ تیار رہا اکسوقت لوگ نماز جنازہ کے لیے ٹوٹے۔ کون کون آیا کب اور کس وقت آیا۔ کوئی تصریح نہیں۔ کوئی تفصیل نہیں۔ اور تو اور۔ ذرا خاص طور پر اپنے حضرات شیخین اور اصحاب عشرہ مبشرہ کی نسبت جو امر امارت اور انعقاد خلافت کے ارباب حل وعقد تھے۔ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں شرکت آپ ثابت کر لیں اور بحث امامت میں اپنی مستند کتاب عقائد نسفی کی یہ عبارت دیکھ لیں۔ تو آگے بڑھیں۔

ولان الائمۃ قد جعلوا اہم المہمات بعد وفات النبی صلعم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن۔ — مقتدایان دین نے بعد وفات رسول اللہ صلعم نصب امام کو اہم ترین مسائل تجویز کیا یہانتک کہ اسکو دفن رسول پر مقدم فرمایا۔

اور صواعق محرقہ ابن حجر کی یہ عبارت۔

بل جعلوا اہم الواجبات حیث اشتغلوا بہ عن دفن رسول اللہ ص — نصب امام کو صحابہ کرام نے واجبات سے بھی زیادہ اہم قرار دیا اسی لیے دفن رسول کو چھوڑ کر اس میں مشغول ہوئے۔

اور شرح مواقف کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جائے۔

وترکوا لہ اہم الاشیاء وہو دفن رسول اللہ صلعم۔ — نصب امام کیلئے انھوں نے سب سے ضروری اشیاء کو چھوڑ دیا اور وہ دفن رسول صلعم تھا۔

اب شبلی صاحب اور اُنکے مؤیدین یا شائقین محققین اور ناظرین کتاب خود تصفیہ فرمالیں کہ مرقومۂ بالا عبارات جو اُنکے محدثین معتبرین اور علماے متبحرین کے اقوال استدلالیہ و ارشاد احتجاجیہ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اُنکی حاضری موجودگی اور مشارکت تو ثابت ہوتی ہی نہیں۔ جنازہ مطہر پر بقصد نماز اُنکا ٹوٹنا آپ کیسے ثابت کر سکیں گے۔ اگر ثابت کرینگے تو اسی طرح کہ پہلے ان کتابوں کو پانی میں ڈبو کر اتباع عقاید اور تبعیت اسلاف سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھو لینا ہوگا۔ والا فلا۔

ہاں ہم بھی ایک حد تک شبلی صاحب کے اس لکھنے کو صحیح مانتے ہیں کہ لوگ طیاری جنازہ کے بعد نماز کے لئے ٹوٹے جن میں بوڑھے، جوان، بچے اور عورتیں تھیں جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ مگر وہ کون لوگ تھے غربا اور مساکین مدینہ اور قرب و جوار کے مسلم تھے جو وفات رسول صلعم کی خبر سنکر حاضر ہوئی تھیں۔ وہی باری باری سے آکر جنازۂ رسول صلعم پر نماز پڑھنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئیں۔

امامت نماز کا مسئلہ بھی جو اہ مخواہ حضرت ابوبکر کا فیصلہ بتلایا جاتا ہے۔ محدث شیرازی کی عبارت سے یہ بھی حضرت علی کا خاص حکم و ہدایت معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب کی مفصلۂ ذیل عبارت۔

ترتیبی کہ در خبر ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقرر فرمودہ بود فوج فوج در آمدند و ہر یک نماز علحدہ گذاردند و علیؑ گفت ہیچکس امامت نکند برآنکہ وے امام شماست ہم در حیات و ہم در ممات۔

اور روایات میں جو ترتیب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لوگ فوج فوج آتے گئے اور علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے گئے حضرت علیؑ نے فرمایا کوئی شخص امامت نکرے اس لیے کہ پیغمبر حالت حیات و ممات دونوں میں تمھارا امام ہے۔

سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ مفصلۂ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بطرف سر جنازہ ایستاد و گفت اے پیغمبر گرامی و دے نبی ہدی نامی۔ سلام و رحمت و برکات حق تعالیٰ بر تو باد۔ بارخدایا ما گواہی میدہیم کہ وے رسانید آنچہ بروے نازل شدہ و شرط نصیحت و موعظت بجا آوردہ و در راہ خدا جہاد کردہ تا عزیز گردانید حق تعالیٰ دین خود را بارخدایا مارا از آن جملہ گردان کہ پیرو آن باشیم

حضرت علی مرتضیٰ جنازہ مطہر کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہوئے اور فرمایا یا رسول گرامی منزلت نامی مرتبت تمھارے بزرگ برتر کا سلام رحمت اور اسکی برکت آپ پر نازل ہو۔ بارالہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے امور رسالت جو آپ پر نازل ہوتے تھے ہمکو پہنچا دیے اور جو شرایط نصیحت و موعظت رسالت تھے انکو پورے طور بجا لائے اور خدائی راہ میں جہاد کیا یہانتک کہ خدا سبحانہ تعالیٰ نے دین کو غالب بنایا۔ پروردگار تو ہمکو ان لوگوں کا پیرو و ظہیر اور تابعدار بنا

کہ بروے نازل شدہ و میان ما و او در روز قیامت جمع کن مردم آمین گفتند۔ ص۵۶۵ | نازل فرمایا ہے اور ہم مین اور ان مین بروز قیامت یکجائی (اتحاد) عطا فرما۔ سب لوگون نے آمین کہی۔

اس کے بعد۔ جیسا کہ مرویات مرقومہ بالا مین تصریح ہے۔ لوگ آتے گئے۔ نماز پڑھتے گئے۔ اور واپس جاتے گئے غرض جو آئے۔ وہ آئے۔ جو نہ آئے وہ نہ آئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہو گئے دفن کے بعد آنے والون نے قبر مبارک پر نماز پڑھ دی۔

لاش مطہر کو لیکر قبر مین اُترنے والے حضرات

شبلی صاحب دفن کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

جسم مبارک کو حضرت علی، فضل بن عباس، اسامہ بن زید اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے قبر مین اُتارا۔

پھر اس عبارت پر نمبر ۲ دیکر لکھا جاتا ہے۔ ابوداؤد کتاب الجنائز۔ ابن ماجہ اور ابن سعد مین اسامہ بن زید اور عبدالرحمن بن عوف کے بجائے قثم بن عباس اور شقران (غلام خاص) کے نام ہین۔ ارباب نظر جانتے ہین کہ ان دونون روایتون مین کس کو ترجیح ہے۔

اس عبارت حاشیہ لکھنے پر بھی شبلی صاحب نے اپنے بیان کو مبہم ہی رکھا۔ اور کھل کر یہ نہ لکھا کہ آخر دونون روایات مین صحیح اور قابل ترجیح کون ہے جب تصفیہ منظور ہی نہین تھا۔ تو نظریہ یا حاشیہ چڑھانے کی ضرورت کیا تھی اور جب ناظرین ہی کے تصفیہ پر چھوڑ دینا تھا تو اصل عبارت کتاب ہی۔ ابن ماجہ اور ابن سعد والی روایتون کو بھی لکھدیا ہوتا کھل کر لکھتے تو آپ مین جرأت کہان۔ مگر ہان حاشیہ کی عبارت آپ کی چھپے ڈھکے مراد یہ ہے کہ ابوداؤد والی روایت جس مین حضرت سعد بن ابی وقاص کی شرکت دفن ثابت ہوتی ہے۔ قابل ترجیح ہے۔ اسلیے کہ حضرت سعد سقیفہ کے رکن ممتاز تھے اور اصحاب حل وعقد مین سب سے پیش پیش۔ پھر وہ کیسے پیچھے رہجا سکتے ہین گے۔ حالانکہ یہ دلیل خلاف واقع ہونیکے علاوہ شبلی صاحب کے اصول مقرر کردہ کے مخالف بھی ثابت ہوتی ہے۔ اسلیے کہ کتب صحاح مین جو پایہ سنن ابوداؤد کا ہے وہی سنن ابن ماجہ کا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ابن ماجہ پر مرویات ابی داؤد کو ترجیح دی جائے گی۔ اس کے علاوہ۔ ابوداؤد منفرد ہین۔ انکی تائید مین آپ کسی دوسرے کا قول لکھتے نہین۔ ابن ماجہ کی تائید مین آپ ابن سعد کا قول مؤید خود لکھ رہے ہین جب دونون روایتون مین یہ فرق مابہ الامتیاز معلوم ہوتا ہے تو ہم بھی شبلی صاحب کے الفاظ مین لکھنے کے مجاز ہین کہ ارباب نظر جانتے ہین کہ ان دونون روایتون مین صحیح اور قابل ترجیح کون ہے لیکن ہمارے اس لکھدینے سے بھی وہی شبلی صاحب کی طرح ابہام رہجاتا ہے اور فیصلہ نہین ہوتا۔ اس لیے ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور ابن سعد سے قدیم تر ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے اور دیکھا جائے

اس میں کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ابن ہشام سے زیادہ قدیم ماخذ تاریخی مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ اس میں دفن رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت صاف صاف تحریر ہے۔

قال ابن اسحاق وکان الّذی نزلوا فی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی بن ابی طالبؑ الفضل بن عبّاس و قثم بن عبّاس و شقران مولی رسولؐ اللہ صلعم ۔	ابن اسحاق کہتے ہیں۔ وہ لوگ جو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں اُترے وہ علی ابن ابی طالب۔ فضل بن عباس۔ قثم بن عباس اور شقران آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔

شبلی صاحب کی غرض خاص تو بنی ہاشم اور اہلبیتؑ کے خصائص کا استخفاف ہے۔ جو آپ کی تمام تالیف کا موضوع خاص ہے اس لیے آپ ایسے موقعوں پر اپنے ان ذخائر موضوعات سے کام لیتے ہیں۔ جو محدثین کے صرف جوش عقیدت اور خود غرضی کے اضافات ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ نہ واقعیت سے ان مرویات کو کوئی واسطہ ہے اور نہ اصلیت سے کوئی سروکار۔ ہم تجہیز و تکفین کے وقت ہی سے لیکر اسوقت تک برابر اور مسلسل طور پر اقوال متواتر سے لکھتے اور ثابت کرتے آئے ہیں کہ حضرت ابوبکر کے حکم کے موافق گویا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام آخری خدمات کو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السّلام تھے اور بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ خدمات جو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السّلام تھے۔ من اولہا الی آخرہا بلا مشارکت احدے و مداخلت غیرے انھیں افراد مبارک نے انجام دیئے۔ پھر ان اخبار متواترہ اور مختار متکاثرہ کے مقابلہ میں کسی شخص خاص کی مداخلت و مشارکت کا اظہار اور پھر اس اظہار پر اصرار تو بدیہیات سے انکار ہے اور بالکل خلاف اصول روایت و درایت ہے فافہم فتدبر۔

حقیقت دفن وہی ہے جسے خود شبلی صاحب گو یا حاشیہ میں لکھ بھی چکے ہیں کہ علی ابن ابیطالب فضل ابن عباس قثم ابن عباس اور شقران نے قبر میں اُتارا۔ اور یہی حقیقت حال تمام قدیم ماخذوں کا مختار ہے اب خود غرضی نفسانیت اور تقلید اسلاف جتنے چاہے حاشیے چڑھا لے اور جیسے چاہے اضافات بڑھا لے۔ وہ مشتے بعد از جنگ کا فایدہ دیں گے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جذبات بھی حضرت علی مرتضیٰ کے محض خلوص و عقیدت کی بنا پر مبنی نہیں تھے بلکہ آپ ان تمام خدمات کی انجام دہی اور بجا آوری پر منجانب رسولؐ انکی وصیت کے موافق پہلے سے مامور ہو چکے تھے۔ اور غالبًا یہ وہی رازداری کے امور خاص تھے۔ جو قریب وفات آنحضرت صلعم نے باصرار تمام

حضرت علی کو بلوا کر اذرا اپنی روانے خاص میں لیکر - ان سے ارشاد فرماتے تھے جیسا کہ حالات وفات میں پوری تفصیل سے بیان ہوچکا ہے اور ضرورتاً پھر ایک سند نقل کردیجاتی ہے علامہ دیلمی لکھتے ہین -

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم یا علی انت تغسل جثتی وتؤدی دینی وتواری جسدی فی حفرتی وتفی بذمتی وانت صاحب لوائی فی الدنیا والاخرۃ -

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے تھے یا علی تم مجھے غسل دوگے میرے قرض کو ادا کروگے اور جو کچھ میرے ذمے ہے اسے ادا کروگے - مجھے میری قبر میں اتاروگے اور دنیا و آخرت میں میرے علمبردار ہوگے -

بہرحال - ان تمام تفصیلات و توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تمام آخر خدمات حضرت علی مرتضیٰ نے بالنفس النفیس ہمراہی بزرگان بنی ہاشم اس احتیاط و اہتمام خاص سے انجام دین کہ اسکی لطافت، پاکیزگی اور نظافت کو کوئی غیر بنی ہاشم ہاتھ نہ لگا سکا اور یہ خدمات حقیقت میں - اُن یقینیات کے موافق اور بدیہیات کے مطابق تھے جو حضرت علی مرتضیٰ نے - رفاقت وحمایت اور نصرت و خدمت رسالت کے اُن وعدون کی طرح جو آپنے سولہ برس کے سن میں - دعوت قریش کی معرکۃ الآرا مجلس میں فرمایا تھا - آغاز نبوت سے لیکر انتہائے خدمت رسالت تک تمام فرمادیا - وان ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء انہ ذو الفضل العظیم -

دفن سے فراغت ہوچکی تو محدث شیرازی لکھتے ہین -

آنگاہ خاک بر قبر آن سرور ریختند وصورت قبر او را مسطح ومربع ساختند وآب بر آن پاشیدند و بمقدار یک شبر از زمین بلند گردانیدند و آب بر آن پاشیدند (روضۃ الاحباب صفحہ ۵۶۵)

اسکے بعد آپ کی قبر مطہر پر مٹی ڈالدی - اور صورت قبر کو مسطح اور ایک روایت کے موافق ماہی پشت بنایا اور زمین سے ایک بالشت اونچا کیا اور اسپر پانی چھڑک دیا -

اس کے آگے لکھتے ہین -

چون از دفن فارغ گشتند اول بدر خانۂ فاطمہ زہرا علیہا السلام آمدند وتعزیت وتسلیت بتقدیم رسانیدند پرسید کہ پیغمبر خود را دفن کردید - گفتند آرے - فرمود شما را چون از دل بر آمد کہ خاک بر آن سرور پاشیدید آخر او نبی الرحمۃ نبود جواب ندادند یا بنت رسول اللہ

جب دفن سے فراغت ہوگئی تو سب سے پہلے لوگ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر ماتم پرسی اور تسلی کے لیے آئے تو جناب سیدہؑ نے لوگون سے پوچھا کہ اپنے پیغمبر کو دفن کر آئے - سب نے عرض کی - ہان - فرمایا تم سے یہ کیسے ہوا کہ تم نے جسم مطہر پر مٹی ڈالی کیا وہ نبی رحمت نہین تھے - عرض کی کہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاطر ما بجہت این معنی خود اندوہناک بود ۔

یہ امر خود ہم پر نہایت شاق تھا ہم اس پیکر کو کیسے خاک کے اندر دیکھ سکتے تھے ۔ جس نے زمین سے اٹھا کر ہمکو اونچا کیا تھا ۔

در خاک فتادہ چون توانم دیدن
آنکس کہ مرا ز خاک برداشتہ بود

لیکن از حکم ربانی چارہ نیست ۔

لیکن حکم ربانی سے کوئی چارہ نہیں ہے ۔

مرثیہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

اس کے بعد جناب سیدہ نے یہ اشعار پڑھے ۔ جو اسلام کی تمام تاریخ وحدیث کی کتابوں میں مرقوم ہیں ۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا
صبت علی الایام صرن لیالیا

جس نے خاک پاک مرقد احمدی کو ایک بار سونگھ لیا وہ پھر مدت تک کسی خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہیں رکھتا

ہم پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دن پر پڑی ہوتیں ۔ تو دن رات ہو گیا ہوتا ۔

تمت بالخیر والعافیۃ

اولاد امجاد آنحضرت صلعم

جناب سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہراء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بی بیون مین سوائے جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اور کسی سے آپ کی اولاد نہین ہوئی مرویات اہل بیت کے اعتبار سے صلب رسالت سے جناب خدیجہؑ کی صرف تین اولادین ہوئین۔ دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی دونون صاحبزادے۔ قاسم اور طاہر صغر سنی ہی مین انتقال فرما گئے۔ صرف حضرت فاطمۃ الزہراء جو اصغر اولاد تھین باقی رہین۔

ماریہ قبطیہ کے بطن سے ۸ھ ہجری مین حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ لیکن چھ مہینے کے بعد وہ بھی انتقال فرما گئے۔

علمائے اہلسنت کے اعتبار سے۔ آنحضرت صلعم کے۔ دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیان پیدا ہوئین دو صاحبزادے تو بچپن ہی مین انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیان حضرت فاطمۃ الزہرا (۲) حضرت زینب (۳) حضرت رقیہ (۴) حضرت ام کلثوم۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب نے صاحبزادیون کی یہ ترتیب باعتبار عظمت و اعزاز کے فرمائی ہے۔ اس لئے اصغر اولاد جناب سیدہ کو سب سے اوّل لکھا ہے۔ ورنہ آپ کا نام نامی تو سب سے آخر مین ہونا چاہیے۔ شبلی صاحب سے اتنا ہی حفظ مراتب غنیمت ہے۔

ازواج مطہرات

جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہؑ

ازواج مطہرات مین سابقیت اور اوّلیت کا شرف آپ ہی کی خوش قسمتی کا سہرا تھا اور پھر اس استقرار و استمرار کے ساتھ کہ آپ کی حیات تک مشکوئے رسالت مین کوئی دوسری معظمہ اور محترمہ آپکی پہلونشینی کا شرف نہ پاسکین۔

آپکے والد کا نام خویلد۔ اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زایدہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت مین قصی بن کلاب پر پہونچکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ مشکوئے رسالت مین حضرت خدیجہ کے آنے اور زوجیت رسولؐ کے شرف و اعزاز پانے کے مفصل حالات جلد دوم مین بیان ہو چکے ہین اعادہ کی ضرورت نہین۔

جناب خدیجہ کی ایک بہن تھیں۔ ہالہ دونوں بہنوں میں بڑی محبت تھی دونوں بہنیں قد و قامت شکل و صورت اور آواز و انداز میں قریب قریب یکساں تھیں حضرت خدیجہ کے بعد ہالہ مدت تک زندہ رہیں بہن کے انتقال کے بعد مدینہ میں ایکبار ہالہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخدمت میں ملنے آئیں۔ آستانہ مبارک پر پہونچکر دستور آداب کے موافق اجازت چاہی آواز کی شباہت کی وجہ سے آواز سنتے ہی جناب رسولخدا فوراً جھجھک اوٹھے حضرت عائشہ موجود تھیں انسے فرمایا ہالہ آئی ہیں دروازے کھولدو مجھے ان کے پکارنے پر خدیجہ بیساختہ یاد آگئیں دونوں بہنوں کی آواز قدرتی طور پر کسقدر یکساں ہے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ کو رشک ہوا بولیں کہ آپ ایک بڑھیا کی ہمیشہ یاد کیا کرتے ہیں جو مر چکیں اور خدا نے ان سے اچھی بیویاں آپ کو دیں صحیح بخاری میں یہ روایت یہیں تک ہے لیکن استیعاب میں ہے کہ اسکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انھوں (خدیجہ) نے تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں جب میرا کوئی معین نہیں تھا تو انھوں نے میری مدد کی (سیرۃ جلد ۲)

شبلی صاحب نے آداب عقیدتمندی کے لحاظ سے حضرت عائشہ کے الفاظ تعریض کو بہت نرم کر کے لکھا ہے حدیث و تاریخ کے ماخذ میں ان کے اصلی الفاظ یہ مرقوم ہیں۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ماغرت علی خدیجۃ ولقد ہلکت قبل ان یتزوجنی رسول اللہ صلعم فقلت لہ صلعم یوما قد مدح خدیجۃ ماتذکر عجوزا حمراء الشدقین قد بدلک اللہ خیرا منہا فغضب رسول اللہ صلعم وقال ما ابدلنی اللہ خیرا منہا امنت بی حین کذبنی الناس ورزقت منہا الولد۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسا رشک نہیں کیا جیسا خدیجہ کیا باوجودیکہ جب میری تزویج رسول اللہ صلعم سے ہوئی اس سے پہلے ہی حضرت خدیجہ کا انتقال ہوچکا تھا چنانچہ ایک روز جناب رسالتمآب صلعم حضرت خدیجہ کی تعریف کر رہے تھے میں نے کہا کیا آپ ایک لال لال بڑھیا کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے انسے بہتر بی بیاں آپ کو دی ہیں آنحضرت صلعم نے غضبناک ہوکر ارشاد فرمایا خدا کی قسم خدیجہ سے بہتر بی بی مجھے ہرگز نہیں ملی وہ مجھپر اسوقت ایمان لائیں جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور خدائے تعالیٰ نے انھیں سے مجھے اولاد عطا فرمائی

حضرت عائشہ کی یہ تعریض گو وہ کسی خاص وجہ پر مبنی ہو خلاف آداب اخلاق تھی اسی وجہ سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی اور آزردگی خاطر کا باعث ہوئی۔

مخبر صادق علیہ و آلہ السلام کی زبان صداقت ترجمان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جناب خدیجہ کبریٰ ازواج مطہرات کے طبقہ میں باعتبار مراتب و مدارج اخلاق و آداب کے سب سے اول افضل و اعلیٰ ترین مخدومہ تھیں سلام اللہ علیہا نبوت کے دسویں برس رمضان کے مہینہ میں پینسٹھ برس کی عمر میں حضرت خدیجہ نے مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور مقام حجون میں مدفون ہوئیں جناب رسالتمآب صلعم ان کی لاش مبارک لے کر خود قبر میں اترے انکے لئے دعاء خیر کی اور مدفون فرمادیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ

جناب خدیجہ کے بعد یہی بیوی اپنی خوش نصیبی سے پہلے رسول اللہ کے شرف زوجیت پر فائز ہوئیں یہ پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں یہ دونوں میاں بی بی سابق الاسلام تھے دوسرے بار جو مسلمانوں کی جماعت حبشہ میں ہجرت کر گئی تھی اس میں یہ دونوں بزرگوار داخل تھے حبشہ سے مکہ میں واپس آکر سکران نے انتقال کیا حضرت سودہ کا سکران سے ایک لڑکا عبد الرحمن تھا جو جنگ جلولاء میں (حدود فارس) بزمانہ خلافت ثانیہ مارا گیا سکران کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت سودہ کے ساتھ تزویج کا پیام دیا شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

آپ کا ایما پاکر خولہ حضرت سودہ کے والد کے پاس گئیں اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا انعم صباحاً[1] پھر نکاح کا پیام دیا انھوں نے جواب دیا۔ ہاں محمد کفو شریف ہیں لیکن سودہ سے بھی تو دریافت کرو غرض سب مراتب طے ہوگئے تو آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے سودہ کے والد نے نکاح پڑھایا چار سو درہم مہر قرار پایا تھا نکاح کے بعد عبد اللہ بن زمعہ (حضرت سودہ کے بھائی جو اسوقت کافر تھے) آئے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی کہ کیا غضب ہوگیا چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت شعاری پر ہمیشہ ان کو افسوس آتا تھا۔

---

[1] شبلی صاحب کے اس واقعہ سے گڈ مارننگ good morning کی قدامت استعمال اور عرب میں اس کا قدیم رواج معلوم ہوگیا انگریزی تہذیب تمدن کے شیدائی آپ کے اس انکشاف کی بڑی قدر کریں گے لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ شبلی صاحب نے اس رسم کو منہ لگایا جو اسلام نے اپنے اصول شریعت کے موافق اس میں قائم کردی تھی آپ تو ماشاء اللہ مصر و دمشق اکثر بلاد اسلامی کی سیر کرچکے ہیں کیا آپ نے وہاں کی مسلمانوں کی زبان سے صبحکم اللہ یا طابو نہیں سنا۔ المؤلف عفی عنہ

حضرت سودہ بلند بالا اور فربہ اندام تھیں۔ اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں حجۃ الوداع میں جب مزدلفہ سے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے آنحضرت صلعم سے اس بنا پر سب سے پہلے چلنے کی اجازت مانگی کہ ان کو بھیڑ بھاڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔

آیت حجاب سے پہلے عرب کے قدیم دستور پر ازواج مطہرات قضائے حاجت کے لیے صحرا کو جایا کرتی تھیں حضرت عمر کو یہ ناگوار ہوتا تھا۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم کی خدمت میں پردہ کی تحریک کرتے رہتے تھے لیکن ابھی انکی استدعا قبول نہیں ہوئی تھی کہ حضرت سودہ رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے نکلیں چونکہ انکا قد نمایاں تھا حضرت عمر نے کہا سودہ تم کو ہم نے پہچان لیا۔ اس واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب حضرت عمر کی طرف سے یہ باتیں نقل کر کے وقت تحریک پردہ کی پیش بندیاں باندھ لیں بفرض محال ونکال لینے کے عادی حضرت عمر سے حضرت سودہ کو اس موقع خاص پر ٹوکنے سے کی نہایت نامردانہ شرمناک اور حد درجہ کی خلاف تہذیب و اخلاق حرکت سرزد ہوئی۔ جسے کوئی شریف اور مہذب آدمی کبھی پسند نہیں کرسکتا۔

شبلی صاحب حضرت سودہ کے اوصاف میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت سودہ عادات و اخلاق رسالت کا نمونہ تھیں۔ اس لئے کہ مدت تک شرف ملازمت وخدمت پر ممتاز تھیں اور معارف نبوت کی خلوت وجلوت میں ہمراز و دمساز۔

لیکن اتنا لکھکر بھی شبلی صاحب ان اوصاف میں حضرت سودہ پر حضرت عائشہ کو ترجیح دیتے ہیں ہمکو سوائے حسن و شباب کے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں معلوم ہوتی۔ اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت عمر نے ایکبار ان کے پاس درہم کی ایک تھیلی بھیجی۔ لانے والا جب تھیلی انکے پاس لایا تو حضرت سودہ نے استفسار فرمایا اس میں کیا ہے۔ اوس نے کہا روپئے ہیں۔ فرمایا کہ اب تھیلیوں میں کھجور کی طرح روپیہ بھیجا جانے لگا۔ یہ فرمایا اور وہ تمام روپئے تقسیم کردیئے۔

حضرت سودہ سے بہت کم روایتیں نقل کی گئی ہیں محدثین نے ان سے صرف پانچ حدیثیں نقل کی ہیں بخاری صاحب نے انکی ایک ہی روایت پر اکتفا فرمائی ہے۔ این ہم غنیمت است۔ صحابہ میں صرف دو حضرات عبداللہ بن عباس اور یحییٰ ابن عبدالرحمن نے روایت کی ہے حضرت سودہ کے سال وفات میں اختلاف ہے واقدی حکومت معاویہ کے زمانہ میں ۵۴ھ میں انکی وفات بتلاتے ہیں اور تعجب ہے کہ ابن حجر بھی اسی کو اپنا اختیار بتاتے ہیں لیکن امام بخاری اپنی تاریخ اور علامہ ذہبی تاریخ کبیر میں ۲۳ھ میں بزمانہ خلافت

حضرت عمرؓ اُن کی وفات کو لکھتے ہیں۔ امام ذہبی نے تو یہانتک تصریح کر دی ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخر ایام تھے حضرت عمرؓ کی وفات سنہ ۲۳ ہجری مین ہوئی ہے اس بنا پر حضرت سودہ کا انتقال سنہ ۲۲ ہجری مین واقع ہوا علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس مین لکھتے ہین کہ یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

حضرت عائشہ

اسم مبارک عائشہ تھا صاحب اولاد نہین تھین مگر عبد اللہ بن زبیر اپنے بھانجے کی رعایت سے جنھین آپنے پالا تھا ام عبد اللہ کی کنیت سے مشہور تھین انکی ماں کا نام زینب تھا اور ام رومان کنیت انکی ولادت بعثت رسول سے چار برس بعد واقع ہوئی والدین نے پہلے جبیر ابن مطعم کے یہان بات لگائی تھی اسلیے جب خولہ بنت حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ انکی بات لیکر آئین تو پہلے حضرت ابوبکر نے اسی بنا پر انکار کیا مگر جب خولہ نے کہا کہ شاید اسلام کیوجہ سے تمھارے ساتھ پیوند نہین کرینگے تو حضرت ابوبکر جیسا کہ روضۃ الاحباب مین کتب انساب سے بیان کیا ہے۔ دریافت حال کی غرض سے خود جبیر کے ہان گئے جبیر سے تو ملاقات نہین ہوئی مگر ان کی بیوی نے انکو دیکھتے ہی کہا کہ تم اپنی بیٹی بیاہ کر میرے ہان اسلام کے قدم جمانا چاہتے ہو مین تمھین ایسا نہین کرنے دونگی حضرت ابوبکر وہان سے براہ راست واپس آئے اور بلا ذریعہ و واسطہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین معروضہ پیش کیا فوراً قبول فرما لیا گیا اور شوال کی بارھوین تاریخ کو حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا گیا۔ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر کل چھ سال کی تھی۔

ہجرت کے تیسرے سال مدینہ منورہ مین عروسی ہوئی وہ بھی شوال ہی کا مہینہ تھا احادیث کی روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسم عروسی کی تحریک بھی حضرت ابوبکر ہی کیطرف سے پیش ہوئی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی تنگدستی کی مجبوری دکھلائی تو حضرت ابوبکر نے پچاس درم قرض حسنہ دیکر عرض کی کہ اس سے سامان عروسی کر لیا جاوے بات طے ہوگئی سامان عروسی شروع ہوگئے شبلی صاحب عروسی اور رسم رخصتی کے متعلق لکھتے ہین۔

مدینہ مین آکر حضرت عائشہ سخت بخار مین مبتلا ہوگئین اشتداد مرض سے سر کے بال تک جھڑ گئے صحت ہوئی تو ام رومان کو رسم عروسی کے ادا کرنیکا خیال آیا اسوقت انکی عمر ۹ سال تھی سہیلیون کے ساتھ جھولا جھول رہی تھین ام رومان نے حضرت عائشہ کو آواز دی انکو اس امر کی خبر تک نہ تھی ماں کے پاس آئین انھون نے منہ دھویا بال درست کیے گھر مین لے گئین انصار کی عورتین انتظار مین تھین یہ گھر مین داخل ہوئین تو سب نے مبارکباد دی چاشت کے وقت آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رسم عروسی ادا ہوئی شوال ہی مین نکاح ہوا اور شوال ہی مین یہ رسم بھی ادا کیگئی جلد دوم حالات ازواج صفحہ ۳۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام تقریبات نکاح کے موقع پر بڑے بڑے ولیمے دیے سوائے حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح کے موقع پر اسلئے کہ وہ زمانہ آپکے لئے شدت سے تنگی کا تھا چنانچہ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

از حضرت عائشہ منقول است حضرت با من زفاف کرد و ہیچ شتر و گوسفندے نکشتند و طعام عروسی ما کاسہ شیرے بود کہ از خانہ سعد بن عبادہ فرستادہ بودند و من در آنروز نہ سالہ بودم و از اسماء بنت عمیس مروی است کہ من در زفاف عائشہ حاضر بودم واللہ کہ در آنروز ہیچ طعام ولیمہ نبود الا قدحے از شیر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدارے ازان شیر تناول نمودہ و بعد ازان بعائشہ دادہ وے شرم میداشت کہ بگیرد من گفتم کہ دست پیغمبر را رد مکن و بستان از وے پس بشرم تمام آنرا بگرفت و مقدارے ازان آشامید بعد ازان حضرت فرمود تا بمن دہ۔ باگفتم رغبت نداریم آن سرور گفت گرسنگی و در وغ باہم جمع مکنید من گفتم یارسول اللہ اگر یکے از ما رغبت چیزے داشتہ باشد و گوید رغبت ندارم آنرا بہ دروغ می شمرند فرمود آرے ان الکذب یکتب کذبا حتی یکتب الکذیب کذیبۃ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے دن کوئی بھیڑی ذبح نہیں کیگئی۔ ہمارا ولیمہ عروسی صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ کے گھر سے آیا تھا میراسن اسوقت نو برس کا تھا اور اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ میں حضرت عائشہ کی تقریب رخصتی میں حاضر تھی۔ خدا کی قسم اس دن ولیمہ کے لئے کسی قسم کا کوئی طعام تیار نہیں تھا سوائے ایک جام شیر کے جس میں سے تھوڑا جناب رسولخدا صلعم نے نوش فرماکر پیالہ کو حضرت عائشہ کی طرف بڑھادیا انھوں نے فرط حجاب سے اس پیالہ کے لینے میں تامل کیا تو میں نے انسے کہا کہ پیغمبر کے دست (عنایت) کو رد نہیں کرتے پیالہ لے لو۔ یہ سنکر حضرت عائشہ نے نہایت حجاب کے ساتھ وہ پیالہ لے لیا اور اس میں سے تھوڑا سا پی لیا پھر آنحضرت صلعم نے ان سے ارشاد کیا کہ مجھے (اسماء بنت عمیس کو) دیدو میں نے عرض کی مجھے تو اس وقت اشتہا نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا بھوک اور جھوٹ ایکجا جمع نہ کرو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلعم اگر ہم میں سے کسیکو اشتہا ہو اور وہ کہے کہ مجھے اشتہا نہیں ہے تو کیا یہ بھی جھوٹ ہی میں شمار ہوگا ارشاد ہوا جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جائے گا اگرچہ جھوٹ لکھنے والے نے جھوٹ ہی لکھا ہو۔

روضۃ الاحباب صفحہ ۲۰۵

شبلی صاحب لکھتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بڑی محبت تھی اسی محبت سے آپنے مرض الموت میں

اپنی تمام ازواج مطہرات سے اجازت لی اور اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ کے حجرے میں بسر کیے۔ اس محبت کا اظہار جن طریقوں سے ہوتا تھا ان کے متعلق احادیث و سیر میں نہایت کثرت سے واقعات درج ہیں۔" آنحضرت صلعم کا حضرت عائشہ سے یہ محبت کرنا تعجب انگیز نہیں اسلیے کہ فطرتاً ہر شوہر اپنی بی بی سے محبت کرتا ہے پھر ایسی حضرت عائشہ کیلیے شرف خصوصیت کیا ہے۔ پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آنحضرت صلعم سے حضرت عائشہ کو محبت نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ انکی محبت کا بھی اظہار فرما دیتے۔ اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو فرط محبت سے انکے ساتھ یہ کیا انھوں نے اپنی شدت محبت کے تقاضے سے آپکے ساتھ کیا کیا۔ مگر شبلی صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ اس بنا پر اسکا وجود ہی نہیں تھا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ انکا ذرا ذرا سی بات پر روٹھنا جزوی شکایتوں پر خفا ہونا نان و نفقہ و دیگر اخراجات خاص کیلیے رسول اللہ صلعم کو تنگ کرنا۔ آیت تخییر کا نازل ہونا پھر سال ہی بھر کے بعد قصۂ تحریم میں دیگر ازواج مطہرات کو اپنی ہم آہنگ بناکر رسول اللہ صلعم کے خلاف مظاہرہ کرنا جسکی نسبت آپ خود یہ الفاظ تحریر فرماتے ہیں کہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرات عائشہ و حفصہ تھیں سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹ آپ غریب کس شمار میں ہیں۔ خدا تبارک و تعالیٰ اس مظاہرہ کے متعلق اور ان دونوں خواتین کی نسبت صغت قلوبکما (ان دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں) کی صورت حال اور صواحب لوط و یوسف کی مثال قرآن مجید میں دے چکا ہے تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان محترمہ کو اپنے مقدس شوہر کے ساتھ محبت تھی۔

اب رہا مرض الموت میں انکے حجرہ میں تشریف رکھنے سے افراط محبت کے جو معنی نکالے گئے ہیں۔ اسکی نسبت گذارش ہے کہ واقعات پر نظر رکھنے والے اور حقیقت کے جاننے والے اسکو نہایت اخلاق رسول کی مراعات یقین کرسکتے ہیں۔ آپکی محبت مخصوصہ کی مضمون تراشی اسوقت صحیح ہوتی جب حجرہ علالت حضرت عائشہ کی جلوت و خلوت کے لیے مخصوص و محدود کردیا جاتا واقعات بتلا رہے ہیں کہ ایام علالت میں حجرہ حضرت عائشہ عام مسلمانوں کی گذرگاہ بنا ہوا تھا۔ تمام ازواج اور اہلبیت طاہرین بھی وہیں آ جاتی تھیں۔ اسلیے اس محبت کی خصوصیت جسپر آپکا استدلال قائم ہوتا ہے میں عمومیت ثابت ہوتی ہے اور اسکا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

اب رہا بجائے اور ازواج مطہرات کے انکے حجرہ میں قیام تو اسکی مصلحت یہ تھی کہ معروف کو شکایت کا موقع نہ ملے اور پھر کسی تازہ مظاہرہ کا اندیشہ نہ رہنے پائے اور خاصکر انکی اور انکے موئیدین کی خاص اطلاع کے لیے اہلبیت طاہرین اور دیگر مومنین کے لیے جو وصیتیں فرمائی گئیں اور ان کے ساتھ مرتے دم تک جو محاسن سلوک قائم کیے گئے وہ سب انکی آنکھوں کے سامنے گذر جائیں۔ یہ خود مشاہدہ فرمالیں۔ پھر اختیار ہے چاہیں ان پر عمل فرمائیں یا نہ فرمائیں اسکے بعد شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں "حضرت عائشہ کی علمی زندگی بھی نمایاں حیثیت رکھتی تھی حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے وقت میں فتوی دیتی تھیں

نہین معلوم حضرت علی کا دور حکومت انکے اجرائے فتوے سے کیون محروم رکھا گیا شبلی صاحب خواہ مخواہ حقیقت کو کیون چھپاتے ہین۔ وہ تو چھپنے والی نہین حضرت علی کے وقت مین بھی انھون نے فتوے دیے انکا سب بڑا اموثر فتوی وہ عظیم الشان اور واجب الاذعان اعلان تھا جنے جنگ جمل قائم کرادی و عراق عرب سے لیکر حجاز شام مصر اور تمام ممالک اسلامیہ مین آگ لگادی ور خاص زمین بصرہ پر ہزارون مسلمانون کا خون بہوادیے ہان بصرہ مین شکست کھاکر گھر مین واپس آئین تو کف لسان فرمائین۔ اسکے بعد شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

حضرت عائشہ نے صحابہ پر دقیق اعتراض کئے ہین جنکو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مین جمع کردیا ہے ہمکو اسکی تفصیل و تحقیق کی ضرورت نہین کہ ان اعتراضات مین اصابت رائے کس طرف تھی صحابہ کی رائے صحیح تھی یا حضرت عائشہ کی۔ اے صحابہ جانین اور حضرت عائشہ ہان اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کے اعتراضات اور آپکے اعترافات سے ثابت ہوگیا کہ صحابہ کی اصابت رائے کے متعلق آپکا اصول کلہم عدول قابل قبول نہین اسی کے ساتھ یہبھی معلوم ہوگیا کہ یہ اصول صوفیہ صحابہ کے مٹنے بہت پیچھے وضع کیا گیا ہے

اب ہا حضرت عائشہ کا تبحر علمی وہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی ثابت ہے امام حاکم مستدرک مین تحریر فرماتے ہین

عن عایشۃ دعت ابوھریرۃ فقالت یا ابا ھریرۃ ما ھذہ الاحادیث التی یبلغنا انک یحدث بھا عن النبی صلعم ھل سمعت الاما سمعنا وھل رائیت مارائینا قال یا اماہ انہ کان لیشغلک عن رسول اللہ صلعم المرءۃ والمحمد و التصنیفۃ لرسول اللہ صلعم وانی واللہ ما کان عندی	حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ انہون نے ابوہریرہ کو بلا کر پوچھا کہ اے ابوہریرہ یہ کیسی حدیثین ہین جو ہمکو پہونچی ہین کہ تم انکو رسول اللہ صلعم کا قول بیان کرتے ہو حالانکہ تم نے بھی وہی سنا جو ہم لوگون نے سنا اور تم نے بھی وہی دیکھا جو ہم لوگون نے دیکھا ابوہریرہ نے کہا اماجان آپکو آئینہ سرمہ دانی اور بناؤ سنگھار احادیث رسول سننے سے باز رکھتا تھا جو تم رسول اللہ صلعم کیلئے کیا کرتی تھین اور خدا کی قسم ہمکو ان سے کوئی چیز بھی مانع نہین تھی امام حاکم کا بیان ہے کہ یہ روایت
وھذا الحدیث صحیح لم یخرجاہ الشیخان	(مکالمہ حضرت عائشہ و ابوہریرہ) صحیح ہے گو اسکو شیخین بخاری و مسلم نے نہین لکھا

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس نے جناب صوفیہ کی تفسیر یا اخت ھارون کولکہ ہارون سے مراد برادر حضرت مریم ہین بداہتہً غلط بتلایا یہی دو مثالین آپکے تبحر علمی۔ ابطال دعوی کیلئے کافی ہین۔

ہر امر کیلئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک شہرت عقیدت اہل تحقیق کو التفات الکتاب حقیقت مدنظر رہتا ہے نہ کہ صرف عقیدت اسلئے کتب احادیث مین فضل و کمال علمی حضرت عائشہ کی نسبت جو کچھ مذکور ہے وہ جناب صوفیہ کی علمی تجلیات نہین ہین بلکہ خوش عقیدہ مولفین کی تعلیات۔